حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

Digital Certificate
Serial No.:
ID:
Key ID:
Finger Print:
یہ ڈیجیٹل سرٹیفکیٹ اس بات کی علامت ہے کہ یہ نسخہ اصلی ہے
زوار اکیڈمی پبلیکیشنز
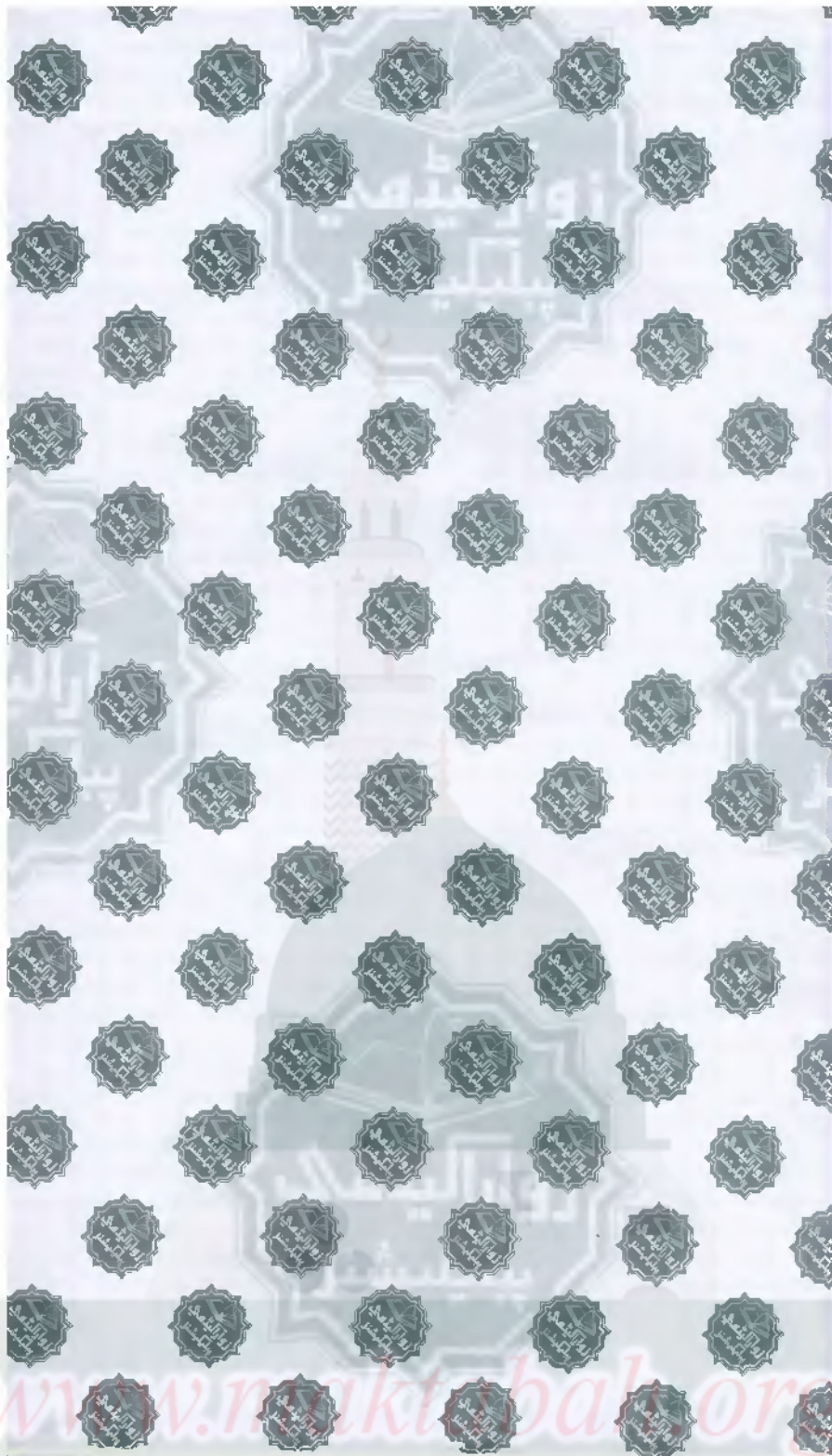
زبدة الفقه

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

زبدۃ الفقہ

خلاصہ عمدۃ الفقہ

(مکمل تین حصے)

حضرت مولانا سید زوار حسین شاہ رحمۃ اللہ علیہ

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز

نام کتاب	:	زبدۃ الفقہ۔ خلاصہ عمدۃ الفقہ (مکمل)
مؤلف	:	مولانا سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ
تعداد	:	ایک ہزار
اشاعت اول	:	رجب المرجب ۱۴۲۸ھ/ جولائی ۲۰۰۷ء
اشاعت اول	:	جمادی الاول ۱۴۳۰ھ/ مئی ۲۰۰۹ء
قیمت	:	۳۲۰ روپے
صفحات	:	۵۵۲

تقسیم کنندہ

خواجہ حسن ناصر: ڈی۔۱۰۷۔فرحان ٹاور۔گلستان جوہر،فون ۲۹۲۳۲۲۹۔۰۳۰۱

﴿ملنے کے پتے﴾

دارالاشاعت	:	اردو بازار، کراچی
فضلی بک سپر مارکیٹ	:	اردو بازار، کراچی، فون: ۲۲۱۲۹۹۱
مکتبہ الانور	:	بنوری ٹاؤن، کراچی
اسلامی کتب خانہ	:	بنوری ٹاؤن، کراچی، فون ۴۹۲۷۱۵۹
بیت الکتب	:	نزد جامعہ اشرف المدارس۔ گلشن اقبال کراچی
مکتبہ فیض القرآن	:	قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی، ۲۲۱۷۷۷۶
کتاب سرائے	:	فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: ۷۳۲۰۳۱۸
ادارۂ اسلامیات	:	۱۹۰، انارکلی۔لاہور، فون: ۷۲۴۳۹۹۱، ۷۳۵۳۲۵۵
مکتبہ مجیدیہ	:	بیرون بوہڑگیٹ۔ملتان
مکتبہ القادر	:	نزد جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی۔ بہاولپور

ناشر

اے۔۴/۱۷، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی۔فون: ۶۶۸۴۷۹۰

E-mail:syed.azizurrahman@gmail.com

فہرست

کتاب الایمان

کتاب الطہارۃ

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الزکوٰۃ

کتاب الصوم

عرضِ ناشر

الحمدللہ زبدہ الفقہ خلاصہ عمدۃ الفقہ کے تینوں حصے یک جا مجلد صورت میں قارئین کی خدمت میں نئے انداز میں مشینی کتابت کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی جارہی ہے۔

زبدۃ الفقہ کا پہلا حصہ پہلی بار ۱۹۷۳ء میں دوسرا حصہ ۱۹۷۴ء میں اور تیسرا حصہ ۱۹۷۸ء میں ادارہ مجددیہ کے زیراہتمام شائع ہوا تھا، اس کے بعد آج تک تینوں حصے دسیوں بار ادارۂ مجددیہ کے زیراہتمام شائع ہو چکے ہیں۔

۱۹۹۸ء میں ادارہ مجددیہ کے ناظم محترم حاجی محمد اعلیٰ صاحب کے حکم پر پہلی بار زبدۃ الفقہ کو زوار اکیڈمی پبلی کیشنز نے پرانی کاپیوں سے شائع کیا تھا، پھر جلد ہی ۹۹ء میں دوبارہ انہی کاپیوں سے شائع کرنا پڑا، اس دوران کمپیوٹر کمپوزنگ کا کام جاری رہا۔ اور ۲۰۰۰ء میں یہ قیمتی اور مقبول ترین کتاب پہلی بار شایانِ شان انداز میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

اب قارئین کی سہولت کے لئے اسے مزید بہتر انداز میں پیش کیا جارہا ہے، اور تینوں حصوں کو یک جا اور مجلد کردیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ طباعت، کاغذ اور کتابت تینوں چیزوں پر خاص توجہ دی گئی ہے، اور کاغذ درآمدی استعمال کیا جارہا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ اس ایڈیشن کو بھرپور پذیرائی حاصل ہوگی۔

اس دوران زبدۃ الفقہ کے پہلے دو حصے مختلف اداروں کے تحت سندھی پشتو اور گجراتی زبانوں میں بھی ترجمہ ہوکر شائع ہو چکے ہیں۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب کو پورے عالم اسلام میں پھیلانے اور تمام مسلمانوں کو اس سے استفادے کی توفیق ارزانی فرمائے اور اسے مؤلف و ناشر کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے! آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و آلہ و اصحابہ اجمعین o

ناظم ادارہ

كتاب الايمان

ایمان کا بیان

پیش لفظ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ O
امّا بعد، عن انس رضی اللّٰہ عنه قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ
(الحدیث رواہ ابن ماجہ والبیہقی: المشکوٰۃ کتاب العلم)

یہ حدیث اور دیگر بہت سی احادیث علم کی فضیلت میں وارد ہیں، ہر زمانے میں علمائے کرام علم دین کی اشاعت اور تعلیم و تعلّم میں مصروف رہے ہیں، حق سبحانہ وتعالیٰ نے اس عاجز کے دل میں بھی اشاعتِ علمِ دین کی کوشش میں حصہ دار بننے اور ذخیرۂ آخرت بنانے کے لئے کتاب عمدۃ الفقہ مرتب کرنے کا خیال ڈالا، چنانچہ اس کی جلد اوّل جو کتاب الایمان و کتاب الطہارت پر مشتمل ہے حتی الوسع حزم و احتیاط اور مناسب تفصیل و جزئیات کے ساتھ پیش کر دی گئی تھی، قبولیتِ عامہ نے ہمت افزائی کی، دوسری جلد شروع کرتے وقت یہ وہم و گمان بھی نہ تھا کہ عمدۃ الفقہ کی جلد دوم یعنی کتاب الصلوٰۃ اس قدر ضخیم ہو جائے گی لیکن بفضلہٖ تعالیٰ وہ بھی خاصی جامعیت اور شرح و بسط کے ساتھ شائع ہوئی خواص و عوام سب نے اس کو پسند کیا۔ جلد سوم جو کتاب الصوم اور کتاب الزکوٰۃ پر مشتمل ہے وہ بھی اسی طرح شرح و بسط بلکہ حوالجات کے ساتھ شائع ہوئی اور اب جلد چہارم یعنی کتاب الحج زیر تالیف ہے اور امید ہے کہ جلدی ہی تکمیل پا کر ہدیۂ ناظرین ہوگی، اس کے متعلق بھی اندازہ ہے کہ ضخامت و جامعیت میں ان مجلدات سے کسی طرح کم نہ ہوگی۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کا بے حد و بے انتہا شکر و احسان ہے کہ یہ کتاب مقبول عام ہوئی اور خصوصاً علما حضرات نے اس کو بہت پسند فرمایا۔

عمدۃ الفقہ جلد سوم کی ترتیب و تالیف کے وقت اس عاجز کو خیال آیا کہ عمدۃ الفقہ اپنی

جامعیت وضخامت کے اعتبار سے اہل علم حضرات کے لئے تو یقیناً مفید ہے لیکن عوام الناس کو عام طور پر زیادہ مطولات کے پڑھنے کے لئے وقت نکالنا اور تفصیلی جزئیات کو یاد رکھنا مشکل ہے اس لئے عمدۃ الفقہ کی ہر جلد کا ایک خلاصہ کیوں نہ تیار کیا جائے، جسے عوام بھی بسہولت اپنے دل ودماغ میں محفوظ رکھ سکیں اور اگر عام مدارس میں بچوں کو اور مساجد میں بڑی عمر والوں کو باقاعدہ اس کی تعلیم دی جائے اور تبلیغی مجالس میں اس کا درس جاری کیا جائے تو یقیناً اس کے بہت عمدہ نتائج وثمرات حاصل ہوں، نیز کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی اس کی شمولیت عقائد واحکامِ اسلام کی ترویج اور معاشرہ کی اسلامی تربیت کے لئے نہایت مفید ثابت ہوسکتی ہے، چنانچہ اس خیال نے عملی صورت اختیار کی اور عمدۃ الفقہ جلد اوّل کا خلاصہ طبع کر کے پیش کیا جارہا ہے۔

عمدۃ الفقہ کے خلاصہ کا نام ''زبدۃ الفقہ'' تجویز کیا گیا ہے، جلد اوّل کے حصۂ کتاب الایمان کا خلاصہ اول اور کتاب الطہارۃ کا خلاصہ حصہ دوم قرار پایا ہے۔ آئندہ ان شاء اللہ العزیز باقی مجلدات کا خلاصہ حصہ سوم وچہارم وغیرہ بھی شائع ہوگا۔

ویسے تو عام فہم اردو زبان میں ارکانِ اسلام پر کئی مختصر کتابیں اور رسالے مثلاً تعلیم الاسلام و رکنِ دین وغیرہ کافی عرصہ سے شائع ہوکر قبولیتِ عامہ حاصل کر چکے ہیں اور عام مسلمانوں کو اُن سے دینی نفع حاصل ہورہا ہے تاہم ''زبدۃ الفقہ'' اختصار واجمال کے ساتھ بہت زیادہ جزئیات کی حامل ہے جو کسی ایک مختصر رسالے یا کتاب میں نہیں مل سکتیں، دورِ جدید کے تقاضوں کے مطابق زبان پر بالخصوص توجہ دی گئی ہے کہ عام فہم اور سلیس ہو، مسائل کی ترتیب بھی دلنشین ہے جس سے یاد رکھنے میں سہولت ہوگی۔

امید ہے کہ قارئینِ کرام اس رسالے کو پسند فرما کر ہر خورد وکلاں میں اس کی تعلیم کو رواج دیں گے، اگر اس میں کوئی غلطی پائی جائے تو از راہِ نوازش اس کی نشاندہی اور جو کوتاہیاں ہوں ان کے متعلق اپنے مشوروں سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں ان کی اصلاح وتدارک کیا جاسکے، اور کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوجائے، کیونکہ غرض صحیح عقائد واحکامِ دین کی اشاعت و تبلیغ ہے جس میں ہر مسلمان کو اخلاص کے ساتھ حسبِ توفیق وحیثیت حصہ لینا ضروری ہے تاکہ ہم سب کو ثوابِ دارین حاصل ہو۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو خلوصِ نیت عطا فرمائے اور اس عاجزانہ پیشکش کو مقبول

فرما کر اہلِ اسلام کو اس سے پوری طرح مستفید ہونے اور عمل کرنے کی سعادت نصیب فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلوات اللہ و سلامۂ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ اجمعین . برحمتك یا ارحم الراحمین ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا یَنْھَتَدِیْ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ سبحان ربك رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین o

احقر سید زوّار حسین غفرلہ ولوالدیہ

جمعہ ۱۱ر صفر ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۶ر مارچ ۱۹۷۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایمان کا بیان

جب آدمی عاقل اور بالغ ہو جاتا ہے تو اس کو ایمان لانا یعنی خدا کو ایک اور رسولوں کو برحق ماننا فرض ہو جاتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آتی ہے، ایمان لانے کے بعد تمام عبادات فرائض وواجبات وغیرہ اس پر لازم ہو جاتے ہیں اور تمام ممنوعات ومحرمات حرام ہو جاتے ہیں۔

فرض دو قسم کے ہیں

۱۔ دائمی جو ہمیشہ فرض ہو اور وہ ایمان پر ثابت قدم رہنا اور حرام وکفر وشرک سے بچنا ہے۔ (یہ عقائد سے تعلق رکھتا ہے)

۲۔ وقتی: جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ (ان کا حامل علمِ فقہ ہے)۔

فرائض کا علم حاصل کرنا فرض ہے۔ یعنی جب کسی فرض کا وقت آ جائے تو اس فرض کے متعلق احکامِ شرع کا علم حاصل کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے، مثلاً جب آدمی مسلمان ہوا یا بالغ ہوا تو ان چیزوں کا جاننا ضروری ہے جن کے بغیر ایمان صحیح نہیں ہوتا۔ اور جب نماز فرض ہوگی تو نماز کے احکام کا سیکھنا فرض ہے، ماہِ رمضان المبارک کے آنے پر روزے کے احکام اور مالدار صاحبِ نصاب ہونے پر زکوٰۃ کے احکام کا سیکھنا علیٰ ہذا القیاس، حج ونکاح وطلاق وحیض ونفاس وبیع وشرا وغیرہ کے احکام کا سیکھنا اپنے اپنے وقت پر فرض ہو جاتا ہے۔ ایمان ونماز روزہ اور حیض ونفاس کے احکام کا علم بقدرِ ضرورت حاصل کرنا ہر مومن مرد وعورت پر فرضِ عین ہے۔

اسلام

اسلام ہی سچا مذہب (دین) ہے جو تمام دین ودنیا کی بھلائیاں اور نیک باتیں سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول وپسندیدہ دین اسلام ہی ہے۔ بقولہ تعالیٰ:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۲)

بیشک دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

ایضاً قال اللہ تعالیٰ:

وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (المائدہ:۱)

میں نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمالیا ہے۔

اوراسلام کے ماننے والے لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔

اسلام کا پہلا رکن کلمہ

اسلام کا پہلا رکن کلمہ ہے اوروہ یہ ہے:

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌرَّ سُوْلُ اللّٰہِ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

اس کوکلمۂ طیبہ،کلمۂ توحیداور پہلاکلمہ کہتے ہیں۔

دوسراکلمہ جوکلمۂ شہادت کہلاتا ہے یہ ہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُـہٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبودنہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اوراس کے رسول ہیں''

جس نے کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت کے معنی سمجھ کر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرلیا وہ مسلمان ہے۔

صفتِ ایمان

۱۔ایمان مجمل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَ صِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ

میں اللہ پر ایمان لایا جیسا کہ وہ اپنے ناموں اورصفتوں کے ساتھ ہے اور میں نے اس کے تمام احکام قبول کئے۔

۲۔ ایمان مفصل یہ ہے:

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلٰئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور قیامت کے دن پر اور اس پر کہ اچھی اور بری تقدیر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر ایمان لایا۔

ایمان مفصل میں جن سات چیزوں کا ذکر ہوا ہے ان پر ہر مسلمان کو ایمان لانا ضروری ہے اور وہ سات چیزیں یہ ہیں: ۱۔ اللہ تعالیٰ، ۲۔ اُس کے فرشتے، ۳۔ اس کی کتابیں، ۴۔ اُس کے رسول، ۵۔ یوم آخرت، ۶۔ تقدیر کا منجانب اللہ ہونا، ۷۔ موت کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اٹھنا۔ ان کی مختصر تشریح یہ ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا

اللہ یہ اس ذات کا اسمِ ذات ہے جو واجب الوجود ہے۔ یعنی جو خود بخود ہر وقت ہر جگہ موجود ہے، ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا اور اُس کا عدم یعنی کسی وقت کسی جگہ نہ ہونا محال ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی چیز واجب الوجود نہیں، اِس اسمِ ذاتی کے علاوہ اُس ذات کے بہت سے صفاتی نام ہیں۔ مثلاً خالق، رازق، حی وقیوم وغیرہ جو لاتعداد ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ننانوے ۹۹ یعنی ایک کم سو نام آئے ہیں اور بعض دوسری احادیث میں ان کے علاوہ اور نام بھی آئے ہیں۔ قرآن وحدیث میں آئے ہوئے ناموں کے علاوہ اپنے بنائے ہوئے عقلی وعرفی ناموں سے اللہ تعالیٰ کو پکارنا ہرگز جائز نہیں ہے، چاہے وہ صحیح ناموں کے معنی کے مطابق ہوں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کو عالم کہیں گے، لیکن عاقل کہنا جائز نہیں، اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اللہ کی ذاتِ مقدس سے اس طرح پر متعلق ہیں کہ نہ عینِ ذات ہیں اور نہ غیر ذات، اسی لئے اللہ کی صفات یعنی علم وقدرت وغیرہ کو اللہ نہیں کہہ سکتے اور نہ اس کا غیر ہی کہہ سکتے ہیں، اللہ کی صفات کو صفاتِ ذاتی یا صفاتِ کمالیہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں، ۱۔ وحدت یعنی اللہ ایک ہے۔ اس کی ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی عبادت کے لائق ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ ۲۔ قِدَم یعنی وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، جو ہمیشہ سے ہو، اس کو ازلی کہتے ہیں اور جو ہمیشہ رہے اس کو ابدی کہتے ہیں، پس اللہ

تعالیٰ ازلی بھی ہے اور ابدی بھی اور قدیم ہونے کے یہی معنی ہیں۔ ۳۔ حیٰوۃ ہمیشہ سے زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا، وہ حی وقیوم ہے۔ ۴۔ قدرت کائنات کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے پھر فنا کرنے اور پھر موجود کرنے پر اور ہر چیز پر قادر ہے۔ ۵۔ علم کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اس کے علم سے باہر اور اس سے پوشیدہ نہیں، اور وہ اس کو موجود ہونے سے پہلے اور مٹ جانے کے بعد بھی جانتا ہے، وہ ہر بات کو خوب اچھی طرح جانتا ہے۔ ۶۔ ارادہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہتا ہے اپنے اختیار وارادہ سے پیدا کرتا اور مٹاتا ہے۔ کائنات کی کوئی چیز اُس کے ارادہ اور اختیار سے باہر نہیں اور وہ کسی کام میں مجبور نہیں، جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کو روک ٹوک کرنے والا نہیں۔ ۷۔ سمع و ۸۔ بصر وہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے، ہلکی سے ہلکی آواز کو سنتا اور چھوٹی سے چھوٹی چیز کو دیکھتا ہے، نزدیک و دُور، اندھیرے اور اجالے کا کوئی فرق نہیں۔ ۹۔ کلام یعنی بات کرنا، یہ صفت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے، اس کا کلام آواز سے پاک ہے اور وہ اس کے لئے زبان وغیرہ کسی چیز کا محتاج نہیں۔ اس نے اپنے رسولوں و پیغمبروں کے ذریعے اپنا کلام اپنے بندوں کو پہنچایا ہے، تمام آسمانی کتابیں اور صحیفے اس کا کلام ہیں۔ ۱۰۔ خلق وتکوین یعنی پیدا کرنا اور وجود میں لانا، اسی نے زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فرشتے، آدمی، جن، غرض کہ تمام کائنات کو پیدا کیا۔ تمام کائنات پہلے سے بالکل ناپید تھی، پھر اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے موجود ہوئی اور وہی تمام کائنات کا مالک ہے، ان مذکورہ صفات کو صفاتِ ثابتہ یا صفاتِ ثبوتیہ کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی صفات ہیں۔ مثلاً مارنا، زندہ کرنا، عزت دینا، ذلت دینا، رزق دینا وغیرہ جو سب ازلی وابدی وقدیم ہیں، ان میں کمی بیشی وتغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ اس کی تمام صفات بے کیف اور ہمیشہ رہنے والی ہیں، وہ رحمٰن اور رحیم ہے مالک الملک ہے۔ سب کا بادشاہ ہے، اپنے بندوں کو آفتوں سے بچاتا ہے، عزت وبزرگی والا ہے، گناہوں کو بخشنے والا ہے، زبردست ہے، بہت دینے والا ہے، تمام مخلوق کو روزی دیتا ہے، جس کی چاہے روزی زیادہ کرے اور جس کی چاہے تنگ کر دے، جس کو چاہے عزت دے اور جس کو چاہے ذلت دے، جس کو چاہے پست کرے، جس کو چاہے بلند کرے، انصاف اور تحمل و برداشت والا، خدمت وعبادت کی قدر کرنے والا، دعا قبول کرنے والا ہے، سب پر حاکم ہے اس پر کوئی حاکم نہیں، اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں، سب کے کام بنانے والا ہے، وہی جلاتا اور مارتا ہے، توبہ قبول کرنے والا، ہدایت دینے والا، جو سزا کے قابل ہیں ان کو سزا دینے والا ہے، اس کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی حرکت نہیں کرسکتا اور تمام عالم کی حفاظت سے نہیں تھکتا، تمام ناقص صفتیں اس کی بارگاہ سے دُور ہیں، وہ سب عیبوں سے پاک ہے مخلوق کی صفتوں سے

بری ہے۔ وہ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ سوتا ہے نہ اونگھتا ہے، نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ اس سے کوئی پیدا ہوا، اور نہ اس کا باپ ماں ہے نہ بیٹا بیٹی ہے، وہ بہن بھائی بیوی رشتہ داروں وغیرہ تمام تعلقات سے پاک ہے۔ زمان و مکان، اطراف و جہات، طول و عرض، جسم و جوہر، شکل وصورت، رنگ و بو، موت و ہلاکت غرض کہ ہر عیب و حدوث سے پاک و بری ہے، قرآن مجید اور حدیثوں میں بعض جگہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ایسی باتوں کی خبر دی گئی ہے ان کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، ان کے معنی اللہ تعالیٰ کے حوالے کئے جائیں، وہ کسی کا محتاج نہیں، سب اس کے محتاج ہیں، اس کو کسی چیز کی حاجت نہیں وہ بے مثل ہے کوئی چیز اس کے مثل و مشابہ نہیں، تمام کمالات اُس کو حاصل ہیں۔

۲۔ فرشتوں پر ایمان لانا

فرشتوں پر ایمان لانے سے مراد یہ ماننا ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں، وہ سب نور سے پیدا ہوئے ہیں، دن رات عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں، ہماری نظروں سے غائب ہیں، وہ نہ مرد ہیں نہ عورت، رشتے ناتے کرنے اور کھانے پینے کے محتاج نہیں، تمام فرشتے معصوم ہیں، خدا کی نافرمانی اور گناہ نہیں کرتے۔ جن کاموں پر خدا تعالیٰ نے انہیں مقرر فرما دیا ہے انہی میں لگے رہتے ہیں اور تمام کام وانتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق پورا کرتے ہیں۔ وہ بے شمار ہیں ان کی گنتی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان میں سے یہ چار فرشتے مقرب اور مشہور ہیں ۱۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام جو خدا تعالیٰ کی کتابیں اور احکام و پیغام پیغمبروں کے پاس لاتے تھے۔ بعض مرتبہ انبیاء علیہم السلام کی مدد کرنے اور خدا اور رسول کے دشمنوں سے لڑنے کے لئے بھی بھیجے گئے۔ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان بندوں پر عذاب بھی ان کے ذریعے سے بھیجا گیا۔ ۲۔ حضرت میکائیل علیہ السلام جو بارش وغیرہ کا انتظام کرنے اور مخلوق کو روزی پہنچانے کے کام پر مقرر ہیں اور بیشمار فرشتے ان کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں۔ بعض بادلوں کے انتظام پر مقرر ہیں، بعض ہواؤں کے انتظام پر مامور ہیں اور بعض دریاؤں تالابوں اور نہروں پر مقرر ہیں اور ان تمام چیزوں کا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرتے ہیں۔ ۳۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام جو قیامت میں صور پھونکیں گے۔ ۴۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام جو مخلوق کی روحیں قبض کرنے یعنی جان نکالنے پر مقرر ہیں، ان کو ملک الموت بھی کہتے ہیں۔ ان کی ماتحتی میں بھی بیشمار فرشتے کام کرتے ہیں، نیک بندوں کی جان نکالنے والے فرشتے علیحدہ ہیں اور بدکار آدمیوں کی جان نکالنے والے

علیحدہ ہیں، یہ چاروں فرشتے باقی سب فرشتوں سے افضل ہیں، ان کے علاوہ اور فرشتے بھی ہیں جو آپس میں کم زیادہ مرتبہ رکھتے ہیں، یعنی کوئی زیادہ مقرب ہے کوئی کم، ان میں سے مشہور فرشتے یہ ہیں: ۱۔ کراماً کاتبین، ۲۔ حفظہ، ۳۔ منکر نکیر، ۴۔ مجالسِ ذکر تلاوت و دیگر اعمالِ خیر میں حاضر ہونے والے فرشتے، ۵۔ رضوان یعنی داروغۂ جنت اور ان کے ماتحت فرشتے، ۶۔ مالک یعنی داروغۂ جہنم اور ان کے ماتحت فرشتے، ۷۔ اللہ تعالیٰ کا عرش اٹھانے والے فرشتے، ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد و عبادت و تسبیح وتحمید وتہلیل وتقدیس میں مشغول رہنے والے فرشتے، ۸۔ سب فرشتے معصوم ہیں، ان میں سے بعض دو پر رکھتے ہیں، بعض تین اور بعض چار پر رکھتے ہیں اور بعض بہت زیادہ، ان پروں کی حقیقت خدا ہی بہتر جانتا ہے، یہ سب باتیں قرآن مجید اور صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں، ان میں شک کرنا یا ان کی توہین ودشمنی کفر و وبال ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانا

خدا تعالیٰ کی کتابوں سے مراد وہ صحیفے (چھوٹی کتابیں) اور کتابیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیوں پر نازل فرمائی ہیں، یہ صحیفے اور کتابیں بہت سی ہیں جن کی گنتی یقینی طور پر معلوم نہیں ان میں سے یہ چار کتابیں مشہور ہیں: ۱۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی۔ ۲۔ زبور جو حضرت داؤد علیہ السلام پر سُریانی زبان میں نازل ہوئی۔ ۳۔ انجیل جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل ہوئی۔ ۴۔ قرآن مجید جو ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل ہوا۔ ان چار بڑی کتابوں کے علاوہ کچھ صحیفے (چھوٹی کتابیں) حضرت آدم علیہ السلام پر اور کچھ حضرت شیث علیہ السلام پر اور کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئے، ان کے علاوہ کچھ اور بھی صحیفے ہیں جو بعض دوسرے پیغمبروں پر نازل ہوئے یہ سب کچھ قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور ان کو نہ ماننے والا شخص کافر ہے۔ لیکن قرآن مجید سے یہ ثابت ہے کہ موجودہ توریت و زبور و انجیل جو یہودیوں اور عیسائیوں کے پاس ہیں اصلی نہیں ہیں۔ بلکہ ان لوگوں نے اصل کتابوں کو ردوبدل کر دیا ہے۔ اس لئے ان کے متعلق یہ اعتقاد نہ رکھنا چاہئے کہ یہ اصلی آسمانی کتابیں ہیں، بلکہ یہ اعتقاد رکھے کہ یہ اصلی نہیں ہیں ان ناموں کی کتابیں اُن انبیاء کرام پر نازل ہوئی تھیں، قرآن مجید کے نازل ہونے سے وہ کتابیں اور ان کی شریعت منسوخ ہوگئی اور قرآن مجید سب سے آخری کتاب ہے اس کے

احکام قیامت تک جاری رہیں گے، یہ ہر قسم کے ردوبدل (تحریف) سے محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی، آسمانی کتابوں میں سب سے افضل قرآن مجید ہے، یعنی اس میں ثواب اور اس کا فائدہ مند ہونا سب سے زیادہ ثابت ہے، اس کی چند فضیلتیں یہ ہیں ۱۔ اس کا ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ حتی کہ زبر زیر پیش یا شوشہ تک ہر قسم کی کمی بیشی سے قیامت تک محفوظ ہے۔ ۲۔ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کے مثل بھی کوئی شخص نہیں بنا سکتا، ۳۔ اس نے پہلی سب کتابوں اور شریعتوں کے بہت سے احکام منسوخ کردیئے ہیں۔ ۴۔ سب کتابیں اپنے اپنے وقت میں ایک ہی دفعہ نازل ہوئی ہیں، لیکن قرآن مجید کو دونوں فضیلتیں حاصل ہیں۔ اول یہ کہ ایک ہی دفعہ میں ماہِ رمضان المبارک کو لیلۃ القدر میں لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا، پھر وہاں سے تئیس برس تک ضرورت کے وقت تھوڑا تھوڑا نازل ہوتا رہا اور اس طرح سے لوگوں کے دلوں میں اترتا گیا، یہ سب حکمتِ الٰہی پر مبنی تھا۔ ۵۔ اس کے احکام ایسے معتدل ہیں کہ قیامت تک ہر زمانے اور ہر قوم کے مناسب ہیں، ۶۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک تواتر کے ساتھ نقل ہوتا چلا آرہا ہے جو اس کے یقینی و قطعی ہونے اور تحریف و تبدیل سے محفوظ ہونے کی بین دلیل ہے۔ ۷۔ قرآن مجید ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے سینوں میں صدرِ اسلام سے آج تک محفوظ چلا آرہا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا، یہی وجہ ہے کہ اسلام کے دشمنوں کو کسی وقت اس میں کمی بیشی کرنے کا موقع نہیں مل سکا اور نہ انشاء اللہ قیامت تک مل سکے گا۔

۴۔ رسولوں پر ایمان لانا

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں تک اپنے احکام پہنچانے کے لئے ان ہی میں سے کچھ بندوں کو چن لیا ہے۔ جن کو نبی اور رسول کہتے ہیں، نبی اور رسول، اللہ تعالیٰ کے بندے اور انسان ہوتے ہیں، وہ سچے ہوتے ہیں، کبھی جھوٹ نہیں بولتے، ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکام پوری طرح پہنچادیتے ہیں اور ان میں کمی بیشی نہیں کرتے اور نہ کسی پیغام کو چھپاتے ہیں۔ رسول اس پیغمبر کو کہتے ہیں جس کو نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو اور نبی ہر پیغمبر کو کہتے ہیں خواہ اسے نئی شریعت اور کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ وہ پہلی شریعت اور کتاب کا تابع ہو، پس ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول نہیں ہے۔ (بعض علماء نے نبی اور رسول کو ایک ہی معنی میں لیا ہے)، نبوت اور رسالت اپنے کسب و کوشش

سے حاصل نہیں ہوتی، بلکہ جس کو خدا تعالیٰ بنائے وہی بنتا ہے، پس یہ مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔ سب نبی مرد ہوئے ہیں۔ کوئی عورت نبی نہیں ہوئی، دنیا میں بہت سے رسول اور نبی آئے بعض روایتوں میں ان کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار آئی ہے، بعض میں ایک لاکھ چونتیس ہزار اور بعض میں دو لاکھ چوبیس ہزار، یہ تعداد قطعی نہیں ہے، غالباً کثرت کے بیان کے لئے ہے، اُن کی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے ہمیں اور آپ کو اس طرح ایمان لانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول و نبی بھیجے ہم اُن سب کو برحق اور رسول و نبی مانتے ہیں، ان میں تین سو تیرہ رسول ہیں، سب سے پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ ﷺ خاتم النبین ہیں، آپ پر رسالت و نبوت ختم ہوگئی ہے۔ آپ قیامت تک تمام انسانوں اور جنوں کے لئے رسول ہیں، آپ کے بعد قیامت تک حقیقی یا ظلی یا بروزی کسی قسم کا کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا، آپ ﷺ کے بعد جو شخص حقیقی یا ظلی یا بروزی کسی بھی قسم کی پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور کافر و دجال ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام و حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں جو پیغمبر آئے ان میں سے بعض کے اسمائے گرامی قرآن مجید و احادیث میں آئے ہیں، ان میں سے مشہور نام یہ ہیں: حضرت نوح، حضرت شیث، حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت اسمٰعیل، حضرت یعقوب، حضرت یوسف، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت الیاس، حضرت الیسع، حضرت یونس، حضرت لوط، حضرت ادریس، حضرت ذوالکفل، حضرت صالح، حضرت ہود، حضرت شعیب، حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہم الصلوۃ والسلام۔ رسولوں پیغمبروں میں بعض کا مرتبہ بعض سے بڑا ہے۔ ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں سے افضل اور بزرگ ہیں۔ خدا تعالیٰ کے تو آپ ﷺ بھی بندے اور فرمانبردار ہیں، خدا تعالیٰ کے بعد آپ کا مرتبہ سب سے بڑھا ہوا ہے

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ ﷺ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ہیں اور عرب کے مشہور و بزرگ ترین خاندان قریش میں سے ہیں اور ملکِ عرب کے مشہور شہر مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، عرب کے تمام خاندانوں میں خاندان قریش کی عزت اور مرتبہ سب سے زیادہ تھا اور یہ دوسرے خاندانوں کے سردار مانے جاتے تھے، پھر خاندان قریش کی ایک شاخ بنی ہاشم تھی، جو قریش کی دوسری شاخوں

سے زیادہ عزت رکھتی تھی، آپ ﷺ اسی شاخ بنی ہاشم میں سے ہیں، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاشمی بھی کہتے ہیں، ہاشم آنحضرت ﷺ کے پردادا کا نام ہے، آپ کا سلسلۂ نسب چار پُشت تک ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہئے، وہ اس طرح ہے۔ محمَّد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف چالیس برس کی عمر میں آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنا کلام قرآن مجید اور اپنے احکام اتارنے شروع کئے۔ اس کے بعد آپ ﷺ تیس سال زندہ رہے، ظہورِ نبوت سے تیرہ سال تک یعنی کل تریپن سال مکۂ معظمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں قیام پزیر رہے۔ جب آپ نے مکۂ معظمہ میں دینِ اسلام کی تبلیغ شروع کی تو مکۂ معظمہ کے کفار و مشرکین نے آپ ﷺ کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں، آپ برداشت کرتے رہے۔

ہجرت

آخر جب ان کی دشمنی کی کوئی حد نہ رہی اور سب نے مل کر آپ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تو حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے پیارے وطن مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے اس کو ہجرت کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے مسلمانوں کا سنِ ہجری جاری ہوا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ طیبہ تشریف لے جانے کی خبر سن کر اور مسلمان بھی جن کو کافر ستاتے رہتے تھے آہستہ آہستہ مدینۂ منورہ چلے گئے، ان مسلمانوں کو جو مکہ مکرمہ سے اپنے گھر بار چھوڑ کر مدینۂ طیبہ چلے آئے مہاجرین کہتے ہیں اور مدینۂ طیبہ کے مسلمان جنھوں نے آنحضرت ﷺ اور مہاجرین کی مدد کی انصار کہلاتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سال مدینۂ منورہ کے قیام کے زمانہ میں اللہ پاک نے آپ ﷺ کو وہ فتوحات نصیب فرمائیں کہ جن کی برکت سے آج اسلام دنیا کے گوشہ گوشہ میں رائج ہے۔ چند دن اوپر تریسٹھ سال کی عمر میں بروایتِ مشہور بتاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بروز دوشنبہ آپ ﷺ کے جسد اطہر سے روح مبارک نے سوئے رفیقِ اعلیٰ پرواز کی۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

(آپ ﷺ کے مفصل حالات واخلاق وعادات وغیرہ کتب احادیث وشمائل وسیر وتواریخ میں ملاحظہ کریں)۔

عقیدہ

انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بہ حیاتِ حقیقی زندہ ہیں، جیسا کہ دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں آتے جاتے ہیں، تصدیقِ وعدۂ الٰہی کے لئے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر زندہ ہوگئے، ان کی یہ حیات شہدا کی حیات سے بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔ لیکن اس کی کیفیت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

صحابۂ کرام

ہر پیغمبر کے زمانے میں جو لوگ اس پیغمبر پر ایمان لائے وہ اس کے صحابی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی صحابی ہیں، صحابی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے ایمان کی حالت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، یا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہو، اور اس شخص کی موت ایمان پر ہوئی ہو۔ صحابی ہزاروں ہیں، جو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر مسلمان ہوئے اور اسلام پر ان کی وفات ہوئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبے آپس میں کم زیادہ ہیں، لیکن تمام صحابہؓ باقی امت سے افضل ہیں، اگر کسی دوسرے مؤمن نے اپنی ساری عمر نیک اعمال کرنے میں گزاری ہو اور اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا ہو کسی صحابیؓ کے ایک ادنیٰ عمل اور ایک مُدّ (تقریباً ایک سیر) جَو کے خیرات کرنے کی برابر بھی نہیں ہوسکتا اور کوئی بڑے سے بڑا غیر صحابی ولی ایک ادنیٰ صحابیؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا، تمام امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ تمام صحابہؓ میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، جو تمام امت سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تمام امت سے افضل ہیں، یہی چاروں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی ترتیب سے جو اوپر بیان ہوئی آپ ﷺ کے خلیفہ ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دین کا کام سنبھالنے اور جو انتظامات آپ ﷺ فرماتے تھے اُنہیں قائم رکھنے کے لئے جو شخص تمام مسلمانوں کی اتفاقِ رائے سے آپ ﷺ کا قائم مقام ہوا اُسے خلیفہ کہتے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے، ان چاروں کو خلفائے اربعہ و خلفائے راشدین و چار یار کہتے ہیں، ان چاروں کے

بعد حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے، اور ان کی مدتِ خلافت تک تمام خلفاء کی خلافت کی مدت تیس ۳۰ سال ہے، اس کو خلافت راشدہ کہتے ہیں۔ جس کا ذکر حدیث شریف میں ہے، ان چار یار کے بعد مجموعی طور پر سب اہل بیت باقی صحابہؓ سے افضل ہیں، اہلِ بیت میں تمام ازواجِ مطہراتؓ اور حضرت علیؓ (جن کا ذکر چار میں آچکا ہے) حضرت فاطمۃ الزہرا، حضرت حسن وحسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین شامل ہیں۔ ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہؓ وحضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سب سے افضل ہیں اور صاحبزادیوں میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہما سب سے افضل ہیں۔ فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور جہاد میں شامل ہونے والے صحابہؓ بعد والوں سے افضل ہیں، نیز جنگِ بدر میں شامل ہونے والے صحابہؓ سابقین وافضل ہیں۔ ان کے علاوہ باقی صحابہؓ میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دی جائے، سب کو افضل جانے اور کسی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی بھی نہ کرے ورنہ ایمان ضائع ہو جائے گا۔ صحابۂ کرامؓ کے اندرونی جھگڑوں اور ان کے آپس کے اختلافات کو نیک نیتی پر قیاس کرنا چاہئے۔ تمام صحابہؓ مجتہد تھے۔ مجتہد سے خطا وصواب دونوں صادر ہوتے ہیں لیکن ان کی خطا اجتہادی خطا ہے جس پر وہ ایک درجہ ثواب پائیں گے، غیر صحابی نے جس صحابیؓ کی تقلید کی وہ نجات پا گیا اس لئے تمام صحابۂ کرامؓ متبوع ومعیارِ شریعت ہیں، ان کی شان میں زبانِ طعن دراز کرنا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب اور سخت حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس وبال سے بچائے آمین۔ حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما یقیناً اعلیٰ درجے کے شہدا کرام سے ہیں۔ ان کی شہادت کا منکر گمراہ و بے دین ہے۔

ولایت واولیاء اللہ

جو مسلمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے، کثرت سے ذکر و عبادت کرے، گناہوں سے بچتا رہے، خدا اور رسول ﷺ کی محبت دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ رکھتا ہو، وہ اللہ کا مقرب اور پیارا ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو ولی کہتے ہیں، ویسے تو ہر مومن ولی ہے۔ لیکن جو شخص قربِ باری تعالیٰ کا ایک خاص مقام حاصل کر لیتا ہے اصطلاحِ شرع میں اس کو ولی کہتے ہیں اور اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ مسلمان متقی پرہیزگار ہو، عبادت بہت زیادہ کرتا ہو، اللہ و رسول ﷺ کی محبت ہر چیز کی محبت سے زیادہ رکھتا ہو، دنیا کی حرص نہ ہو اور آخرت کا خیال اس کو ہر

وقت لگا رہتا ہو۔ تمام صحابہؓ ولی ہوئے ہیں، بلکہ وہ غیر صحابی ولی کے مقابلے میں اعلیٰ درجے کے ولی ہیں، جس طرح کوئی صحابیؓ یا ولی خواہ کتنا ہی بڑا درجہ رکھتا ہو کسی نبی کے برابر نہیں ہوسکتا، اسی طرح صحابی ہونے کی فضیلت بھی بہت بڑی ہے اور کوئی غیر صحابی ولی خواہ کتنا ہی بڑا درجہ رکھتا ہو کسی ادنیٰ صحابی کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔ صحابہؓ کے بعد اولیاء اللہ میں تابعین کا مرتبہ ہے۔ پھر تبع تابعین کا، اولیاء اللہ کے بہت سے سلسلے ہوئے ہیں۔ جن میں سے چار سلسلے بہت مشہور اور دنیا میں رائج ہیں۔ وہ یہ ہیں چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، ان کی مزید تفصیل تصوف کی کتابوں سے حاصل کریں۔ ایسا شخص جو خلافِ شرع کام کرے مثلاً نماز نہ پڑھے یا ڈاڑھی منڈائے یا کوئی اور شریعت کے خلاف کرے اس کو ولی سمجھنا بالکل غلط ہے خواہ اس سے کتنی ہی خارقِ عادت باتیں ظاہر ہوں اور خواہ وہ ہوا پر اُڑنے یا پانی پر چلنے لگے، جب تک کوئی شخص اپنے ہوش وحواس میں ہے اور اس کو عبادت کرنے کی طاقت حاصل ہے ایمان لانے کے بعد اس کو شریعت کی پابندی کرنا فرض ہے، کوئی عبادت اس کو معاف نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی گناہ کی بات اس کے لئے جائز ہوتی ہے، ایسے شخص سے جو خلافِ شرع باتوں پر عمل کرتا ہو کشف وخوارقِ عادات کا ظاہر ہونا استدراج اور دھوکا ہے، لیکن اگر کوئی شخص غلبۂ محبتِ الٰہی میں مستغرق ہو کر یا کسی دماغی صدمہ کی وجہ سے اپنے آپ سے بے خبر ہو جائے حتیٰ کہ اپنے کھانے پینے پہننے وغیرہ سے بھی بے خبر ہو جائے تو وہ شرع کی پابندی سے بری اور آزاد ہو جاتا ہے، ایسے شخص کو برا نہ کہنا چاہئے اور اس کی پیروی بھی نہیں کرنی چاہئے۔

معجزہ وکرامت

ا۔ معجزہ

بعض خلافِ عادت باتیں اللہ پاک اپنے رسولوں ونبیوں کے ہاتھ سے ظاہر کرا دیتا ہے، جن کے کرنے سے دنیا کے لوگ عاجز ہوتے ہیں، تا کہ لوگ ان باتوں کو دیکھ کر اس نبیؑ کی نبوت کو سمجھ لیں، نبیوں اور رسولوں کی ایسی خلافِ عادت باتوں کو معجزہ کہتے ہیں، بعض پیغمبروں کے مشہور معجزے یہ ہیں:

ا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا (لاٹھی) سانپ کی شکل میں بن کر جادوگروں کے جادو کے سانپوں کو نگل گیا اور سب جادوگر عاجز ہو گئے اور ایمان لے آئے۔

۲۔ ید بیضا: یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ اللہ تعالیٰ ایسا روشن کر دیتا کہ اس کی چمک آفتاب کی روشنی پر غالب آجاتی تھی۔

۳۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سمندر پر لاٹھی ماری جس سے بارہ راستے بن گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہی ان راستوں سے پار اُتر گئے، فرعون اور اس کے ساتھی جب ان راستوں سے گزرنے لگے اور وہ سب دریا میں داخل ہوگئے تو سب پانی آپس میں مل گیا اور فرعون مع لشکر غرق ہوگیا۔

۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے مُردوں کو زندہ کر دیتے۔

۵۔ اور مادرزاد اندھوں کو آنکھوں والا کر دیتے۔

۶۔ اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے۔

۷۔ اور مٹی کا جانور (چڑیا) بنا کر زندہ کر کے اڑا دیتے تھے۔

۸۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا وہ اس سے زرہ وغیرہ بنا لیتے تھے۔

۹۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی سُریلی آواز سے پرندے جانور اور پانی وغیرہ ٹھہر جاتے تھے۔ اور بھی بہت سے معجزے ان پیغمبروں اور دوسرے پیغمبروں سے ظاہر ہوئے ہیں۔ تفصیل کے لئے کتب تاریخ و حدیث و تفسیر ملاحظہ کریں۔ ہمارے حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بکثرت بلکہ تمام انبیا علیہم السلام سے زیادہ معجزے ظاہر ہوئے ہیں۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ ﷺ کے معجزات اور ان کی تفصیلات کے لئے کتبِ حدیث و تفسیر و سیر ملاحظہ ہوں، البتہ چند مشہور معجزے یہ ہیں:

۱۔ آپ ﷺ کا سب سے بڑا اور تاقیامت زندہ معجزہ قرآن مجید ہے، دنیا کے بڑے بڑے عالم و فاضل عربی دان انتہائی کوشش کے باوجود اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کے مانند نہ بنا سکے اور نہ قیامت تک بنا سکیں گے۔

۲۔ معراج شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حکم سے رات کو جاگتے میں اپنے جسمِ مبارک کے ساتھ براق پر سوار ہو کر مکہ معظمہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ تک اور پھر وہاں سے جہاں تک اللہ تعالیٰ کو منظور تھا تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے قرب کا وہ مقام حاصل ہوا کہ آج تک کسی پیغمبر کو بھی حاصل نہیں ہوا اور نہ ہوگا اور

اس کی کیفیت کو نہ کوئی آج تک بیان کر سکا اور نہ آئندہ کبھی بیان کر سکے گا، اسی رات میں آپ ﷺ کو جنت و دوزخ کی سیر کرائی گئی، آپ ﷺ نے تمام ملکوت السموات والارض کو دیکھا اور پھر اپنے مقام پر واپس آ گئے، یہ سب کچھ رات کے ایک ذرا سے وقت میں ہوا، حتیٰ کہ آپ ﷺ کا بستر ابھی گرم تھا اور مکان کی زنجیر ابھی تک ہل رہی تھی۔ اس سیر کو معراج کہتے ہیں۔ یہ معراج جسمانی تھی اور حق تھی اور اس میں شبہ کرنا اور نہ ماننا کفر ہے، اس معراجِ جسمانی سے پہلے غالباً چار یا پانچ مرتبہ خواب میں بھی معراجیں ہوتی تھیں، ان کو منامی معراجیں کہتے ہیں، کیونکہ منام خواب کو کہتے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے خواب سچے اور غلطی وخطا سے محفوظ ہوتے ہیں، دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی اپنے اپنے مقام کے مطابق معراجیں ہوئیں، لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی معراج سب سے اعلیٰ و افضل ہے۔

۳۔ شق القمر: کفار مکہ کے معجزہ طلب کرنے پر آپ ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ایک ٹکڑا مشرق میں اور دوسرا مغرب میں چلا گیا اور بالکل اندھیرا ہو گیا۔ سب حاضرین نے دیکھ لیا پھر وہ دونوں ٹکڑے آپس میں مل گئے اور چاند اصلی حالت پر ہو گیا۔

۴۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم غیب سے بہت سی آنے والی باتوں کی پہلے سے خبر دی اور وہ اسی طرح واقع ہوئیں۔

۵۔ آپ ﷺ کی دعا کی برکت سے ایک دو آدمیوں کا کھانا سینکڑوں آدمیوں نے پیٹ بھر کر کھایا اس کے علاوہ آپ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کا ابلنا، درختوں، پتھروں اور جانوروں کا آپ کو سلام کرنا و سجدہ کرنا، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ آپ ﷺ کے بے شمار معجزات ہیں۔

جو خرقِ عادت کسی نبی سے نبوت سے پہلے ظاہر ہو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

۲۔ کرامت

جو خرقِ عادت کسی نبی کے پیرو سے ظاہر ہو اور وہ شخص ولی ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کی لوگوں کے دلوں میں عزت و بزرگی بڑھانے کے لئے ان سے کرامات ظاہر کر دیتا ہے، اولیاء اللہ اور نیک بندوں سے کرامت کا ظاہر ہونا حق ہے، اگر مومن صالح سے خرقِ عادت ظاہر ہو تو اس کو معونت کہتے ہیں، اور اگر یہ خرقِ عادت ایسے شخص سے ظاہر ہو جو خلافِ شریعت چلتا ہو خواہ وہ مدعیٔ اسلام ہو یا کافر تو اس کو قضائے حاجت کہتے ہیں، پھر اگر وہ ظاہری یا

خفیہ اسباب کے بغیر ہوتو اس کو استدراج کہتے ہیں، اور اگر اس کا کوئی ظاہری یا خفیہ سبب ہو تو سحر (جادو) ہے۔ صاحبِ استدراج وسحر کو ولی سمجھنا اور اس کی خرقِ عادت کو کرامت سمجھنا سخت غلطی اور شیطانی دھوکہ ہے۔ ایسے کافر سے جو نبوت کا دعویٰ کرے خرقِ عادت اس کے دعوے کے خلاف ظاہر ہوتا ہے، جیسا کہ مسیلمہ کذاب نے کسی ایک آنکھ والے کی اندھی آنکھ کے صحیح ہونے کی دعا کی تو اس کی دوسری آنکھ بھی اندھی ہوگئی، اس کو اہانت کہتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ولی سے ضرور کوئی کرامت ظاہر ہو، بلکہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اللہ کا ولی ہو اور ساری عمر میں اس سے ایک بھی کرامت ظاہر نہ ہو اور یہ بھی ضروری نہیں کہ جس سے زیادہ کرامتیں ظاہر ہوں وہ زیادہ افضل ہو۔

۵۔ آخرت پر ایمان لانا

یومِ آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا دن اور اس کی سختیاں حق ہیں، قبر میں منکر نکیر کا سوال و جواب اور سب کافروں اور بعض گنہگار مؤمنوں کو قبر کا عذاب ہونا حق ہے۔

عذابِ قبر:

ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور مرنے کے بعد ہر انسان کو اس کے عملوں کی جزا یا سزا ملے گی اس کے دو درجے ہیں، ایک مرنے کے بعد سے قیامت تک اس کو عالمِ برزخ کہتے ہیں، اور دوسرا درجہ قیامت سے لے کر ابدالآباد تک ہے اس کو حشر ونشر کہتے ہیں۔ اس میں پوری پوری جزا وسزا ہوگی، سب کفار اور بعض گنہگار مؤمنوں کو قبر کا عذاب ہوتا ہے۔

بعض گنہگار مؤمنوں سے قبر کا عذاب معاف بھی ہو جاتا ہے یا وہ گناہ کے مطابق عذاب پا کر نجات پا جاتے ہیں۔ صالح مومن مرد وعورت قبر میں عیش وآرام سے رہتے ہیں، وارثوں اور دیگر مسلمانوں کی خیر خیرات کرنے قرآن شریف ونوافل وغیرہ پڑھنے اور اس کا ایصالِ ثواب و دعا کرنے سے بھی میت کے عذابِ قبر میں تخفیف ہوجاتی ہے مگر کافر کو مرنے کے بعد کوئی خیرات یا دعا وغیرہ نفع نہیں دیتی، خواہ کوئی مومن ہی ایسا کرے اسی طرح اگر کوئی کافر کسی کافر یا مؤمن مردے کے لئے دعا کرے یا صدقہ دے تو ہرگز اس کو نفع نہ دے گا ثواب پہنچانے کے لئے کسی خاص چیز یا خاص وقت یا خاص طریقہ کی پابندی شرع شریف میں نہیں ہے۔ ایسی پابندی سے بچنا چاہئے، بلکہ جس وقت جو کچھ میسر ہو وہ مالی یا بدنی ثواب کا کام ادا کر کے اس کا ثواب بخش دیا جائے۔ ایصالِ ثواب کا کام رسم کی پابندی، دکھاوے اور نام وشہرت کے لئے نہ کرے اور بلاضرورت ادھار یا

سودی قرض لے کر رسوم کی پابندی کرنا اور بھی گناہ ہے، کسی ایسی مصلحت سے وقت وغیرہ کی پابندی کی جائے جو شرعاً جائز ہو اور اس کو شرع کی طرف سے لازمی نہ سمجھا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے، مگر آج کل جاہلوں کی رسمی پابندی کے خوف سے بچنا ضروری ہے ورنہ وہ دلیل بنائیں گے۔

قبر میں مُردے سے سوال و جواب کی تفصیل یہ ہے کہ جب مُردے کو اس کے خویش و اقارب قبر میں رکھ کر واپس جاتے ہیں تو وہ ان کی جوتیوں کی آواز سنتا ہے اس وقت اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہتے ہیں۔ جو اس کو بٹھا کر پوچھتے ہیں۔

مَنْ رَّبُّكَ، مَنْ نَّبِيُّكَ، مَادِيْنُكَ

تیرا رب کون ہے، تیرا نبی کون ہے، تیرا دین کیا ہے،

مومن بندہ جواب دیتا ہے:

رَبِّیَ اللّٰهُ، نَبِيِّیْ مُحَمَّدٌ، دِيْنِیَ الْاِسْلَامُ

میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، میرے نبی محمد ﷺ ہیں، میرا دین اسلام ہے۔

بعض روایات میں دوسرا سوال اس طرح ہے:

مَاكُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ هٰذَا الرَّجُلِ

تو اس آدمی یعنی محمد ﷺ کے بارے میں کیا کہتا تھا،

مومن بندہ جواب دیتا ہے:

هُوَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم

وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

وہ فرشتے کہیں گے تجھے کس نے بتایا وہ کہے گا میں نے اللہ کی کتابیں پڑھیں، اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ پس اس کے لئے قبر میں جنت کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے گا۔ جس سے جنت کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا اور خوشبو اس کے پاس آتی رہے گی اور اس کی قبر کشادہ اور نورانی کر دی جائے گی اور اس سے کہا جائے گا کہ دولہا کی طرح بے فکر سو جا۔ اگر وہ بندہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو ان سوالوں کے جواب میں کہتا ہے:

هَاهْ هَا لَا اَدْرِیْ

افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔

وہ فرشتے اس کو لوہے کی گرزوں (ہتھوڑوں) سے ایسا مارتے ہیں کہ سوائے جن وانس کے

تمام مخلوق اس کی چیخیں سنتی ہے اور قبر اس کو اس قدر دباتی ہے کہ اس کی پسلیاں اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر نکل جاتی ہیں پھر دوزخ کی کھڑکی اس پر کھول دی جاتی ہے۔ اور وہ حشر تک اس عذاب میں مبتلا رہتا ہے، البتہ بعض مؤمنوں کو بقدر گناہ عذاب پورا ہو کر اس سے پہلے بھی اس عذاب سے رہائی ہو جاتی ہے اور کبھی محض اللہ پاک کے فضل و کرم سے اور کبھی دنیا کے لوگوں کی دعا اور صدقہ و خیرات وغیرہ کے ایصال ثواب سے بھی عذاب سے رہائی حاصل ہو جاتی ہے، جمعہ کے روز کی برکت سے بھی ہر گنہگار مؤمن کو اس روز عذاب سے رہائی ہو جاتی ہے۔ ضغطۂ قبر (قبر کی تنگی و گھبراہٹ) نیک بندوں کو بھی ہوتا ہے جو کسی گناہ کے سبب یا کسی نعمت کا شکر ادا نہ کرنے کے سبب ذرا سی دیر کے لئے ہوتا ہے پھر اُسی وقت دور ہو جاتا ہے، بعض کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نہیں بھی ہوتا۔ مرنے کے بعد ہر روز صبح اور شام کے وقت ہر مُردہ کو اس کا ٹھکانا دکھایا جاتا ہے جنتی کو جنت دکھا کر خوشخبری دیتے ہیں اور دوزخی کو دوزخ دکھا کر اس کی حسرت بڑھاتے ہیں۔

جو لوگ قبر میں دفن نہیں کئے جاتے بلکہ جلا دیئے جاتے ہیں یا پانی میں ڈوب کر مر جاتے یا جانور کھا جاتے ہیں وغیرہ، ان کو بھی عذابِ قبر ہوتا ہے، قبر سے مراد وہ گڑھا نہیں جو زمین کھود کر میت کو اس میں دفن کیا جاتا ہے۔ بلکہ وہ مقام ہے جہاں مرنے کے بعد برزخ میں روح کو رکھا جاتا ہے۔ نیکوں کی روح کے مقام کو عالمِ بالا یعنی علیین کہتے ہیں اور بروں کی روح کے مقام کو عالمِ پست یعنی سجین کہتے ہیں اور وہ عذاب سانپ بچھو لوہے کی سلاخوں وغیرہ سے جیسی اس عالم کے مناسب ہوں روح کو دیا جاتا ہے اور جسم کے ساتھ روح کا ایک ادنیٰ سا تعلق باقی رہنے کی وجہ سے زمینی گڑھے کو بھی قبر کہہ دیتے ہیں اور بعض اوقات اس قبر میں رکھے ہوئے جسم پر بھی اس عذاب و ثواب کے اثرات مرتب ہو کر اہلِ دنیا کی عبرت کے لئے ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

علماء نے مسلمان کے گناہ معاف ہونے کے دس سبب لکھے ہیں: ۱۔ توبہ، ۲۔ استغفار، ۳۔ نیک اعمال، ۴۔ دنیا میں کسی بلا میں گرفتار ہونا، ۵۔ ضغطۂ قبر، ۶۔ مسلمانوں کی دعا کی برکت، ۷۔ مسلمانوں کا صدقہ جو اس کی طرف سے دیں، ۸۔ قیامت کی سختی، ۹۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت، ۱۰۔ محض رحمتِ الٰہی۔

جو لوگ قبر کے عذاب اور منکر نکیر کے سوال و جواب سے محفوظ رہیں گے یہ ہیں۔ ۱۔ غازی یا شہید، ۲۔ جمعہ کی رات یا جمعہ کے دن مرنے والا۔

تناسخ (آواگون) مسلمانوں کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے یہ ہندوؤں اور بعض کافر

فلسفیوں کا عقیدہ ہے جو نہایت لچر اور غلط ہے۔

انبیا علیہم السلام اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اپنی قبروں میں اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور اس زندگی کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ شہدا بھی زندہ ہیں لیکن انبیا علیہم السلام کی زندگی سب سے قوی تر ہے، صدیقین و دیگر اولیاء اللہ وحفاظ بھی زندہ ہیں۔ اولیاء اللہ اور شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں داخل کر دی جاتی ہیں وہ بہشت میں پھرتی اور اس کی نہروں کا پانی پیتی ہیں۔ ان کی ارواح کو اجازت ہوتی ہے کہ جہاں چاہیں پھریں، کاملین کی ارواح کبھی کبھی اللہ تعالیٰ کی اجازت سے اس جسمانی دنیا میں ظاہر ہو کر تصرف بھی کرتی ہیں اور اپنے دوستوں کی مدد کرتی اور دشمنوں کو سزا دیتی ہیں۔

قیامت کا دن اس دن کو کہتے ہیں جب اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے، قیامت کا آنا برحق ہے۔ اس کا ٹھیک وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اتنا معلوم ہے کہ جمعہ کا دن اور محرم کی دسویں تاریخ ہوگی۔ اس کی جو نشانیاں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں، سب حق ہیں اور وہ دو قسم پر ہیں۔ ا۔ علاماتِ صغریٰ، ۲۔ علاماتِ کبریٰ۔

علاماتِ صغریٰ

جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک سے لے کر امام مہدی علیہ السلام کے ظہور تک ظاہر ہوں گی، بہت زیادہ ہیں ان میں سے کچھ مختصراً یہ ہیں۔

ا۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دارِ فانی سے پردہ فرمانا۔

۲۔ بیت المقدس کا فتح ہونا۔

۳۔ ایک عام وبا کا ہونا (یہ دونوں نشانیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں پوری ہوئیں)

۴۔ مال کا زیادہ ہونا (یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا)،

۵۔ ایک فتنہ جو عرب کے گھر گھر میں داخل ہوگا (یہ شہادتِ عثمان رضی اللہ عنہ کا سبب تھا)۔

۶۔ مسلمانوں اور نصاریٰ میں صلح ہوگی، پھر نصاریٰ غدر کریں گے، (یہ علامت آئندہ ہونے والی ہے)۔

۷۔ علم اٹھ جائے گا جہل بڑھ جائے گا،

۸۔ زنا اور شراب خوری کی بہت ہی کثرت ہوگی۔

۹۔عورتیں زیادہ اور مرد کم ہوں گے۔ (یہ غالباً حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانے میں جہاد میں مردوں کے بکثرت شہید ہونے سے ہوگا)۔

۱۰۔جھوٹ بولنا کثرت سے ہوگا۔

۱۱۔ بڑے بڑے کام نااہلوں کے سپرد ہوں گے، بے علم اور کم علم لوگ پیشوا بن جائیں گے، کم درجہ کے لوگ بڑی بڑی اونچی عمارتیں بنائیں گے۔

۱۲۔لوگ مصیبتوں کی وجہ سے موت کی آرزو کریں گے۔

۱۳۔سردار لوگ مالِ غنیمت کو اپنا حصہ سمجھیں گے۔

۱۴۔امانت میں خیانت بڑھ جائے گی۔

۱۵۔زکوٰۃ دینے کو جرمانہ سمجھیں گے۔

۱۶۔علم دنیا حاصل کرنے کے لئے پڑھیں گے۔

۱۷۔لوگ اپنے ماں باپ کی نافرمانی اور ان پر سختیاں کریں گے۔

۱۸۔مرد عورت کا فرمابردار اور ماں باپ کا نافرمان ہوگا اور دوست کو نزدیک اور باپ کو دور کرے گا۔

۱۹۔مسجدوں میں لوگ شور کریں گے۔

۲۰۔فاسق لوگ قوم کے سردار ہوں گے اور رذیل لوگ قوم کے ضامن ہوں گے۔

۲۱۔بدی کے خوف سے شریر آدمی کی تعظیم کی جائے گی۔

۲۲۔باجے علانیہ ہوں گے، گانے بجانے اور ناچ رنگ کی زیادتی ہو جائے گی۔

۲۳۔امت کے پچھلے لوگ پہلے بزرگوں پر لعنت کریں گے۔

۲۴۔سرخ آندھی۔

۲۵۔زلزلے۔

۲۶۔زمین میں دھنسنا۔

۲۷۔صورتیں بدل جانا۔

۲۸۔پتھر برسنا وغیرہ دیگر علامات ظاہر ہوں گی اور اس طرح پے در پے آئیں گی، جس طرح تاگا ٹوٹ کر تسبیح کے دانے گرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اچھے کام اٹھتے جائیں گے اور برے کاموں اور گناہوں کی کثرت ہوتی جائے گی۔

۲۹۔نصاریٰ تمام ملکوں پر چھا جائیں گے۔

۳۰۔مسلمان میں بڑی ہل چل مچ جائے گی اور گھبرا کر حضرت امام مہدی علیہ السلام کی تلاش میں مدینہ منورہ میں آئیں گے اور امام مہدی علیہ السلام مکہ چلے جائیں گے۔ بعض اور علامات بھی ہوں گی مثلاً:

۳۱۔درندے جانور آدمی سے کلام کریں گے۔

۳۲۔کوڑے پر ڈالی ہوئی جوتی کا تسمہ کلام کرے گا اور آدمی کو اس کے گھر کے بھید بتائے گا۔ بلکہ خود انسان کی ران اسے خبر دے گی۔

۳۳۔وقت میں برکت نہ ہوگی، سال مہینے کی مانند اور مہینہ ہفتہ کی اور ہفتہ دن کی مانند ہوگا اور دن ایسا ہو جائے گا جیسا کہ کسی چیز کو آگ لگی اور جلدی بھڑک کر ختم ہوگئی۔

۳۴۔ملک عرب میں کھیتی اور باغ اور نہریں ہو جائیں گی، مال کی کثرت ہوگی۔

۳۵۔نہر فرات اپنے خزانے کھول دے گی کہ وہ سونے کے پہاڑ ہوں گے۔

۳۶۔اس وقت تک تیس بڑے دجال ہوں گے وہ سب نبوت کا دعویٰ کریں گے حالانکہ نبوت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو چکی ہے، ان میں سے بعض گزر چکے ہیں مثلاً مسیلمہ کذاب، طلیحہ بن خویلد، اسود عنسی، سجاح عورت جو کہ بعد میں اسلام لے آئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہم اور جو باقی ہیں ضرور ہوں گے اور بھی بہت سی علامات حدیثوں میں آئی ہیں۔

علاماتِ کبریٰ

حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور سے نفخِ صور تک مندرجہ ذیل علامتیں ظاہر ہوں گی:

۱۔حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور ہوگا۔ مہدی کے معنی ہیں ہدایت پایا ہوا۔ امام مہدی موعود یعنی جن کا علاماتِ قیامت میں ذکر ہے اور قربِ قیامت میں جن کے ظہور کا وعدہ ہے ایک خاص شخص ہیں جو دجال موعود (یعنی جس دجال کا امام مہدی سے پہلے ہونے کا وعدہ ہے) کے وقت میں ظاہر ہوں گے اور دجال کے ظاہر ہونے سے پہلے وہ نصاریٰ سے جنگ کر کے فتحیاب ہوں گے، آپ کا نام محمد والد کا نام عبداللہ والدہ کا نام آمنہ ہوگا۔ آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہوں گے۔ مدینہ کے رہنے والے ہوں گے۔ قد مائل بہ درازی، قوی الجثہ رنگ سفید سرخی مائل چہرہ کشادہ، ناک باریک و بلند زبان میں قدرے لکنت، جب کلام کرنے میں تنگ

ہوں گے تو زانو پر ہاتھ ماریں گے، آپ کا علم لدنی ہوگا، چالیس برس کی عمر میں ظاہر ہوں گے اس کے بعد سات یا آٹھ برس تک زندہ رہیں گے۔ جب مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئیں گے لوگ ان کو پہچان کر ان سے بیعت کریں گے اور اپنا بادشاہ بنائیں گے، اس وقت غیب سے یہ آواز آئے گی۔

هَذَا خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ فَاسْتَمِعُوْا وَاَطِيْعُوْا

یہ خدا تعالیٰ کا خلیفہ مہدی ہے اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔

۲۔ اس سال ماہِ رمضان میں تیرہویں تاریخ کو چاند اور ستائیسویں تاریخ کو سورج گہن ہوگا۔

۳۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام خوب پھیلے گا، امام مہدی سنتِ نبوی ﷺ پر عمل کریں گے، عرب کی فوج ان کی مدد کو جمع ہوگی، کعبہ کے دروازے کے آگے جو خزانہ مدفون ہے جس کو تاج الکعبہ کہتے ہیں نکالیں گے اور مسلمانوں میں تقسیم فرمائیں گے، دمشق کے قریب نصاریٰ کے لشکرِ جرار کے ساتھ جنگ ہوگی، مسلمانوں کے تین فریق ہوں گے ایک وہ جو نصاریٰ کے خوف سے بھاگ جائیں گے ان کی توبہ کبھی قبول نہ ہوگی اور وہ حالتِ کفر میں مرجائیں گے ایک فریق شہید ہوجائے گا اور افضل شہدا کا مرتبہ پائے گا، تیسرا فریق فتح پائے گا اور ہمیشہ فتنہ سے امن میں رہے گا۔

۴۔ دجال موعود ایک خاص شخص ہے یہ قوم یہود سے ہوگا اور اس کا لقب مسیح ہوگا، داہنی آنکھ اندھی ہوگی اس میں انگور کے دانے کی مانند ناخونہ ہوگا اس کے بال حبشیوں کے بالوں کی مانند نہایت پیچیدہ ہوں گے، ایک بڑا گدھا اس کی سواری کے لئے ہوگا اور اس کے ماتھے کے عین بیچ میں کافر اس طرح لکھا ہوگا "ک ف ر" جس کو ہر ذی شعور پڑھ لے گا، اول ملک شام وعراق کے درمیان ظاہر ہوکر نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر اصفہان میں آئے گا اور ستر ہزار یہودی اس کے تابع ہوں گے۔ اور وہ خدائی کا دعویٰ کرے گا اس کے ساتھ آگ ہوگی جس کو وہ دوزخ کہے گا اور ایک باغ ہوگا جس کا نام بہشت رکھے گا۔ دراصل اس کی دوزخ جنت کی تاثیر رکھتی ہوگی اور اس کی جنت دوزخ کے اثر والی ہوگی، زمین میں دائیں بائیں فساد ڈالتا پھرے گا اور بادل کی طرح پھیل جائے گا، اس سے پہلے سخت قحط ہوگا وہ عجیب عجیب کرشمے دکھائے گا، جو استدراج کے حکم میں ہوں گے، مسلمانوں کو ان کی تسبیح وتہلیل روٹی اور پانی کا کام دے گی پھر مکہ کی طرف آئے گا، لیکن فرشتوں کی حفاظت کے سبب مکہ معظمہ میں داخل نہ ہوسکے گا، پھر مدینہ منورہ کا ارادہ کرے گا اور اُحد پہاڑ کے پاس ڈیرہ لگائے گا، مدینہ منورہ کے اس وقت سات دروازے ہوں گے ہر دروازہ پر دو محافظ فرشتے ہوں گے اس لئے دجال اندر نہ جاسکے گا۔ پھر دمشق کی طرف روانہ ہوگا جہاں امام مہدی ہوں گے وہ امام مہدی سے

مقابلہ کرے گا، امام مہدی رضی اللہ عنہ لشکر درست کر کے جنگ کے لئے تیار ہوں گے۔

۵۔اتنے میں عصر کے وقت دمشق کی جامع مسجد کے مشرقی سفید منارہ پر زرد لباس پہنے ہوئے دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ دھرے ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے، جب سر نیچا کریں گے تو پسینے سے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کے دانوں کی مانند قطرے گریں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کریں گے اور ایک دوسرے کو امامت کے لئے کہیں گے، غالباً پہلے امام مہدی رضی اللہ عنہ امام ہو کر نماز پڑھائیں گے تاکہ تکریم امت ہو، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امامت فرمائیں، کیونکہ آپ نبی ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کے قتل کے لئے آمادہ ہوں گے، آپ کے دم کی یہ تاثیر ہوگی کہ جس کافر کو وہ ہوا لگ جائے گی مر جائے گا اور جہاں تک ان کی نظر جائے گی وہ ہوا بھی وہاں تک جائے گی، آپ دجال کا تعاقب کریں گے، باب لُد (ملکِ شام کا پہاڑ یا گاؤں) کے پاس اسے گھیر لیں گے اور نیزہ سے قتل کر کے اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے، اگر اس کے قتل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلدی نہ کریں تو وہ کافر نمک کی طرح خود بخود پگھل جائے، پھر لشکرِ اسلام دجال کے لشکر کو کہ اکثر یہودی ہوں گے بکثرت قتل کرے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام حکم دیں گے کہ خنزیر قتل کئے جائیں اور صلیب کہ جس کو نصاریٰ پوجتے ہیں توڑ دی جائے اور کسی کافر سے جزیہ نہ لیا جائے بلکہ وہ اسلام لائے پس اس وقت تمام دنیا میں دینِ اسلام پھیل جائے گا، کفر مٹ جائے گا خوب انصاف رائج ہوگا جور و ظلم دنیا سے دور ہو جائے گا۔ امام مہدی رضی اللہ عنہ کی خلافت سات یا آٹھ یا نو برس ہوگی (باختلافِ روایات) پھر آپ دنیا سے تشریف لے جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسلمان ان کے جنازے کی نماز پڑھ کر دفن کریں گے۔

۶۔اس کے بعد تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اختیار میں ہوگا اور دنیا اچھی حالت پر ہوگی پھر یکایک وحیٔ الٰہی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو کوہِ طور کی طرف لے جائیں گے اور قومِ یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا۔ جو یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں، ذوالقرنین بادشاہ نے ان کے راستے کو جو دو پہاڑوں کے درہ میں تھا مستحکم بند کر دیا تھا، اخیر زمانہ میں اس وقت وہ دیوار ٹوٹ جائے گی اور یہ غارت گر قوم پھیل جائے گی، کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا آخر کار آسمانی بلا سے خود بخود مر جائیں گے پھر زمین میں خیر و برکت ظاہر ہوگی لوگوں کو مال کی کچھ پرواہ نہ ہوگی ایک سجدہ کرنا دنیا و مافیہا سے اچھا جانیں گے، یہ خیر و برکت سات برس تک رہے گی، اس عرصہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نکاح بھی کریں گے اور ان کے اولاد بھی ہوگی پھر دنیا سے انتقال فرمائیں گے اور آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک میں دفن ہوں گے۔ اور قیامت میں وہیں سے اٹھیں گے۔

۷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک شخص کو خلیفہ مقرر فرمائیں گے وہ اچھی طرح عدل کے ساتھ حکومت کرے گا لیکن شر وفساد و کفر والحاد پھیل جائے گا۔ اسی طرح دو تین شخص یکے بعد دیگرے حاکم ہوں گے، لیکن کفر والحاد بڑھتا جائے گا۔ پھر اس زمانہ میں ایک مکان مشرق میں اور ایک مکان مغرب میں دھنس جائے گا جہاں منکرین تقدیر رہتے ہوں گے۔

۸۔ انہی دنوں آسمان سے ایک دھواں نمودار ہوگا کہ اس سے مؤمنین کو زکام سا معلوم ہوگا اور کافروں کو نہایت تکلیف ہوگی۔

۹۔ انہی دنوں ماہِ ذی الحجہ میں قربانی (۱۰رذی الحجہ) کے دن کے بعد کی رات بہت دراز ہوگی یہاں تک کہ بچے چلا اٹھیں گے اور مسافر تنگ دل ہو جائیں گے اور مویشی چراگاہ میں جانے کے لئے نہایت شور کریں گے، لیکن صبح نہ ہوگی یہاں تک کہ لوگ ڈر کر روئیں چلائیں گے اور توبہ توبہ پکاریں گے اس رات کی درازی تین یا چار رات کے برابر ہو جائے گی۔

۱۰۔ پھر قرصِ آفتاب تھوڑے نور کے ساتھ جیسا کہ گہن کے وقت ہوتا ہے مغرب کی جانب سے طلوع کرے گا اور اتنا بلند ہو کر جتنا کہ چاشت کے وقت ہوتا ہے پھر غروب ہو جائے گا، اور حسب عادت مشرق سے طلوع کرے گا اس کے بعد کسی کی توبہ قبول نہ ہوگی۔

۱۱۔ اس کے دوسرے روز مکہ کا پہاڑ صفا نام زلزلہ آ کر شق ہو جائے گا اور ایک جانور جس کی عجیب صورت ہوگی باہر آئے گا اور لوگوں سے کلام کرے گا اس کو دابۃ الارض کہتے ہیں، اس کے ایک ہاتھ میں عصائے موسیٰ اور دوسرے میں مہر سلیمانی ہوگی، عصا سے ہر مسلمان کی پیشانی پر ایک نورانی خط بنائے گا اور مہر سے ہر کافر کی پیشانی پر ایک سخت سیاہ دھبہ لگائے گا، اس وقت تمام مسلمان و کافر کھلم کھلا پہچانے جائیں گے اور یہ علامت کبھی نہ بدلے گی، کافر پھر ہرگز ایمان نہ لائے گا اور مسلمان ہمیشہ ایمان پر رہے گا، اس کے سو برس بعد قیامت آئے گی۔

۱۲۔ پس دابۃ الارض کے نکلنے کے کچھ عرصہ بعد یعنی جب قیامت میں چالیس برس رہ جائیں گے تو شام کی طرف سے ایک خوشبودار ٹھنڈی ہوا (ہوائے سرد) چلے گی جو بغلوں کے نیچے سے گزریگی جس کے اثر سے کوئی اہلِ ایمان اور اہلِ خیر زمین پر نہ رہے گا سب مر جائیں گے حتیٰ کہ اگر کوئی مومن پہاڑ کے غار میں چھپا ہوگا تو یہ ہوا پہاڑ کے غار میں پہنچ کر اس کو مارے گی پھر سب کافر ہی کافر رہ جائیں گے۔

۱۳۔ پھر حبشہ کے کفار کا غلبہ ہوگا وہ خانہ کعبہ کو گرادیں گے اور اس کے نیچے سے خزانے نکالیں گے ظلم وفساد پھیلے گا جانوروں کی طرح لوگ کوچہ و بازار میں ماں بہن سے جماع کریں گے، قرآن کاغذوں سے اٹھ جائے گا، شہر اُجڑ جائیں گے، قحط و وبا کا ظہور ہوگا۔ اس کے بعد ملک شام میں کچھ ارزانی ہوگی اور امن ہوگا، دوسری جگہ کے لوگ وہاں آئیں گے جس سے وہاں لوگوں کی کثرت ہوگی۔

۱۴۔ کچھ مدت کے بعد جنوب کی طرف سے ایک آگ نمودار ہوگی اور لوگوں کو گھیر کر ملک شام کی طرف لائے گی جہاں مرنے کے بعد حشر ہوگا۔

۱۵۔ اس کے بعد پانچ برس تک پھر لوگوں کو خوب عیش و آرام میسر ہوگا۔ لوگ شیطان کے بہکانے سے بتوں کی عبادت کریں گے، ان کو روزی کی فراخی حاصل ہوگی اور زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا باقی نہ رہے گا تب صور پھونکا جائے گا اور قیامت قائم ہوجائے گی۔ لوگ اس وقت عیش و آرام میں ہوں گے اور مختلف کاموں میں مصروف ہوں گے کہ یکایک جمعہ کے روز جبکہ محرم کا عاشورہ ہوگا اعلیٰ الصباح آواز آئے گی لوگ حیران ہوں گے کہ یہ کیا ہے وہ آواز آہستہ آہستہ بلند ہوتی جائے گی یہاں تک کہ کڑک اور رعد کے برابر ہوگی تب لوگ مرنے شروع ہوں گے۔

صور ایک چیز بگل کی مانند ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام اس کو منہ سے بجائیں گے اس کی آواز کی شدت سے ہر چیز فنا ہوجائے گی، جاندار مرجائیں گے درخت اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے، آسمان کے تارے چاند سورج ٹوٹ کر گر پڑیں گے، آسمان پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا زمین معدوم ہوجائے گی۔ بعض علماء نے کہا ہے کہ فنائے کلی سے یہ

آٹھ چیزیں مستثنیٰ ہیں ان کو فنا نہ ہوگی ۱۔ عرش، ۲۔ کرسی، ۳۔ لوح، ۴۔ قلم، ۵۔ بہشت، ۶۔ دوزخ، ۷۔ صور، ۸۔ ارواح۔ لیکن ارواح پر ایک قسم کی بیہوشی طاری ہوگی اور بعض علما فرماتے ہیں کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز فنا ہوجائے گی اور ان آٹھ مذکورہ چیزوں میں بھی ایک دم بھر کے لئے فنا آئے گی، اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ

آج کس کا ملک ہے؟

جب کوئی جواب نہ دے گا تو اللہ تعالیٰ آپ ہی فرمائے گا۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ

ملک اللہ واحد و قہار ہی کا ہے۔

یہ پہلے نفخے کا بیان تھا۔ چالیس سال کے بعد پھر صور پھونکا جائے گا اس سے ہر چیز دوبارہ موجود ہو جائے گی، اس کی کیفیت والبعث بعد الموت میں درج ہے۔

۶۔ قدرِ خیر وشر

قدرِ خیر وشر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بندے کے افعال خواہ وہ نیک ہوں یا بد سب کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے فاعل وکاسب ہیں اور کسب پر جزاوسزا مرتب ہے، نیکی کے کسب سے اللہ پاک راضی ہے اور بدی کے کسب سے ناراض ہوتا ہے، تقدیر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو کچھ بھلا یا برا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے علم میں اس کا ایک اندازہ مقرر ہے، کوئی اچھی یا بری بات اللہ تعالیٰ کے علم اور اندازے سے باہر نہیں اور اس کے ہونے سے پہلے بلکہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سب کچھ ہمیشہ سے جانتا ہے اور اپنے علم اور اندازے کے موافق اس کو پیدا کرتا ہے، پس بندوں کے سب افعال اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت وقضاوقدر سے ظاہر ہوتے ہیں، لیکن بندے کو اس کے افعال میں اختیار دیا ہے، پس جب بندہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو ایک قسم کی قدرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے۔ پس اگر وہ بندہ اس قدرت کو نیک کام پر لگادے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کے نیک کام میں استعمال کرنے کی اس کو جزا یعنی اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے کام میں خرچ کرے تب بھی اس کو اختیار ہے اور اس اختیار کو برے کام میں استعمال کرنے کی سزا یعنی برا بدلہ ملے گا، اسی قدرت واختیار پر شرعی احکامات کا دارومدار ہے، تقدیر یعنی قدرِ خیر وشر پر ایمان لانا تواتر کی حد کو پہنچ گیا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ لیکن اس مسئلہ میں زیادہ بحث مباحثہ نہ کرے، کیونکہ گمراہی کا خطرہ ہے اور کچھ فائدہ نہیں، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کے ساتھ اس بحث سے منع فرمایا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ نیکی وبدی کا خالق ہے مگر صرف خالقِ خیر (یزدان) یا صرف خالقِ شر (اہرمن) کہنا کفر ہے اور یہ مجوس کا عقیدہ ہے۔ وہ اس طرح دو خدا مانتے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہئے۔

خَالِقُ الْخَيْرِ وَ الشَّرِّ يَا خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ۔

ہر چیز کا خالق ومتصرف خدا کو جانے، ستاروں ودیگر زمینی وآسمانی علامات کو کسی چیز کے ہونے میں مؤثرِ حقیقی نہ جانے کہ یہ شرک ہے، اسباب کے درجہ میں جاننا جائز ہے، یعنی مجازاً اس فعل کو اس سبب کی طرف منسوب کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ تاثیرات ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے رکھی

ہیں اور اسی کے ارادہ واختیار سے ان کی تاثیرات ظاہر ہوتی ہیں جائز ہے۔

قضا کی تین قسمیں

قضا تین قسم کی ہوتی ہے۔

۱۔ مبرم حقیقی یعنی جو علم الٰہی میں کسی شئے پر معلق نہیں۔

۲۔ معلق محض جس کا کسی چیز پر معلق ہونا فرشتوں کے صحیفوں میں ظاہر فرما دیا گیا ہے۔

۳۔ معلق جو مبرم کے مشابہہ ہے یعنی جو ملائکہ کے صحیفوں میں معلق ظاہر نہیں فرمائی اور علمِ الٰہی میں معلق ہے، مبرم حقیقی کی تبدیلی ناممکن ہے۔ قضائے معلق اکثر اولیا اللہ کی دعا وتصرف سے ٹل جاتی ہے اور جس قضا کو علمِ الٰہی کے اعتبار سے معلق اور صحفِ ملائکہ کے اعتبار سے مبرم کہتے ہیں وہ بھی اکابرین میں سے خاص خاص بزرگوں کی دعا وتصرف سے ٹل جاتی ہے۔ حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سراہ العزیزؒ اسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ میری دعا سے قضائے مبرم رد کر دی جاتی ہے اور اسی کی نسبت حدیث شریف میں ارشاد ہے:

اِنَّ الدُّعَآءَ یرد القضآءَ بعد ما ابرم

بیشک دعا قضائے مبرم کو ٹال دیتی ہے۔

واللہ اعلم بالصواب، حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ السامیؒ نے بھی اپنے ایک مرید کے لئے ایسی ہی قضا کے رد کے لئے دعا وتصرف کیا جو مقبول ہوا۔ (مزید تفصیل مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب نمبر ۲۱۷ ج ۱ میں ملاحظہ فرمائیں)

۷۔ بعث بعد الموت

والبعث بعد الموت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد سب کو قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا، پس اول صور پھونکنے کے بعد جب چالیس برس کا عرصہ گزر جائے گا اور اتنی مدت تک احدیتِ صرفہ کا ظہور ہو چکے گا تو خدا تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کرے گا پھر وہ صور پھونکیں گے، جس کو نفخۂ ثانی کہتے ہیں، جس سے اوّل عرش کو اٹھانے والے فرشتے پھر جبرئیل و میکائیل اور عزرائیل علیہم السلام اٹھیں گے پھر نئی زمین و آسمان اور چاند وسورج موجود ہوں گے، پھر ایک مینہ برسے گا جس سے سبزہ کی طرح ہر روح والی چیز جسم کے ساتھ زندہ ہو جائے گی، اس دوبارہ پیدا کرنے اور حساب کتاب کر کے جزا وسزا کے طور پر جنت و دوزخ میں بھیجنے کو شرع میں

بعث ونشر اور حشر ونشر کہتے ہیں اور اس دن کو یوم الحشر، یوم الجزاء، یوم الدین اور یوم الحساب کہتے ہیں، اس کا منکر کافر ہے، سب سے پہلے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ مبارک سے اس طرح باہر تشریف لائیں گے کہ آپ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ ہوگا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پھر صدیقین پھر شہدا پھر صالحین پھر اور مؤمنین یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

پھر اور کفار اور اشرار یہ کہتے ہوئے اٹھیں گے:

یَا وَیْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا۔

نیکوں کا گروہ الگ ہوگا اور بروں کی جماعت الگ، ہر شخص برہنہ بے ختنہ اٹھے گا، سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنت کا سفید لباس پہنایا جائے گا ان کے بعد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہتر لباس پہنایا جائے گا، اُن کے بعد اور رسولوں اور نبیوں کو پھر مؤذنوں کو لباس پہنایا جائے گا پھر کوئی پیدل کوئی سوار ہوکر میدانِ حشر میں جائیں گے، کافر منھ کے بل چلتا ہوا جائے گا، کسی کو ملائکہ گھسیٹ کر لے جائیں گے، کسی کو آگ جمع کرے گی اس روز آفتاب ایک میل کے فاصلے پر ہوگا اس دن کی تپش نا قابلِ بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے، بھیجے (مغز) کھولتے ہوں گے، اس کثرت سے پسینہ نکلے گا کہ ستر گز زمین میں جذب ہو جائے گا پھر جب زمین جذب نہ کر سکے گی تو اوپر چڑھے گا کسی کے ٹخنوں تک ہوگا کسی کے گھٹنوں تک، کسی کے گلے تک اور کافر کے تو منھ تک چڑھ کر لگام کی طرح جکڑ لے گا، جس میں وہ ڈبکیاں کھائے گا، پیاس کی شدت سے زبانیں سوکھ کر کانٹا ہو جائیں گی اور بعض کی منھ سے باہر نکل آئیں گی، دل اُبل کر گلے میں آ جائیں گے، ہر شخص بقدر گناہ اس تکلیف میں مبتلا ہوگا۔

پھر سب کو نامۂ اعمال دیئے جائیں گے۔ مومنوں کو سامنے سے دائیں ہاتھ میں اور کافروں کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملیں گے۔

نیکیاں اور بدیاں میزانِ عدل میں تولی جائیں گی، جس کا نیکی کا پلہ بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا وہ پلہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے وہ کچھ مدت اعراف میں رہے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔ میزان میں اعمال تولنے کی کیفیت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ حقوق العباد کا بدلہ اس طرح دلایا جائے گا کہ ظالم کی

نیکیاں مظلوم کو دلائی جائیں گی اور جب نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو مظلوم کی برائیاں ظالم پر ڈالی جائیں گی، چرندوں پرندوں اور وحشی جانوروں وغیرہ کا بھی حساب ہوگا اور سب کو بدلہ دلا کر سوائے جن وانس کے سب کو نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ میزان حق ہے اس کا منکر کافر ہے۔

پل صراط حق ہے۔ اور اس کا منکر بھی کافر ہے، میدانِ حشر کے گرداگرد دوزخ محیط ہوگی، جنت میں جانے کے لئے اُس دوزخ پر ایک پل ہوگا جو کہ بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، رات سے زیادہ سیاہ ہوگا، یعنی اس پر اندھیرا ہوگا، سوائے ایمان کی روشنی کے اور کوئی روشنی نہ ہوگی، اس کی سات گھاٹیاں ہیں، سب لوگوں کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا، سب سے پہلے نبیوں کے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سے گزریں گے، آپ ﷺ کے بعد آپ کی امت گزرے گی، پھر اور مخلوق باری باری گزرے گی، سوائے انبیاء علیہم السلام کے اور کوئی کلام نہ کرے گا اور انبیا کا کلام یہ ہوگا،

اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ

اے اللہ سلامت رکھنا سلامت رکھنا۔

جہنم میں پل صراط کے دونوں طرف کانٹوں کی طرح کے آنکڑے ہوں گے، جن کی لمبائی اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، وہ لوگوں کو ان کے عملوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے حکم سے پکڑیں گے، بعض کو پکڑ کر جہنم میں گرا دیں گے اور بعض کا گوشت چھیل ڈالیں گے، لیکن زخمی کو اللہ تعالیٰ نجات دے گا مومن سب گزر جائیں گے، بعض بجلی کی مانند بعض تیز ہوا کی مانند بعض پرندوں کی مانند، بعض تیز گھوڑے کی مانند، بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزر جائیں گے، بعض تیز دوڑنے والے آدمی کی مانند، بعض تیز چلنے والے پیدل کی مانند، بعض عورتوں کی طرح آہستہ، بعض سرین پر گھسٹتے ہوئے اور بعض چیونٹی کی چال چلیں گے، کفار و منافق سب کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے، جتنا جس کو اس دنیا میں شریعت پر چلنا آسان ہوگا اتنا ہی پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا اور جتنا یہاں شریعت پر چلنا مشکل ہوگا، اتنا ہی وہاں پل صراط پر چلنا اس کے لئے دشوار ہو جائے گا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حق ہے، قیامت کے روز آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ کے سامنے گنہگار بندوں کی شفاعت فرمائیں گے۔ حضور ﷺ کو یہ فضیلت عطا ہو چکی ہے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت کے ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے شفاعت کی اجازت مانگیں گے۔ اور سجدہ میں گر کر اللہ پاک کی بیشمار حمد و ثنا کریں گے، پھر آپ ﷺ کو شفاعت کی اجازت ہوگی، آپ ﷺ بار بار شفاعت کرتے رہیں گے اور اللہ پاک بخشتا رہے گا، یہاں تک کہ جس نے سچے

دل سے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا اور اس پر مرا ہوگا، اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ بھی کئے ہوں لیکن شرک نہ کیا ہو وہ دوزخ سے نکالا جائے گا اور جنت میں داخل کیا جائے گا خواہ کسی نبی کا امتی ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کی شفاعت کریں گے اور اللہ پاک قبول فرمائے گا۔ سوائے کفر و شرک کے باقی تمام گناہوں کی معافی کے لئے شفاعت ہو سکتی ہے، کبیرہ گناہوں والے شفاعت کے زیادہ محتاج ہوں گے، کیونکہ صغیرہ گناہ تو دنیا میں بھی عباوتوں سے معاف ہو جاتے ہیں، پھر آپ ﷺ کے بعد اور انبیا کرام و اولیا و شہداء و علماء و حفاظ و حجاج بلکہ ہر وہ شخص جسے کوئی دینی منصب ملا ہو اپنے اپنے متعلقین کی شفاعت کرے گا، لیکن بلا اجازت کوئی شخص شفاعت نہ کر سکے گا۔ نبی کریم ﷺ بعض اموات کی قبر میں شفاعت فرمائیں گے بعض کی حشر میں دوزخ میں جانے سے پہلے شفاعت کریں گے اور بعض کو دوزخ میں جانے کے بعد شفاعت کر کے دوزخ سے نکالیں گے، بعض کی جنت میں ترقی درجات و بلندی مراتب کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔ بعض کی شفاعت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص وعدہ فرما لیا ہے۔ مثلاً

۱۔ جو حضور ﷺ کے مزارِ مبارک کی زیارت کرے۔

۲۔ جو حضور ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے۔

۳۔ جو ثواب جان کر مکہ یا مدینہ میں رہے تاکہ وہاں وفات پائے، ان کے لئے آپ ﷺ نے شفاعت کا وعدہ فرمایا ہے۔

کافروں یا مشرکوں کے لئے آپ ﷺ کی یا کسی اور کی شفاعت بالاتفاق نہیں ہوگی، بعض گنہگار مسلمانوں کے لئے بھی آپ کی شفاعت نہ ہوگی، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قدریہ اور مرجیہ کو میری شفاعت نہ ہوگی، ظالم بادشاہ کی بھی میں شفاعت نہیں کروں گا اور شرع سے تجاوز کرنے والے کی بھی شفاعت نہ کروں گا اگر اس کا ظاہر مطلب لیا جائے تو اہل کبائر سے یہ لوگ مستثنیٰ ہوں گے، یا یوں کہا جائے گا کہ ترقی درجات کی شفاعت ان کے لئے نہ ہوگی۔ بعض لوگوں سے خفیہ حساب لیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ستاری فرما کر ان کو بخش دے گا اور کسی سے سختی کے ساتھ ایک ایک چیز کی باز پرس ہوگی، اللہ تعالیٰ اس قیامت کے دن کو جو ہمارے حساب سے پچاس ہزار برس کا دن ہے اپنے خاص بندوں پر اس قدر ہلکا کر دے گا کہ ان کو اتنا وقت معلوم ہوگا جتنا کہ ایک فرض نماز میں صرف ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی کم یہاں تک کہ بعض کو ایک پلک جھپکنے میں سارا دن طے ہو جائے گا۔

اللہ پاک حضورِ اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام محمود عطا فرمائے گا کہ تمام اولین و آخرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمد وستائش کریں گے۔ نیز آپ ﷺ کو ایک جھنڈا مرحمت ہوگا جس کو لواء حمد کہتے ہیں۔ تمام مومنین حضرتِ آدم علیہ السلام سے لے کر آخر دنیا تک سب اسی کے نیچے ہوں گے۔

حوضِ کوثر

قیامت کے دن ہر نبی کے لئے ایک حوض ہوگا اور ہر نبی کی امت کی الگ الگ پہچان ہوگی، ہمارے نبی ﷺ کے حوض کا نام کوثر ہے، وہ سب حوضوں سے بڑا ہے آپ کی امت کی پہچان یہ ہے کہ ان کے وضو کے اعضا نہایت روشن ہوں گے۔ آپ ﷺ کا حوضِ کوثر ایک ماہ کی مسافت کی درازی میں ہوگا اس کے کنارے زاویۂ قائمہ بناتے ہیں اور کناروں پر موتی کے قبے ہیں، اس کی مٹی نہایت خوشبودار مشک کی ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، گلاب اور مشک سے زیادہ خوشبودار، سورج سے زیادہ روشن اور برف سے زیادہ ٹھنڈا ہے۔ اس کے پینے کے برتن ستاروں کی مانند چمکدار اور بکثرت ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستِ مبارک سے جام بھر بھر کر پلائیں گے جو ایک بار پی لے گا پھر میدانِ حشر میں پیاسا نہ ہوگا۔ مرتد و کافر و مشرک حوضِ کوثر کے پانی سے محروم رہیں گے۔ بعض علماء کے نزدیک گمراہ فرقے مثلاً شیعہ و خوارج و معتزلہ بھی اس نعمت سے محروم رہیں گے۔ حوضِ کوثر حق ہے البتہ اس کی کیفیات جو بیان ہوئیں خبر احاد سے ثابت ہیں اس لئے مرتبہ ظن میں ہیں۔

دوزخ کا بیان

دوزخ کے سات طبقے ہیں:

۱۔ جہنم، ۲۔ لظیٰ، ۳۔ حطمہ، ۴۔ سقر، ۵۔ سعیر، ۶۔ جحیم، ۷۔ ہاویہ،

ان ساتوں طبقوں میں کم وبیش اور مختلف قسم کا عذاب ہے۔ اگر دوزخ سے ایک خشخاش کی برابر آگ لائی جائے تو تمام زمین و آسمان کو ذرا سی دیر میں فنا کر دے۔ دنیا کی آگ اس کا ستر واں (۱/۷۰) جزو ہے، آدمی اور پتھر اس کا ایندھن ہیں، اگر دوزخ کا کوئی داروغہ دنیا والوں پر ظاہر ہو تو زمین کے سب رہنے والے اس کی ہیبت سے مر جائیں۔ دوزخیوں کے کپڑوں کا ایک پرزہ بھی اتنا بدبودار اور گندہ ہوگا کہ اگر تمام مخلوق مر جائے تب بھی ان کی بدبو اس کی بدبو اور گندگی

کو نہ پہنچ سکے، دوزخ کی بعض وادیاں ایسی ہیں کہ خود دوزخ بھی ہر روز ستر یا زیادہ مرتبہ ان سے پناہ مانگتی ہے۔ دوزخ کا ادنیٰ عذاب یہ ہوگا کہ آگ کی جوتیاں جو دوزخی کو پہنائی جائیں گی اُن سے اس کا دماغ ہانڈی کی طرح ابلے گا وہ سمجھے گا کہ سب سے زیادہ عذاب اس پر ہو رہا ہے، دوزخ میں طرح طرح کے عذاب ہوں گے آگ کا مکان، آگ کا فرش کھانے کو زقوم (تھوہر)، پینے کو پیپ نہایت ہی کھولتا ہوا پانی، پہننے کو گندھک کے کپڑے، گلے میں گرم طوق و زنجیر، کفار کو سر کے بل چلایا جانا، بڑے بڑے کانٹے چبھونا، بھاری گرزوں سے مارنا، بڑی قسم کے اونٹوں کی گردن کی برابر بچھو اور بہت بڑے بڑے سانپ کہ اگر ایک بھی ڈس لے تو اس کی سوزش اور درد و بے چینی ہزار برس تک رہے وغیرہ، دوزخیوں کے منھ کالے اور شکلیں بدنما ہوں گی، جسم بہت بڑا کر دیا جائے گا، ایک شانہ سے دوسرے شانہ تک تیز سوار کے تین دن کے سفر کی برابر اور ایک ایک ڈاڑھ اُحد پہاڑ کی برابر ہوگی، کفار کی شکل نہایت مکروہ اور غیر انسانی ہوگی، ہر لحظہ عذاب الٰہی ان کے لئے سخت ہوتا جائے گا، وہ موت مانگیں گے مگر ان کو موت نہ آئے گی، ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہیں گے، مؤمن گنہگار بقدر گناہ عذاب بھگت کر یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت و شفاعت سے نجات پالیں گے۔

نَسْأَلُ اللّٰهُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ فِي الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ، رَبَّنَا اَدْخِلْنَا الْفِرْدَوْسَ وَاَجِرْنَا مِنَ النَّارِ ط.

جنت کا بیان

جنت ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لئے بنایا ہے اور اس میں وہ نعمتیں مہیا کی ہیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی آدمی کے دل پر ان کا خیال گزرا، جو مثالیں قرآن مجید اور حدیثوں میں آئی ہیں، سمجھانے کے لئے ہیں، حساب کے بعد مؤمن جنت کی طرف روانہ ہوں گے راستہ میں چشمۂ رضوان آئے گا اس میں تمام مؤمن غسل کریں گے، ان کے منھ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتے ہوں گے اور بدن صاف ہوگا، ان کی خوبصورتی بے حد ہوگی، عورتیں ایسی زیب و زینت والی ہوں گی کہ حوریں بھی ان کا جمال دیکھ کر رشک کریں گی، تمام امتیں صف بستہ ہو جائیں گی، ہر ایک گروہ کو ایک بلند نشان ملے گا، نشان محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سب سے پسندیدہ ہوگا، ایک لاکھ فرشتے نورانی معطر تھال لیکر ان

کے استقبال کو آئیں گے، ہر ایک کے سر پر تاج ہوگا، سب سے اول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہشت کی طرف چلے گی پھر باقی گروہ آگے پیچھے چلیں گے، فرشتے نورانی معطر تھال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کریں گے، پھر اور پیغمبروں کو پھر اور لوگوں کو پیش کریں گے۔ سب سے آگے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم گزریں گے اور ستر ہزار فرشتے جبرئیل علیہ السلام کے ہمراہ آپ ﷺ کے ہمرکاب ہوں گے اور دس کروڑ خوش الحان غلمان خوش الحانی سے قرآن شریف پڑھتے ہوں گے، ستر ہزار چست وچالاک اور کمال زیب وزینت والے کوتل براق ہوں گے، نوری فرشتے باگیں پکڑ کر چلیں گے، تمام فرشتوں میں خوشی کا غلغلہ ہوگا، جنت میں ہر طرف شادیانے بجیں گے، جنت کے دروازے کھل جائیں گے، سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قدم رنجہ فرمائیں گے اور پیچھے پیچھے مؤمنین حمدِ خدا پڑھتے ہوئے داخل ہوں گے۔

بہشت کے آٹھ درجے ہیں، ۱۔ دار الخلد، یہ عام لوگوں کے واسطے ہے، ۲۔ دار السلام جو فقیروں اور صابروں کا مقام ہے، ۳۔ دار المقام، جو مالدار شکر گزاروں کا مقام ہے، ۴۔ عدن، یہ عابدوں، زاہدوں، غازیوں، سخیوں اور اماموں کے واسطے ہے، ۵۔ دار القرار، اس میں حافظ وعالم رہیں گے، ۶۔ جنت النعیم یہ، شہیدوں اور مؤذنوں کے لئے ہے، ۷۔ جنت الماویٰ، جو شہدائے اکبر، محسنین اور اولیائے کرام کا مقام ہے، ۸۔ جنت الفردوس، جو نبیوں، رسولوں اور علمائے عاملین کی جگہ ہے۔

فردوس بریں کے اوپر غرفہ نور ہے۔ یہ مقامِ سرور حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے، مقامِ محمود اور وسیلہ جنت کا خاص درجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوگا۔ ان آٹھوں بہشتوں کے بھی بے شمار درجے ہیں، اگر دنیا کے سونا چاندی کو آٹھ گناہ کیا جائے تو ایک ادنیٰ بہشتی بھی اس سے زیادہ نعمت پائے گا، ادنیٰ سے ادنیٰ مومن کو جو مکان ملے گا اس کی ایک ایک اینٹ سونے کی اور ایک ایک چاندی کی ہوگی زعفران اور مشک کا گارا ہوگا اس کے کنگرے لعل اور زمرد کے ہوں گے، مشک وعبیر سے گچ ہوگا اور لعل وگوہر سے گندھا ہوا ہوگا۔ اس مکان میں ستر ہزار دالان ہوں گے، جن میں سے ہر ایک پانسو میل کی مسافت پر فراخ ہوگا اور طرح طرح کی بیٹھکیں ہوں گی، جن میں حور وغلمان اور گانے والے بیشمار ہوں گے، اس میں قسم قسم کے گلزار وچمن ہوں گے، جنت کے میوے بہت لذیذ ہوں گے اگر ان میں سے ذرا سا ٹکڑا بھی کسی مُردے کے منہ میں ڈال دیا جائے تو فی الفور زندہ ہو جائے اور وہ میوے ہمیشہ ایک حال پر رہیں گے، کبھی کم نہ ہوں گے۔

جنت میں چار نہریں ہیں ۱۔ ایسے پانی کی نہریں ہیں جن کا پانی زیادہ دیر رہنے سے کبھی متغیر

نہیں ہوتا، بلکہ وہی اصلی ذائقہ رہتا ہے۔ ۲۔ دودھ کی نہریں جن کا مزہ بھی دیر تک رہنے سے نہیں بگڑتا، ۳۔ شراب کی نہریں جو نہایت خوش ذائقہ ہیں، ۴۔ خالص اور صاف شہد کی نہریں، نہ اس شہد اور دودھ جیسی میٹھی دنیا کی کوئی چیز ہے اور نہ پانی اور شراب کی مثال دنیا میں مل سکتی ہے، وہ شراب ایسی نہیں جس میں بدبو، کڑواہٹ اور نشہ ہو اور جس کے پینے سے عقل جاتی رہے اور آپے سے باہر ہو کر بیہودہ بکتے پھریں، بلکہ وہ شراب ان سب عیبوں سے پاک ہے، جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ اگر سوار سو برس تک اس کے سایہ میں چلے تو بھی ختم نہ ہو، ہر ایک جنتی کے لئے سنہری تخت نہایت ہی زیب و زینت کے ساتھ ہوگا، ہر طرف حور و قصور ہوں گے، غلمان سامنے ہوں گے، حوریں نورانی مخلوق ہیں، جن کی خوبصورتی کی کوئی حد نہیں۔ جنت کے کھانے اور لباس کی خوبیاں بیان سے باہر اور قیاس سے دور ہیں، کھانا پینا، آرام، خوشی، جماع، لذت وغیرہ بہشتیوں کو بہت حاصل ہوگا اور جو چیزیں چاہیں گے اسی وقت ان کے سامنے موجود ہو جائیں گی اور ان کی لذت دنیا کی لذتوں سے سیکڑوں گنا زیادہ ہوگی۔ اور وہ بے ضرر ہوں گی، میووں کی شکل اگرچہ دیکھنے میں ایک جیسی ہوگی مگر مزہ مختلف ہوگا، وہاں نجاست، گندگی، پاخانہ، پیشاب، تھوک، رینٹھ، کان کا میل، بدن کا میل ہرگز نہ ہوں گے، بلکہ خواہ کتنا ہی کھائیں ایک خوشبودار فرحت بخش ڈکار آئے گی یا فرحت بخش خوشبودار پسینہ آئے گا اور کھانا پینا ہضم ہو کر سب بوجھ اور گرانی دور ہو جائے گی، ہر وقت زبان سے تسبیح و تکبیر و تحمید قصد کے ساتھ و بلا قصد سانس کی مانند جاری ہوگی۔ ہر جنتی کے سرہانے اور پائنتی دو حوریں نہایت اچھی آواز سے گائیں گی، مگر ان کا گانا یہ شیطانی مزامیر نہیں بلکہ اللہ جل شانہٗ کی حمد و پاکی ہوگا وہ ایسی خوش گلو ہوں گی کہ مخلوق نے ویسی آواز کبھی نہ سنی ہوگی، اگر جنت کا کپڑا دنیا میں پہنا جائے تو جو دیکھے وہ بیہوش ہو جائے، لوگوں کی نگاہیں اس کا تحمل نہ کر سکیں، اگر بہشت کی ان نعمتوں میں زمین و آسمان کو ڈال دیا جائے تو اس طرح مل جائے کہ کچھ پتہ نہ چلے۔

جنت میں ایک بازار ہے جس کا نام سوق الجنۃ ہے۔ اس بازار میں طرح طرح کی نعمتیں لا کر ڈھیر کر دی جائیں گی، اس میں جنتیوں کے لئے یاقوت، زمرد، موتی، لعل، زبرجد اور دیگر قسم کے جواہرات اور سونے چاندی کی نورانی کرسیاں اور منبر ہوں گے، جو صرف مؤمنوں کے لئے موجود ہوں گے اور اعمال کے مطابق ہر ایک جنتی کو دیئے جائیں گے، ادنیٰ سے ادنیٰ جنتی مشک اور کافور کے ٹیلے پر بیٹھے گا اور کوئی اپنے آپ کو ادنیٰ نہیں سمجھے گا بلکہ یہ کرسی والوں کو بھی اپنے سے بڑھ کر نہ سمجھیں گے، سب سرور کی حالت میں بیٹھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوں گے اور اللہ تعالیٰ

کی حمد پڑھیں گے، جنت کی تمام نعمتیں بھول جائیں گے اور پھر ہوش میں آ جائیں گے، اللہ تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے اور ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے کو نہیں روکتا وہ سب اسی حالت پر ہوں گے کہ ابر چھا جائے گا اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا جو لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی۔ پھر اللہ جل جلالہٗ ارشاد فرمائے گا کہ اس بازار سے تمہیں جس چیز کی خواہش ہے پسند کرلیں اور ہر قسم کے ریشمی لباس اور نہایت آبدار بیشمار موتیوں وغیرہ سے لے لیں، جب جنتی اپنی اپنی خواہش کے مطابق پسند کرلیں گے تو فرشتے جو اس بازار کو گھیرے ہوئے ہوں گے ان تحفوں کو ان جنتیوں کے گھر پہنچادیں گے، جنتی اس بازار میں آپس میں ملیں گے، پھر وہاں سے اپنے اپنے مکانوں کو واپس آئیں گے ان کی بیویاں استقبال کریں گی اور مبارکباد دیں گی، عام مؤمنین کو اللہ پاک کا دیدار ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن ہوگا اور خاص مؤمنوں کو ہر روز دو بار فجر اور عصر کے وقت اور خاص الخاص مؤمنوں کو ہر وقت ہر گھڑی یہ نعمتِ عظمٰی حاصل ہوگی اور جنت میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ ہوگی۔ اہل جنت مرد و عورت بہت حسین ہوں گے، سب بے ریش ہوں گے، سر کے بال اور پلکوں اور بھوؤں کے سوا ان کے بدن پر کہیں بال نہ ہوں گے، سب کی آنکھیں قدرتی سرگیں ہوں گی، مرد و عورت خواہ کسی عمر کے ہوکر دنیا سے گزرے ہوں وہاں سب نوجوان ہوں گے اور ہمیشہ نوجوان رہیں گے، آپس میں اختلاف و دشمنی نہیں ہوگی، ایک دوسرے کو سلام کہیں گے، کوئی فحش اور گناہ کی بات وہاں سننے میں نہ آئے گی، جو شخص ایک دفعہ جنت میں داخل ہو جائے گا پھر وہاں سے نہ نکالا جائے گا، بلکہ ابدالآباد تک وہیں رہے گا، جنت میں نہ موت ہے نہ نیند، غرض کہ جنت کی نعمتیں بیشمار ہیں، قرآن واحادیث میں ان کی تفصیل موجود ہے مزید اللہ تعالیٰ جس کو نصیب کرے گا وہاں جاکر دیکھ لے گا۔

اَللّٰھُمَّ ھَبْ لَنَا جَنَّةَ الْفِرْدَوْسِ وَارْزُقْنَا زِیَارَةَ وَجْھِكَ الْكَرِیْمِ بِجَاہِ حَبِیْبِكَ الرَّحِیْمِ عَلَیْهِ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمُ اٰمِیْنَ۔

اَعراف کا بیان:

جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ نہ دوزخ کے مستحق ہوں گے نہ جنت کے، لیکن جنت کی طمع رکھتے ہوں گے، وہ شروع میں اعراف میں رہیں گے اور آخرکار اللہ تعالیٰ کے فضل سے جنت میں جائیں گے، اعراف بلند جگہ کو کہتے ہیں۔ جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے،

جو جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی تکلیفوں کو جنت تک پہنچنے سے روکتی ہے، اس دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اس کو اعراف کہتے ہیں، بعض نے کہا کہ اعراف بمعنی معرفت ہے کہ اس مقام سے اہلِ جنت واہلِ دوزخ ان کی پیشانیوں سے پہچانے جائیں گے، اصحابِ اعراف کے بارے میں مختلف اقوال ہیں، راجح وصحیح یہ ہے کہ جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی وہ اصحابِ اعراف ہیں یہ لوگ درمیان میں ہونے کی وجہ سے جنت و دوزخ دونوں طبقوں کی کیفیتوں سے متاثر ہوں گے، اعراف اور اس پر آدمیوں کا ہونا حق ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

فائدہ

جنت اور دوزخ پیدا ہو چکی ہیں، حضرت آدم وحضرت حوا علیہما السلام کے جنت میں رہنے اور پھر وہاں سے زمین پر اتارے جانے کا واقعہ قرآن مجید میں موجود ہے اور بھی بہت سی آیات و احادیث سے جنت و دوزخ کا موجود ہونا ثابت اور حدِ تواتر کو پہنچ چکا ہے اس کا انکار کفر ہے، ان کی حقیقت میں اختلاف ہے بعض روحانی اور بعض جسمانی کہتے ہیں مگر یہ ان کی لفظی بحث ہے، البتہ بعض احادیث سے یہ بات ضرور معلوم ہوتی ہے کہ ان نعمتوں کے علاوہ جو جنت میں پیدا ہو چکی ہیں دن بدن اور نعمتیں بھی پیدا ہوتی جاتی ہیں، یعنی جنت کا بعض حصہ ایسا ہے کہ اس میں ذکر و تسبیح و اعمالِ صالحہ سے اشجار وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں۔ واللّٰہ علم بالصواب!

ایمان کے ارکان، احکام و شرائط وغیرہ

ارکانِ ایمان

ایمان کے دو رکن ہیں:

الف۔ اقرار باللسان یعنی دین کے احکام جو تواتر کے ساتھ مجمل و مفصل طور پر ہم تک پہنچے ہیں ان کا زبان سے اقرار کرے، (اُن احکام کی تفصیل صفتِ ایمان مجمل و مفصل میں بیان ہو چکی ہے)۔

ب۔ تصدیق بالقلب یعنی ایمان مجمل و مفصل کی دل سے تصدیق کرے، ان کو دل سے مانے اور یقین کرے، اقرار و تصدیق کی چار صورتیں ہیں۔

ا۔ جس نے زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کی وہ اللّٰہ تعالیٰ کے نزدیک بھی مؤمن اور جنت کا مستحق ہے اور دنیا کے لوگوں کے نزدیک بھی مؤمن اور دنیا میں مؤمنوں کے حقوق کا

حق دار ہے۔

۲۔ جو ان دونوں ارکان سے محروم ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی کافر اور ہمیشہ کے لئے دوزخ کا مستحق ہے اور لوگوں کے نزدیک بھی کافر اور دنیا میں مومنوں کے حقوق سے محروم ہے۔

۳۔ جس نے دل سے تصدیق کی اور زبان سے اقرار نہیں کیا تو دنیا کے احکام میں اس کو مؤمن نہیں کہیں گے اور وہ حقوقِ مومنین سے محروم رہے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص مؤمن ہے اور آخرت میں جنت کا مستحق ہے، پس حالتِ اضطرار میں کلمۂ کفر کہنے سے وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن ہے اگرچہ لوگ اسے کافر کہیں۔ اسی طرح گونگے آدمی کا ایمان اقرارِ زبانی کے بغیر بھی معتبر ہے، پس گونگا آدمی زبانی اقرار کی بجائے اشارے سے اقرار کرے اور گونگے آدمی کا مؤمن ہونا نماز پڑھنے وغیرہ علامات سے بھی پہچانا جاتا ہے۔

۴۔ جس نے صرف زبان سے اقرار کیا اور دل سے تصدیق نہیں کی وہ لوگوں کے نزدیک ظاہراً احکام میں مؤمن ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص کافر ہے، اس کو شرع میں منافق کہتے ہیں۔ منافقین دنیا میں مؤمن کہلا کر اپنے آپ کو ان شرعی حدود سے جو کفار کے متعلق ہیں بچالیں گے، لیکن آخرت میں ان کے لئے ہمیشہ کی دوزخ اور دردناک عذاب ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں منافقین کو قرآن پاک اور وحیِ الٰہی کے ذریعہ سے ظاہر و متعین کر دیا گیا تھا آپ ﷺ کے بعد کے کسی زمانے میں کسی خاص شخص کو یقین کے ساتھ منافق نہیں کہہ سکتے۔

ایمان کے احکام

مؤمن کے لئے ایمان کے سات احکام ہیں ان کو حقوقِ مؤمن بھی کہہ سکتے ہیں، پانچ دنیا سے متعلق ہیں۔

۱،۲۔ حکمِ شرعی کے بغیر قتل یا قید نہ کریں گے۔

۳۔ اُس کا مال ناحق نہ کھایا جائے گا۔

۴۔ اس کو تکلیف نہ دی جائے گی۔

۵۔ اس پر برائی کا ظن جائز نہیں ہے جب تک کہ ظاہر نہ ہو جائے۔

دو آخرت سے متعلق ہیں:

۱۔ مومن قطعی یعنی دائمی دوزخی نہ ہوگا سوائے شرک کے خواہ کتنے ہی بڑے بڑے گناہ کئے

ہوں، آخر کسی وقت جنت میں جائے گا۔

۲۔ جب نیکیوں اور بدیوں کا وزن کیا جائے گا تو جس کی نیکیاں بھاری ہوں گی وہ کامیاب ہوگا اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوگا اور اس کو حساب کے بغیر جنت میں داخل کریں گے اور جس کی بدیاں غالب ہوں گی وہ بقدرِ گناہ سزا بھگت کر جنت میں جائے گا اور اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کو محض اپنے فضل و کرم سے یا حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یا دیگر انبیاء و اولیا کی شفاعت سے بخشدے اور جنت میں داخل کر دے اور چاہے تو گناہ کے مطابق عذاب دے کر پھر جنت میں داخل کر دے، مومن کو کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی بے خوف رہنا چاہئے۔

شرائطِ ایمان

ایمان کی سات شرطیں ہیں،

ا۔ ایمان بالغیب یعنی خدا پر ایمان لانا، اگرچہ اُسے دیکھا نہیں، لیکن ایمان بالبأس یعنی موت کے فرشتے دیکھ کر ایمان لانا غیر معتبر ہے۔ اُس وقت مؤمن کی توبہ بھی مقبول نہیں ہے۔

۲۔ عالم الغیب خدا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی خاص صفت اور اسی کی شان ہے۔

۳۔ ایمان اختیار اور عقل و ہوش سے لانا۔ کافر کو مار کر کلمہ پڑھایا تو اس کا اعتبار نہیں، اسی طرح مست و بیہوش کے ایمان کا اعتبار نہیں۔

۴، ۵۔ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام جاننا۔

۶۔ قہرِ الٰہی اور اس کے عذاب سے ڈرنا۔

۷۔ اس کی رحمت کا امیدوار ہونا۔

دل اور زبان سے ایمان قبول کرنا اس کی حقیقت ہے اور عمر بھر میں ایک دفعہ ایمان لانا اور مرتے دم تک اس پر قائم رہنا فرض ہے۔ اس کے بعد تکرارِ ایمان سنت ہے۔

ایمان کے باقی رہنے کی تین شرطیں ہیں:

ا۔ ایمان کا شکر ادا کرنا۔

۲۔ خوفِ زوال یعنی اس نعمت کے جاتے رہنے کا خوف رہنا۔

۳۔ مخلوقِ خدا پر ظلم نہ کرنا، ان پر عمل کرنے سے ایمان باقی رہتا ہے۔

فائدہ

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نفسِ ایمان کم وبیش نہیں ہوتا کیونکہ ایمان تصدیقِ قلبی ہے جس میں کمی بیشی کی گنجائش نہیں۔ اعمالِ صالحہ نفسِ ایمان سے خارج ہیں۔ لیکن ایمان میں کمال کو بڑھاتے اور خوبی پیدا کرتے ہیں۔ جس قدر طاعت زیادہ ہوگی اسی قدر ایمان زیادہ کامل ہوگا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایمان میں کمی بیشی کے قائل ہیں وہ اعمالِ صالحہ کو داخلِ ایمان سمجھتے ہیں۔ پس یہ لفظی اختلاف ہے۔ ورنہ کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی اعمالِ صالحہ ایمانِ کامل کا جزو ہیں، امام اعظم علیہ الرحمہ کے نزدیک شک کے طور پر یوں نہ کہے انشاء اللہ میں مؤمن ہوں، بلکہ یوں کہے کہ میں حقیقتاً مؤمن ہوں۔ امام شافعی علیہ الرحمہ نے جو یہ فرمایا کہ میں انشاء اللہ مؤمن ہوں وہ خاتمہ اور انجام کے اعتبار سے ہے۔ پس یہ بھی لفظی اختلاف ہے، اولیٰ مذہب امام اعظم علیہ الرحمہ کا ہے تاکہ سننے والا شبہ میں نہ پڑے، ایمان اور اسلام ایک ہی چیز ہے، کبیرہ گناہ کرنے سے نہ ایمان جاتا ہے اور نہ کافر ہوتا ہے پس اس پر ایمان کے احکام مثلاً مرنے کے بعد اس کا جنازہ پڑھنا، قبورِ مسلمین میں دفن کرنا، اس کے مال میں توریث جاری کرنا وغیرہ احکام جاری کیے جائیں، اصولِ عقائد میں تقلید جائز نہیں، بعض فروعِ عقائد میں تقلید ہو سکتی ہے۔

شش کلمہ

کلمے میں چار فرض ہیں ا۔ زبان سے کہنا، ۲۔ معنی سمجھنا، ۳۔ اعتبار اور تصدیق دل سے کرنا، ۴۔ مرتے دم تک اس پر ثابت قدم رہنا۔ چھ کلمے یہ ہیں:۔

ا۔ کلمہ طیب

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ کلمہ شہادت

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔

۳۔ کلمہ تمجید

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا ہے اور ہم میں گناہ سے بچنے اور عبادت کرنے کی طاقت نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو بزرگ و برتر ہے۔

۴۔ کلمہ توحید

لَآ اِلٰہَ اِلَّا وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ، الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ یکتا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور اسی کے لئے سب تعریفیں ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۔ کلمہ ردّ کفر

اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَاَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَآ اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ عَنْہُ وَتَبَرَّأْتُ مِنَ الْکُفْرِ وَالشِّرْکِ وَالْمَعَاصِیْ کُلِّھَا وَاَسْلَمْتُ وَاٰمَنْتُ وَاَقُوْلُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اے اللہ بیشک میں پناہ مانگتا ہوں تجھ سے اس بات کی کہ میں کسی چیز کو تیرے ساتھ شریک کروں اور حالانکہ میں اس کو جانتا ہوں اور بخشش چاہتا ہوں تجھ سے اس کی کہ جس کو میں نہیں جانتا ہوں، میں نے تجھ سے توبہ کی اور میں کفر و شرک اور سب گناہوں سے بیزار ہوں اور میں اسلام لایا اور کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہیں۔

۶۔ کلمہ سید الاستغفار

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے اللہ! تو میرا رب ہے تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو نے مجھ کو پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور میں تیرے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں جب تک اور جتنی

طاقت رکھتا ہوں میں اپنے افعال کی بڑائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور تیری نعمتوں کا جو مجھے حاصل ہوئی ہیں اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہوں، پس تو مجھے بخش دے، تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔

جنات کا بیان

جس طرح اللہ پاک نے ایمان وعبادات کا مکلف انسان کو بنایا ہے اسی طرح جنات کو بھی مکلف بنایا ہے۔ جن بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے۔ جو آگ سے پیدا کی گئی ہے، ان میں سے بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں، ان کی عمریں بہت طویل ہوتی ہیں، ان کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں، یہ سب جنات بھی انسانوں کی طرح عقل اور روح وجسم والے ہیں، ان میں توالد وتناسل ہوتا ہے کھاتے پیتے اور جیتے مرتے ہیں، ان میں مسلمان بھی ہیں اور کافر بھی مگر ان کے کفار انسان کے کفار سے تناسب میں زیادہ ہیں اور ان میں کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی سنی بھی ہیں اور بدمذہب بھی اور ان میں فاسقوں کی تعداو فاسق انسانوں کے تناسب سے زائد ہے ان کے وجود کا انکار کرنا یا صرف بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے

کلماتِ کفر اور اس کے موجبات

تعریفِ کفر

جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس سے انکار کرنا کفر ہے خواہ وہ ایک ہی ایسی چیز کا انکار ہو جو بالاتفاق تواتر سے ثابت ہو: پس کفر ایمان کی ضد ہے۔

شرائطِ لزومِ کفر

شرائط لزومِ کفر تین ہیں:

۱۔ عقل یعنی نشہ اور بے ہوشی نہ ہو۔

۲۔ قصد وارادے سے ہو یعنی غلطی اور سہو سے نہ ہو۔

۳۔ اختیار سے ہو یعنی قتل وغیرہ کا جبر واکراہ نہ ہو۔

احکامِ کفر

اگر کوئی مسلمان کافر ہو جائے تو اس کے لئے یہ چار احکام ہیں۔

۱۔اس کی بیوی اس پر حرام ہو جاتی ہے یعنی نکاح جاتا رہتا ہے۔

۲۔اس کا ذبیحہ حرام ہے۔

۳۔اس کو قتل کرنا مباح ہے۔

۴۔اس کے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اگر ترکِ اسلام کا ارادہ نہ ہو بلکہ کسی سے نادانی سے کفر کی بات واقع ہو جائے تو احتیاطاً اس کو دوبارہ نکاح کرنا واجب ہے اور اس کا ذبیحہ پھینک دیا جائے اور اس کو کفر سے توبہ کرنی چاہئے۔

وہ چیزیں جن سے کفر لازم آتا ہے

کفر کو لازم کرنے والی چیزیں پانچ قسم پر ہیں:

قسم اول: وہ کلمات جو صراحۃً انکار پر دلالت کرتے ہیں اور یہ چند اصولوں پر مرتب ہیں۔

۱۔جس کی فرضیت قرآن مجید کی ظاہر عبارت سے یا حدیثِ متواتر سے معلوم ہو جائے اس کا انکار کرنا، جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔

۲۔حلال کو حرام یا حرام کو حلال جاننا، جبکہ وہ دلیلِ قطعی سے ثابت ہو اور وہ حرام لعینہ ہو جیسے سود، زنا، جھوٹ بولنا، ناحق قتل کرنا وغیرہ۔

۳۔اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنا۔

۴۔اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کرنا۔

۵۔اللہ تعالیٰ کے کسی نام کا خواہ ذاتی ہو یا صفاتی انکار کرنا۔

۶۔اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بری صفت ثابت کرنا یا اہانت کرنا، مثلاً یوں کہنا کہ (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ ظلم کرتا ہے یا بھائی بہن بیوی اور اولاد والا ہے، وغیرہ

۷۔جھوٹی باتوں پر خدا تعالیٰ کو گواہ کرنا یا قسم کھانا کیونکہ یہ اہانت میں داخل ہے، مثلاً یوں کہنا کہ خدا کی قسم یا خدا گواہ ہے یا خدا جانتا ہے کہ تو مجھے اولاد سے زیادہ پیارا ہے۔ وغیرہ

۸۔اللہ تعالیٰ کے قطعی احکام میں سے کسی حکم کا انکار کرنا۔

۹۔اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک بنانا، مثلاً دو یا زیادہ خدا ماننا یا عالم الغیب

ہونے کا دعویٰ اپنے لئے یا کسی مخلوق کے لئے کرنا وغیرہ۔

۱۰۔ فرشتوں کا انکار کرنا۔

۱۱۔ کسی کتابِ الٰہی یا اس کے ادنیٰ جزو کا انکار یا توہین کرنا۔

۱۲۔ کسی نبی کا انکار یا اہانت کرنا۔

۱۳۔ تقدیر کا انکار کرنا، مثلاً بندے کو اپنے افعال کا خالق جاننا یا یہ کہنا کہ خالق خیر خدا اور خالق شر شیطان ہے۔ وغیرہ

۱۴۔ قیامت وحشر ونشر کا انکار کرنا مثلاً مرنے کے بعد زندہ ہونے یا حساب کتاب یا جنت و دوزخ وغیرہ کا انکار کرنا۔

قسم دوم: وہ کلمات ہیں جن سے اشارۃً انکار ثابت ہو، مثلاً کسی نجومی یا کاہن کو سچا کہنا یا کسی نبی کی اہانت کرنا وغیرہ ان سب صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔

قسم سوم: وہ کلمات ہیں جن سے شک صراحۃً ثابت ہو، مثلاً کسی نے کہا کہ مجھے اللہ کے کریم یا رحیم یا رازق یا عادل ہونے میں شک ہے تو کافر ہو گیا یا کہا کہ مجھے فرشتوں یا اللہ تعالیٰ کے رسولوں یا کتابوں کے وجود میں شک ہے یا قیامت کے ہونے میں شک ہے یا کسی اور قطعی الثبوت چیز میں شک کیا تو کافر ہو گیا۔

قسم چہارم: وہ کلمات ہیں جن سے اشارۃً شک ثابت ہو۔ مثلاً کسی نے کہا کہ قیامت ضرور آئے گی، اُس نے سن کر کہا دیکھا چاہئے، یا کسی نے کہا کہ جنت میں مؤمنوں کو بڑی بڑی نعمتیں ملیں گی اور کافروں کو دوزخ میں بڑے بڑے عذاب ہوں گے، اُس نے سن کر کہا کیا خبر ہے، تو کافر ہو گیا۔

قسم پنجم: وہ افعال ہیں جن سے انکار یا شک صراحۃً یا اشارۃً سمجھا جائے، مثلاً کسی نے اہانت کی غرض سے قرآن مجید کو نجاست یا آگ میں ڈالا، یا اہانت کی غرض سے کعبہ کی طرف پیشاب کیا یا کسی مسجد کو گرایا یا کسی عالم کو مار ڈالا یا شرع کی کسی بات پر ٹھٹھا کیا یا ثواب جان کر کفر کی رسم کی تو ان سب صورتوں میں وہ شخص کافر ہو گیا۔

فائدہ

۱۔ بعض علماء کے نزدیک جہالت عذر نہیں ہے، پس بے خبری میں کلمۂ کفر کہنے سے بھی کافر ہو

جائے گا۔ بعض کے نزدیک جہل عذر ہے وہ کافر نہیں ہوا البتہ دوبارہ نکاح پڑھوانا اور توبہ کرنی چاہئے۔

۲۔ کسی نے جس وقت کفر کی نیت کی اسی وقت کافر ہوگیا، خواہ نیت کتنی ہی مدت بعد کے لئے کی ہو۔

۳۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ جب تک کسی سے کفر لازم کرنے والی بات نہ دیکھے بے دھڑک کسی مسلمان کو کافر نہ بنادیا کرے ہوسکتا ہے کہ اس سے بلا قصد کلمۂ کفر نکل گیا ہو یا اس بات کے معنی سمجھ میں نہ آئے ہوں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جس مسئلے میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال اسلام کا ہو تو مفتی اور قاضی کو اس ایک احتمالِ اسلام پر فتویٰ دینا چاہئے، اگر کوئی شخص کلمۂ کفر کہے اور پھر انکار کردے تو یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے اور اس کو کافر کہنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ ایمان سے زیادہ کوئی نعمت نہیں، اس کی ہر وقت حفاظت کرنا واجب ہے اور اس کی ترقی کے لئے ہر وقت گناہوں سے بچنا اور عبادت میں لگے رہنا ضروری ہے۔ یہ نہ سوچے کہ پھر کبھی توبہ کرلیں گے، معلوم نہیں کس وقت موت آجائے اور توبہ کی مہلت ملے یا نہ ملے پس ہر وقت توبہ استغفار کرتے رہنا لازمی ہے۔

نفاق کا ذکر

ایمان اور کفر کے درمیان تیسری صورت کوئی نہیں ہے اس لئے آدمی یا مسلمان ہوگا یا کافر، زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنا اور دل میں اسلام سے انکار کرنا نفاق کہلاتا ہے، یہ بھی خالص کفر ہے بلکہ کفر کا اشد درجہ ہے اور ایسے لوگوں کے لئے جہنم کا نیچے کا طبقہ ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں کچھ لوگ اس بُرائی کے ساتھ مشہور ہوئے اور قرآن پاک نے ان کے باطنی کفر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی اور آپ ﷺ نے ایک ایک کو پہچانا اور فرمایا کہ فلاں فلاں شخص منافق ہے، لیکن آپ کے بعد کسی زمانے میں کسی خاص شخص کو قطعی طور پر منافق نہیں کہا جاسکتا بلکہ ہمارے سامنے جو اسلام کا دعویٰ کرے ہم اس کو مسلمان سمجھیں اور کہیں گے جب تک اس سے کوئی فعل یا قول ایمان کے خلاف واقع نہ ہو اور جو شخص ایسا ہو اس کے نفاق کو عملی نفاق اور ایسے شخص کو عملی منافق کہیں گے، یعنی یہ کہ اس کے عمل منافقوں جیسے ہیں، نفاقِ عملی نفاقِ حقیقی کا سبب بن سکتا ہے، اس لئے ہر وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہئے۔

وَفَّقَنَا اللّٰہُ بِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَوَقِنَاعَنْ اَعْمَالِ النِّفَاقِ وَالْکُفْرِ وَ مُعْتَقِدَ اِتِّہِمَا ، اٰمِین !

شرک ورسومِ کفار وجہال

شرک کی تعریف واقسام

اللہ تعالیٰ کی ذات یا صفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا یا اس کے برابر کسی کو سمجھنا یا کسی کی ایسی تعظیم یا فرمانبرداری کرنا جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے، شرک کہلاتا ہے۔ بعض شرک سخت حرام ہیں اور بعض شرک کفر میں داخل ہیں۔ شرک کی چند اقسام یہ ہیں،

اول: شرک فی الذات، اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک بنانا مثلاً دو یا زیادہ خدا ماننا

دوم: شرک فی الصفات، اللہ تعالیٰ کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا۔ اس کی بہت سی قسمیں ہیں مشہور یہ ہیں

١۔ شرک فی العلم یعنی کسی دوسرے کے لئے اللہ تعالیٰ کی مانند علم کی صفت ثابت کرنا۔

٢۔ شرک فی القدرۃ یعنی اللہ تعالیٰ کی مانند نفع ونقصان دینے یا کسی چیز کی موت وزندگی یا کسی اور کام کی قدرت کسی اور کے لئے ثابت کرنا، کسی پیغمبر یا ولی یا شہید وغیرہ کو یہ سمجھنا کہ وہ پانی برسا سکتے ہیں یا بیٹا بیٹی یا روزی دے سکتے ہیں، وغیرہ یہ سب شرک فی القدرۃ ہے۔

٣۔ شرک فی السمع، یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نزدیک ودور، خفی وجہر اور دل کی بات سنتا ہے، کسی نبی یا ولی وغیرہ کو بھی ایسا ہی سننے والا سمجھنا۔

٤۔ شرک فی البصر یعنی کسی مخلوق نبی یا ولی یا شہید وغیرہ کو یوں سمجھنا کہ چھپی اور کھلی اور دور ونزدیک کی ہر چیز خدا کی مانند دیکھتا ہے اور ہمارے کاموں کو ہر جگہ پر دیکھ لیتا ہے۔

٥۔ شرک فی الحکم یعنی خدا تعالیٰ کی طرح کسی اور کو حاکم سمجھنا اور اس کے حکم کو خدا کے حکم کی مانند ماننا۔

٦۔ شرک فی العبادۃ خدا تعالیٰ کی طرح کسی اور کو عبادت کا مستحق سمجھنا یا کسی مخلوق کے لئے عبادت کی قسم کا کوئی فعل کرنا، مثلاً کسی پیر یا قبر کو سجدہ کرنا یا کسی نبی یا پیر یا ولی کے نام کا روزہ رکھنا یا غیر اللہ کی نذر ماننا یا کسی گھر یا قبر کا خانۂ کعبہ کی طرح طواف کرنا وغیرہ۔ ان کے علاوہ اور جس قدر

اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں خواہ وہ صفاتِ فعلیہ ہوں جیسے رزق دینا، مارنا، زندہ کرنا، عزت دینا وغیرہ یا شیؤنِ ذاتیہ یا صفاتِ ثبوتیہ یا صفات سلبیہ ہوں ان میں سے کسی مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی برابر سمجھنا شرک ہے۔ ہمارے بہت سے کام ایسے ہوتے ہیں جن میں شرک کی ملاوٹ ہو جاتی ہے ان سے پرہیز لازمی ہے، ان تمام اقسام کے متعلق چند جزئیات یہ ہیں۔

رسومِ کفار و جہال

۱۔ بادشاہ یا حاکم وغیرہ کو سجدہ کرنا خواہ عبادت کی نیت سے ہو یا کسی اور نیت، مثلاً تعظیم وغیرہ سے ہو، شرک فی العبادۃ ہے۔

۲۔ درختوں کا پوجنا جیسا کہ ہندو اور بعض جاہل مسلمان برگد، پیپل و جنڈ وغیرہ کو پوجتے ہیں، اسی طرح قبروں پر یا نئی عمارات بنانے یا نیا کنواں کھدوانے وغیرہ پر ذبح کرنا یا دیوں، پریوں اور مردہ روحوں کی خوشی حاصل کرنے کے لئے ذبح کرنا شرک ہے اور یہ ذبیحہ حرام ہے۔

۳۔ بدشگونی لینا شرک ہے جیسا کہ جانوروں کی بولیوں سے یا دیگر چیزوں مثلاً اعضا کے پھڑکنے اور چھینک وغیرہ سے لوگ بدفالی لیتے ہیں، نیک فال جائز ہے اگر فال پر یقین کیا جائے اور اس کو مؤثرِ حقیقی سمجھا جائے تو کفر ہے، خوہ وہ فال نیک ہو یا بد، اور اگر ان امور کے مؤثرِ حقیقی ہونے کا اعتقاد نہ ہو تو کفر نہیں بلکہ فالِ نیک جائز ہے۔ لیکن فالِ بد پھر بھی منع ہے۔

۴۔ آفات سے محفوظ رہنے اور بلاؤں سے امن میں رہنے کے لئے دھاگے، منکے، کوڑیاں وغیرہ باندھنا اور ان کو مؤثرِ حقیقی سمجھنا شرک ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاثیر کو جانے اور کسی طبیب وغیرہ کے کہنے پر تجربے کی بنا پر استعمال کرے تو مضائقہ نہیں۔

۵۔ چھوٹی بڑی چیچک یا کسی اور بیماری کی تعظیم کرنا اور اس کو ماتا دیوی ماتا رانی وغیرہ نام رکھ کر ان کی خوشنودی کو اس بیماری کے دفعیے کا ذریعہ سمجھنا سراسر شرک ہے۔

۶۔ تعزیہ بنانا، علَم بنانا و چڑھانا۔

۷۔ قبروں پر چڑھاوا چڑھانا نذر و نیاز دینا۔

۸۔ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کے نام کی قسم کھانا۔

۹۔ تصویریں بنانا یا تصویروں کی تعظیم کرنا۔

۱۰۔ کسی پیر یا ولی کو حاجت روا، مشکل کشا کہہ کر پکارنا۔

۱۱۔ کسی پیر کے نام کی سر پر چوٹی رکھنا یا محرم میں اماموں کے نام کا فقیر بننا، قبروں پر میلہ لگانا وغیرہ زندگی میں اور بھی بہت سی رسمیں، بیاہ، شادی اور مرنے وغیرہ کے موقع پر جاہلوں میں رائج ہیں، اور بہت سی کفار کی رسمیں اور تہوار مسلمان بھی کرتے ہیں، اُن سب سے پرہیز کرنا لازمی ہے، ان کی تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

بدعت کا بیان

کفر اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ بدعت ہے۔

بدعت کی تعریف

بدعت اُن چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت سے ثابت نہ ہو۔ اور شرع شریف کی چاروں دلیلوں یعنی کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجماعِ امت وقیاسِ مجتہدین سے ثبوت نہ ملے اور اس کو دین کا کام سمجھ کر کیا جائے یا چھوڑا جائے۔ بدعت بُری چیز ہے خواہ اس کا موجد کوئی بھی کیوں نہ ہو، حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہر بدعت کو گمراہی اور دوزخ میں پہنچانے والی فرمایا ہے، لوگوں نے ہزارہا بدعتیں پیدا ہونے سے مرنے تک نکالی ہیں، جو ہر زمانے اور ہر ملک میں مختلف ہیں۔ جن کا احاطہ کرنا نہایت مشکل ہے اور یہی بدعت کی بڑی شناخت ہے۔ کیونکہ سنت ہر جگہ اور ہر زمانہ میں یکساں ہے۔ لوگوں میں بکثرت بدعتیں رائج ہیں جن کو اکثر لوگ جائز سمجھتے ہیں یا گناہ بھی سمجھتے ہیں تو ہلکا سمجھ کر پرواہ نہیں کرتے نہ خود رُکتے ہیں اور نہ دوسروں کو روکتے ہیں، چند مشہور بدعتیں یہ ہیں:-

۱۔ پختہ قبریں بنانا، قبروں پر گنبد بنانا، قبروں پر دھوم دھام سے میلہ اور چراغاں کرنا، عورتوں کا وہاں جانا قبروں پر چادریں اور غلاف ڈالنا، اپنے خیال میں بزرگوں کو راضی کرنے کے لئے قبروں کی حد سے زیادہ تعظیم کرنا۔

۲۔ تعزیہ یا قبر کو چومنا چاٹنا، قبروں کی خاک ملنا، قبروں کی طرف نماز پڑھنا، مٹھائی، گلگلے، چوری وغیرہ چڑھانا۔

۳۔ تعزیے کو سلام کرنا۔

۴۔ تیجا، چالیسواں وغیرہ ضروری سمجھ کر کرنا۔

۵۔ نکاح، ختنہ، بسم اللہ وغیرہ میں رسمیں کرنا خصوصاً قرض لے کر ناچ گانا وغیرہ کرانا۔

۶۔ سلام کی جگہ بندگی آداب وغیرہ کہنا یا سر پر ہاتھ رکھ کر جھک جانا۔

۷۔ راگ، باجا، گانا سننا خصوصاً اس کو عبادت سمجھنا، ڈومنیوں وغیرہ کو نچانا اور دیکھنا اور اس پر خوش ہو کر ان کو انعام دینا۔

۸۔ نسب پر فخر کرنا۔

۹۔ دولہا کو خلاف شرع لباس پہنانا۔

۱۰۔ آتش بازی وغیرہ کا سامان کرنا۔

۱۱۔ فضول آرائش کرنا۔

۱۲۔ گھر کے اندر عورتوں کے درمیان دولہا کو بلانا، اس کے سامنے آنا جانا، تاک جھانک کر اس کو دیکھنا، بالغ سالیوں وغیرہ کا سامنے آنا، اس سے ہنسی دل لگی کرنا، چوتھی کھیلنا۔

۱۳۔ شیخی اور ریا کے لئے مہر زیادہ مقرر کرنا۔

۱۴۔ غم کے موقع پر چلا کر رونا، منہ اور سینہ پیٹنا، بیان کر کے رونا، استعمالی گھڑے توڑ دینا، سال بھر تک یا کچھ کم وبیش گھر میں اچار نہ پڑنا، کوئی خوشی کی تقریب نہ کرنا، مخصوص تاریخوں میں غم کی یاد تازہ کرنا۔

۱۵۔ میت کے گھر کھانے کے لئے جمع ہونا۔

۱۶۔ حصول عمر کے لئے لڑکے کے کان یا ناک چھیدنا۔

۱۷۔ لڑکوں کو لڑکیوں کا لباس یا زیور وغیرہ پہنانا۔

۱۸۔ عقیقہ کے وقت رسوم کرنا مثلاً کٹوری یا چھاج میں اناج یا نقدی وغیرہ ڈالنا، پنجیری وغیرہ تقسیم کرنا، بکری کا سر نائی کو اور ران دائی کو دینا ضروری سمجھنا وغیرہ۔

۱۹۔ میلاد شریف کی رسمیں۔

۲۰۔ ختم فاتحہ و ایصال ثواب کی رسمیں یعنی دن تاریخ و خوراک و طریقہ وغیرہ کا مختلف موقعوں کے لئے مخصوص کرنا، مثلاً کونڈے، دلیا، شبرات کا حلوا، محرم کا کھچڑا اور شربت وغیرہ غرض کہ بہت سی بدعات رائج ہیں۔ جن کی شرع شریف میں کوئی سند نہیں ہے، لوگوں نے اپنی طرف سے تراش لی ہیں اور ان کو شرع کی چیز اور عبادت سمجھ کر کرتے ہیں، نہ کرنے والے اور منع کرنے والے کو طعن کرتے اور اس سے لڑائی جھگڑا کرتے ہیں، اللہ پاک ان سب بدعتوں سے بچائے۔ آمین۔

کبیرہ گناہوں کا بیان

کفر و شرک اور بدعت کے علاوہ اور بہت سے بڑے گناہ ہیں جن کو کبیرہ گناہ کہتے ہیں۔ کبیرہ گناہ شرع میں اس گناہ کو کہتے ہیں جس کو شرع شریف میں حرام کہا گیا ہو اور اس پر کوئی عذاب مقرر کیا ہو یا اور طرح سے اس کی مذمت کی ہو اور یہ وعید و حرمت و مذمت قرآن پاک یا کسی حدیث سے ثابت ہو کبیرہ گناہ بہت سے ہیں جن کا احاطہ مشکل ہے کچھ کبائر یہ ہیں۔

۱۔ غیبت یعنی کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرنا، ۲۔ جھوٹ بولنا، ۳۔ بہتان یعنی کسی کے ذمہ جھوٹی بات لگانا، ۴۔ غیر عورت کو شہوت سے دیکھنا، ۵۔ شہوت سے غیر عورت کی آواز سننا یا کلام کرنا یا اس کی طرف چلنا اور چھونا وغیرہ، ۶۔ مالداروں کی خوشامد کرنا اور دنیادار کی طرف دنیا کے لئے رغبت کرنا، ۷۔ خلاف شرع باتوں کا سننا، ۸۔ مُردے پر یا کسی مصیبت پر چلا کر یا بیان کر کے رونا اور سر و سینہ پیٹنا کپڑے پھاڑنا، ۹۔ گانا، ۱۰۔ باجا وغیرہ ساز بجانا ناچ کرنا وغیرہ اور اس کا دیکھنا یا سننا، ۱۱۔ کسی کی پوشیدہ باتیں چھپ کر سننا، ۱۲۔ نماز نہ پڑھنا، ۱۳۔ روزہ نہ رکھنا، ۱۴۔ زکوٰۃ نہ دینا، ۱۵۔ مال اور طاقت ہونے کے باوجود حج نہ کرنا، ۱۶۔ شراب پینا، ۱۷۔ چوری کرنا، ۱۸۔ زنا کرنا، ۱۹۔ جھوٹی گواہی دینا، ۲۰۔ کسی کو ناحق مارنا یا ستانا، ۲۱۔ چغلی کھانا، ۲۲۔ دھوکا دینا، ۲۳۔ ماں باپ اور استاد کی نافرمانی کرنا، ۲۴۔ اپنے گھروں اور کمروں میں جاندار کی تصویریں لگانا، ۲۵۔ امانت میں خیانت کرنا، ۲۶۔ لوگوں کو حقیر اور ذلیل سمجھنا، ۲۷۔ جوا کھیلنا، ۲۸۔ گالی دینا، ۲۹۔ سود لینا اور دنیا، ۳۰۔ رشوت لینا اور دینا، ۳۱۔ ڈاڑھی منڈانا اور مونچھیں بڑھانا، ۳۲۔ گٹوں (ٹخنوں) سے نیچا پاجامہ پہننا، ۳۳۔ فضول خرچی کرنا، ۳۴۔ کھیل تماشوں ناٹکوں تھیٹروں اور سینماؤں میں جانا، ۳۵۔ ٹونے ٹوٹکے کرانا، ۳۶۔ جانوروں کے ساتھ جماع کرنا یا ہاتھ سے منی نکالنا یا اغلام کرنا وغیرہ، ۳۷۔ راستہ لوٹنا، ۳۸۔ یتیم کا مال ناحق کھانا، ۳۹۔ جھوٹے فیصلے کرنا، ۴۰۔ بدعہدی کرنا، ۴۱۔ شرکیہ منتر یا جادو کرنا، ۴۲۔ مسئلہ کا جواب بے تحقیق دینا، ۴۳۔ نفع دینے والے علم کو چھپانا، ۴۴۔ عورت کا اپنے خاوند کی نافرمانی کرنا، ۴۵۔ عورتوں کا بے پردہ باہر آنا اور بلاضرورت پردہ کے ساتھ بھی باہر آنا، ۴۶۔ دکھانے یا سُنانے کے لئے عبادت و نیکی کرنا، ۴۷۔ مسلمانوں کو کافر کہنا، ۴۸۔ اپنی عبادت یا تقویٰ کا دعویٰ کرنا، ۴۹۔ یہ قسم کھانا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہ ہو یا ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ ۵۰۔ کسی مسلمان کو بے ایمان یا خدا کی مار یا پھٹکار یا خدا کا دشمن کہنا وغیرہ۔

غرض اور بھی بہت سے کبیرہ گناہ ہیں جو بڑی بڑی کتابوں میں درج ہیں۔

مسئلہ

۱۔ جو شخص ایسا گناہ کرے، جس میں کفر و شرک پایا جاتا ہو وہ مسلمان نہیں رہتا بلکہ کافر و مشرک ہو جاتا ہے اور اگر بدعت کا کام کرے وہ مسلمان تو رہتا ہے لیکن اس کا اسلام اور ایمان بہت ناقص ہو جاتا ہے ایسے شخص کو بدعتی یا مبتدع کہتے ہیں، ان تینوں کے علاوہ کوئی کبیرہ گناہ کرے تو وہ بھی مسلمان تو ہے لیکن ناقص مسلمان ہے اسے فاسق کہتے ہیں۔

۲۔ گناہ سے بچنے کے لئے توبہ کرنی چاہئے اور وہ اس طرح پر ہے کہ اپنے گناہ سے شرمندہ ہو اور خدا تعالیٰ کے سامنے رو کر گڑگڑا کر توبہ کرے کہ اے اللہ میرا گناہ معاف کر دے اور دل میں عہد کرے کہ اب آئندہ گناہ نہیں کروں گا، صرف زبان سے توبہ توبہ کہہ لینا یا استغفار کر لینا اصلی توبہ نہیں ہے۔

۳۔ جو گناہ ایسے ہیں کہ کسی بندے کے حق سے تعلق رکھتے ہیں، مثلاً کسی یتیم کا مال کھا لیا یا کسی پر ظلم کیا یا کسی پر تہمت لگائی وغیرہ ایسے گناہ حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں، یہ صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے بلکہ ان کی معافی کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس شخص کا حق ادا کرے یا اس سے معاف کرائے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے سامنے دل سے توبہ کرے تو معافی کی امید ہو سکتی ہے اور جن گناہوں میں کسی بندے کے حق کا تعلق نہیں ہے صرف خدا تعالیٰ کا حق ہے وہ توبہ سے معاف ہو سکتے ہیں، یہاں تک کہ کفر و شرک کا گناہ بھی سچی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

۴۔ جب انسان مرنے لگے اور عذاب کے فرشتے سامنے آ جائیں اور حلق میں دم آ جائے اس وقت کی توبہ قبول نہیں اور اس حالت سے پہلے پہلے ہر وقت کی توبہ مقبول ہے لیکن انسان کو توبہ میں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ معلوم نہیں کب موت آ جائے اور توبہ کی مہلت ملے یا نہ ملے۔

فائدہ

جاننا چاہئے کہ اہلِ اسلام کے بہت سے فرقے ہیں حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت تہتر فرقوں میں متفرق ہو جائے گی وہ سب دوزخ میں ہیں سوائے ایک فرقے کے، صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کونسا گروہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ لوگ میرے طریقے اور میرے اصحاب کے طریقے پر ہوں گے۔ (الحدیث

ترمذی وغیرہ) پس وہ جنتی فرقے اہلِ سنت و جماعت ہے اور یہ اعتقادات جو بیان ہوئے اسی فرقے کے ہیں باقی ۷۲ بہتر فرقے جو اعتقادات میں گمراہ ہوئے ان کے اصول یہ نو گروہ ہیں۔ ۱۔ خوارج، ۲۔ شیعہ، ۳۔ معتزلہ، ۴۔ مرجیہ، ۵۔ شبہ، ۶۔ جہمیہ، ۷۔ ضراریہ، ۸۔ نجاریہ، ۹۔ کلابیہ، بعض نے سات کہا ہے اور پھر باقی ان کی شاخیں ہیں جن کی تفصیل غنیۃ الطالبین و مظاہرِ حق وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں۔ اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کے دو امام ہیں، اول ابو منصور ماتریدی جو کہ تین واسطے سے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ احناف عقائد میں اسی امام کی پیروی کرتے ہیں اور ماتریدی کہلاتے ہیں، دوم ابوالحسن اشعری، یہ بھی تقریباً اسی زمانے کے تھے، مسئلہ تکوین وغیرہ چند مسائل میں امام منصور سے ان کا اختلاف ہے باقی تمام مسائلِ کلامیہ میں متفق ہیں۔ مسائلِ اختلافیہ کلامیہ میں شوافع ان کے تابع ہیں اسلئے اشعریہ کہلاتے ہیں۔

احکامِ شریعت کا بیان

شریعت کے احکام آٹھ قسم کے ہیں۔

۱۔ فرض

اس حکم کو کہتے ہیں جو قطعی اور یقینی دلیل سے ثابت ہو اور اس میں کوئی دوسرا احتمال نہ ہو جیسے فرض نماز، روزہ وغیرہ اس کا منکر کافر ہوتا ہے اور بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق ہوتا ہے۔

۲۔ واجب

واجب وہ حکم ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو یعنی جس کی دلیل میں دوسرا ضعیف احتمال بھی ہو اس کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ فاسق ہوتا ہے یہ عمل کے اعتبار سے فرض کی برابر ہے اس لئے اس کو فرض عملی بھی کہتے ہیں۔

۳۔ سنتِ مؤکدہ

سنتِ مؤکدہ وہ فعل ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عموماً اور اکثر کیا ہو اور کبھی بغیر کسی عذر کے ترک بھی کیا ہو، اس کا ترک گناہ اور ترک کی عادت فسق ہے۔

۴۔ مستحب

مستحب وہ ہے کہ جس کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہؓ نے کیا ہو یا اس کو اچھا خیال کیا ہو یا تابعینؒ نے اس کو اچھا سمجھا ہو، لیکن اس کو ہمیشہ یا اکثر نہ کیا ہو بلکہ کبھی کیا اور کبھی ترک کیا ہو، اس کا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنا گناہ نہیں، اس کو سنت زائدہ یا عادیہ یا سنتِ غیر مؤکدہ بھی کہتے ہیں اور فقہا کے نزدیک نفل اور مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔ بعض نے سنتِ غیر مؤکدہ اور مستحب کو الگ الگ بیان کیا اور تھوڑا فرق کیا ہے۔

۵۔ مباح

مباح وہ حکم ہے جس کے کرنے میں ثواب نہ ہو اور نہ کرنے میں عذاب نہ ہو۔

۶۔ مکروہ تنزیہی

مکروہ تنزیہی وہ ہے جس کے نہ کرنے میں ثواب ہو اور کرنے میں عذاب نہ ہو، یہ سنت غیر مؤکدہ کے بالمقابل ہے۔

۷۔ مکروہِ تحریمی

مکروہِ تحریمی جو حرام کے قریب ہے یہ بھی ظنی دلیل سے ثابت ہوتا ہے اشد ضرورت میں یہ بھی جائز ہے، یہ واجب کے بالمقابل ہے اس کا منکر فاسق اور بلا عذر کرنے والا گنہگار ہے۔

۸۔ حرام

حرام وہ ہے جس پر ممانعت کا حکم پایا جائے اور جواز کی دلیل نہ ہو یہ بھی فرض کی طرح دلیلِ قطعی سے ثابت ہوتا ہے۔ اس کا منکر کافر اور بلا عذر کرنے والا فاسق ہے۔ حرام کے بالمقابل حلال ہے، سنت مؤکدہ کے بالمقابل اساءت اور مستحب کے مقابل خلافِ اولیٰ ہے

فرض کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ فرض عین

یعنی جس کا کرنا ہر مسلمان پر ضروری ہے اور جس پر وہ لازم ہے اسی کے ادا کرنے سے ادا ہوتا ہے دوسرے کے کرنے سے اس کے ذمہ سے نہیں اُترتا جیسے پنج وقتہ نماز، ماہ رمضان کے

روزے وغیرہ۔

۲۔ فرض کفایہ

فرض کفایہ یہ وہ ہے کہ بعض لوگوں کے ادا کرنے سے باقی دوسروں کے ذمے سے بھی اُتر جائے گا لیکن اگر کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے جیسے نمازِ جنازہ وغیرہ، اسی طرح سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ بھی ہے جس کی مثال رمضان المبارک کے اخری عشرہ کا اعتکاف ہے۔

فرائضِ اسلام

اسلام میں مشہور فرضِ عین یہ ہیں۔

۱۔کلمۂ شہادت کا دل وزبان سے اقرار،۲۔رات دن میں پانچ وقت کی نمازیں،۳۔زکوٰۃ، ۴۔رمضان المبارک کے روزے،۵۔حج،۶۔ایمان، نماز، روزہ، حیض ونفاس کے احکام کا بقدرِ ضرورت علم۔۷۔ماں، باپ، استاد، علماء، بادشاہ اور سیّد کی فرمانبرداری وادب۔۸۔ماں، باپ، بیوی اور چھوٹی عمر کی اولاد کا نفقہ،۹۔تمام گناہوں سے توبہ،۱۰۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب نامہ چار پشت تک یاد رکھنا اور وہ اس طرح ہے، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔۱۱۔مرد وعورت کے لئے سترِ عورت،۱۲۔عورت کو بلا اجازتِ خاوند وبلا پردۂ شرعی گھر سے باہر نہ جانا اور خاوند کا بیوی کو غیر شرعی مواقع میں جانے سے روکنا، چند مواقع ایسے ہیں جن میں خاوند کی اجازت کے بغیر جانا جائز ہے۔۱۳۔چاروں مذاہبِ اہلِ سنت و جماعت حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو برحق جاننا۔۱۴۔رمضان کے ہر روزے اور حج وزکوٰۃ کی نیت، نیت کے بغیر کوئی عمل صحیح نہیں ہوتا۔۱۵۔اخلاصِ عمل وترکِ ریا۔۱۶۔موت کے خوف کے وقت کھانا پینا،۱۷۔جب کافر غلبہ کریں تو اُن سے جہاد کرنا۔۱۸۔کسبِ حلال،۱۹۔نماز کے اٹھارہ فرض ہیں، چار وضو میں، تین تیمم میں، تین غسل میں۔۲۰۔بقدرِ جوازِ نماز قرآن یاد کرنا۔۲۱۔نص قرآن وحدیث وقیاسِ ائمہ واجماعِ امت پر عمل کرنا۔۲۲۔نماز میں یا خارجِ نماز جب قرآن مجید پڑھا جائے اس کو سننا۔۲۳۔فرض نمازوں، نمازِ جنازہ، سجدہ تلاوت اور مسِ مصحف کے لئے وضو کرنا۔۲۴۔جب غسل فرض ہو غسل کرنا،۲۵۔پیشاب یا پاخانے کا مقام ایک درم سے زیادہ ملوث ہو جائے تو استنجا کرنا۔۲۶۔زنا کا خوف ہو تو شادی کرنا،۲۷۔نکاح کے بعد ایک مرتبہ وطی کرنا،

۲۸۔ عورت کو خاوند کا حکم ماننا۔ ۲۹۔ خاوند کے مال میں خیانت ونقصان نہ کرنا، ۳۰۔ آگ میں جلنے یا ڈوبنے والے یا درندے کی زد والے یا کسی اور مصیبت زدہ مثلاً دیوار کے نیچے دبے ہوئے کو بچانا، ۳۱۔ بادشاہوں کے لئے عدل کرنا اور علماء، عاجزوں، مسکینوں اور غازیوں کو نفقہ دینا، ۳۲۔ اللہ تعالیٰ کا نام سننے پر جل جلالہٗ کہنا، ۳۳۔ عمر میں ایک دفعہ درود شریف پڑھنا، ۳۴۔ قدرت ہوتے ہوئے اللہ ورسول کی گستاخی سے روکنا ہاتھ سے قدرت ہو تو ہاتھ سے روکے ورنہ زبان سے روکے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو دل میں بُرا جانے، ۳۵۔ زخم وغیرہ سے خون وغیرہ روکنے کے لئے پٹی باندھنا یا قطرۂ پیشاب ومذی وغیرہ جاری رہنے سے روکنے کے لئے روئی رکھنا تاکہ نماز صحیح حالت میں پڑھ سکے، ۳۶۔ بقدرِ ضرورت علمِ فقہ کا پڑھنا۔

اسلام میں مشہور فرض کفایہ یہ ہیں۔ ۱۔ سلام کا جواب دینا، ۲۔ چھینک کا جواب دینا یعنی یَرْحَمُكَ اللّٰه کہنا، ۳۔ عیادت مریض جبکہ مرض شدید ہو، ۴۔ مسلمان میت کا غسل وکفن ونماز جنازہ ودفن وغیرہ، ۵۔ ہر شہر میں ایامِ جمعہ وعیدین میں قاضی ومفتی وامیر (حاکم) وخطیب کا موجود ہونا، ۶۔ فرضِ عین علم سے زائد علوم شرعیہ فقہ واصول وغیرہ کا پڑھنا، ۷۔ تمام قرآن شریف کا حفظ کرنا، ۸۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنا، بادشاہ کے لئے طاقت اور عالم کے لئے زبان سے کرنا اور عوام کے لئے جبکہ فتنہ کا ڈر ہو دل سے منکرات کو بُرا جاننا فرضِ کفایہ ہے۔ ۹۔ اولاد کی تعلیم و تربیت ونکاح کرنا، ۱۰۔ کسی پیغام دینے والے کا پیغام پہنچانا، ۱۱۔ طالب علموں کا خرچ وامداد، ۱۲۔ مؤمن بھوکا مر رہا ہو تو اس کو کھانا دینا اور خود توفیق نہ ہو تو لوگوں میں اعلان کر دینا، ۱۳۔ جب کفار غلبہ کریں تو ان سے لڑنا فرضِ عین ہے اور جب کفار غلبہ نہ کریں تو اُن سے جہاد کرنا فرضِ کفایہ ہے۔

واجباتِ اسلام

اسلام میں مشہور واجبات یہ ہیں۔ ۱۔ نمازِ وتر، ۲۔ غنی پر صدقۂ فطر، ۳۔ غنی پر عید الاضحیٰ کی قربانی، ۴۔ اپنے اقارب کا نفقہ جبکہ وہ عاجز ہوں، ۵۔ ماں باپ کی خدمت وزیارت کرنا، ۶۔ عورت پر خاوند کی خدمت کرنا، ۷۔ کسی پیغمبر کا اسم مبارک پڑھتے یا سنتے وقت درود شریف پڑھنا بعض کے نزدیک ہر بار پڑھنا واجب ہے، بعض کے نزدیک تین بار اور بعض کے نزدیک ایک بار پڑھنا واجب ہے اور ہر بار مستحب ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً واجب نہیں بلکہ ہر بار مستحب ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنے یا پڑھے تو آپ پر درود شریف پڑھنا پہلی دفعہ

واجب ہے اور ہر بار پڑھنا مستحب ہے۔ ۸۔ جب کسی صحابی کا نام سنے یا پڑھے تو رضی اللہ عنہ کہنا بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے۔ یہی معتبر قول ہے۔ ۹۔ ذوی الارحام محرموں کے ساتھ صلۂ رحمی واجب اور نامحرم ذوی الارحام کے ساتھ سنت ہے، ۱۰۔ ہمسایہ کا حق ادا کرنا اس پر ظلم نہ کرنا اور اس کو نفع پہنچانا، ۱۱۔ غلام پر اپنے آقا کی خدمت کرنا، ۱۲۔ آقا پر اپنے غلام کو اچھی طرح رکھنا، ۱۳۔ طوافِ کعبہ کے لئے وضو کرنا، ۱۴۔ کافر جنبی جب اسلام لائے تو غسل کرنا اور اگر جنبی نہ ہو تو اس کو غسل کرنا مستحب ہے، ۱۵۔ جب نابالغ عمر کے لحاظ سے بالغ ہو اور اس کے بعد اس کو احتلام ہو یا وہ بلوغ کی ابتدائی عمر سے پہلے احتلام کے ساتھ بالغ ہو تو اس کو غسل کرنا۔

سننِ اسلام

اسلام میں مشہور سنتیں یہ ہیں۔ ۱۔ ختنہ کرنا، ۲۔ مسواک کرنا، ۳۔ لبوں کے بال صاف کرانا، ۴۔ زیرِ ناف کے بال صاف کرانا، ۵۔ بغلوں کے بال صاف کرانا، ۶۔ ناخن کٹانا، ۷۔ سر منڈانا یا سارے سر پر بال رکھنا اور بیچ میں مانگ نکالنا۔

مستحبات و سننِ زوائد

اسلام میں مشہور مستحبات و سننِ زوائد یہ ہیں۔ ۱۔ غسل جمعہ، ۲۔ غسل عیدین، ۳۔ غسل عرفہ، ۴۔ غسلِ احرام، ۵۔ سر میں خشک کنگھی پھیرنا، ۶۔ ڈاڑھی میں تر کنگھی پھیرنا، ۷۔ دعوتِ ولیمہ کرنا، ۸۔ سلام کہنا، ۹۔ مصافحہ کرنا، ۱۰۔ ضیافت قبول کرنا، ۱۱۔ چھینک حتی الامکان آہستہ سے لینا اور الحمدللہ اونچی آواز سے کہنا، ۱۲۔ بیمار پرسی عیادت۔ جبکہ مرض شدید نہ ہو، اگر بیماری شدید ہو تو بیمار پرسی فرض کفایہ ہے۔ ۱۳۔ بالوں کو تیل و خوشبو لگانا، ۱۴۔ اچھا لباس پہننا، ۱۵۔ کبھی کبھی آئینہ دیکھنا، ۱۶۔ سبز و سفید و سیاہ پوشاک افضل ہے، ۱۷۔ پاجامہ پہننا، ۱۸۔ سیاہ موزہ پہننا، ۱۹۔ صافہ میں شملہ رکھنا، ۲۰۔ نیک اور پسندیدہ کام داہنے ہاتھ سے کرنا مثلاً کھانا پینا لکھنا، قرآن مجید و دینی کتب اور دوسری اشیا لینا دینا، ناک و منھ میں پانی ڈالنا وغیرہ، ۲۱۔ ناپسندیدہ کام بائیں ہاتھ سے کرنا، مثلاً استنجا خواہ پتھر و ڈھیلے سے کرے یا پانی سے، ناک سنکنا وغیرہ، ۲۲۔ کپڑوں و لباس کا بقدر کفایت چھوٹا رکھنا کیونکہ لباس کا حاجت سے زیادہ لمبا رکھنا مکروہ ہے اور اس میں تکبر و ناز پایا جاتا ہے، ۲۳۔ جب چالیس سال کی عمر کو پہنچے تو ہاتھ میں لاٹھی (عصا) رکھنا، ۲۴۔ سوائے ممنوعہ و مکروہ

موقعوں کے ہر حال میں قبلہ کی طرف منھ کر کے بیٹھنا، ۲۵۔ عزیزوں اور دوستوں کے تحفے قبول کرنا اور ان کو اس کا بدلہ دینا، ۲۶۔ مسلمانو کی ضرورتوں میں خدا کے واسطے کوشش کرنا، ۲۷۔ صدقہ کی نیت سے حاجت سے زیادہ کسب کرنا، ۲۸۔ نیکوں، عابدوں، زاہدوں اور علماء وصلحا کی صحبت حاصل کرنا، ۲۹۔ آنکھوں میں نمازِ عشا کے بعد سرمہ لگانا، ۳۰۔ قیلولہ کرنا، ۳۱۔ علمِ طب سیکھنا، ۳۲۔ فصد کھلوانا، ۳۳۔ سفر کے لئے دن کے وقت روانہ ہونا اور ہفتہ یا جمعرات کی فجر کو سفر کرنا، ۳۴۔ بیمار کو توبہ واستغفار کرنا، رونا، صدقہ دینا اور صحت ہونے پر غسل کرنا، ۳۵۔ کھانے پینے سے پہلے بسم اللہ کہنا سنت ہے اور ہر لقمہ پر کہنا مستحب ہے، ۳۶۔ کھانے پینے کے بعد الحمد للہ کہنا سنت ہے اور ہر لقمہ کے اخیر پر مستحب ہے، ۳۷۔ کھانے سے پہلے اور بعد میں دونوں ہاتھوں کو پہنچوں تک دھونا، ۳۸۔ دائیں ہاتھ سے کھانا بلاعذر بائیں ہاتھ سے کھانا بدعت ہے)، ۳۹۔ کھانے میں آخر وقت تک دوستوں کا ساتھ دینا، ۴۰۔ کھاتے وقت جوتا اُتار کر بیٹھنا، ۴۱۔ مل کر کھانا، ۴۲۔ سہارا لگا کر یا پاؤں لٹکا کر کھانا مکروہ ہے، ۴۳۔ باوضو کھانا، ۴۴۔ جب بچی بھوک لگے تب کھانا اور جب کچھ بھوک باقی رہ جائے تو ہاتھ روک لینا، ۴۵۔ تین انگلیوں سے کھانا محض ایک انگلی سے نہ کھائے، اگر ضرورت ہو تو چوتھی اور پانچویں بھی ملا لے۔ ۴۶۔ لکڑی اور مٹی کے برتنوں میں کھانا پینا افضل ہے بہ نسبت تانبے، لوہے وغیرہ دھاتوں کے برتنوں کے، ۴۷۔ کپڑے وغیرہ کا ایک دستر خوان بچھا کر کھانا اس پر رکھنا تاکہ کھانے وغیرہ کے ریزے گر کر پاؤں سے بے ادبی نہ ہو، ۴۸۔ دعوت میں سبزیات (پھل وغیرہ) اور سرکہ حاضر کرنا، ۴۹۔ کھاتے وقت دایاں پاؤں کھڑا رکھنا اور بایاں بچھا کر بیٹھنا، ۵۰۔ کھانے کے اول وآخر نمکین چیز کھانا یا نمک چکھنا، ۵۱۔ کھانا اپنے آگے سے کھانا، ۵۲۔ کھانے کا برتن خالی ہونے پر انگلی سے چاٹنا، ۵۳۔ کھانا کھانے کے بعد انگلیوں کا اس طرح چاٹنا کہ پہلے درمیانی انگلی کو چاٹے پھر انگوٹھے کے پاس والی پھر انگوٹھا اور چار پانچ انگلیاں استعمال کی ہوں تو سب کو چاٹ لے اور ہر انگلی کو تین بار چاٹے، ۵۴۔ کھانے کے ریزوں کو کھالے پھینکے نہیں، ۵۵۔ دھونے کے بعد ہاتھوں کو نہ جھٹکے، ۵۶۔ دعوت میں جو بزرگ ہو وہ پہلے کھانا شروع کرے، ۵۷۔ صالح لوگوں کی دعوت کھانا اور ان کو کھلانا، ۵۸۔ کھانے کے بعد دانتوں کا خلال کرنا اور کلی کرنا، ۵۹۔ کھانے کے بعد کھلانے والے کے لئے دعا کرنا اور وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَطْعِمْ مَنْ اَطْعَمَنِیْ وَاسْقِ مَنْ سَقَانِیْ

اور یہ بھی زیادہ کرے

وَبَارِكْ لَهُ فِيْ مَالِهِ وَ رِزْقِهِ

یا یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ وَلِاٰكِلِهِ وَ بَارِكْ لَهُمْ فِيْمَا رَزَقْتَهُمْ وَاغْفِرْ لَهُمْ وَارْحَمْهُمْ

مکروہاتِ تحریمہ وتنزیہہ

اسلام میں بہت سے امور مکروہ تحریمی ہیں۔ مثلاً ہر وقت فضول اور لایعنی کلام یا کام کرنا، جنازے کے نزدیک یا قبرستان میں یا مصیبت زدہ یا نماز پڑھنے والے کے پاس ہنسی مذاق کرنا اور ہنسنا، دنیا کے فائدے و شہرت وریا کے لئے وعظ کہنا وغیرہ اور بہت سے امور مکروہ تنزیہی ہیں، مثلاً اندھیرے میں کھانا، مسجد میں داخل ہوتے وقت بایاں پاؤں پہلے داخل کرنا اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالنا، رات کو چراغ جلتا چھوڑنا، ان سب کی تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں۔ نیز اصلاحِ اخلاق کے متعلق کتبِ تصوف کا مطالعہ فرمائیں۔

كتاب الطهارت

طہارت کا بیان

طہارت کا بیان

نماز کی سرطوں میں پہلی شرط بدن کی طہارت یعنی بدن کا پاک ہونا ہے، اس کی دو صورتیں ہیں۔ اوّل نجاستِ حقیقی سے پاک ہونا اور وہ یہ ہے کہ جسم پر کوئی ظاہری یعنی نظر آنے والی ناپاک چیز ہو تو اس کو پانی سے دھو کر پاک کیا جائے، دوم یہ کہ اگرچہ ظاہر میں جسم پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی نہ ہو لیکن پھر بھی جسم شرعی حکم سے ناپاک ہو مثلاً کوئی شخص جنابت کی وجہ سے ناپاک ہوا اس نے اپنے جسم کی ظاہری نجاست تو دھوڈالی لیکن جب تک وہ باقاعدہ غسل نہ کرے اس وقت تک اس کا جسم ناپاک رہے گا اور اس شخص کے لئے نماز ادا کرنا اور مسجد میں داخل ہونا جائز و درست نہیں ہے، یا کوئی شخص جنبی تو نہیں ہے لیکن بے وضو ہے یعنی پیشاب و پاخانہ کے بعد استنجا تو کرلیا لیکن وضو نہیں کیا تو یہ شخص بھی شرعاً ناپاک ہے اور اسے نماز پڑھنا یا قرآن مجید کا چُھونا جائز نہیں ہے۔ ایسی نجاست کو نجاستِ حکمی کہتے ہیں یعنی وہ نجاست جو دیکھنے میں نہ آسکے بلکہ شریعت کے حکم سے ثابت ہوتی ہے، اور یہ نجاستِ حکمی دو قسم کی ہے، اول بے وضو ہونا اس کو حدثِ اصغر کہتے ہیں، دوم غسل فرض ہونا اس کو حدثِ اکبر کہتے ہیں، ان دونوں نجاستوں سے بدن کا پاک ہونا طہارت حکمی کہلاتا ہے اور جسم کا ظاہری یعنی نظر آنے والی نجاست سے پاک ہونا طہارتِ حقیقی کہلاتا ہے، طہارتِ حکمی وطہارتِ حقیقی سے بدن کا پاک ہونا نماز کے لئے شرط ہے اس کے بغیر نماز درست نہیں ہوتی۔

اب دونوں قسم کی نجاستوں سے بدن کو پاک کرنے کی تفصیل بیان ہوتی ہے، پہلے حدثِ اصغر یعنی وضو کا بیان ہوگا پھر حدثِ اکبر یعنی غسل کا، پھر ان کے لوازمات وغیرہ کا اور پھر نجاستِ حقیقیہ کا بیان ہوگا۔

وضو کا بیان

وضو کے فرائض

وضو میں چار فرض ہیں۔ ا۔ منہ دھونا، ۲۔ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا، ۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا، ۴۔ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا، ان کی تفصیل یہ ہے۔

ا۔ منہ دھونا

منہ دھونے کی حد یہ ہے کہ لمبائی میں پیشانی پر سر کے بالوں کے اُگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھونا فرض ہے، گنجان ڈاڑھی (یعنی جس کے اندر سے کھال نظر نہ آئے) کے ظاہری یعنی اوپر کے حصے کو دھونا فرض ہے، اور اگر کھال نظر آتی ہو تو اس کھال تک پانی پہنچانا فرض ہے۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا

انگوٹھی، چھلا، چوڑی، کنگن وغیرہ کے نیچے پانی پہنچانا اور اگر وہ ایسے تنگ ہوں کہ بغیر ہلائے پانی نہ پہنچ سکے تو اُن کو ہلا کر پانی پہنچانا فرض ہے، اگر کوئی چیز آٹا وغیرہ ناخنوں وغیرہ پر جما ہوا ہو تو اس کو چھڑانا بھی فرض ہے۔ آج کل ناخنوں پر رنگدار تہ (ناخن پالش) جماتے ہیں اس کی موجودگی میں وضو و غسل درست نہیں ہوگا۔

۳۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا

مسح کم از کم تین انگلیوں سے کرے، ایک یا دو انگلیوں سے جائز نہیں۔ ٹوپی یا عمامہ یا اوڑھنی یا برقعہ وغیرہ پر مسح کیا تو جائز نہیں، سر پر خضاب یا مہندی کی تہ لگی ہوئی ہو تو اس کے اوپر سے مسح جائز نہیں۔

۴۔ دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا

اگر کسی کے ہاتھ یا پیر کی انگلیاں بالکل ملی ہوئی ہوں یعنی ان میں کھلا فاصلہ نہ ہو تو ان میں

خلال کرنا فرض ہے۔ اگر اعضائے غسل یا وضو میں کوئی چکنی چیز تیل وغیرہ لگی ہوئی ہو تو اس کے اوپر سے پانی بہہ جانا شرط ہے، اندر تک اثر کرنا شرط نہیں لہٰذا اس کا وضو و غسل جائز ہے۔

فائدہ

وضو، غسل اور تیمم میں کوئی واجب نہیں ہے یعنی وہ واجب جو عمل میں فرض سے کم درجہ رکھتا ہو۔ بعض کتب میں کچھ واجب الگ لکھے ہیں مثلاً وضو کے واجبات چار لکھے ہیں۔ ۱۔ ڈاڑھی، مونچھ اور بھویں اگر قدر گنجان ہوں کہ نیچے کی کھال نظر نہ آئے تو ان بالوں کا دھونا ۲۔ کہنیوں کا دھونا ۳۔ ٹخنوں کا دھونا ۴۔ چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ لیکن دراصل وہ فرض ہی میں شامل ہیں جیسا کہ اوپر فرائضِ وضو کی تفصیل میں اُن کا بیان ہو چکا ہے اس لئے کہ عملاً وہ فرض ہی ہیں اور ان کے ترک سے وضو، غسل اور تیمم نہیں ہوتا۔

وضو کی سنتیں

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں۔ ۱۔ وضو کی نیت کرنا، نیت دل کے ساتھ ہو، زبان سے بھی کہہ لینا مستحب ہے، اس کا وقت مُنہ دھونے کے وقت یا اس سے پہلے ہے۔ نیت نماز کی ہو یا ایسی عبادت کی ہو جو بغیر وضو جائز نہ ہو، یا طہارت حاصل کرنے یا اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب کی نیت ہو۔ ۲۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا، کوئی ذکرِ الٰہی مثلاً لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وغیرہ پڑھ لے تو سنت ادا ہو جائے گی، اگر شروع میں پڑھنا بھول گیا تو جہاں یاد آئے پڑھ لینا افضل ہے، لیکن سنّت ادا نہ ہوگی۔ ۳۔ وضو شروع کرتے وقت پہلے دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک تین بار دھونا جبکہ پاک ہوں اور اگر ناپاک ہوں تو دھونا فرض ہے۔ ۴۔ مسواک کرنا (اس کی تشریح الگ آتی ہے)، ۵۔ تین بار کُلّی کرنا اور ہر دفعہ جدا پانی لینا سنت ہے اور اگر روزہ دار نہ ہو تو پانی پہنچانے میں مبالغہ کرنا یعنی غرغرہ کرنا افضل ہے۔ ایک ہی دفعہ کے پانی یعنی ایک ہی چلّو سے تین بار کلی کرنا جائز ہے۔ ۶۔ ناک میں تین بار پانی ڈالنا، ہر بار جدا پانی لے، ایک ہی چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالنا جائز نہیں، اگر روزہ دار نہ ہو تو اس میں مبالغہ کرنا یعنی ناک میں نرم حصے تک پانی پہنچانا اور ترتیب یعنی پہلے کلی کرنا پھر ناک میں پانی ڈالنا افضل ہے۔ ۷۔ ڈاڑھی کا خلال کرنا جبکہ ڈاڑھی گنجان ہو اور وہ شخص احرام کی حالت میں نہ ہو، خلال کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ٹھوڑی کے نیچے کے بالوں کی جڑوں میں ڈالے اور ڈاڑھی میں انگلیاں ڈال کر نیچے کی

جانب سے اوپر کو خلال کرے اس طرح کہ ہاتھ کی پُشت گردن کی طرف رہے یعنی انگلیوں کی پشت بالوں کے ساتھ لگے اور ہتھیلی باہر کی جانب رہے۔ بعض کے نزدیک اس کی ترکیب یہ بھی ہے کہ بالوں کے نیچے سے انگلیاں اس طرح داخل کرے کہ ہتھیلی گردن کی طرف ہو اور ہاتھ کی پشت باہر کی طرف ہو تاکہ چلو کا پانی بالوں میں داخل ہو سکے، حدیث شریف کے الفاظ سے یہی صورت متبادر ہوتی ہے۔ ۸۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا، ہاتھوں کی انگلیوں کے خلال کا طریقہ یہ ہے کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے اور پانی ٹپکتا ہوا ہو، یہی طریقہ اولیٰ ہے، دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی اس ہاتھ کی پشت پر جس کا خلال کرنا ہے رکھ کر اوپر کے ہاتھ کی انگلیاں نیچے کے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر کھینچے اور اسی طرح دوسرے ہاتھ کا خلال کرے۔ پاؤں کا خلال اس طرح کرے کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا کے ذریعہ پاؤں کی انگلیوں کے نیچے سے اوپر کو خلال کرے اور دائیں پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کر کے بائیں پاؤں کی چھنگلیاں پر ختم کرے۔ پانی میں ہاتھ یا پاؤں داخل کر دینا خلال کے لئے کافی ہے خواہ پانی جاری ہو یا نہ ہو۔ اگر انگلیاں بالکل ملی ہوئی ہوں تو خلال واجب ہے۔ ۹۔ وضو کے ہر عضو کو تین تین بار دھونا، اس طرح پر کہ ہر دفعہ کچھ بھی خشک نہ رہے یعنی ہر دفعہ پوری طرح دھونا، تین بار سے زیادہ نہ دھوئے، ۱۰۔ تمام سر کا ایک مرتبہ مسح کرنا یعنی بھیگا ہوا ہاتھ پھیرنا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو نئے پانی سے تر کر کے دونوں ہتھیلیاں اور انگلیاں اپنے سر کے اگلے حصہ یعنی پیشانی کے بالوں کی جگہ پر رکھ کر پچھلے حصہ کی طرف گدی تک اس طرح لے جائے کہ سارے سر پر ہاتھ پھر جائے پھر دونوں کانوں کا مسح ہر دو انگشتِ شہادت سے کرے، اور ایک طریقہ یہ ہے کہ دونوں انگوٹھوں اور شہادت کی دونوں انگلیوں کے علاوہ دونوں ہاتھوں کی باقی تین تین انگلیاں کے سرے ملا کر آگے سر پر رکھے اور سر کے درمیانی حصہ پر آگے کی طرف سے گدی تک کھینچے اور اس وقت دونوں ہتھیلیوں کو بھی الگ رکھے، صرف وہ چھ انگلیاں ہی لگیں پھر دونوں ہتھیلیوں سے سر کے درمیانی حصہ کو چھوڑ کر دونوں جانب کا مسح کرتے ہوئے گدی سے آگے کی جانب کھینچے پھر دونوں شہادت کی انگلیوں سے دونوں کانوں کے اندر کا اور دونوں انگوٹھوں سے دونوں کانوں کے باہر یعنی اوپر کا مسح کرے اور انگلیوں کی پُشت سے گردن کا مسح کرے جو کہ مستحب ہے، ۱۱۔ دونوں کانوں کا مسح کرنا، اسی تری سے جو سر کے مسح سے بچ جائے جائز ہے بلکہ یہی سنت ہے، اگر نیا پانی لے کر کرے تو بعض کے نزدیک بہتر ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ سنت کے خلاف ہے اس لئے نیا پانی نہ لے سر کے مسح کی تری

ہی کافی ہے، کانوں کے اندر شہادت کی دونوں انگلیوں سے اندر کی طرف سے اور کانوں کے باہر چاروں طرف دونوں انگوٹھوں کے اندر کی طرف سے مسح کرے جیسا کہ نمبر ۱۰ میں بیان ہوا ہے۔ ۱۲۔ ترتیب سے وضو کرنا، یعنی جس ترتیب سے فرائض میں بیان ہوا پس پہلے منہ دھونا پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا پھر سر کا مسح کرنا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔ ۱۳۔ وضو کے اعضا کا پے در پے دھونا، اس طرح کہ پہلا عضو خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھونے لگ جائے، خشک ہونے کا اعتبار معتدل موسم کے مطابق ہوگا، عذر کے ساتھ توقف (یعنی فاصلہ ہونا) جائز ہے مثلاً پانی ختم ہوجائے تو اس کے لئے جائے، غسل اور تیمم کا بھی یہی حکم ہے۔

وضو کے مستحبات و آداب

۱۔ وضو کے جو اعضاء دو دو ہیں اُن میں دائیں کو پہلے دھونا پھر بائیں کو، پس دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پہلے اور دائیں پاؤں کو بائیں پاؤں سے پہلے دھونا مگر دونوں کانوں کا مسح ایک ساتھ کرے، بعض علما نے دائیں طرف سے شروع کرنے کو سنتوں میں شمار کیا ہے اور یہی قوی ہے۔ ۲۔ گردن کا مسح، اور یہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کی پشت سے کرے (جیسا کہ سنتوں کے نمبر ۱۰ میں بیان ہوا) گلا (حلقوم) کا مسح نہ کرے کہ یہ بدعت ہے۔ ۳۔ پانی اندازے سے خرچ کرنا، ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا فضول خرچی اور خلافِ ادب ہے خواہ نہر و حوض وغیرہ پر ہو، اگر وقف کا پانی ہو تو گناہ و حرام ہے، اور پانی میں بہت کمی نہ کرے کہ جس سے اچھی طرح دھونے میں دقت ہو۔ ۴۔ وضو کے لئے ایک مد یعنی تقریباً ایک سیر سے کم پانی نہ ہو، ۵۔ انگوٹھی، چھلے، کڑے، چوڑیاں اور نتھ وغیرہ اگر ڈھیلی ہوں، اُن کو حرکت دے کر ان کے نیچے پانی پہنچانا، لیکن اگر تنگ ہوں تو ان کے نیچے پانی پہنچانے کے لئے حرکت دینا فرض ہے۔ ۶۔ وضو خود کرنا، بلا عذر کسی دوسرے کی مدد نہ لینا، (اگر کوئی شخص خود اپنی مرضی سے مدد دے اور وضو کرنے والا اعضاء کو خود دھوئے تو بلا عذر بھی مضائقہ نہیں)، ۷۔ وضو کرتے وقت بلا ضرورت دنیاوی باتیں نہ کرنا، ۸۔ دائیں ہاتھ میں پانی لے کر کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا، ۹۔ منہ پر پانی آہستہ (نرمی) سے ڈالنا، طمانچہ سا نہ مارے، ۱۰۔ اعضا کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا، ۱۱۔ کانوں کے مسح کے وقت کانوں کے سوراخ میں چھوٹی انگلی کا سر بھگو کر ڈالنا، ۱۲۔ ہمیشہ اور خاص طور پر سردیوں میں ہاتھ اور پیروں کو دھوتے وقت پہلے گیلے ہاتھ سے ان کو ملنا تاکہ دھوتے وقت اچھی طرح اور آسانی

سے ہر جگہ پانی پہنچ جائے، ۱۳۔ مستعمل پانی سے کپڑوں کو بچا کر رکھنا، ۱۴۔ نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا جبکہ معذور نہ ہو، ۱۵۔ وضو کے وقت قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا، ۱۶۔ اونچی اور پاک جگہ بیٹھنا، ۱۷۔ اطمینان سے وضو کرنا اور اعضا کے دھونے اور خلال وغیرہ کو پوری طرح ادا کرنا، اتنی جلدی نہ کرے کہ کوئی مستحب ترک ہو جائے، ۱۸۔ وضو کے برتن کو پکڑنے کی جگہ سے تین بار دھونا، ۱۹۔ منہ دھوتے وقت اوپر سے نیچے کو پانی ڈالے اور ہاتھ پیروں پر انگلیوں کی طرف سے ڈالے، سر کا مسح اگلے حصے کی طرف سے شروع کرے، ۲۰۔ پاؤں پر پانی دائیں ہاتھ سے ڈالنا اور بائیں ہاتھ سے ملنا، ۲۱۔ اعضا کو جہاں تک دھونا فرض یا واجب ہے اس سے کچھ زائد دھونا، ۲۲۔ جس کپڑے سے استنجا کے مقام کو پونچھا ہو اس سے اعضائے وضو کو نہ پونچھنا، ۲۳۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا، ۲۴۔ وضو کے وقت اگر برتن چھوٹا ہو جیسے لوٹا وغیرہ تو بائیں طرف رکھے اور اگر بڑا ہو جیسے ٹب وغیرہ تو دائیں طرف رکھے اور ہاتھ ڈال کر چلو سے پانی لے، ۲۵۔ ہاتھوں کو نہ جھاڑنا، ۲۶۔ نماز کے لئے وضو کی نیت کرنا اور نیت دل اور زبان دونوں سے کرنا، ۲۷۔ ہر عضو کے دھوتے وقت بسم اللہ، درود شریف، کلمۂ شہادت اور حدیثوں میں آئی ہوئی دیگر دعائیں پڑھنا، نیتِ وضو بھی نمبر ہے، ۲۸۔ وضو کا بچا ہوا پانی قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینا، ۲۹۔ وضو کے بعد دو رکعت تحیۃ الوضو پڑھنا، ۳۰۔ وضو کے بعد درود شریف و کلمۂ شہادت اور یہ دعا پڑھنا۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ

۳۱۔ اعضائے وضو کو نہ پونچھنا جبکہ اس کی ضرورت نہ ہو اور جب پونچھے تو کچھ نمی باقی رہنے دے، ۳۲۔ وضو کے بعد میانی (یعنی پیشاب گاہ سے لگنے والا کپڑے) پر پانی چھڑک لینا، ۳۳۔ جب وضو کر چکے تو دوسری نماز کے وضو کے لئے پانی بھر کر رکھنا، نیز نماز کا وقت آنے سے پہلے ہی وضو و نماز کا سامان اور تیاری کرنا۔

مکروہاتِ وضو

اصول یہ ہے کہ جو چیزیں مستحب ہیں اُن کے خلاف کرنا مکروہ ہے اسی طرح جو چیزیں مکروہ ہیں ان سے بچنا مستحب ہے، کچھ مشہور مکروہات درج ذیل ہیں۔

۱۔ ناپک جگہ پر وضو کرنا یا ناپاک جگہ وضو کا پانی ڈالنا، ۲۔ کلی کے لئے بائیں ہاتھ سے منہ میں

پانی لینا،۳۔ بائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالنا،۴۔ بلاعذر دائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا یا استنجا کرنا،۵۔ منہ پر سختی سے یعنی طمانچہ کی طرح پانی مارنا،۶۔ پانی اسقدر کم خرچ کرنا کہ مستحب طریقہ پر وضوادا نہ ہو،۷۔ پانی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا،۸۔ تین بار سے زیادہ اعضا کو دھونا،۹۔ تین بار نیا پانی لے کر مسح کرنا،۱۰۔ وضو کے اعضا کے علاوہ کسی اور عضو کو بلاضرورت دھونا،۱۱۔ وضو کرنے میں بلاضرورت دنیاوی باتیں کرنا،۱۲۔ وضو کے بعد ہاتھوں کا پانی جھٹکنا،۱۳۔ مسجد میں اپنے لئے کسی برتن کو خاص کر لینا،۱۴۔ عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا،۱۵۔ وضو کے پانی میں تھوکنا یا ناک صاف کرنا خواہ وہ پانی جاری ہو،۱۶۔ مسجد کے اندر وضو کرنا،۱۷۔ لوٹے میں یا کپڑوں وغیرہ پر اعضائے وضو سے قطرے ٹپکانا،۱۸۔ بلاعذر ایک ہاتھ سے منہ دھونا،۱۹۔ گلے (حلقوم) کا مسح کرنا،۲۰۔ دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا،۲۱۔ استنجے کا پانی خشک کرنے کے کپڑے سے وضو کے اعضا کو پونچھنا،۲۲۔ ہونٹ یا آنکھیں زور سے بند کرنا،۲۳۔ وضو کے لئے بلاعذر کسی دوسرے سے مدد لینا،۲۴۔ سنت طریقے کے خلاف وضو کرنا وغیرہ بہت سے مکروہات ہیں۔

وضو کا مسنون و مستحب طریقہ

جب وضو کرنے کا ارادہ ہو تو وضو کے لئے مٹی کے کسی پاک صاف برتن میں پاک پانی لے کر پاک و صاف اونچی جگہ پر بیٹھے (اگر تانبے پیتل وغیرہ کا برتن ہو تب بھی مضائقہ نہیں مگر تانبے کا برتن قلعی دار ہو) قبلے کی طرف منہ کر کے بیٹھے تو اچھا ہے اور اگر اس کا موقع نہ ہو تو کچھ حرج نہیں، آستین کہنیوں سے اوپر تک چڑھا لے اور دل میں یہ نیت کرے کہ میں یہ وضو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور ثواب و عبادت کے لئے کرتا ہوں محض بدن کا صاف کرنا اور منہ کا دھونا مقصود نہیں ہے، نیت زبان سے بھی کہہ لے اور یہی ارادہ و نیت ہر عضو کے دھوتے وقت یا مسح کرتے وقت حاضر رہے۔ وضو شروع کرتے وقت بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہے اور دائیں چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو کلائی تک مل کر دھوئے اس طرح تین بار کرے پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر کلی کرے پھر مسواک کرے، مسواک نہ ہو تو انگلی سے دانت مل لے، پھر دو کلیاں اور کر لے، تا کہ تین پوری ہو جائیں زیادہ نہ کرے، اگر روزہ دار نہ ہو تو اُسی پانی سے غرغرہ بھی کرے یعنی کلی میں مبالغہ کر لے اور اگر روزہ دار ہو تو مبالغہ نہ کرے، پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے، اگر روزہ دار نہ ہو تو اس میں مبالغہ کرے یعنی نتھنوں کی جڑوں تک پانی پہنچائے،

اور اگر روزہ دار ہو تو نرم گوشت سے اوپر نہ چڑھائے، بائیں ہاتھ کی چھنگلیا نتھنوں میں پھیرے اور بائیں ہاتھ سے ہی ناک صاف کرے، تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ہر بار نیا پانی لے، پھر دونوں ہاتھوں میں پانی لے یا ایک چلو میں پانی لے کر پھر دوسرے کا سہارا لگا لے اور دونوں ہاتھوں سے ماتھے کے اوپر سے نیچے کو پانی ڈالے، پانی نرمی سے ڈالے طمانچہ سا نہ مارے اور تمام منہ کو مل کر دھوئے، پیشانی یعنی سر کے بالوں کی ابتدا سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک سب جگہ پانی پہنچ جائے، دونوں ابروؤں اور مونچھوں کے نیچے بھی پانی پہنچ جائے کوئی جگہ بال برابر بھی خشک نہ رہے، اگر احرام باندھے ہوئے نہ ہو تو ڈاڑھی کا خلال کرے پھر دو دفعہ اور پانی لے کر منہ کو اُسی طرح دھوئے اور ڈاڑھی کا خلال کرے تاکہ تین بار پورا ہو جائے اس سے زیادہ نہ دھوئے، پھر یہ گیلے ہاتھ سے دونوں ہاتھوں کی کہنیوں تک ملے خصوصاً سردیوں میں اور پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر ہر ایک ہاتھ پر تین تین دفعہ پانی ڈالے یعنی پہلے دائیں ہاتھ پر اور پھر بائیں ہاتھ پر کہنیوں سمیت پانی ڈالے اور مل کر دھوئے کہ بال برابر بھی کوئی جگہ خشک نہ رہنے پائے، انگوٹھی، چھلا، آرسی، کنگھن اور چوڑی وغیرہ کو حرکت دے، اگرچہ ڈھیلی ہوں۔ منہ دھوتے وقت عورت اپنی نتھ (ناک کے زیور) کو بھی حرکت دے، انگلیوں کا خلال کرے اس طرح کہ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے اور پانی ٹپکتا ہوا ہو، پھر دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر دونوں ہاتھوں کو تر کرے اور ایک مرتبہ پورے سر کا مسح کرے پھر کانوں کا مسح کرے، کلمہ کی انگلی سے کان کے اندر کی طرف اور انگوٹھے سے باہر کی طرف اور دونوں چھنگلیاں دونوں کانوں کے سوراخ میں ڈالے پھر انگلیوں کی پشت کی طرف سے گردن کا مسح کرے لیکن گلے (حلقوم) کا مسح نہ کرے، مسح صرف ایک مرتبہ کرنا چاہئے، پھر دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین مرتبہ دھوئے یعنی دائیں ہاتھ سے پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے پہلے دایاں پاؤں ٹخنے سمیت تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے نیچے سے اوپر کو کرے، پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور اس کے انگوٹھے پر ختم کرے پھر اسی طرح دائیں ہاتھ سے پانی ڈال کر بائیں ہاتھ سے بایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئے اور ہر بار اس کی انگلیوں کو بھی اسی طرح خلال کرے اور اس کے انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کرے۔ ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت بسم اللہ اور کلمۂ شہادت اور مسنونہ دعائیں پڑھے اگر وضو سے کچھ پانی بچ جائے تو قبلہ رخ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پی لے اور پھر بسم اللہ اور کلمہ شہادت پڑھ کر یہ دعا

پڑھے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ الخ اور سورۃ القدر اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ الخ پڑھے اور درود شریف دس مرتبہ پڑھے اس کے بعد اگر نماز کا مکروہ وقت نہ ہو تو دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھے۔

ادعیہ ماثورہ وضو

جب وضو شروع کرے تو کہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَآءِ طَھُوْرًا یا یوں کہے بِسْمِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْکُفْرُ بَاطِلٌ کلی کرتے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَ ذِکْرِكَ وَشُکْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ ناک میں پانی ڈالتے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَآئِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَۃَ النَّارِ منہ دھوتے وقت کہے اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ دایاں ہاتھ دھوتے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا جب بایاں ہاتھ دھوئے تو کہے اَللّٰھُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَآءِ ظَھْرِیْ وَلَا تُحَاسِبْنِیْ حِسَابًا عَسِیْرًا سر کے مسح کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّ عَرْشِكَ، کانوں کے مسح کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ گردن کے مسح کے وقت کہے اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ جب دایاں پاؤں دھوئے تو کہے اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْ قَدَمَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ اور جب بایاں پاؤں دھوئے تو کہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّ سَعْیِیْ مَشْکُوْرًا وَتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ ط وضو کے درمیان میں پڑھے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَ وَسِّعْ لِیْ فِیْ دَارِیْ وَبَارِكْ لِیْ رِزْقِیْ۔ ہر عضو کے دھوتے اور سر کا مسح کرتے وقت کلمہ شہادت بھی پڑھے یعنی یوں کہے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وضو سے فارغ ہو کر آسمان کی طرف نظر کرے اور کہے سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْكَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِكَ الصَّالِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ○ط

مسواک کا بیان

مسواک کی فضیلت

وضو میں ایک سنت مسواک کرنا بھی ہے یہ سنت مؤکدہ ہے اس کا بہت بڑا ثواب ہے، حدیثِ پاک میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

لَوْ لَآ اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَ مَرْ تُھُمْ بِالسِّوَاکِ مَعَ کُلِّ وُضُوْءٍ (مؤطا امام مالکؒ)

اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہوتا کہ میری امت مشقت اور تنگی میں پڑ جائے گی تو میں ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اور حدیث میں ہے!

اَلسِّوَا کُ مُطَھِّرَۃٌ لِلْفَمِ وَمَرْ ضَاۃٌ لِّلرَّبِّ (مسلم)

مسواک کرنا منہ کی صفائی اور پروردگارِ عالم کی خوشنودی کا سبب ہے،

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ بے مسواک والی نماز سے ستر درجہ افضل ہے۔ بعض صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ وہ مسواک قلم کی طرح اپنے کان پر لگائے رکھتے تھے۔

مسواک کے فوائد

علمائے کرام نے مسواک کے اہتمام میں تقریباً ستر ۷۰ فائدے لکھے ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں۔ ۱۔ منہ کو صاف کرتی ہے، ۲۔ فصاحت میں اضافہ کرتی ہے، ۳۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کا سبب ہے، ۴۔ شیطان کو غصہ دلاتی ہے، ۵۔ نیکیوں کو زیادہ کرتی ہے، ۶۔ مسواک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اور فرشتے محبوب رکھتے ہیں، ۷۔ نماز کے ثواب کو بڑھاتی ہے، ۸۔ پل صراط پر چلنا آسان ہو جائے گا، ۹۔ مسوڑھوں، دانتوں اور معدے کو قوت دیتی ہے اور دانتوں کو سفید کرتی ہے، ۱۰۔ بلغم کو قطع کرتی ہے، ۱۱۔ کھانے کو ہضم کرتی ہے، ۱۲۔ منہ میں خوشبو پیدا کرتی ہے۔ ۱۳۔ صفرا کو دور کرتی ہے، ۱۴۔ ریح نکلنے کو آسان کرتی ہے، ۱۵۔ بڑھاپا دیر میں آتا ہے، ۱۶۔ موت کے سوا ہر مرض کی شفا ہے، ۱۷۔ سر کے رگوں پٹھوں کو اور دانتوں کے درد کو سکون دیتی ہے، ۱۸۔ نگاہ کو تیز کرتی ہے، ۱۹۔ منہ کی بدبو دور کرتی ہے وغیرہ اور ان سب باتوں کے علاوہ ایک مسلمان کے لئے سب سے

بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ایک سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جس کی ہر مسلمان کو آرزو ہوتی ہے کہ مرتے وقت کلمہ پڑھنا نصیب ہوتا ہے۔

مسواک کے مستحبات وطریقہ

مسواک کسی کڑوے درخت کی جڑ یا لکڑی کی ہونی چاہئے، جیسے پیلو کی جڑ یا نیم وکیکر وپھلاہی وغیرہ کی شاخ کی ہو، زہریلے درخت کی نہ ہو، چھنگلیا کے برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو، انگوٹھے سے زیادہ موٹی اور بالشت سے زیادہ لمبی نہ ہو، اتنی چھوٹی بھی نہ ہو کہ اس کا کرنا دشوار ہو جائے۔ مسواک نہ بہت نرم ہو نہ سخت درمیانے درجے کی ہو، سیدھی ہو گرہ دار نہ ہو۔ دائیں ہاتھ میں اس طرح پکڑنا مستحب ہے کہ چھنگلیاں نیچے اور انگوٹھا برابر میں اور باقی تین انگلیاں اوپر رہیں۔ مٹھی باندھ کر نہ پکڑیں تین مرتبہ مسواک کرنا اور ہر مرتبہ نیا پانی لینا چاہئے، اول اوپر کے دانتوں پر داہنی طرف سے ملتے ہوئے بائیں طرف لے جائیں اور پھر اسی طرح نیچے کے دانتوں میں ملیں، اس طرح تین بار کریں اور ہر بار دھولیں، زبان اور تالو بھی صاف کریں، مسواک کو دانتوں کی چوڑائی کے رخ پھرائیں یعنی منہ کی لمبائی میں پھرائیں، دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو نہ ملیں کیونکہ اس سے مسوڑھوں کی جڑوں کے چھلنے اور خون نکلنے کا اندیشہ ہے، مسواک کو دھوکر شروع کریں اور استعمال کے بعد دھوکر دیوار وغیرہ کے ساتھ اس طرح کھڑی رکھیں کہ ریشہ کی جانب اوپر ہو، یوں ہی لٹا کر نہ رکھیں مسواک کا وقت وضو سے پہلے یا کلی کے وقت ہے، اگر لکڑی کی مسواک نہ ملے تو دائیں ہاتھ کی انگشتِ شہادت سے دانتوں کو ملنا مستحب ہے یا موٹے کپڑے سے دانت صاف کرلیں کہ سب میل کچیل جاتا رہے۔

مکروہاتِ مسواک

۱۔ لیٹ کر مسواک کرنا (اس سے تلی بڑھتی ہے)، ۲۔ مٹھی سے پکڑنا (اس سے بواسیر ہو جاتی ہے)، ۳۔ مسواک کو چوسنا، (اس سے بینائی جانے کا اندیشہ ہے)، ۴۔ مسواک کو زمین پر ایسے ہی یعنی لٹا کر رکھنا (اس سے جنون کا اندیشہ ہے اس لئے کھڑی رکھے اور ریشہ اوپر کی جانب ہو)، ۵۔ فراغت کے بعد مسواک کا نہ دھونا، ۶۔ انار یا ریحان یا بانس یا میوہ دار یا خوشبودار درخت کی لکڑی سے کرنا، ۷۔ مسواک دانتوں کے طول میں یعنی اوپر سے نیچے کو کرنا۔

مسواک کا حکم

مسواک وضو کی سنت ہے نہ کہ نماز کی پس جب مسواک کے ساتھ وضو کیا تو اس وضو سے جتنی نمازیں پڑھے گا ہر نماز کا ثواب مسواک کے وضو والی نماز کا ہوگا۔

مندرجہ ذیل اوقات میں مسواک کرنا مستحب ہے۔

۱۔ دیر تک وضو نہ کرنے کی وجہ سے منہ کی بو بدل جائے تو مسواک کرنا، ۲۔ اگر وضو کے وقت مسواک کرنا بھول جائے تو نماز کے وقت مسواک کرنا، ۳۔ وضو کے ساتھ مسواک کرنے کے باوجود ہر نماز کے وقت مسواک کرنا، ۴۔ سو کر اٹھنے کے بعد، ۵۔ دانتوں پر زردی آ جانے کے وقت مسواک کرنا وغیرہ۔

اقسامِ وضو

۱۔ فرض

۱۔ یہ ہر نماز کے لئے ہے خواہ نماز فرض ہو یا واجب یا سنت و نفل ہو، ۲۔ سجدۂ تلاوت کے لئے، ۳۔ قرآن شریف کو بلا غلاف چھونے کے لئے، ۴۔ نمازِ جنازہ کے لئے۔

۲۔ واجب:

یہ کعبۂ مکرمہ کے طواف کے لئے ہے۔

۳۔ سنت:

یہ سوتے وقت کے لئے ہے بعض نے کہا کہ اگر وضو نہ کرے تو تیمم کر کے سو جائے۔

۴۔ مستحب

یہ مواقع بکثرت ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں۔ ۱۔ ہر وقت باوضو رہنے کے لئے، ۲۔ نماز کے باہر قہقہے کے بعد، ۳۔ غیبت و برے کلام کے بعد، ۴۔ وضو کے ہوتے ہوئے وضو کرنا، ۵۔ عالم کی زیارت کے لئے، ۶۔ کھانا کھانے کے لئے، ۷۔ غسل میت کے لئے، ۸۔ میت کو غسل دینے کے بعد، ۹۔ زیارتِ قبور کے لئے، ۱۰۔ اذان و تکبیر کہنے کے لئے، ۱۱۔ علم دین کی تعلیم کے وقت،

۱۲۔ دین کی کتابیں چھوتے وقت، ۱۳۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے وقت، ۱۴۔ روضۂ اطہر کی زیارت کے لئے، ۱۵۔ حیض ونفاس والی عورت کو ہر نماز کے وقت۔

جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے اور جن سے وضو نہیں ٹوٹتا

جن چیزوں سے وضوٹوٹ جاتا ہے وہ دو قسم کی ہیں۔

۱۔ جو انسان کے جسم سے نکلیں۔ جیسے پیشاب، پاخانہ، ریح وغیرہ۔

۲۔ جو انسان پر طاری ہو جیسے بیہوشی، نیند وغیرہ۔

جسم انسانی سے نکلنے والی چیزوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جو پیشاب یا پاخانے کے راستے سے نکلے، ۲۔ جو باقی جسم کے کسی مقام سے نکلے جیسے قے، خون وغیرہ۔ پیشاب و پاخانے کے راستے سے نکلنے والی چیزیں خواہ ناپاک ہوں جیسے پیشاب، پاخانہ، ریح، ودی، مذی، منی وغیرہ، یا پاک ہوں جیسے کیڑا، پتھری، کنکر وغیرہ، اور خواہ وہ چیز تھوڑی ہو یا بہت ہر حال میں وضوٹوٹ جاتا ہے، پاخانے کے راستے سے جو کچھ اندر داخل کرے مثلاً دوائی یا کچھ اور لکڑی انگلی وغیرہ پھر وہ واپس نکل آئے تو وضوٹوٹ جاتا ہے اگرچہ تمام اندر نہ جائے سوراخ ذکر میں دوائی وغیرہ داخل کرنے سے اس کے واپس نکلنے پر وضو نہیں ٹوٹتا۔

ان دو راستوں کے علاوہ جسم کے باقی حصے کے کسی مقام سے کچھ نکلنے اس کی یہ صورتیں ہیں۔

۱۔ کوئی ناپاک چیز نکلے اور جسم پر بہے مثلاً خون یا کچ لہو یا پیپ وغیرہ تو وضوٹوٹ جاتا ہے خواہ تھوڑی سی بہے۔ ۲۔ اگر آنکھ میں خون نکل کر آنکھ کے اندر ہی بہا اور باہر نہیں نکلا تو وضو نہیں ٹوٹا کیونکہ آنکھ کے اندر کا حصہ نہ وضو میں دھونا فرض ہے نہ غسل میں، اور اگر باہر نکل کر بہا تو وضوٹوٹ جائے گا، ۳۔ قے میں اگر پت یا خون یا کھانا یا پانی منہ بھر کر نکلے تو وضوٹوٹ جائے گا اگر منہ بھر سے کم ہو تو نہیں ٹوٹے گا۔ منہ بھر وہ ہے جو بغیر مشقت نہ رک سکے، اگر خالص بلغم نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا خواہ منہ بھر ہی ہو، اگر ایک متلی سے کئی بار تھوڑی تھوڑی قے ہوئی لیکن اس کا مجموعہ اس قدر ہے کہ منہ بھر ہو جائے تو وضوٹوٹ جائے گا اور اگر تھوڑی تھوڑی قے ہر دفعہ پہلی متلی دور ہونے کے بعد دوبارہ نئی متلی سے ہوئی تو جمع نہ کریں گے اور وضو نہیں ٹوٹے گا، قے اگر منہ بھر کر نہ ہو تو ناپاک نہیں ہے۔ ۴۔ منہ یا دانتوں سے خون تھوک کے ساتھ مل کر آئے تو اگر خون غالب ہے یا برابر ہے تو وضو جاتا رہا اور کم ہے تو نہیں ٹوٹا، غلبے میں سرخ رنگ کا اعتبار ہے پیلا ہونا مفسد نہیں، ۵۔ اگر زخم پر

خون ظاہر ہوا اور اسے انگلی یا کپڑے سے پونچھ لیا پھر ظاہر ہوا پھر پونچھ لیا کئی بار ایسا کیا اگر یہ سب دفعہ کا خون مل کر اتنا ہو جاتا ہو کہ بہہ جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں، ۶۔ بدن میں کسی جگہ پھنسی ہے اس سے خون یا پیپ کا دھبہ کپڑے پر لگ جائے تو اگر وہ اتنا ہے کہ بہنے کے لائق نہیں ہے صرف کپڑے پر دھبہ آ جاتا ہے تو وہ کپڑا پاک ہے لیکن پھر بھی دھوڈالنا بہتر ہے، ۷۔ اگر آنکھ یا کان یا چھاتی یا ناف یا کسی حصہ جسم سے درد کے ساتھ پانی باہر نکلا تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، اگر بغیر درد کے نکلے تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اگر آنکھ نہ دکھتی ہو، نہ اس میں کھٹک ہوتی ہو اور محض نزلہ کی وجہ سے یا یونہی پانی بہے یا آنسو نکل آئے تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ ۸۔ اگر جما ہوا خون مسور کے دانے کے برابر ناک صاف کرتے وقت نکلے تو وضو باقی رہا، ۹۔ چھوٹی چچڑی، مچھر، پسو اور مکھی وغیرہ کے خون چوسنے سے وضو نہیں جاتا کیونکہ یہ بہت تھوڑی مقدار میں خون پیتے ہیں جو بہنے کے لائق نہیں ہوتا، ۱۰۔ بڑی چچڑی اور جونک اگر لہو کو چوس کر پر ہو جائے یعنی اتنا خون پی لے کہ اگر اس خون کو جسم پر چھوڑا جائے تو بہہ نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا اگرچہ اس کے چھڑانے کے بعد اس کے کاٹے ہوئے زخم سے خون نہ بہے کیونکہ جونک اور بڑی چچڑی اتنا خون پی جاتی ہے کہ اگر وہ بدن سے نکل کر اس کے پیٹ میں نہ جاتا تو یقیناً بہہ جاتا اور اگر اتنا خون نہیں پیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

۲۔ وضو توڑنے والی دوسری قسم یعنی جو انسان پر طاری ہوتی ہے اس کی یہ صورتیں ہیں۔

۱۔ نیند، لیٹ کر سونا خواہ چت ہو یا پٹ یا کروٹ پر ہو یا تکیہ وغیرہ کے سہارے سے ہو یا کسی اور ایسی شکل پر ہو جس سے سرین زمین سے جدا ہو جائیں یا صرف ایک سرین پر سہارا دے کر سو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر۔ سہارے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سہارا ہٹا لیا جائے تو وہ گر پڑے اور سرین زمین سے جدا ہو جائے اور اگر بغیر سہارا لئے کھڑے کھڑے یا بغیر سہارا لگائے بیٹھ کر سو جائے یا نماز کی کسی ہیئت پر جو مردوں کے لئے مسنون ہے مثلاً سجدے یا قعدے میں مسنونہ ہیئت پر سو گیا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ اگر دونوں سرین پر بیٹھا ہے، گھٹنے کھڑے ہیں، ہاتھ پنڈلیوں پر لپٹے ہوئے ہیں اور سر گھٹنوں میں ہے تو اس حالت میں سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

فائدہ

انبیا علیہم السلام کا وضو نیند سے نہیں ٹوٹتا خواہ کسی ہیئت پر سوئیں یہ ان کی خصوصیت اور خاص فضیلت تھی۔

۲۔ بیہوشی، خواہ بیماری یا کسی اور وجہ سے ہو مثلاً غشی، جنون، مرگی اور نشہ وغیرہ سے بیہوش ہو جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ تھوڑی دیر ہی ہو اُس کی حد یہ ہے کہ اس کے پاؤں میں لغزش آ جائے۔

۳۔ نماز کے اندر قہقہہ مارنا یعنی اس طرح کھلکھلا کر ہنسنا کہ اس کے برابر والے سن لیں، قہقہہ والے کی وضو اور نماز دونوں کو توڑتا ہے خواہ عمداً ہو یا سہواً، اگر نماز کے باہر قہقہہ سے ہنسے تو وضو نہیں ٹوٹتا۔ نماز میں قہقہہ سے وضو ٹوٹنے کے لئے تین شرطیں ہیں۔ اوّل جاگتے میں ہو، پس اگر نماز میں سو گیا اور سوتے میں قہقہہ مار کر ہنسا تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن اس کی نماز ٹوٹ جائے گی اسی پر فتویٰ ہے۔

دوم: وہ شخص بالغ مرد ہو یا عورت ہو پس نابالغ کے قہقہے سے اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا لیکن اس کی نماز ٹوٹ جائے گی، اسی پر فتویٰ ہے۔

سوم: وہ نماز رکوع و سجدہ والی ہو، پس نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت جو نماز سے باہر کیا جائے تو ان میں قہقہے سے وضو نہیں ٹوٹے گا صرف نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت باطل ہو جائیں گے۔

۴۔ نماز میں تبسم و ضحک یعنی خفیف ہنسی سے وضو نہیں ٹوٹتا، ضحک یعنی ایسی ہنسی جس کی آواز خود سن سکے اور پاس والے لوگ نہ سن سکیں اس سے نماز ٹوٹ جائے گی، وضو نہیں ٹوٹے گا اور تبسم یعنی بغیر آواز کے مسکرانا اس سے نہ وضو ٹوٹے گا نہ نماز جائے گی۔

۵۔ مباشرتِ فاحشہ یعنی عورت و مرد کی شرمگاہوں کا اس طرح ملنا کہ ننگے ہوں اور شہوت سے استادگی ہو جائے اور دونوں کی شرمگاہیں مل جائیں خواہ کچھ نکلے یا نہ نکلے وضو ٹوٹ جائے گا اور ہاتھ لگانے سے اگر مرد یا عورت کو آگے کی راہ سے پانی آ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے ورنہ نہیں۔

۶۔ شک، اگر وضو کرتے وقت کسی عضو کے نہ دھونے کا شک پہلی دفعہ ہو تو اس کو دھونا فرض ہے اور اگر بار بار ایسا ہوتا ہے تو اس شک کا اعتبار نہ کرے۔

۷۔ اپنے یا کسی دوسرے شخص کے ستر پر قصداً یا بلا قصد نظر پڑنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن قصداً ایسا کرنا گناہ ہے۔

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ اگر وضو کی نیت نہ کی مثلاً کوئی شخص دریا میں گر گیا یا بارش میں کھڑا رہا اور تمام اعضاءِ وضو پر پانی بہہ گیا تو وضو ہو جائے گا یعنی اس سے نماز پڑھ لینا جائز ہے لیکن وضو کی نیت نہ کرنے کی وجہ سے وضو کا ثواب نہیں ملے گا۔ ۲۔ جب وضو ہونے کی حالت میں نیا وضو کرے تو یہ نیت کرے کہ وضو پر وضو

کرنے کی فضیلت وثواب حاصل کرنے کے لئے وضو کرتا ہوں۔۳۔ دھونے کی حد یعنی جسے دھونا کہہ سکیں یہ ہے کہ پانی عضو پر بہہ کر ایک دو قطرے ٹپک جائیں، یہ دھونے کی ادنیٰ مقدار ہے اس سے کم کو دھونا نہیں کہتے۔ پس اگر ہاتھ بھگو کر منہ پر پھیر لیا یا اسقدر تھوڑا پانی منہ وغیرہ پر ڈالا کہ وہ مُنھ وغیرہ پر ہی رہ گیا ٹپکا نہیں تو اس کا وضو صحیح نہیں ہوگا۔۴۔ جن اعضا کا دھونا وضو میں فرض ہے اُن کا ایک مرتبہ دھونا فرض ہے اور اس سے زیادہ یعنی مزید دو دفعہ دھونا سنت ہے۔ تا کہ یہ مل کر تین دفعہ ہو جائے اور تین مرتبہ سے زیادہ دھونا ناجائز و مکروہ ہے۔۵۔ جن اعضا کا دھونا فرض ہے ان میں سے ایک بال بھر بھی خشک رہ جائے تو وضو درست نہ ہوگا۔۶۔ اگر کسی شخص کے ہاتھ یا پیر میں چھ انگلیاں ہوں تو چھٹی انگلی کا دھونا بھی فرض ہے۔ اور اسی طرح جو چیز کہ زیادہ پیدا ہو جائے اور وہ اس مقام کے اندر ہو جس کا دھونا فرض ہے تو اس زائد کا دھونا بھی فرض ہو جاتا ہے۔۷۔ اگر ننگے سر پر بارش کی بوندیں پڑ گئیں اور سوکھا ہاتھ پھیر لیا اور ہاتھ سے بارش کا پانی سر پر پھیل گیا تو مسح ادا ہو گیا۔۸۔ وضو میں آنکھوں، ناک اور منہ کے اندر کا حصہ دھونا فرض نہیں ہے۔۹۔ اگر وضو کرنے کے بعد سر منڈایا یا ناخن کتروائے تو سر کا دوبارہ مسح کرنا یا ناخنوں کو دھونا ضروری نہیں ہے۔۱۰۔ اگر کسی شخص کا ہاتھ کہنی کے نیچے سے کٹا ہوا ہو تو اس باقی ہاتھ اور کہنی کا دھونا فرض ہے اور اگر صرف کہنی باقی ہو تو اس کا دھونا بھی فرض ہے۔

غسل کا بیان

فرائضِ غسل

غسل میں تین فرض ہیں۔ ۱۔ کلی کرنا، ۲۔ ناک میں پانی ڈالنا، ۳۔ سارے بدن کا ایک بار دھونا، کلی و ناک میں پانی ڈالنے کی حد وضو میں بیان ہو چکی، اگر دانتوں میں یا ان کے خلا میں کھانا وغیرہ کچھ باقی رہا یا اس کے ناک میں تر رینٹھ ہے اور اس کی جگہ یقیناً پانی نہیں پہنچا تو غسل نہیں ہوا۔ اگر عورت کے سر کے بال گندے ہوئے ہوں اور بغیر کھولے پانی نہیں پہنچ سکتا تو کھول کر پانی پہنچانا فرض ہے، پہنے ہوئے زیورات کو حرکت دینا واجب ہے جبکہ تنگ ہوں، ناف کے سوراخ میں پانی پہنچانا واجب ہے۔

فائدہ

وضو کی طرح غسل میں بھی کوئی فعل واجب نہیں ہے یعنی وہ واجب جو فرض سے کم درجہ کا ہو

اور یہ واجب کی ضعف وادنیٰ قسم ہے، اس کے ادا نہ ہونے سے وضو و غسل کا جواز فوت نہیں ہوتا۔ بعض کتب میں لکھا ہے کہ غسل میں صرف ایک فرض ہے اور وہ سارے بدن کا ایک بار دھونا ہے اور باقی امور جن کو ہم نے فرائضِ غسل میں بیان کیا ہے یعنی کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا وغیرہ انہوں نے واجبات میں شمار کیا ہے تو یہ وہ واجبات ہیں جو عمل میں فرض کے ہم معنی ہیں یعنی فرضِ عملی ہیں، کیونکہ ان میں سے کسی فعل کے ادا نہ ہونے سے غسل صحیح و جائز نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عام کتب میں ان کو فرائضِ غسل میں شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ وضو اور غسل میں کوئی واجب نہیں ہے۔

غسل کی سنتیں

۱۔ غسل کرنے یا ناپاکی دور کرنے یا پاکی حاصل ہونے یا نماز جائز ہو جانے کی نیت دل سے کرنا اور زبان سے کہہ لینا بھی بہتر ہے۔ ۲۔ کپڑے اُتارنے سے پہلے بسم اللہ الخ پڑھنا، ۳۔ دونوں ہاتھ کلائی تک تین بار دھونا، ۴۔ استنجا کرنا یعنی پیشاب و پاخانہ کے مقام کو دھونا، ۵۔ اگر جسم پر کہیں نجاست لگی ہو اس کو دھونا، ۶۔ نماز کی طرح وضو کرنا، اس میں مسواک کرنا اور ہاتھوں پیروں اور ڈاڑھی کا خلال کرنا، اگر غسل سے پہلے وضو نہیں کیا تو غسل کے اندر وضو بھی ادا ہو گیا پھر وضو کرنے کی ضرورت نہیں۔ ۷۔ سارا جسم تین بار دھونا، ۸۔ ترتیب یعنی جس ترتیب سے اوپر بیان ہوا اُسی ترتیب سے ادا کرنا پس پہلے ہاتھ دھونا پھر استنجا کرنا پھر بدن کی نجاست دور کرنا پھر وضو کرنا پھر سارا بدن دھونا۔

غسل کے مستحبات و آداب

۱۔ زبان سے بھی نیت کہہ لینا مستحسن و بہتر ہے۔ ۲۔ پانی کے اِستعمال میں بے جا کمی یا زیادتی نہ کرنا، ۳۔ ننگا ہونے کی حالت میں قبلے کی طرف منہ نہ کرنا، ۴۔ بلا ضرورت کسی سے بات نہ کرنا، ۵۔ ایسی جگہ نہانا جہاں کوئی نہ دیکھے یا تہبند وغیرہ باندھ کر نہانا، ۶۔ تمام بدن کو ملنا، بعض نے اس کو سنن میں شمار کیا ہے اور وضو میں اعضا کے ملنے کا سنت ہونا اس کی تائید کرتا ہے، ۷۔ تواتر یعنی پے در پے اس طرح دھونا کہ معتدل موسم میں ایک حصہ خشک ہونے سے پہلے دوسرا حصہ دھو ڈالے، ۸۔ تمام بدن پر تین مرتبہ پانی بہانا یعنی ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور مزید دو مرتبہ بہانا سنت ہے، یہ مل کر تین مرتبہ ہوا۔ بدن پر پانی ڈالنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے سر کو دھولے پھر گیلے ہاتھ سے تمام بدن کو ملے تاکہ اب جو پانی ڈالا جائے وہ اچھی طرح تمام بدن پر پہنچ جائے اور کوئی جگہ خشک

نہ رہے، پھر تمام بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے دائیں کندھے پر تین بار پھر بائیں کندھے پر تین بار اور پھر سر اور تمام بدن پر تین بار ڈالے، یہ مشہور طریقہ ہے اور بعض نے کہا کہ سر سے شروع کرے یعنی پہلے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر پھر بائیں کندھے پر تین تین مرتبہ پانی ڈالے یہی اصح ہے اور یہی ظاہر الروایت اور احادیث کے موافق ہے اور بعض نے کہا کہ پہلے دائیں کندھے پر پھر سر پر پھر بائیں کندھے پر ڈالے یعنی سر پر پانی ڈالنا دوسرے نمبر پر ہو۔ ۹۔ غسل کے بعد کسی پاک صاف کپڑے سے اپنا بدن پونچھ ڈالے، ۱۰۔ نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لے، ۱۱۔ جو چیزیں وضو میں سنت و مستحب ہیں وہ غسل میں بھی سنت و مستحب ہیں، سوائے قبلہ رو ہونے کے جبکہ ننگا نہاتا ہو اور اگر کپڑا باندھ کر نہائے تو قبلہ رو ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں اور سوائے دعائیں پڑھنے اور غسل کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر پینے کے کہ یہ امور مستحب نہیں بلکہ مکروہ ہیں اور سوائے ترتیب کے غسل کی اپنی ترتیب ہے جو وضو سے مختلف ہے۔

غسل کے مکروہات

غسل کے مکروہات وضو کے مکروہات کی طرح ہیں، ان کے علاوہ کچھ مکروہات یہ ہیں۔ ۱۔ ننگا نہانے والے کو قبلہ رو ہونا، ۲۔ بلا عذر غیر محرم کے سامنے نہانا، ۳۔ دعاؤں کا پڑھنا، ۴۔ ستر کھلے ہوئے بلا ضرورت کلام کرنا، ۵۔ پانی زیادہ بہانا، ۶۔ اور سنت کے خلاف غسل کرنا وغیرہ۔

غسل فرض ہونے کے اسباب

جن چیزوں سے غسل فرض ہوتا ہے تین ہیں۔

۱۔ جنابت، ۲۔ حیض، ۳۔ نفاس، حیض و نفاس کی تفصیل آگے الگ بیان میں درج ہے، اور جنابت کی تفصیل یہ ہے۔

جنابت کے دو سبب ہیں پہلا سبب منی کا شہوت سے کود کر بغیر دخول کے نکلنا خواہ چھونے سے ہو یا دیکھنے سے یا کسی خیال و تصور سے یا احتلام سے یا جلق سے (یعنی ہاتھ سے حرکت دے کر) نکلے سوتے میں ہو یا جاگتے میں، حالتِ ہوش میں ہو یا بیہوشی میں مرد سے نکلے یا عورت سے، ان سب صورتوں میں اس پر غسل فرض ہو جائے گا، اگر کوئی مرد یا عورت سو کر اُٹھے اور جسم یا کپڑے پر تری دیکھے تو اگر اس کو احتلام یاد ہو تو غسل فرض ہوگا اور اگر احتلام یاد نہ ہو لیکن منی کا یقین ہو تو بھی غسل فرض ہے۔ اور مذی کا یقین ہو تو فرض نہیں، اگر مرد یا عورت سو کر اٹھے اور احتلام اور لذت

یاد ہے لیکن تری نہ پائے تو غسل فرض نہ ہوگا۔ رات کو خاوند و بیوی کسی بچھونے پر سوئے تھے اور اس بچھونے پر منی پائی جائے اور دونوں میں کسی کو احتلام یاد نہ ہو اور دونوں اپنی اپنی منی ہونے سے انکار کریں اور مرد یا عورت کی منی کی تمیز کی علامت بھی نہیں پائی جاتی، تو دونوں پر غسل واجب ہوگا، اگر مرد کی منی کی علامت ہے تو صرف مرد پر غسل واجب ہوگا اور اگر عورت کی منی کی علامت ہے تو عورت پر واجب ہوگا اور اگر احتلام یاد ہے تو اسی پر غسل واجب ہے جس کو یاد ہے، دوسرے پر واجب نہیں، اور اگر منی خشک ہے اور اس بستر پر پہلے کوئی دوسرا سویا تھا اور ان میں سے کسی کو احتلام یاد نہیں تو دونوں پر غسل واجب نہیں، مرد کی منی کی علامات یہ ہیں، ا۔ ثخن (گاڑھا ہونا)، ۲۔ سفیدی، ۳۔ لمبائی، ۴۔ عورت کی منی کی علامت یہ ہیں، ا۔ نرمی (پتلا ہونا)، ۲۔ زردی، ۳۔ گولائی۔

جنابت کا دوسرا سبب دخول ہے، یعنی زندہ عورت کے پیشاب کے مقام یا زندہ مرد یا عورت کے پاخانے کے مقام میں سرِ ذکر (حشفہ) کے داخل ہو جانے سے خواہ انزال ہو یا نہ ہو، فاعل اور مفعول دونوں پر غسل فرض ہو جاتا ہے جبکہ دونوں مکلف ہوں یا اُن میں سے جو مکلف ہو اس پر غسل فرض ہوگا اگر کسی کا حشفہ کٹا ہوا ہو تو بقدرِ حشفہ آلت داخل ہو جانے سے غسل فرض ہو جائے گا۔

اقسامِ غسل

غسل کی چار قسمیں ہیں: ا۔ فرض، ۲۔ واجب، ۳۔ سنت، ۴۔ مستحب۔

فرض غسل چھ ہیں، ا۔ شہوت کے ساتھ منی نکلنے پر خواہ سوتے میں ہو یا جاگتے میں، خواہ بیہوشی میں ہو یا ہوش میں اور خواہ جماع سے ہو یا بغیر جماع کے کسی خیال و تصور وغیرہ سے ہو، ۲۔ زندہ عورت کے پیشاب کے مقام میں یا زندہ مرد و عورت کے پاخانے کے مقام میں کسی باشہوت مرد کے حشفے کے داخل ہونے پر خواہ انزال ہو یا نہ ہو، (یہ دونوں قسم کا غسل غسلِ جنابت کہلاتا ہے)، ۳۔ حیض سے پاک ہونے پر، ۴۔ نفاس سے پاک ہونے پر، ۵۔ میت کا غسل اور یہ زندہ پر واجب علی الکفایہ ہے، ۶۔ سارے بدن پر نجاست لگنے یا بدن کے بعض حصے پر نجاست لگنے سے جبکہ نجاست کا مکان معلوم نہ ہو۔

واجب غسل تین ہیں، ا۔ جب کوئی جنبی کافر مسلمان ہو، یعنی کافر مرد ہو یا عورت جبکہ جنابت کا غسل اس پر باقی ہو اور وہ مسلمان ہو جائے یا عورت پر حیض و نفاس سے پاک ہونے کے بعد کا غسل باقی ہو اور وہ مسلمان ہو جائے۔ ۲۔ نابالغہ لڑکی پندرہ سال کی عمر سے پہلے حیض کے ساتھ بالغ

ہوئی ہو تو حیض سے پاک ہونے پر احتیاطاً اس پر غسل واجب ہوگا اور اس کے بعد جو حیض آتے رہیں گے ان سے پاک ہونے پر غسل فرض ہوگا اور اگر پندرہ سال کی عمر کے بعد حیض شروع ہوا تو اس پر غسل فرض ہے۔ ۳۔ ایسے ہی لڑکا پندرہ سال کی عمر سے پہلے احتلام کے ساتھ بالغ ہوا اور اُسے پہلا احتلام ہو تو اس پر احتیاطاً غسل واجب ہے اور اس کے بعد جو احتلام ہوگا اس سے غسل فرض ہو جائے گا اور اگر عمر کے لحاظ سے بالغ ہوا یعنی پندرہ برس کی عمر کے بعد احتلام ہوا تو اس پر غسل فرض ہے۔

فائدہ

واجب غسل سے مراد فرضِ عملی ہے اس لئے بعض نے ان سب کو فرض غسل میں شمار کیا ہے، اسی طرح میت کا غسل اور سارے بدن پر نجاست لگنے یا بعض حصہ پر لگنے اور جگہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں غسل کرنا بھی فرضِ عملی ہے اس لئے بعض نے ان دونوں کو بھی واجب میں شمار کیا ہے۔

سنتِ غسل چار ہیں، ۱۔ جمعہ کے دن ان لوگوں کو غسل کرنا سنت ہے جن پر جمعہ فرض ہے، ۲۔ دونوں عیدوں کے دن طلوعِ فجر کے بعد ان لوگوں کو غسل کرنا جن پر عیدین کی نماز واجب ہے، ۳۔ حج یا عمرہ کے احرام کے لئے احرام باندھنے سے پہلے غسل کرنا، ۴۔ حاجی کو عرفہ کے دن میدانِ عرفان میں زوال کے بعد وقوف کے لئے غسل کرنا۔

مستحبِ غسل بہت ہیں اُن میں سے چند یہ ہیں، ۱۔ بدن پر نجاست لگ جائے لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ کس جگہ لگی ہے، ۲۔ لڑکا یا لڑکی جب عمر کے لحاظ سے پندرہ برس کی عمر کو پہنچ کر بالغ ہوا اور اس وقت تک کوئی بلوغ کی علامت اس میں نہ پائی جائے، ۳۔ مکہ معظمہ میں داخل ہونے اور طوافِ زیارت کے لئے، ۴۔ عرفہ کی رات یعنی ذی الحجہ کی آٹھویں ونویں تاریخ کی درمیانی شب میں، ۵۔ مزدلفہ میں ٹھہرنے کے لئے دسویں تاریخ کی صبح کو بعد طلوعِ فجر، ۶۔ کنکریاں پھینکنے کے لئے منیٰ میں داخل ہوتے وقت اور بقیہ دو دن اور جمروں پر کنکریاں مارتے کے لئے، ۷۔ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے، ۸۔ شب برات یعنی شعبان کی پندرہویں رات کو، ۹۔ شبِ قدر کی راتوں میں جو شخص شبِ قدر کو دیکھے یعنی اس کو کشف والہام یا علامات سے معلوم ہو جائے، ۱۰۔ سورج گرہن کی نماز کے لئے، ۱۱۔ چاند گرہن کی نماز کے لئے، ۱۲۔ نماز استسقاء کے لئے، ۱۳۔ جب مجنون ومست وبیہوش اچھا ہو جائے، ۱۴۔ پچھنے لگنے کے بعد، ۱۵۔ رفعِ خوف ودفع مصیبت کی نمازوں کے لئے، ۱۶۔ دن کی تاریکی وسخت آندھی کے وقت، ۱۷۔ آدمیوں کے مجمع میں جانے

کے لئے، ۱۸۔ نیا کپڑا پہنتے وقت، ۱۹۔ میت کو غسل دینے کے وقت اور غسل دینے کے بعد غسل دینے والے کے لئے، ۲۰۔ اس شخص کے لئے غسل مستحب ہے جس کے قتل کا قصد کیا جائے خواہ جبراً قتل کیا جائے یا قصاص میں یا ظلم سے، ۲۱۔ کسی گناہ سے توبہ کے لئے، ۲۲۔ جب کوئی کافر مسلمان ہو جائے اور وہ جنب کی حالت میں نہ ہو تو اس کو غسل کرنا، ۲۳۔ سفر سے واپس وطن پہنچنے پر، ۲۴۔ مجالس خیر میں حاضر ہونے کے لئے، ۲۵۔ استحاضہ والی عورت کو جبکہ اس کا استحاضہ دور ہو جائے۔

متفرقات

۱۔ جنبی کو نماز کے وقت تک غسل میں تاخیر جائز ہے اس سے وہ گنہگار نہیں ہوگا۔ ۲۔ جنبی بغیر غسل کے سوئے یا پھر وطی کرے تو جائز ہے البتہ وضو کر لینا بہتر ہے۔ ۳۔ جنبی کو وضو کرنے یا ہاتھ منہ دھونے اور کلی کرنے کے بعد کھانا پینا مکروہ نہیں بغیر اس کے ویسے ہی کھا پی لیا تو گناہ نہیں لیکن مکروہ ہے۔ ۴۔ غسل کے لئے کم سے کم ایک صاع یعنی تقریباً چار سیر پانی ہونا چاہئے اور وضو کے لئے ایک مُدّ یعنی ایک سیر، لیکن یہ مقدار لازمی نہیں کیونکہ انسانوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ ۵۔ مرد اور عورت ایک برتن سے غسل کریں تو مضائقہ نہیں، ۶۔ اگر فرض غسل کی حاجت ہو اور دریا میں غوطہ لگا لے یا بارش میں کھڑا ہو جائے یا بڑے حوض میں گر پڑے اور اس کے تمام بدن پر پانی بہہ جائے اور وہ کلی کر لے اور ناک میں پانی ڈال لے تو اس کا غسل ادا ہو جائے گا چاہے غسل کرنے کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ ۷۔ اگر بدن میں بال بھر بھی جگہ خشک رہ گئی تو غسل نہ ہوگا اسی طرح اگر غسل کرتے وقت کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول جائے تو بھی غسل نہیں ہوگا، لیکن اب اس کو پھر سے نہانا واجب نہیں صرف خشک جگہ پانی بہا لینا چاہئے صرف گیلا ہاتھ پھیر لینا کافی نہیں ہے اور کلی یا ناک میں پانی ڈالنا ترک ہونے کی صورت میں صرف کلی یا ناک میں پانی ڈالنا کافی ہے۔

غسل کا مسنون طریقہ

جو شخص غسل کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ کوئی کپڑا تہبند وغیرہ باندھ کر نہائے اور اگر ننگا نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کسی نامحرم کی نظر نہ پہنچ سکے، عورت کو اور ہر ننگا نہانے والے کو بیٹھ کر نہانا چاہئے اور ننگا نہانے والا قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ نہائے۔ سب سے پہلے اپنے دونوں ہاتھ کلائی (پہنچوں) تک تین مرتبہ دھوئے پھر استنجا کرے یعنی پیشاب و پاخانے کے مقام کو دھوئے خواہ استنجا کی جگہ پر نجاست ہو یا نہ ہو، اور بدن پر جہاں جہاں نجاستِ حقیقی لگی ہوئی ہو اس کو بھی دھو ڈالے پھر کلی

وغرارہ کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اس میں مبالغہ کرے اگر روزہ دار ہو تو غرارہ نہ کرے اور وہ ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ نہ کر، مسواک بھی کرے اور پورا وضو کرے، ہاتھوں پیروں کی انگلیوں اور ڈاڑھی میں خلال بھی کرے، اگر کسی چوکی یا پتھر وغیرہ پر غسل کرتا ہو تو وضو کرتے وقت پاؤں بھی دھو لے پھر بعد میں دھونے کی ضرورت نہیں اور اگر ایسی جگہ ہے کہ پاؤں بھر جائیں گے اور غسل کے بعد دھونے پڑیں گے تو پاؤں وضو میں نہ دھوئے بلکہ غسل سے فراغت کے بعد دوسری جگہ ہٹ کر پاؤں کو دھوئے، وضو کے بعد پہلے سر کو دھولے پھر تمام بدن پر تھوڑا پانی ڈال کر ہاتھ سے ملے یا گیلا ہاتھ تمام بدن پر پھرائے تاکہ جب پانی ڈالے تو بدن پر سب جگہ اچھی طرح پہنچ جائے اور کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، پھر سارے بدن پر تین مرتبہ پانی بہائے اور ہر دفعہ بدن کو ملے کہیں سوکھا نہ رہے، بدن پر پانی اس ترتیب سے ڈالے کہ پہلے اپنے داہنے مونڈھے پر تین مرتبہ پھر بائیں مونڈھے پر تین مرتبہ پھر سر پر اور سارے بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالے اور اصح وظاہر الروایت وحدیث کے موافق یہ ہے کہ پہلے سر پر تین مرتبہ پانی ڈالے پھر دائیں کندھے پر تین مرتبہ پھر بائیں کندھے پر تین مرتبہ ڈالے۔ اگر غسل فرض ہو تو سوائے بسم اللہ کے اور کوئی دعا نہ پڑھے اور بسم اللہ بھی کپڑے اتارنے سے پہلے پڑھ لے اور نہاتے وقت بغیر سخت ضرورت کے کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ غسل کے بعد چاہے تو اپنے جسم کو کسی کپڑے سے پونچھ ڈالے اور نہانے کے بعد فوراً کپڑے پہن لے اب بلا وجہ ستر کو کھلا نہ رکھے۔

پانی کا بیان

پانی کی دو قسمیں ہیں۔

مطلق پانی

۱۔ مطلق یعنی جس کو عام محاورے میں پانی کہتے و سمجھتے ہیں، جیسے بارش کا پانی، چشمے، کنوئیں، تالاب، ندی نالے، دریا و سمندر وغیرہ کا پانی، خواہ میٹھا ہو یا کھاری، اور پگھلی ہوئی برف یا اولے کا پانی ان سب سے وضو اور غسل کرنا درست ہے۔ ۲۔ مقید یعنی جس کو عام محاورے میں پانی نہ کہتے ہوں اگر چہ پانی کی طرح بہنے والا ہو جیسے گلاب، کیوڑہ، عرق گاؤزباں، عرق سونف وغیرہ یا کسی دوا کا کشید کیا ہوا عرق، گنے کا رس وغیرہ، سرکہ، شوربا، شربت وغیرہ یا اس کے ساتھ کوئی خصوصیت لگاتے ہوں، جیسے پتوں، پھل اور درخت کا نچوڑا ہوا پانی مثلاً تربوز کا پانی، ناریل کا پانی وغیرہ ان

سب سے وضواور غسل درست نہیں ہے۔

مائے مطلق (عام پانی) کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جاری یعنی بہتا ہوا، ۲۔ راکد یعنی ٹھہرا ہوا، راکد کی بھی دو قسمیں ہیں، ۱۔ راکد قلیل، ۲۔ راکد کثیر، جاری پانی نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا اور کثیر بھی جس کی تفصیل آگے آتی ہے، نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی کوئی صفت نہ بدلے، ان دو پانیوں کے علاوہ تمام پانی نجاست گرنے سے ناپاک ہوجاتے ہیں۔

جاری پانی

۱۔ جاری پانی کی ادنیٰ پہچان یہ ہے کہ اس میں تنکا بہہ جائے یا یہ کہ لوگ اس کو جاری کہتے ہوں یہی اصح ہے۔ ۲۔ جاری پانی میں اگر نجاست گرجائے اور مزہ یا رنگ یا بو نہ بدلے تو نجس نہیں ہوا اور اگر ان میں سے ایک صفت بھی بدل گئی تو نجس ہوگیا، ۳۔ اگر نہر وغیرہ کے جاری پانی میں کوئی نجاست گرجائے اور اس کی کوئی صفت نہ بدلے تو اس کے پاس سے پانی لینا جائز ہے، یعنی حکم زمین دوز نہر کا ہے۔ ۴۔ اگر بہت سے آدمی جاری نہر کے کنارے پر صفیں باندھ کر بیٹھیں اور وضو کریں تو جائز ہے اور وہ پانی مستعمل نہیں ہوگا۔ ۵۔ جس چھوٹے حوض میں ایک طرف سے پانی آتا ہو اور دوسری طرف سے نکل جاتا ہو وہ جاری ہے اور اس میں ہر طرف سے وضو جائز ہے، ۶۔ اگر حوض چھوٹا ہو اور اس میں نجاست پڑ جائے اس کے بعد اس میں ایک طرف سے پاک پانی آئے اور دوسری طرف سے نکل جائے تو حوض پاک ہوجائے گا، دوسری طرف سے پانی نکلتے ہی اس کی پاکی کا حکم ہوگا اگرچہ تھوڑا سا پانی نکلا ہو، حمام کا بھی یہی حکم ہے۔

راکد (بند) پانی

۱۔ بند پانی جب قلیل ہو تو اس میں نجاست گرنے یا بہتے ہوئے خون والا جانور مرجانے سے وہ تمام پانی ناپاک ہوجاتا ہے اگرچہ رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے پس اس سے وضو یا غسل درست نہیں ہے۔ ۲۔ بند پانی جب کثیر ہو تو وہ جاری کے حکم میں ہے، پس اس میں ایک طرف نجاست پڑنے سے وہ پانی ناپاک نہیں ہوتا جب تک اس کی کوئی صفت رنگ یا بو یا مزہ نہ بدلے، پس اگر وہ نجاست نظر نہ آنے والی ہے جیسے پیشاب، خون وغیرہ تو چاروں طرف وضو کرنا درست ہے اور اگر نجاست نظر آنے والی ہے جیسے مردار تو جدھر نجاست پڑی ہو اس طرف وضو نہ کرے اس کے سوا جس طرف چاہے کرے، ۳۔ قلیل اور کثیر میں یہ فرق ہے کہ اگر ایک طرف کا پانی ہلا کر دوسری

طرف نہ جائے تو کثیر ہے ورنہ قلیل، فقہائے کرام نے عام لوگوں کی آسانی کے لئے کثیر پانی کی حد مقرر کر دی ہے کہ وہ دس گز در دس گز شرعی (۱۰×۱۰) ہو، شرعی گز ایک ہاتھ مع ایک وسطی انگلی کے ہوتا ہے یعنی چوبیس انگل کا اور آج کل کے رواجی انگریزی گز سے تقریباً نو گرہ کا ہوتا ہے پس اس رواجی گز سے ساڑھے پانچ گز لمبا اور ساڑھے پانچ گز چوڑا ہو تو پانی کثیر ہے ورنہ قلیل اور اس کی گہرائی کم از کم اتنی ہو کہ اگر چلو سے پانی لیا جائے تو پانی اٹھنے سے زمین نظر نہ آئے، اگر وہ جگہ لمبائی میں زیادہ اور چوڑائی میں کم ہو تو اس کا رقبہ ۱۰×۱۰ گز شرعی کی برابر ہو مثلاً ۲۰×۵ گز شرعی یا ۲۵×۴ یا ۱۰۰×۱ گز شرعی ہو اور اگر گول ہو تو اس کا گھیرا اڑتالیس گز ہو اور اگر مثلث یعنی تکونا ہو تو ہر ضلع ساڑھے ۱۵ گز ہونا معتبر ہے۔ ۴۔ جس حوض میں بالکل کائی جمی ہوئی ہو اگر وہ کائی ہلانے سے ہل جائے اور پانی نظر آ جائے تو وضو جائز ہے ورنہ نہیں۔ ۵۔ ناپاک حوض اگر بالکل خشک ہو گیا تو وہ پاک ہو گیا اب اگر اس میں دوبارہ پانی آ جائے تو وہ پاک ہے اور اب اس کی نجاست نہ لوٹے گی۔ ٦۔ اگر بڑے حوض کی کوئی صفت متغیر ہو جائے مثلاً پانی میں بدبو ہو جائے تو اگر اس میں نجاست کا واقع ہونا معلوم نہ ہو تو وہ پاک ہے اور اس سے وضو و غسل جائز ہے۔

کنوئیں کے احکام

کنواں ٹھہرے ہوئے پانی اور چھوٹے حوض کے حکم میں ہے، جن چیزوں کے چھوٹے حوض میں واقع ہونے سے اس حوض کا پانی ناپاک ہو جاتا ہے انہی چیزوں کے کنوئیں میں واقع ہونے سے کنوئیں کا پانی بھی ناپاک ہو جاتا ہے لیکن اگر کنوئیں کا محیط (گولائی) شرعی اڑتالیس گز ہو تو بڑی حوض کے حکم میں ہے مگر ایسا کنواں شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ چھوٹے کنوئیں کا پانی پاک ہو سکتا ہے بخلاف دوسرے قلیل پانی (چھوٹے حوض وغیرہ) کے کہ وہ پاک نہیں ہوتا جب تک جاری یا کثیر نہ ہو جائے۔ کنوئیں میں گرنے والی چیزیں تین قسم پر ہیں۔ ۱۔ جن سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے، ۲۔ جن سے سارا پانی ناپاک نہیں ہوتا بلکہ تھوڑا پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جاتا ہے، ۳۔ جن سے کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا۔

جن چیزوں کے گرنے سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے

۱۔ اگر کنوئیں میں نجاستِ غلیظہ یا خفیفہ گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ وہ

نجاست تھوڑی ہو یا بہت، اور خواہ کسی چیز کے ساتھ لگ کر گری ہو یا صرف نجاست گری ہو ہر حال میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ ۲۔ جس جانور میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے اور وہ خشکی کا رہنے والا ہو اگر وہ کنوئیں میں گر جائے تو اس کے تین درجے ہیں۔ اوّل بکری اور اُس کی مثل۔ دوم بلی اور اُس کی مثل۔ سوم چوہا اور اس کی مثل، پس جو جانور بکری کے برابر یا اس سے بڑے ہوں وہ بکری کے حکم میں ہیں، ایسے کسی جانور کے کنوئیں میں گر کر مرنے سے کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اگرچہ وہ پھولا یا پھٹا نہ ہو، اور اگر باہر مر کر پانی میں گرے تب بھی یہی حکم ہے، جو جانور بلی کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بکری سے چھوٹے ہوں وہ بلی کے حکم میں ہیں اور جو جانور چوہے کے برابر یا اس سے بڑے ہوں مگر بلی سے چھوٹے ہوں وہ چوہے کے حکم میں ہیں، ان دونوں قسم کے جانوروں میں سے کوئی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا باہر سے گر کر مرے تو جب تک پھول یا پھٹ نہ جائے اس وقت تک کنوئیں کا تمام پانی ناپاک نہیں ہوتا، بلکہ کچھ حصہ ناپاک ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور جب پھول جائے یا پھٹ جائے تو تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے، اسی طرح اس کے بال یا پاؤں یا دم یا کوئی اور حصہ جسم جدا ہو کر کنوئیں میں گر پڑے یا کنویں میں گرتے وقت کٹ جائے تو اس کے گرتے ہی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ پھولنے کی پہچان یہ ہے کہ پانی میں رہ کر اس کا جسم اصلی حجم سے بڑھ جائے اور پھٹنے کی پہچان یہ ہے کہ اس کے بال گر گئے ہوں یا جسم پھٹ گیا ہو۔ باہر سے پھول کر یا پھٹ کر گرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر کنوئیں سے مرا ہوا چوہا یا کوئی اور جانور نکلا اور یہ معلوم نہیں کب گرا ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ جب دیکھا جائے اسی وقت سے کنواں ناپاک سمجھا جائے اس سے پہلے کی نماز و وضو سب درست ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اگر وہ جانور ابھی پھولا یا پھٹا نہیں ہے تو جن لوگوں نے اس کنوئیں سے وضو کیا ہے وہ ایک دن رات کی نمازیں دہرائیں اور اس پانی سے جو کپڑے دھوئیں ہیں ان کو پھر سے دھونا چاہئے اور اگر وہ پھول گیا یا پھٹ گیا ہے تو تین دن رات کی نمازیں دہرانا چاہئے، البتہ جن لوگوں نے اس پانی سے وضو نہیں کیا ہے وہ نہ دہرائیں، ۳۔ دو بلیاں ایک بکری کے حکم میں، تین چوہے ایک بلی کے حکم میں اور چھ چوہے ایک بکری کے حکم میں ہیں۔ ۴۔ بڑا سانپ یا گرگٹ یا مینڈک، بڑی چچڑی اور بڑی چھپکلی اگر خون والے ہوں تو چوہے و بلی کے حکم میں ہیں۔ ۵۔ خنزیر کے گرنے سے تمام پانی ناپاک ہو جائے گا خواہ مر جائے یا زندہ نکل آئے اور خواہ اس کا منہ پانی تک پہنچے یا نہ پہنچے، اس کے علاوہ کوئی اور جانور گرے اور زندہ نکل آئے، اگر اس کے جسم پر

نجاست کا ہونا معلوم ہے تو سارا پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں، اور اگر نجاست تو جسم پر نہیں لیکن اس کا منہ پانی تک پہنچا تو اس کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا اگر اس کا جھوٹا پاک ہے تو پانی پاک ہے اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہے تو پانی بھی ناپاک ہو جائے گا اور اگر اس کا جھوٹا مشکوک ہے تو پانی بھی مشکوک ہے اور جھوٹے مشکوک کا بھی تمام پانی نکالا جائے گا اور مکروہ ہے تو پانی بھی مکروہ ہے پس اس کے بیس ڈول نکالنا مستحب ہے اور اگر زندہ نکل آیا اور اس کا منہ پانی تک نہیں پہنچا تو جب تک ان کے پیشاب یا پاخانہ نہ کر دینے کا یقین نہ ہو جائے کنواں ناپاک نہیں ہوگا (لیکن اکثر اس کا قوی امکان ہے اس لئے جن جانوروں کے پیشاب و پاخانہ سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی ناپاک ہو جاتا ہے ان کے پیشاب و پاخانہ کر دینے کے گمان کی وجہ سے احتیاطاً سارا پانی نکالنا ہی مناسب ہے۔ مؤلف)، ۶۔ مسلمان کی میت اگر غسل سے قبل کنوئیں میں گر پڑے تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا اور اگر غسل کے بعد گرے تو کنواں ناپاک نہیں ہوگا۔ کافر کی میت خواہ غسل سے قبل گرے یا غسل کے بعد، ہر حال میں تمام پانی ناپاک ہو جائے گا، اگر زندہ آدمی بوڑھا یا جوان یا بچہ مرد یا عورت کنوئیں میں گر کر مر جائے تب بھی تمام پانی ناپاک ہو جائے گا۔ ۷۔ ہر جاندار کا بچہ اپنے بڑے کا حکم رکھتا ہے، ۸۔ اونٹ یا بکری کی مینگنیاں اگر کنوئیں میں کثیر مقدار میں گریں تو تمام پانی ناپاک ہو جائے گا ورنہ نہیں، کثیر وہ ہیں جن کو عرف میں کثیر کہیں یا دیکھنے والا کثیر سمجھے اور صحیح یہ ہے کہ اگر ان سے کوئی ڈول خالی نہ جائے تو کثیر ہیں ورنہ قلیل، تر یا خشک سالم یا ٹوٹی ہوئی گوبر یا لید یا مینگنی سب کا ایک ہی حکم ہے۔ ۹۔ مرغی، بطخ اور مرغابی کی بیٹ سے تمام پانی نجس ہو جاتا ہے۔

وہ صورتیں جن سے تھوڑا پانی نکالا جاتا ہے سارا کنواں ناپاک نہیں ہوتا

۱۔ اگر چوہا یا اس کے مثل چڑیا وغیرہ جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا مرا ہوا گرے لیکن پھولے یا پھٹے نہیں تو بیس سے تیس ڈول نکالے جائیں یعنی بیس ڈول وجوب کے طور پر اور تیس ڈول استحباب کے طور پر نکالے جائیں، دو چوہوں کا بھی یہی حکم ہے بڑی چچڑی اور بڑی چھپکلی وغیرہ جن میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے چوہے کے حکم میں ہے۔ ۲۔ بلی یا اس کے مثل کوئی جانور مثلاً کبوتر یا بطخ وغیرہ گر کر مر جائے یا مرا ہوا گر جائے مگر پھولا یا پھٹا نہ ہو تو چالیس ۴۰ سے پچاس ۵۰ یا ساٹھ ۶۰ تک ڈول نکالے جائیں یعنی چالیس ۴۰ ڈول وجوباً اور پچاس یا ساٹھ ڈول استحباباً نکالے

جائیں یہی حکم ایک بلی اور ایک چوہے کے گرنے پر ہے۔

جن صورتوں میں کنواں بالکل ناپاک نہیں ہوتا

۱۔ پاک چیز کے کنوئیں میں گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا۔ ۲۔ مسلمان کی لاش نہلانے کے بعد کنوئیں میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوگا بشرطیکہ جسم پر نجاست نہ ہو اور لاش پھولی یا پھٹی نہ ہو، ۳۔ شہید نہلانے سے پہلے بھی گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا بشرطیکہ جسم پر اس کے خون کے علاوہ کوئی اور نجاست نہ ہو اور اس کا خون بہنے کی مقدار تک پانی میں نہ ملے، ۴۔ زندہ آدمی کنوئیں میں گر جائے اور پھر زندہ نکل آئے یا ڈول وغیرہ نکالنے کے لئے کنوئیں میں غوطہ لگائے تو اگر اس کے کپڑے اور جسم پر نجاست ہونے کا یقین یا گمان غالب نہ ہو اور پانی سے استنجا کئے ہوئے ہو تو خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان مرد ہو یا عورت جنبی ہو یا غیر جنبی کنواں پاک ہے اگر شک ہو کہ کپڑا پاک ہے یا ناپاک تب بھی کنواں پاک ہے لیکن دل کی تسلی کے لئے بیس یا تمیں ڈول نکال دینا مستحب ہے، اور اگر اس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو، تو کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جائے گا، کافروں کا جسم اور کپڑا عموماً ناپاک ہی رہتا ہے اور نجاستِ حکمی سے کافر بالعموم پاک نہیں ہوتا تو اگر وہ کنوئیں میں اترنے سے پہلے نہالے اور پاک کپڑا باندھ کر کنوئیں میں اترے تو کنواں پاک ہے اگر وہ نہ نہائے اور اپنے انہی مستعمل کپڑوں سمیت کنوئیں میں اُترے یا گر جائے تو تمام پانی ناپاک ہونے کا حکم دیا جائے (اور یہی حکم غیر محتاط بے نمازی مسلمان کے لئے بھی ہونا چاہئے، مؤلف) ۵۔ خنزیر کے سوا سب جانوروں کی خشک ہڈی، بال یا ناخن گر جانے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا، لیکن اگر اس میں گوشت یا چکنائی لگی ہوئی ہو تو کل پانی ناپاک ہو جائے گا، آدمی کا گوشت یا کھال ناخن کی مقدار سے کم گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، ناخن کی برابر یا اس سے زیادہ گر جائے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا، ۶۔ خنزیر کے علاوہ کسی اور جانور کے پانی میں گر کر زندہ نکل آنے سے کنواں پاک ہے بشرطیکہ اس کا جسم پاک ہو اور منہ پانی تک نہ پہنچے لیکن عموماً جانوروں کا جسم ناپاک رہتا ہے اور منہ کا لعاب پانی میں لگنے کا قوی امکان ہے نیز خوف و دہشت کی وجہ سے پیشاب یا پاخانہ کر دینے کا بھی قوی امکان ہے اس لئے سارے پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دینا چاہئے۔ اگر منہ پانی تک پہنچے تو اُن کے جھوٹے کا اعتبار ہوگا۔ ۷۔ طاہر و مطہر مکروہ پانی یا مستعمل پانی کنوئیں میں گر جائے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا، ۸۔ مرغی، بطخ و مرغابی کے علاوہ کسی پرندے کا پیشاب یا بیٹ کنوئیں میں گرنے سے

کنواں ناپاک نہیں ہوتا، ۹۔ اونٹ یا بکری وغیرہ کی مینگنی تر ہو یا خشک سالم ہو یا ٹوٹی ہوئی، گوبر ہو یا لید تھوڑی مقدار میں کنوئیں میں گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا اور تھوڑی مقدار یہ ہے کہ ہر دفعہ ڈول نکالنے میں گوبر مینگنی وغیرہ وغیرہ ساتھ نہ آئے یہی صحیح ہے، ۱۰۔ اگر زندہ چوہا وغیرہ کنوئیں میں سے نکلے تو بیس ڈول نکالنا افضل ہے، اگر بلی اور آزاد مرغی وغیرہ زندہ نکلے تو تیس تا چالیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔ بکری وغیرہ گرے تو بیس ڈول نکالے یہ سب اطمینانِ قلب کے لئے ہے وجوب کے لئے نہیں پس اگر کچھ نہ نکالے تب بھی وضو جائز ہے۔ مستحب ڈول بیس سے کم نہ نکالے یہی افضل ہے۔ ۱۱۔ جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہ ہو جیسے مکھی مچھر وغیرہ ان کے پانی میں گر کر مر جانے یا مرا ہوا گر جاتے یا پھول یا پھٹ جانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا، اس سے وضو اور غسل درست ہے لیکن اس کا پینا یا کھانے میں استعمال کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ

۱۔ کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس چیز کو نکالنا چاہئے جس کے گرنے سے کنواں ناپاک ہوا ہے پھر شریعت کے حکم کے مطابق اس کا پانی نکالنا چاہئے جب تک وہ چیز نہ نکالی جائے کنواں پاک نہ ہوگا۔ خواہ کتنا ہی پانی کیوں نہ نکالا جائے لیکن اگر وہ نجاست ایسی ہے جو باوجود کوشش کے نکل نہیں سکتی تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ اس چیز کی ناپاکی اپنی اصلی ہو خارجی نجاست سے ناپاک نہ ہوئی ہو، جیسے مردہ جانور یا اس کا گوشت یا وہ جانور جو کنوئیں میں گر کر مر گیا اس صورت میں کنوئیں کو اتنی مدت تک چھوڑ دینا چاہئے جس میں یہ یقین ہو جائے کہ وہ ناپاک چیز گل سڑ کر مٹی ہوگئی ہوگی بعض نے اس کی مقدار چھ مہینے لکھی ہے پھر اس کے بعد اس کا بقدر واجب پانی نکال دیا جائے تو کنواں پاک ہو جائے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ناپاک چیز خود اپنی اصل سے ناپاک نہ ہو بلکہ خارجی نجاست لگنے سے ناپاک ہوگئی ہو جیسے ناپاک کپڑا، لکڑی، جوتی، گیند وغیرہ، اس صورت میں اس چیز کا نکالنا معاف ہے بقدر واجب پانی نکال دینے سے کنواں پاک ہو جائے گا اور کنوئیں کے پاک ہوتے ہی وہ چیز بھی پاک ہو جائے گی۔ ۲۔ جن صورتوں میں کنوئیں کا تمام پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور اس کا پانی ٹوٹ سکتا ہے تو اس کنوئیں کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کل پانی نکال دیا جائے، پس جب پانی اس قدر نکل جائے کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھی نہ بھرے تو کنوئیں کے اندر کے کنکر، دیوار وغیرہ تیز ڈول رسی چرخی

اور کھینچنے والے کے ہاتھ پیر سب پاک ہو جائیں گے اب ان کو الگ دھونے کی ضرورت نہیں، ۳۔ اگر کنواں چشمہ دار ہو یعنی ایسا ہو کہ جس کا تمام پانی نہ نکل سکے بلکہ ساتھ ساتھ نیا پانی اتنا ہی آتا رہے تو اس کے پاک کرنے کے فقہانے مختلف طریقے لکھے ہیں ان میں سب سے بہتر اور موزوں طریقہ یہ ہے کہ کنوئیں میں رسی ڈال کر ناپ لیا جائے کہ کتنے ہاتھ پانی ہے پھر کچھ ڈول نکال کر رسی سے ناپ لیا جائے کہ کتنے ہاتھ پانی کم ہوگیا اور حساب کر لیا جائے کہ باقی پانی کے لئے کتنے ڈول اور نکالے جائیں، مثلاً رسی ڈال کر دیکھا تو معلوم ہو کہ دس ہاتھ پانی ہے، ۱۰۰ سو ڈول نکالنے کے بعد پھر رسی ڈال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک ہاتھ پانی کم ہوگیا لہٰذا اب نوسو ۹۰۰ ڈول اور نکالدیے جائیں تو کنوئیں کا کل پانی نکل جائے گا اور کنواں وغیرہ پاک ہو جائے گا، ۴۔ جن صورتوں میں پانی کی ایک خاص مقدار نکالنی پڑتی ہے اس قدر پانی خواہ ایک دم سے نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کرکے کئی دفعہ میں وقفہ دے کر نکالیں ہر طرح پاک ہو جائے گا۔ ۵۔ جس صورت میں کنوئیں کا سارا پانی نکالنا واجب ہو اور پانی ٹوٹ سکتا ہو پانی لگا تار نکالا جائے۔ اس میں وقفہ نہ دیا جائے یہاں تک کہ پانی ٹوٹ جائے اور آدھا ڈول بھرنے سے رہ جائے تب کنواں پاک ہوگا اور اگر وقفہ دے کر مثلاً کچھ دیر صبح کو اور کچھ دیر دوپہر کو اور کچھ دیر شام کو نکالا تو خواہ کتنا ہی پانی نکالا جائے کنواں پاک نہیں ہوگا، اس کے علاوہ باقی سب صورتوں میں یعنی جن صورتوں میں تعداد مقرر ہے یا چشمہ دار ہونے کی وجہ سے پیمائش وغیرہ کے ذریعہ مقرر کر لی گئی ہے لگا تار نکالنا ضروری نہیں بلکہ متفرق وقتوں میں وہ مقدار پوری کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ نمبر ۴ میں بیان ہوا۔ ۶۔ اگر کنوئیں میں پانی اس مقدار سے کم ہو جس قدر ڈول نکالنے واجب ہیں تو جس قدر موجود ہے اسی قدر نکالنا کافی ہے۔ ۷۔ جس کنوئیں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے اسی کے حساب سے نکالنا چاہئے اور اگر کنوئیں پر کوئی خاص ڈول نہ ہو یا کنوئیں کا خاص ڈول بہت چھوٹا یا بہت بڑا ہو تو جن صورتوں میں ڈول نکالنے کی تعداد مقرر ہے، درمیانی ڈول کا اعتبار ہے، درمیانی ڈول وہ ہے جس میں انگریزی اسی روپیہ بھر کے سیر سے ساڑھے تین سیر پانی آتا ہو پس اس کا حساب کر کے جسقدر ڈول بنیں نکالے جائیں، مثلاً اگر بڑے ڈول میں چار ڈول کے برابر پانی سماتا ہو تو اس کو چار ڈول سمجھنا چاہئے۔ ڈول بھرا ہوا نکلنا ضروری نہیں، اگر کچھ پانی چھلک گیا یا ٹپک گیا مگر آدھے سے زیادہ ہے تو پورا ڈول ہی شمار کیا جائے گا، ۸۔ ناپاک کنواں اگر بالکل خشک ہو جائے اور تہ میں تری نہ رہے تب بھی پاک ہو جائے گا اس کے بعد اگر کنوئیں میں دوبارہ پانی نکل آئے تو اب پہلی ناپاکی کی وجہ سے کنواں دوبارہ ناپاک نہیں ہوگا

اور اگر اس کی تہ پوری طرح خشک نہیں ہوئی تو اب دوبارہ پانی آنے سے پھر ناپاک ہو جائے گا۔

۱۔ مقید پانی

مطلق پانی یعنی جس پانی سے وضو غسل جائز ہے اس کا بیان گذر چکا ہے اب مقید اور دیگر پانیوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ جن سے وضو اور غسل جائز نہیں۔

۱۔ جو پانی درخت یا پھل یا سبزی وغیرہ کو نچوڑ کر نکالا جائے یا خود ٹپک کر نکلے جیسے خربوزہ، کھیرا، ککڑی، تربوز اور گلاب وغیرہ کا پانی، ۲۔ ہر قسم کا شربت مثلاً شربتِ صندل، سونف، کاسنی وغیرہ، ۳۔ ہر قسم کی دوائی وغیرہ کا کھینچا ہو عرق، ۴۔ سرکہ، ۵۔ نمک جو پگھل کر پانی بن جائے، ۵۔ صابن یا اشنان (سجی) کا پانی جبکہ اس کا پتلا پن جاتا رہے اور گاڑھا ہو جائے۔ ۶۔ زعفران اور کسم کا پانی جبکہ سرخی غالب ہو اور گاڑھا ہو جائے، ۷۔ مازو یا پھٹکری پانی میں اس قدر ملی ہوئی ہو کہ اس سے لکھنے سے نقش ظاہر ہوں، ۸۔ مٹی وغیرہ ملا ہوا پانی جبکہ اسقدر ہو کہ گاڑھا ہو کر کیچڑ بن جائے، ۹۔ جس پانی میں گیہوں یا چنے یا باقلا وغیرہ اُبالے جائیں اور اس میں اُن کی بو آجائے، ۱۰۔ شوربہ، ۱۱۔ سرکہ یا دودھ یا زعفران وغیرہ جس کا رنگ یا ذائقہ پانی کے مخالف ہے پانی میں ملایا جائے اور اب اس کا نام پانی نہ رہے، اگر وہ چیز رنگ دار ہو جیسے دودھ وغیرہ تو غلبہ کا اعتبار رنگ سے کیا جائے گا اور اگر رنگ میں مخالف نہیں اور ذائقہ میں مخالف ہے جیسے سرکہ وغیرہ تو ذائقہ کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر رنگ و ذائقہ دونوں میں مخالف نہیں جیسے گلاب وغیرہ تو مقدار کی زیادتی کا اعتبار ہوگا اور اگر مقدار میں دونوں برابر ہوں گے تو احتیاطاً پانی مغلوب سمجھا جائے گا اور وضو جائز نہیں ہوگا۔

۲۔ مستعمل پانی

۱۔ مستعمل پانی خود پاک ہے اگر کسی پاک چیز کو لگ جائے تو اس کو ناپاک نہیں کرتا اسی پر فتویٰ ہے۔ ۲۔ مستعمل پانی پاک کرنے والا نہیں اور اس سے وضو یا غسل وغیرہ جائز نہیں۔ ۳۔ جس پانی سے وضو یا غسل کیا جائے یا وہ پانی کسی عبادت کی نیت سے استعمال کیا جائے تو صحیح یہ ہے کہ جس وقت وہ عضو سے جدا ہوگا مستعمل ہو جائے گا۔ ۴۔ اگر اعضائے وضو کے سوا کسی اور عضو مثلاً ران یا پیٹ یا پہلو یا پنڈلی کو دھوئے تو اصح یہ ہے کہ پانی مستعمل نہ ہوگا اور اگر اعضائے وضو کو دھوئے گا تو مستعمل ہو جائے گا۔ ۵۔ اگر کسی شخص نے مٹی یا آٹا یا میل چھڑانے کے لئے وضو کیا یا پاک شخص نے ٹھنڈا ہونے کے لئے غسل کیا تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ۶۔ اگر وضو والا آدمی کھانا کھانے کے واسطے یا کھانا کھا کر ہاتھ

دھوئے تو وہ دھوون کا پانی مستعمل ہو جائے گا کیونکہ قربت کی نیت سے استعمال ہوا ہے۔ ۷۔ اگر جنبی نے غسل کیا اور اس کے غسل کا کچھ مستعمل پانی اس کے برتن میں ٹپک گیا تو برتن کا پانی خراب نہیں ہوگا جب تک مستعمل پانی غالب نہ آجائے یعنی غیر مستعمل پانی کے برابر یا اس سے زیادہ نہ ہو جائے، اسی طرح اگر وضو کا کچھ مستعمل پانی وضو کے برتن میں ٹپکا تو جب تک مستعمل پانی غالب نہ آجائے پاک ہے اور جب مستعمل پانی کی مقدار غیر مستعمل کے برابر یا زیادہ ہو جائے تو اس سے وضو و غسل ناجائز ہے۔ ۸۔ اگر رومال سے اپنے اعضائے وضو یا غسل پونچھے اور رومال خوب بھیگ گیا یا اس کے اعضا سے قطرے ٹپک کر کسی کپڑے پر بہت زیادہ لگ گئے تو بالاتفاق اس کے ساتھ نماز جائز ہے۔ ۹۔ مستعمل پانی اگرچہ ظاہر مذہب میں پاک ہے لیکن اس کو پینا اور اس سے آٹا گوندھنا کراہت تنزیہی اور طبعی نفرت کی وجہ سے مکروہ ہے اور جن کے نزدیک مستعمل پانی نجس ہے ان کے نزدیک پینا و آٹا گوندھنا وغیرہ مکروہِ تحریمی ہے۔ ۱۰۔ مستعمل پانی نجاست حکمی کو پاک کرنے والا نہیں لیکن نجاست حقیقی کو پاک کرنے والا ہے یہی راجح ہے۔ ۱۱۔ مستعمل پانی میں اگر اچھا پانی اس سے زیادہ ملا لیا جائے یا اُسے جاری کر لیا جائے تو نجاستِ حکمی کے پاک کرنے میں (یعنی وضو و غسل) میں کام آ سکتا ہے۔

۳۔ آدمی اور جانوروں کے جھوٹے پانی کا بیان

۱۔ آدمی کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت ہو اور خواہ وہ کافر ہو لیکن اگر کسی کا منہ ناپاک ہے تو اس کا جھوٹا نجس ہو جائے گا، مثلاً شراب پینے والا اگر اسی وقت پانی پیے تو اس کا جھوٹا نجس ہوگا لیکن اگر کچھ دیر بعد پیئے کہ اس عرصہ میں کئی بار تھوک نگل چکا ہو اور جہاں شراب لگی ہو وہ جگہ تھوک سے صاف ہو چکی ہو تو صحیح یہ ہے کہ اب اس کا منہ پاک ہو جائے گا۔ شرابی کے جھوٹے سے ہر حال میں بچنا ہی چاہئے۔ ۲۔ عورت کا جھوٹا اجنبی مرد کے لئے اور اجنبی مرد کا جھوٹا عورت کے لئے مکروہ ہے یہ ناپاکی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ لذت پانے کی وجہ سے ہے اس لئے اگر معلوم نہ ہو یا لذت حاصل کرنے کے لئے نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ۳۔ حلال چرندوں و پرندوں کا جھوٹا پاک ہے اگرچہ تر ہوں جیسے گائے، بکری، بیل، کبوتر، فاختہ وغیرہ لیکن ان میں سے جو جانور نجاست بھی کھاتا ہو مثلاً آزاد مرغی اور اونٹ و بیل وغیرہ تو ان کا جھوٹا مکروہ ہے ان کے دودھ و گوشت کا بھی یہی حکم ہے، اگر مرغی وغیرہ نے نجاست کھائی اور اسی وقت پانی پیا تو پانی نجس ہو جائے گا۔ ۴۔ گھوڑے کا جھوٹا بالاجماع پاک ہے۔ ۵۔ جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہے خواہ پانی

میں رہتے ہوں یا خشکی میں ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے۔ ۶۔ کیڑے جو گھروں میں رہتے ہوں جیسے سانپ، نیولا، چھپکلی وغیرہ دیگر جانور اور چوہا اور بلی ان کا جھوٹا مکروہ تنزیہی ہے، بلی کا جھوٹا کھانا یا پینا مالدار کے لئے مکروہ ہے کیونکہ وہ اس کی بجائے دوسرا کھانا لے سکتا ہے۔ لیکن فقیر کے لئے جو اس کی بجائے دوسرا کھانا نہیں لے سکتا ضرورت کی وجہ سے مکروہ نہیں ہے۔ اگر بلی نے کوئی جانور چوہا وغیرہ کھا کر فوراً پانی پیا تو اس کا جھوٹا ناپاک ہے اور اگر کچھ دیر ٹھہر کر پیا کہ اس عرصہ میں وہ اپنا منہ کئی دفعہ چاٹ کر صاف کر چکی ہے تو اس کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے۔ بلکہ مکروہ ہے۔ ۷۔ شکاری پرندوں مثلاً شکرا، باز، چیل وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے، اسی طرح ان پرندوں کا جھوٹا بھی مکروہ ہے جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا، کوے کا جھوٹا بھی مکروہ ہے، اچھے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور اگر اچھا پانی نہ ملے تو مکروہ نہیں۔ ۸۔ خنزیر، کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندے چوپایوں کا جھوٹا نجس ہے، کتے کے چاٹے ہوئے برتن کو تین بار دھونا واجب ہے سات بار دھونا اور پہلی یا آخری مرتبہ مٹی سے بھی ملنا مستحب ہے۔ ۹۔ خچر اور گدھے کا جھوٹا مشکوک ہے یعنی وہ خود پاک ہے لیکن پاک کرنے والا ہونے میں شک ہے، مشکوک پانی کے سوا اور پاک پانی نہ ملے تو اس سے وضو کرے اور تیمم بھی کرے ان دونوں کو جمع کرنا واجب ہے صرف ایک کو کافی سمجھنا جائز نہیں، دونوں میں چاہے جس کو پہلے کرے لیکن وضو کو مقدم کرنا افضل ہے ایسے پانی سے وضو کرتے میں احتیاطاً نیت بھی کر لے۔ ۱۰۔ ہر جاندار کے پینے اور لعاب میں اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

۴۔ جن صورتوں میں پانی نجس نہیں ہوتا

۱۔ چمگاڈر کے پیشاب اور بیٹ سے پانی اور کپڑا نجس نہیں ہوتا، ۲۔ جس جانور میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے مچھر، مکھی، بھڑ، چیونٹی و بچھو وغیرہ پانی میں مر جائے تو پانی نجس نہیں ہوگا۔ ۳۔ جو جانور پانی میں پیدا ہوتے اور رہتے ہیں ان کے پانی میں مرنے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ جیسے مچھلی، مینڈک اور کیکڑا، اس میں فرق نہیں کہ وہ پانی میں مرے یا باہر مرے پھر پانی میں ڈال دیں، اگر پھول یا پھٹ جائے تب بھی یہی حکم ہے مگر وہ پانی پینا مکروہ ہے۔ ۴۔ جو جانور پیدائشی پانی کے نہ ہوں مگر پانی میں رہتے ہوں جیسے بطخ، مرغابی وغیرہ ان کے پانی میں مرنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔ ۵۔ خنزیر کے سوا ہر مردار کے بال ہڈی، پٹھا، کھر (سم) حرا ہو یا بے چرا، سینگ، پشم، اُون، پر، دانت، چونچ، ناخن پاک ہیں، جبکہ اُن پر چکنائی نہ لگی ہو ورنہ چکنائی کی وجہ سے ناپاک ہوں گے،

آدمی کے بال اور ہڈی کا بھی یہی حکم ہے جبکہ بال منڈے ہوئے یا کٹے ہوئے ہوں اگر اُکھڑے ہوئے ہوں تو نجس ہوں گے۔ ٦۔اصح یہ ہے کہ مشک نافہ ہر حالت میں پاک ہے اور ذبح کئے ہوئے جانور کا مشک نافہ بالاتفاق پاک وحلال ہے۔ ٧۔خنزیر کے تمام اجزا نجس ہیں۔ ٨۔جس پرندہ کا گوشت حرام ہے اس کی بیٹ کنوئیں میں گرے تو دفع حرج کے سبب پاک ہے۔

۵۔متفرقات

۱۔وہ کوزے جو گھر میں زمین پر اس لئے رکھ دیتے ہیں کہ ان سے مٹکوں میں سے پانی نکالیں تو ان سے پانی پینا اور وضو کرنا جائز ہے۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ ان پر نجاست لگی ہے۔ ۲۔ایسے حوض سے وضو اور غسل جائز ہے جس کے متعلق یہ گمان ہو کہ اس میں نجاست پڑی ہوگی مگر یقین نہ ہو اور اس پر یہ واجب نہیں کہ اس کا حال پوچھے اور جب تک اس میں نجاست ہونے کا یقین نہ ہو جائے اس سے وضو کرنا ترک نہ کرے۔ ۳۔اگر جنگل میں تھوڑا پانی ملا تو جب تک اس کی نجاست کا یقین نہ ہو اس میں سے پانی لے کر وضو کرنا جائز ہے۔ صرف اس وہم پر وضو نہ چھوڑے کہ شاید یہ نجس ہو، اُس کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں ہے، اور اگر اس کا ہاتھ نجس ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ ہو جس سے اس میں سے پانی نکال سکے تو پاک رومال وغیرہ پانی میں ڈال کر تر کرے اور رومال سے پانی ہاتھ پر گرا کر ہاتھ کو پاک کرلے، ۴۔اگر بچے اور بڑے آدمی جاہل و کافر وغیرہ ڈول اور رسی پر ہاتھ لگاتے ہوں تو جب تک نجاست کا یقین نہ ہو ڈول اور رسی پاک ہے، اگر کوئی کافر یا کوئی بچہ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالدے تو پانی نجس نہیں ہوتا لیکن اگر معلوم ہو جائے کہ اس کے ہاتھ میں نجاست لگی ہوئی تھی تو ناپاک ہو جائے گا لیکن چھوٹے بچوں کے ہاتھ کا اعتبار نہیں، اس لئے جب تک کوئی اور پانی نہ ملے اس کے ہاتھ ڈالے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا بہتر ہے اگر کرلے گا تو جائز ہے۔ ۵۔ جب پانی نجاست کے پڑنے سے نجس ہو جائے اگر اس کو تینوں اوصاف یعنی رنگ و بو و مزہ بدل جائیں تو اس کو کسی طرح کام میں نہ لائے، جانوروں کو پلانا اور مٹی پر ڈال کر گارا بنانا بھی جائز نہیں اور وہ پیشاب کی طرح نجس ہوگا اور اگر تینوں اوصاف نہیں بدلے تو اس میں سے جانوروں کو پلانا اور مٹی بھگو کر گارا بنانا اور مکان میں چھڑکاؤ کرنا جائز ہے مگر وہ گارا مٹی مسجد کی دیواروں وغیرہ پر نہ لگائی جائے۔ ٦۔جاری یا بند پانی میں پیشاب کرنا مکروہ ہے۔ ٧۔ اگر پانی دھوپ سے گرم ہو جائے تو اس سے وضو کرنا جائز ہے، لیکن بہتر نہیں بلکہ مکروہ ہے اور اس سے برص (سفید داغ) ہو جانے کا ڈر ہے۔ ٨۔ کسی کنوئیں وغیرہ میں درخت وغیرہ

کے پتے گر پڑے اور پانی میں بدبو آنے لگی اور رنگ اور مزہ بھی بدل گیا تو بھی اس سے وضو درست ہے جب تک کہ پانی اسی طرح پتلا رہے (جس کنوئیں کے پانی میں نہ نکلنے کی وجہ سے بدبو ہو جائے اس سے بھی وضو درست ہے، مؤلف)۔ ۹۔ اگر جاری پانی آہستہ آہستہ بہتا ہو تو بہت جلدی جلدی وضو نہ کرے تاکہ جو مستعمل پانی اس میں گرتا ہے وہی ہاتھ میں نہ آ جائے، دہ در دہ حوض میں جہاں مستعمل پانی گرا ہے اگر وہیں سے پھر پانی اٹھا لے تو بھی جائز ہے۔

تیمّم کا بیان

تعریف

پاک مٹی یا کسی ایسی چیز سے جو مٹی کے حکم میں ہو بدن کو نجاستِ حکمیہ سے پاک کرنے کو تیمم کہتے ہیں۔ تیمم غسل اور وضو کا قائم مقام ہوتا ہے۔

تیمّم واجب ہونے کی شرطیں

وضو کی طرح تیمم واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔

۱۔ عاقل ہونا، ۲۔ بالغ ہونا، ۳۔ اسلام، ۴۔ مٹی وغیرہ پر قادر ہونا، ۵۔ حدث کا پایا جانا، ۶، ۷۔ حیض و نفاس کا موجود نہ ہونا، ۸۔ صاحبِ عذر کے لئے وقت کا تنگ ہونا۔

تیمّم کا حکم

جن حالتوں میں وضو فرض ہے عذر کے وقت اُن حالتوں میں تیمم بھی فرض ہے جیسے نماز کے لئے اور جن حالتوں میں وضو واجب ہے ان میں تیمم بھی واجب ہے اور جن حالتوں میں وضو مستحب ہے ان میں تیمم بھی مستحب ہے جیسے پاک آدمی کو دخولِ مسجد کے لئے۔

تیمّم صحیح ہونے کی شرطیں

تیمم صحیح ہونے کی شرطیں نو ہیں۔

۱۔ نیت

اس کے بغیر تیمم درست نہیں ہوتا اور اس کا وقت مٹی وغیرہ پر ہاتھ مارنے کے وقت ہے، بعض

کے نزدیک چہرے کا مسح کرتے وقت ہے، نیت حدث یا جنابت کو دور کرنے یا نماز جائز ہونے کی یا کسی ایسی عبادتِ مقصودہ کی کرے جو طہارت کے بغیر جائز نہ ہو، حدث اور جنابت میں فرق کرنا، یا غسل اور وضو کے لئے دو تیمم کرنا فرض نہیں بلکہ دونوں میں سے محض ایک کی نیت سے تیمم کرے تو دونوں ہو جائیں گے۔ جن عبادتوں کے لئے دونوں حدثوں سے یا حدثِ اصغر سے طہارت شرط نہیں جیسے سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا، یا قرآن پاک کی تلاوت و اذان وغیرہ ان کے لئے وضو اور غسل کا تیمم بغیر عذر کے ہو سکتا ہے اور ان تیمموں سے وہی عبادتیں جائز ہیں دوسری جائز نہیں، پس اگر قرآن مجید پڑھنے یا چھونے یا مسجد میں جانے یا اذان کہنے یا سلام کہنے یا سلام کا جواب دینے کے لئے تیمم کیا تو اس سے نماز جائز نہیں۔ پانی موجود ہونے کی صورت میں قرآن مجید چھونے کے لئے تیمم کرنا درست نہیں ہے، کسی کو سکھانے کے لئے تیمم کر کے دکھایا لیکن دل میں اپنا تیمم کرنے کی نیت نہیں کی تو تیمم نہیں ہوگا، نمازِ جنازہ یا سجدہ تلاوت کے لئے تیمم کیا تو اس سے فرض و نفل نماز جائز ہے، نماز کے لئے تیمم کیا تو قرآن مجید چھونا وغیرہ امور جائز ہیں۔ بیمار یا معذور کو کوئی دوسرا شخص تیمم کرائے تو جائز ہے اور نیت مریض پر فرض ہے تیمم کرانے والے پر فرض نہیں۔

۲۔ عذر

اس کی چند صورتیں ہیں۔ ا۔ پانی نہ ملنا یعنی پانی کا ایک میل شرعی یا زیادہ دور ہونا، پس جو شخص پانی سے ایک میل دور ہو خواہ شہر میں ہو یا باہر اور خواہ مسافر ہو یا مقیم اور سفر کثیر ہو یا قلیل مثلاً یونہی تھوڑی دور جانے کے لئے نکلا ہو تو اس کو تیمم کرنا جائز و درست ہے۔ پس اگر کوئی شخص آبادی سے ایک میل کے فاصلہ پر ہو اور ایک میل سے قریب کہیں پانی نہ ملے تب بھی تیمم کر لینا درست ہے۔ پانی کا تلاش کرنا ضروری ہے جبکہ اس کو جان و مال کا خوف اور ساتھیوں کو انتظار کی مشقت نہ ہو، اس کو پانی تلاش کئے بغیر تیمم کرنا درست نہیں، اور جب کسی کے بتانے یا اپنی اٹکل سے اس بات کا گمان غالب ہو جائے کہ پانی ایک میل کے اندر ہے اور اس کو یا اس کے ساتھیوں کو تکلیف یا حرج نہ ہوگا تو پانی لانا اور وضو کرنا واجب ہے لیکن اگر کوئی بتانے والا نہ ہو اور کسی اور طریقے سے بھی پانی کا پتہ نہ چلے یا یہ پتہ چلے کہ پانی ایک میل شرعی یا اس سے زیادہ دور ہے تو پھر پانی لانا واجب نہیں بلکہ تیمم کر لینا جائز ہے، اس میں فاصلہ کا اعتبار ہے وقت چلے جانے کے خوف کا اعتبار نہیں، پس اگر آدھے میل پر پانی ہو اور وقت تنگ ہو تو وضو کر کے نماز پڑھے چاہے وقت قضا ہو

جائے، شرعی میل انگریزی میل سے ایک فرلانگ اور دس گز بڑا ہوتا ہے۔ ۲۔ پانی لینے میں درندے یا دشمن کا خوف ہونا، خواہ خوف اپنی جان کا ہو یا مال کا اور خواہ وہ مال اپنا ہو یا امانت کے طور پر ہو، سانپ یا آگ یا چور یا کسی اور بلا یا جانور وغیرہ کا خوف ہونا بھی عذر ہے، اسٹیشن پر پانی ہے لیکن ریل گاڑی چھوٹ جانے کا خوف ہے تو یہ بھی عذر ہے اور تیمم جائز ہے۔ ۳۔ پانی تھوڑا ہو اور پیاس کا خوف ہو خواہ اپنے لئے ہو یا اپنے ساتھی یا اہلِ قافلہ میں سے کسی آشنا یا اجنبی کے لئے ہو، یا اپنی سواری کے جانور کے لئے یا چوپایوں کی حفاظت کرنے والے یا شکار کرنے والے کتوں کے لئے پیاس کا خوف ہو خواہ اسی وقت ہو یا آئندہ ہو یہ سب امور عذر ہیں، اسی طرح آٹا گوندھنے کی ضرورت ہو تو تیمم جائز ہے، شوربا پکانے کی ضرورت ہو تو عذر نہیں اس پانی سے وضو کرے تیمم جائز نہیں۔ ۴۔ بیمار ہو جانے یا بیماری بڑھ جانے کا خوف ہو، جبکہ اپنے تجربہ یا علامات سے گمان غالب ہو جائے یا کسی تجربہ کار مسلمان حکیم کے کہنے سے معلوم ہو، اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہو اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم پانی سے وضو اور غسل کرے لیکن اگر آدمی کسی ایسی جگہ ہے کہ گرم پانی نہیں مل سکتا تو پھر تیمم کر لینا درست ہے، اگر کہیں اتنی سردی اور برف پڑتی ہو کہ نہانے سے مر جانے یا بیمار پڑ جانے کا خوف ہو اور رضائی لحاف وغیرہ کوئی چیز بھی پاس نہیں کہ نہا کر اس سے گرم ہو جائے تو ایسی مجبوری کے وقت تیمم کر لینا درست ہے۔ ۵۔ ایسی نماز کے فوت ہونے کا خوف ہو جس کا قائم مقام و بدل نہ ہو جیسے عیدین کی نماز، چاند گرہن، سورج گرہن، نمازِ جنازہ وغیرہ۔ ۶۔ پانی نکالنے کا سامان نہ ہونے کی وجہ سے پانی پر قادر نہ ہونا یعنی کنواں موجود ہے مگر ڈول اور رسی نہیں ہے، اگر کپڑا لٹکا کر کچھ پانی نکالنا ممکن ہو تو اس کو نچوڑ کر وضو کرنا لازمی ہے اگرچہ پورا وضو چند مرتبہ میں ادا ہو ایسی صورت میں تیمم جائز نہیں، اگر پانی موجود ہے مگر وہ شخص اٹھ کر اسے نہیں لے سکتا اور دوسرا آدمی موجود نہیں تو وہ معذور ہے اور اس کو تیمم درست و جائز ہے۔

۳۔ مسح مٹی یا مٹی کی جنس پر کرنا

پاک مٹی یا جو چیز زمین کی جنس سے ہے اس پر تیمم کرے اگرچہ اس پر گرد و غبار نہ ہو، جو چیزیں جل کر راکھ ہو جائیں جیسے لکڑی گھاس وغیرہ اور جو چیزیں پگھل کر نرم ہو جائیں جیسے سونا چاندی، لوہا کانسی تانبا وغیرہ یہ چیزیں زمین کی جنس سے نہیں ہیں پس ہر قسم کی مٹی، سرخ سیاہ سفید وغیرہ ریت، گچ، چونا، پتھر، سرمہ، ہڑتال، گیرو، ملتانی، گندھک، فیروزہ، عقیق، زمرد، زبرجد،

یاقوت وغیرہ پتھر کی قسمیں، کچی یا پختہ اینٹ اور مٹی کے کچے یا پکے برتن خواہ نئے ہوں یا ان میں پانی بھر چکے ہوں ان سب پر تیمم جائز ہے خواہ ان پر گرد وغبار ہو یا نہ ہو لیکن مٹی کے برتن پر روغن پھرا ہوا ہو تو تیمم درست نہیں ہے اور لکڑی لوہا کان سے نکلنے کے بعد، صاف کیا ہوا سونا، چاندی، تانبا، پیتل، المونیم، سیسہ، رانگ، جست، گیہوں، جو، ہر قسم کا غلہ، کپڑا، راکھ، عنبر، کافور، مشک، مونگا وغیرہ ان تمام چیزوں پر تیمم جائز نہیں، لیکن اگر ان چیزوں پر مٹی کا گرد وغبار ہو تو جائز ہے۔ پس جو چیز زمین کی جنس سے نہیں اور اس پر اتنا غبار ہے کہ ہاتھ مارنے سے اڑنے لگے یا اس چیز پر ہاتھ رکھ کر کھینچنے سے ہاتھوں پر مٹی کا نشان پڑ جائے تو اس سے تیمم کر سکتا ہے پس اس پر دونوں ہاتھ مارے اور جب غبار اس کے ہاتھ پر لگ جائے اور اس کا اثر ظاہر ہو تو تیمم کرے یا اپنا کپڑا جھاڑے اور ہاتھوں کو غبار کی طرف ہوا میں اٹھائے جب غبار اس کے ہاتھوں پر پڑے تو اس سے تیمم کرے۔ ڈھیلا مٹی وغیرہ پر ایک ہی جگہ سے ایک ہی آدمی بار بار تیمم کرے یا بہت سے آدمی تیمم کریں تو جائز ہے اور وہ جگہ مستعمل نہیں ہو جاتی۔ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

۴۔ استیعاب (پورا پورا مسح کرنا)

یعنی اس طرح مسح کرنا کہ کوئی حصہ باقی نہ رہے اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی تو تیمم نہ ہوا۔ بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اگر اس کا مسح نہ کیا تو تیمم صحیح نہ ہوا، روغن، چربی، موم، تنگ انگوٹھی، کنگن، چوڑیاں وغیرہ نکال دینا ضروری ہے۔ تاکہ مسح پوری طرح ہو جائے۔ انگوٹھی کنگن چوڑی وغیرہ کو حرکت دینا کافی نہیں، بلکہ اپنی جگہ سے ہٹا کر اس کے نیچے بھی مسح کرے، دونوں نتھنوں کے بیچ میں جو پردہ ہے اس پر بھی مسح کرے ورنہ نماز نہ ہوگی، اگر انگلیوں کے بیچ میں غبار داخل نہ ہو تو ان کا خلال کرنا واجب ہے، کسی کی لبیں اتنی زیادہ بڑھی ہوئی ہوں کہ ہونٹ چھپ جائیں تو انہیں اٹھا کر ہونٹوں کے ظاہری حصہ کا مسح کرے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

۵۔ پورے ہاتھ سے یا اکثر ہاتھ سے مسح کرے

اکثر کا مطلب یہ ہے کہ تین انگلیوں سے مسح کرے ایک یا دو انگلیوں سے مسح جائز نہیں۔

۶۔ جو چیز تیمّم کے منافی ہے اس کا نہ پایا جانا

جیسے حیض و نفاس وغیرہ۔

۷۔ اعضائے مسح پر جو چیز مسح کو روکنے والی ہے اس کو دور کرنا

جیسے موم، چربی یا انگوٹھی وغیرہ کو حرکت دے کر یا اتار کر اس کے نیچے مسح کرنا۔

۸۔ پانی کا طلب کرنا جبکہ گمان ہو کہ پانی قریب ہے

مثلاً سبزہ نظر آنے یا پرندے گھومتے ہوں یا کسی اور علامت سے یا کسی متقی آدمی کے بتانے سے پانی کا قریب ہونا معلوم ہو تو تقریباً چار سو گز شرعی کی مقدار چاروں طرف تلاش کرے، خود تلاش کرنا لازم نہیں اگر کسی دوسرے شخص سے تلاش کرا لیا تب بھی کافی ہے اور اس کے لئے اوھر اُدھر جانا واجب نہیں بلکہ اسی جگہ سے ہر طرف نظر دوڑانی واجب ہے جبکہ درخت وغیرہ دیکھنے سے مانع نہ ہوں ورنہ اونچی جگہ چڑھ کر دیکھے اور اگر وہاں سے دیکھنا بوجہ رکاوٹوں کے کافی نہ ہو تو چلنا لازمی ہے اگر وہاں قریب پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو اور نہ کوئی خبر دے تو وہاں تلاش کرنا واجب نہیں، پس اگر شک ہو تو طلب کرنا مستحب ہے اور اگر شک بھی نہ ہو تو تلاش نہ کرنے پر مستحب کا تارک نہ ہوگا، اگر اس کے ساتھی کے پاس پانی ہے اور اس کو گمان ہے کہ اگر مانگے گا تو وہ دیدے گا تو مانگنا واجب ہے اور تیمم جائز نہ ہوگا اور اگر یہ سمجھتا ہو کہ وہ نہ دے گا تو مانگنا واجب نہیں اور تیمم جائز ہے۔ اگر پانی قیمت کے بغیر نہ ملے اور اس کے پاس رقم نہیں یا کرایہ وغیرہ راستہ کے خرچ سے فالتو رقم نہ ہو تو خریدنا واجب نہیں تیمم کر کے نماز پڑھے اگر فالتو رقم ہو اور وہ رواجی قیمت مانگتا ہو تو پانی خرید کر وضو کرے تیمّم نہ کرے، اگر بہت زیادہ مثلاً رواج سے دوگنی قیمت مانگتا ہو اس سے کم نہ کرے تو تیمّم کرے۔

۹۔ اسلام

مسلمان ہونا۔

تیمّم کے ارکان

تیمم کے دو رکن ہیں۔ ا۔ دو ضربیں یعنی دو دفعہ خشک و پاک مٹی یا مٹی کی جنس کی چیز پر دونوں ہاتھ مارنا۔ ۲۔ مسح کرنا یعنی ایک ضرب سے منہ (چہرے) کا مسح کرے اور دوسری ضرب سے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرے، ایک ہی ضرب سے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرنا جائز نہیں، اگر ایک ہاتھ سے منہ کا مسح کیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہاتھ کا مسح کیا تو منہ اور ہاتھ کا مسح جائز ہوگا اور اس کو چاہئے کہ دوسرے ہاتھ کے لئے دوسری ضرب لگائے مگر یہ خلاف سنت ہے، تیمّم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔

تیمّم کی سنتیں

تیمّم کی سات سنتیں ہیں ۔ ا۔ ہاتھوں کو مٹی پر رکھ کر آگے کو لانا ،۲۔ پھر پیچھے کو لیجانا ،۳۔ پھر ان کو جھاڑنا ،۴۔ انگلیوں کو کھلا رکھنا تا کہ ان کے درمیان میں غبار آ جائے ۔۵۔شروع میں بسم اللہ پڑھنا ، ۶ ۔ ترتیب کا لحاظ رکھنا ، ۷۔ پے در پے تیمّم کرنا سنت سے مراد یہاں مستحب ہے، کچھ اور مستحب بھی ہیں مثلاً ا۔ ہتھیلیوں کی اندرونی سطح سے تیمّم کرنا ،۲۔ پہلے دائیں عضو کا مسح کرنا پھر بائیں کا ،۳۔ مٹی سے تیمّم کرنا نہ کہ اس کے ہم جنس سے ،۴۔ منہ کے مسح کے بعد ڈاڑھی کا خلال کرنا ،۵۔ مسنون طریقہ سے مسح کرنا ، ۶ ۔ دونوں ہاتھوں کا مٹی پر مارنا تا کہ مٹی انگلیوں کے اندر پہنچ جائے اب کل تیرہ سنتیں ہوگئیں ۔

تیمّم کرنے کا پورا مسنون طریقہ

تیمّم کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر نیت کرے کہ میں ناپاکی دور کرنے اور نماز پڑھنے کے لئے تیمّم کرتا ہوں پھر دونوں ہاتھوں کو پاک مٹی کے بڑے ڈھیلے پر اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کے اندرونی جانب سے کشادہ کر کے مار کر ملتا ہوا آگے کو لائے اور پھر پیچھے کو لیجائے پھر ان کو اٹھا کر اس طرح جھاڑے کہ دونوں ہتھیلیوں کو نیچے کی طرف جھکا کر دونوں انگوٹھوں کو آپس میں ٹکرا دے تا کہ زائد مٹی جھڑ جائے اور جھاڑنے کے لئے دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں نہ ملے کہ اس طرح ضرب بیکار ہو جائے گی، اگر زیادہ مٹی لگ جائے تو منہ سے پھونک دے پھر پورے دونوں ہاتھوں سے اپنے پورے منہ پر اوپر سے نیچے کو اس طرح مسح کرے کہ کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہے جہاں ہاتھ نہ پہنچے ایک بال برابر بھی جگہ چھوٹ جائے گی تو تیمّم جائز نہ ہوگا پھر ڈاڑھی کا خلال بھی کرے پھر دوسری مرتبہ پہلے کی طرح دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور جھاڑے اور کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے کے سوا بائیں ہاتھ کی تین انگلیوں کو دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے سوا باقی چاروں انگلیوں کے سرے پر پشت کی جانب رکھ کر کہنیوں تک کھینچ لائے اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی کچھ ہتھیلی بھی لگ جائے اور کہنیوں کا مسح بھی ہو جائے پھر باقی دونوں انگلیوں (یعنی انگشتِ شہادت اور انگوٹھا) اور ہاتھ کی باقی ہتھیلی کو دوسری جانب رکھ کر کہنی کی طرف سے کلائی تک کھینچتا ہوا لائے اور انگوٹھے کے اوپر کی جانب بھی اس کے ساتھ ہی مسح کرے ایک عضو کا مسح پورا ہونے سے پہلے اگر ہاتھ اٹھالیا تو ضرب باطل ہو جائے گی۔ اسی طرح دائیں ہاتھ کے ساتھ بائیں ہاتھ کا مسح کرے پھر انگلیوں کا خلال کرے، وضو اور غسل دونوں کے تیمّم کا

یہی ایک طریقہ ہے، اگر انگوٹھی وغیرہ ہوتو اس کو اتار کر ہلا کر اس کی جگہ بھی مسح کرے۔

تیمّم کو توڑنے والی چیزیں

یہ دو قسم کی ہیں۔

۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے وضو کا تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں وہ غسل کے تیمم کو توڑتی ہیں، پس غسل کا تیمم صرف حدث اکبر سے ٹوٹتا ہے، وضو کو توڑنے والی چیز سے غسل کا تیمم نہیں ٹوٹتا، مثلاً کسی نے وضو اور غسل دونوں کا اکٹھا تیمم کیا پھر اس سے وضو توڑنے والا فعل سرزد ہوا تو اس کا وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا اور غسل کا تیمم بدستور رہے گا اب اگر پانی نہ ملے تو صرف تیمم وضو کی نیت سے تیمم کرے، اگر کوئی شخص ریل پر سوار ہو اور اس نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا پھر اثنائے سفر میں ریل گاڑی میں سے اس کو پانی کا دریا یا تالاب وغیرہ نظر آیا تو اس کا تیمم نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ریل گاڑی وہاں ٹھہر نہیں سکتی اور وہ چلتی ریل گاڑی سے اُتر نہیں سکتا اس لئے وہ پانی کے استعمال پر قادر نہیں ہوا۔

۲۔ جس عذر کی وجہ سے تیمم جائز ہوا تھا جب وہ عذر دور ہو جاتا ہے تو تیمم ٹوٹ جاتا ہے مثلاً اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو وہ پانی پر قدرت حاصل ہو جانے کی صورت میں ٹوٹ جائے گا۔ وضو کے موافق پانی ملنے سے وضو کا تیمم ٹوٹے گا اور غسل کے موافق پانی ملنے سے غسل کا تیمم ٹوٹے گا پس اگر اتنا پانی مل جائے جس سے غسل کے فرائض ادا ہو سکیں تو غسل کا تیمم ٹوٹ جائے گا، خواہ غسل سنتیں ادا نہ ہو سکیں، اسی طرح اگر وضو کے لئے اتنا پانی مل سکے جس سے وضو کے فرائض ادا ہو سکیں تو وضو کا تیمم ٹوٹ جائے گا خواہ وضو کی سنتیں ادا نہ ہو سکیں۔ اور اگر مرض وغیرہ کسی اور عذر کی وجہ سے تیمم کیا تھا تو اس عذر کے جاتے رہنے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔ تیمم جائز ہونے کے اسباب یعنی پانی دور ہونا، خوفِ مرض، خوفِ دشمن، خوفِ پیاس اور پانی نکالنے کے سامان کا نہ ہونا، علیحدہ علیحدہ ہونے کی وجہ سے ایک عذر دوسرے میں شامل نہیں ہو سکتا جب کسی شخص نے ایک عذر کی وجہ سے تیمم کیا پھر کوئی دوسرا عذر پہلی اجازت کی حالت میں لاحق ہو گیا پھر پہلا عذر جاتا رہا تو اس کی پہلی اجازت بالکل ختم ہو گئی اور اس کا تیمم بھی ختم ہو گیا اب دوسری اجازت کا تیمم دوبارہ کرے، مثلاً مسافر نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اسی حالت میں ایسا مرض ہو گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے پھر وہ شخص مقیم ہو گیا تو پہلا سبب یعنی سفر ختم ہو جانے سے وہ تیمم ختم ہو گیا، اب اس سے نماز جائز نہ ہو گی

بلکہ اب مرض کی وجہ سے دوبارہ تیمم کرے یا مسافر کو تیمم کے بعد پانی مل گیا لیکن ایسا مرض لاحق ہو گیا جس سے تیمم جائز ہوتا ہے تب بھی پہلا تیمم ختم ہو گیا اب دوبارہ تیمم کرے۔

تیمّم کے متفرق مسائل

۱۔ اگر وقت کے داخل ہونے سے پہلے تیمم کرلے تو جائز ہے۔ ۲۔ ایک تیمم سے جب تک وہ نہ ٹوٹے جس قدر چاہے فرض و نفل نمازیں پڑھے جائز ہے۔ اسی طرح نماز کے لئے جو تیمم کیا ہے اس سے فرض نماز، نفل نماز، قرآن مجید کی تلاوت، جنازے کی نماز، سجدۂ تلاوت اور تمام عبارتیں جائز ہیں۔ ۳۔ جب تک پانی نہ ملے یا کوئی اور عذر باقی رہے تیمم کرنا جائز ہے۔ اگر اسی حالت میں کئی سال گزر جائیں تو کچھ مضائقہ نہیں، عذر کی حالت میں تیمم کرنے سے وضو اور غسل کے برابر کی پاکی حاصل ہو جاتی ہے یہ نہ سمجھے کہ اچھی طرح پاک نہیں ہوا چاہے جب تک عذر رہے یہی حکم ہے البتہ عذر دور ہونے کے بعد ناپاکی عود کر آتی ہے۔ ۴۔ اگر پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور اگر امید نہ ہو تو تاخیر نہ کرے اور وقتِ مستحب میں تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ ۵۔ اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کرلیا اور نماز پڑھ لی پھر پانی مل گیا تو اس کی نماز ہوگئی اب لوٹانے کی ضرورت نہیں خواہ وہ پانی وقت کے اندر ملا ہو یا وقت گذرنے کے بعد۔ ۶۔ اگر کہیں سے پانی مل گیا لیکن وہ اتنا تھوڑا ہے کہ ایک ایک دفعہ منہ اور دونوں ہاتھ کہنیوں سمیت اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھو سکتا ہے تو تیمم کرنا درست نہیں ہے ان اعضا کو ایک دفعہ دھولے اور سر کا مسح کرلے کلی وغیرہ وضو کی سنتیں چھوڑ دے اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو تیمم کرلے۔ ۷۔ ایک ہی تیمم غسل اور وضو دونوں کے لئے کافی ہوتا ہے اگر جنبی کے پاس اتنا پانی ہو کہ اس کے کچھ اعضائے غسل یا پورے وضو کو کفایت کرتا ہے تو غسل کا تیمم کرے اور یہ تیمم غسل اور وضو دونوں کے لئے کافی ہے اس کو وضو اور بعض اعضائے غسل کے دھونے کی ضرورت نہیں پھر اگر غسل کے تیمم کے بعد وضو ٹوٹ جائے تو اب وضو کے لئے تیمم نہ کرے بلکہ اس کو وضو ہی کرنا چاہئے کیونکہ اب وہ بقدرِ کفایت پانی پر قادر ہے یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ پانی تو کافی ہے مگر غسل کرنا نقصان کرتا ہے اور وضو کرنا نقصان نہیں کرتا۔ ۸۔ جنبی کو جنازہ اور عیدین کی نماز کے لئے تیمم جائز ہے۔ ۹۔ اگر جنازہ حاضر ہو اور ولی کے سوا دوسرے شخص کو وضو کرنے تک نمازِ جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے اور اگر وضو کر کے ایک تکبیر بھی مل سکے تو تیمم جائز نہیں، اور اس صورت میں ولی کے واسطے تیمم جائز نہیں (کیونکہ اس کا انتظار ضروری ہے اور اسکی اجازت سے نماز ہوگی)

۱۰۔عورت کو پانی کے ہوتے ہوئے سفر میں پانی لینے نہ جانا اور تیمم کر لینا درست نہیں ایسا پردہ جس میں شریعت کا کوئی حکم چھوٹ جائے ناجائز و حرام ہے پس اس کو برقعہ اوڑھ کر یا سارے بدن پر چادر لپیٹ کر پانی کے لئے جانا واجب ہے البتہ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر وضو نہ کرے اور ہاتھ منہ نہ کھولے، اگر پانی کی جگہ جانے میں اس کو اپنی جان و مال اور عزت و آبرو و عصمت کا خوف ہو تو نہ جائے اس کو تیمم کرنا جائز ہے۔۱۱۔جنبی کو مسجد میں بلا ضرورت جانے کے لئے تیمم جائز نہیں لیکن اگر مجبوراً جانا پڑے تو جائز ہے۔مگر ضرورت پوری ہونے پر جلدی نکل آئے، اسی طرح اگر مسجد میں سویا ہوا تھا اور نہانے کی ضرورت ہوگئی تو آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا فوراً تیمم کر کے باہر نکل آئے دیر کرنا حرام ہے۔۱۲۔ریل میں سیٹوں اور گدوں پر جو گرد و غبار جم جاتا ہے اس پر تیمم جائز ہے، یہ وہم نہیں کرنا چاہئے کہ شاید یہ غبار پاک ہے یا ناپاک۔۱۳۔ریل گاڑی میں جہاں مسافر جوتے پہن کر چلتے ہیں وہ مٹی ناپاک ہے اس سے تیمم درست نہیں۔۱۴۔اگر کسی آدمی کے آدھے سے زیادہ بدن پر زخم ہوں یا چیچک نکلی ہوئی ہو تو تیمم کرنا درست ہے۔۱۵۔اگر سفر میں کسی دوسرے آدمی کے پاس پانی ہے اور اس کا گمان غالب یہ ہو کہ اگر میں اس سے پانی مانگوں گا تو مل جائے گا تو بغیر مانگے تیمم کر لینا درست نہیں اور اگر گمان غالب یہ ہو کہ مانگنے سے وہ شخص پانی نہیں دے گا تو تیمم کر کے نماز پڑھ لینا درست ہے لیکن اگر نماز پڑھنے کے بعد اس سے پانی مانگا اور اس نے دیدیا تو نماز کو دہرانا پڑے گا، اسی طرح اگر نماز کی حالت میں کسی شخص کے پاس پانی دیکھا اور اس کا گمان غالب یہ ہے کہ وہ مانگنے سے دیدے گا تو نماز قطع کر دے اور پانی مانگے اگر وہ دیدے تو وضو کرے اور اگر نہ دے تو اس کا وہی تیمم باقی ہے اور اگر نہیں مانگا اور نماز پوری کر لی پھر اس نے از خود یا مانگنے پر پانی دیدیا تو اعادہ لازم ہے اور اگر نہ دے تو اعادہ لازم نہیں اور اگر گمان غالب نہ ہو صرف شک ہو تو نماز نہ توڑے اور پوری کرنے کے بعد پانی مانگے پھر اگر از خود یا مانگنے سے دیدے تو وضو کر کے نماز کا اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو وہی نماز کافی ہے۔۱۶۔اگر وہ عذر جس کی وجہ سے تیمم کیا گیا ہے بندوں کی طرف سے ہو تو جب عذر جاتا رہے تو جس قدر نمازیں اس تیمم سے پڑھی ہیں سب دوبارہ پڑھنی چاہئیں مثلاً کوئی شخص جیل خانہ میں ہو اور وہاں کے ملازم اس کو پانی نہ دیں یا مثلاً کوئی شخص یہ کہے کہ اگر تو وضو کرے گا تو تجھ کو مار ڈالوں گا ایسی صورت میں تیمم کر کے نمازیں ادا کرے اور عذر دور ہونے پر سب نمازوں کو دوبارہ پڑھنا چاہئے۔۱۷۔اگر پانی پر بھی قادر نہ ہو اور مٹی سے تیمم پر بھی قادر نہ ہو تو بلا طہارت نماز پڑھ لے پھر عذر دور ہونے پر اسکو طہارت کے ساتھ لوٹانا لازمی ہے۔

موزوں پر مسح کرنے کا بیان

موزوں پر مسح کرنا رخصت (جائز) ہے اور پاؤں کا دھونا عزیمت (افضل) ہے اگر اس کو جائز جان کر عزیمت اختیار کرے تو اولیٰ ہے۔

جو چیزیں موزوں پر مسح جائز ہونے کیلئے ضروری ہیں

ا۔ موزہ ایسا ہو کہ اس کو پہن کر سفر کر سکے اور مسلسل تین میل چل سکے اور پاؤں ٹخنے سمیت ڈھک جائے۔ اگر موزہ اتنا چھوٹا ہو کہ ٹخنے موزے کے اندر چھپے ہوئے نہ ہوں تو اس پر مسح درست نہیں، پس موزہ میں یہ چار وصف ہونے چاہئیں۔ ا۔ ایسے دبیز ہوں کہ بغیر کسی چیز سے باندھے پیروں پر ٹھہرے رہیں۔ ۲۔ اُن کو پہن کر تین میل یا اس سے زیادہ پیدل چل سکیں۔ ۳۔ ان کے نیچے کی جلد نظر نہ آئے۔ ۴۔ پانی کو جذب نہ کرتے ہوں یعنی اگر ان پر پانی ڈالا جائے تو ان کے نیچے کی سطح تک نہ پہنچے۔ پس تین قسم کے موزوں پر مسح جائز ہے۔ اوّل چمڑے کے موزے جن سے پاؤں ٹخنوں تک چھپے رہیں۔ دوسرے اُونی یا سوتی موزے جن میں چمڑے کا تلا مردانہ ہندی جوتے کی شکل پر لگا ہوا ہو۔ تیسرے وہ اونی یا سوتی موزے جو اسقدر گاڑھے اور موٹے ہوں کہ خالی موزے پہن کر تین میل راستہ پیدل چلنے سے نہ پھٹیں اور پنڈلی پر بغیر باندھے تھمے رہیں اور نیچے کی جلد نظر نہ آئے اور اس میں سے پانی نہ چھنے، موزوں کے نیچے کپڑے وغیرہ کی جراب پہنے ہوئے ہو تب بھی موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، کپڑے وغیرہ کی جرابوں پر مسح کرنا درست نہیں، لیکن اگر مردانہ جوتے کی شکل پر چمڑا چڑھایا گیا ہو یا وہ بہت سخت اور موٹی ہوں جیسا کہ اوپر بیان ہوا تب ان پر مسح جائز ہے۔

۲۔ مسح میں دو فرض ہیں۔ اوّل موزوں کے اوپر کی جانب سے مسح کرے۔ دوم ہر پاؤں پر ہاتھ کی تین انگلیوں کی برابر مسح کرے، ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کے برابر فرض ہے۔ اس سے کم میں مسح درست نہ ہوگا اور یہ دونوں فرض عملی ہیں، موزے کے نیچے کی جانب یا ایڑی پر یا ساق پر یا اس کے اطراف میں یا ٹخنے پر مسح جائز نہیں۔ اگر ایک پاؤں پر دو انگشت کی مقدار مسح کرے اور دوسرے پر چار یا پانچ انگشت کی مقدار مسح کرے تو جائز نہیں۔

۳۔ مسح تین انگشت سے کرے، اگر ایک ہی انگلی سے تین دفعہ الگ الگ جگہ مسح کرے اور ہر دفعہ نیا پانی لے تو جائز ہے اور نیا پانی نہ لے تو جائز نہیں، اگر انگوٹھے اور اس کے پاس کی انگلی سے مسح

کرے اور دونوں کھلی ہوئی ہوں تو جائز ہے، اگر تین انگلیاں رکھدے اور کھینچے نہیں تو جائز ہے۔ مگر سنت کے خلاف ہے اگر انگلیوں کو کھڑا رکھے اور صرف انگلیوں کے سروں سے مسح کرے تو اگر پانی ٹپکتا ہوا ہو اور اس سے موزہ تین انگلیوں کی مقدار تر ہو جائے تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں، اگر کسی نے موزہ پر مسح نہیں کیا لیکن پانی برستے وقت باہر نکلا یا گیلی گھاس پر چلا جس سے موزہ بھیگ گیا تو مسح ہو گیا۔

۴۔ موزوں پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے جبکہ موزے پورا وضو کر کے پہنے ہوں، اس کے بعد وضو ٹوٹا ہو، یا دونوں پاؤں دھو کر موزے پہنے ہوں اور پھر حدث ہونے یعنی وضو توڑنے والا امر واقع ہونے سے پہلے وضو پورا کر لیا ہو تو اب وضو ٹوٹنے پر اس کو موزوں پر مسح کرنا جائز ہے پاؤں دھونے کی ضرورت نہیں، صرف وضو میں موزوں پر مسح کرنا جائز ہے غسل میں نہیں، پس اگر کسی پر نہانا واجب ہو گیا تو موزے اتار کر نہائے اور جس شخص نے حدث کا تیمم کیا ہو اس کو موزہ پر مسح جائز نہیں خواہ وہ تیمم غسل کا ہو یا وضو کا یا دونوں کا۔

۵۔ مسح اس کی مدت کے اندر جائز ہے۔ مدت گذرنے کے بعد جائز نہیں، مسح کی مدت مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات، جس وقت موزے پہنے اس وقت سے مدت شروع نہیں ہوگی بلکہ موزے پہننے کے بعد جب حدث ہو اُس وقت سے یہ مدت شروع ہوگی، موزہ پہننے یا وضو کرنے کے وقت سے نہیں پس اگر کسی نے جمعہ کو فجر کے وقت وضو کر کے موزے پہنے پھر عصر کے وقت اس کو حدث ہوا اور اس نے وضو میں موزہ پر مسح کیا اگر وہ مقیم ہے تو دوسرے دن یعنی ہفتہ کی عصر کے وقت اسی ساعت تک اس کے لئے مسح کی مدت باقی رہے گی جس ساعت میں اول روز حدث ہوا تھا اور اگر مسافر ہے تو چوتھے روز یعنی پیر کے دن کی اسی ساعت تک مسح کی مدت باقی رہے گی، پس مقیم کبھی چھ نمازوں میں مسح کرتا ہے اور کبھی مسح کے ساتھ صرف چار نماز پر قادر ہوتا ہے۔ مقیم نے مدتِ مسح یعنی ایک دن رات پورا ہونے سے پہلے سفر کیا تو سفر کی مدت تک مسح کرتا رہے۔ یعنی تین رات تک موزے پہنے رہے اور مسح کرتا رہے اور اگر ایک دن پورا ہونے کے بعد سفر کیا تو موزے اتار کر پیر دھولے اور پھر موزے پہنے اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی اور اگر مسافر موزوں پر مسح کرنا شروع کرے اور ایک دن رات سے قبل گھر آ جائے یا اقامت کی نیت کر لے تو اقامت کے مسح کی مدت یعنی آٹھ پہر تک مسح کر سکتا ہے اور اگر ایک دن رات کے بعد گھر آیا یا اقامت کی نیت کی تو اس کی مسح کی رخصت ختم ہو گئی وہ پیروں کو دھوئے اور اب نئے سرے سے مسح کی مدت شروع ہوگی، اگر وضو کی حالت میں موزہ اتار

دیا یا وضو ہونے کی حالت میں مسح کی مدت پوری ہوگئی تو ان دونوں حالتوں میں صرف پاؤں دھوکر موزے پہن لینا کافی ہے اور پورا وضو کر لینا مستحب ہے۔

۶۔ موزہ بہت پھٹا ہوا نہ ہو، بہت پھٹا ہوا ہونے کی مقدار پاؤں کی تین چھوٹی انگلیاں ہیں، خواہ سوراخ موزہ کے نیچے ہو یا اوپر یا ایڑی کی طرف اور اگر سوراخ ٹخنے سے اوپر پنڈلی میں ہے تو یہ مسح کا مانع نہیں ہے کیونکہ یہ مسح کی حد سے باہر ہے پس اگر تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار پاؤں کھل گیا یا چلنے میں کھل جاتا ہے تو اس پر مسح جائز نہیں اور اس سے کم پھٹا ہو تو مسح جائز ہے۔ تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار کا اعتبار اس وقت ہے جبکہ انگلیوں کے سوا کوئی اور جگہ کھل جائے اور اگر انگلیاں ہی کھل جائیں تو معتبر یہ ہے کہ انہی تین انگلیوں کے کھلنے کا اعتبار ہوگا حتیٰ کہ اگر انگوٹھا اور اس کے پاس والی انگلی کھل گئی تو مسح جائز ہے حالانکہ یہ دونوں مل کر تین چھوٹی انگلیوں کے برابر ہے اور اگر انگوٹھا اور اس کے برابر کی دونوں انگلیاں کھل گئیں تو اب مسح جائز نہیں، ایک موزہ کے سوراخ جمع کئے جائیں گے، دونوں کے جمع نہ کئے جائیں گے پس اگر ایک ہی موزہ کئی جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹا ہوا ہو اور اسے جمع کر کے تین انگلیوں کی برابر ہو جائے تو مسح کرنا ناجائز ہے اور کم ہو تو جائز ہے اور اگر ایک موزہ میں بقدر ایک انگشت کے اور دوسرے موزہ میں بقدر دو انگشت کے کھلا ہوا ہو تو مسح ان دونوں پر جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مسح پھٹے ہوئے حصہ پر واقع نہ ہو بلکہ درست حصہ پر ہو، سوراخ کم از کم اتنا بڑا ہو کہ جس میں ٹاٹ وغیرہ سینے کا سوا جا سکے اور جو اس سے کم ہو اس کا اعتبار نہیں وہ معاف ہے۔ اگر موزہ کی سیون کھل گئی لیکن اس سے پاؤں دکھائی نہیں دیتا تو مسح درست ہے اور اگر ایسا ہو کہ چلتے وقت تین انگلیوں کے برابر دکھائی دیتا ہے ویسے نہیں تو مسح درست نہیں ہے۔ موزے پر مسح کے حکم میں مرد و عورت برابر ہیں، دستانے جو ہاتھ میں پہنے جاتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں، عمامہ، ٹوپی، اور نقاب (گھونگھٹ) پر بھی مسح جائز نہیں۔

مسح کا مسنون طریقہ

مسح کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے تر کر کے اپنی دائیں ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزہ کے اگلے حصہ (پنجہ) پر رکھے اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزہ کے اگلے حصے پر رکھے انگلیاں پوری پوری رکھے صرف سرے نہ رکھے اور انگلیوں کو کھولے ہوئے ٹخنوں کی طرف ٹخنوں سے اوپر تک کھینچے، اگر کوئی اُلٹا مسح کرے یعنی ٹخنوں کی طرف سے انگلیوں کی طرف کو کھینچے یا

دونوں موزوں پر عرض میں مسح کرے تو مسح ہو جاتا ہے مگر سنت کے خلاف اور مکروہ و بدعت ہے، اگر ہتھیلی کو رکھ کر یا صرف انگلیوں کو رکھ کر کھینچے تو یہ دونوں صورتیں حسن ہیں اور احسن یہ ہے کہ سارے ہاتھ سے مسح کرے اگر ہتھیلی یا انگلیوں کی پیٹھ کی جانب سے مسح کرے تو جائز مگر مکروہ ہے اور مستحب یہ ہے کہ اندر کی جانب سے مسح کرے مسح میں خطوط کا ظاہر ہونا شرط نہیں البتہ سنت ہے۔ مسح کئی بار کرنا سنت نہیں اور اس کے لئے نیت شرط نہیں ہے۔

مسح توڑنے والی چیزوں کا بیان

ا۔ جو چیزیں وضو کو توڑتی ہیں وہ مسح موزہ کو بھی توڑتی ہیں۔۲۔ دونوں موزوں یا ایک موزہ کا پاؤں سے نکالنا یا نکل جانا، اگر کسی کا وضو تو نہیں ٹوٹا لیکن اس نے موزہ اتار دیا تو مسح جاتا رہا، اب دونوں پاؤں دھولے پھر سے وضو کرنے کی ضرورت نہیں، اگر ایک موزہ اتار دیا یا نکل گیا تو اب دوسرا موزہ بھی اتار کر دونوں پاؤں دھونا واجب ہے۔۳۔ مدتِ مسح کا گذر جانا، پس اگر وضو نہ ٹوٹا ہو تو موزے اتار کر دونوں پاؤں دھولے پورا وضو کرنا واجب نہیں، لیکن اگر وضو ٹوٹ گیا ہو تو موزے اتار کر پورا وضو کرے۔۴۔ موزے میں پاؤں کا پانی سے بھیگ جانا، پس اگر ایک موزہ میں پانی داخل ہوا اور ٹخنے تک پانی پہنچا اگر سارا پاؤں یا آدھے سے زیادہ پاؤں دُھل گیا تو اس پر موزہ اتار کر دوسرے پاؤں کا دھونا بھی واجب ہے۔۵۔ موزہ کا تین انگلیوں کی برابر یا زیادہ پھٹنا،۶۔ معذور کے حق میں وقت کا نکل جانا۔

جبیرہ وعصابہ پر مسح کرنے کا بیان

ا۔ جبیرہ اُن کھپچیوں کو کہتے ہیں جو لکڑی یا بانس یا نرسل وغیرہ سے چیر کر ٹوٹی ہوئی ہڈی کو درست کرنے کے لئے باندھتے ہیں اور عصابہ کپڑے کی پٹی (یا مرہم کا پھایہ وغیرہ) جو پھوڑے پھنسی دنبل اور زخم وغیرہ پر باندھتے ہیں۔۲۔ جب زخم کو پانی سے دھونے سے نقصان ہو اور زخم پر مسح کرنا بھی نقصان کرے تو اس وقت پٹی یا پھایہ پر مسح کرنا جائز ہے۔ لیکن اگر پانی سے دھونا نقصان نہ کرے تو دھونا ضروری ہے اور اگر پانی سے دھونا نقصان کرے اور مسح نقصان نہ کرے تو زخم پر مسح کرنا واجب ہے۔ اگر لکڑی یا پٹی کے کھولنے یا پھایہ کے اکھاڑنے سے نقصان پہنچے یا سخت تکلیف ہوتی ہو تو اس لکڑی یا پٹی یا پھایہ پر مسح کرنا جائز ہے، جس شخص کو پٹی کھولنے میں اس وجہ سے ضرر ہو کہ وہ ایسی جگہ ہے کہ پھر ان کو خود نہیں باندھ سکتا اور نہ اس کے پاس کوئی اور باندھنے والا ہے،

تو وہ شخص بھی اس پر مسح کرے ۔۳۔ اگر ٹھنڈے پانی سے دھونا نقصان کرتا ہو اور گرم پانی سے دھونا نقصان نہ کرتا ہو تو گرم پانی سے دھونا لازمی ہے اور اس کو مسح جائز نہیں ۔۴۔ اگر جبیرہ وعصابہ پر مسح کرنے سے ضرر ہو تو بالاجماع ترک جائز ہے اور اگر ضرر نہ ہو تو ترک ناجائز ہے کیونکہ ان پر مسح فرض ہے اسی پر فتویٰ ہے ۔۵۔ جبیرہ وعصابہ کی ساری پٹی پر مسح کریں خواہ اس ساری کے نیچے زخم نہ ہو یعنی جس قدر زخم کے مقابل ہے اور جس قدر صحیح بدن کے مقابل ہے سب پر مسح کرے ، اگر اکثر جبیرہ پر یعنی آدھے سے زیادہ مسح کرلیا تو کافی ہے اسی پر فتویٰ ہے ، پٹی کی دونوں بندشوں کے درمیان ہاتھ یا کہنی یا بدن کی کوئی اور جگہ جو کھلی رہ جاتی ہے اس پر بھی مسح کرنا کافی ہے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے ۔۶۔ مسح اسی طرح کرے جس طرح موزوں پر کیا جاتا ہے یعنی انگلیوں کو بھگو کر پٹی پر پھیرے مسح ایک ہی دفعہ کافی ہے ۔۷۔ جبیرہ وعصابہ پر مسح کرنا اس کے نیچے کے بدن کے دھونے کے حکم میں ہے ۔ مسحِ موزہ کی طرح خلیفہ اور بدل نہیں ہے ۔

جبیرہ وعصابہ کے مسح اور موزے کے مسح میں فرق

جبیرہ وعصابہ کا مسح موزہ کے مسح سے بیس احکام میں مخالف ہے :۔

۱۔ یہ بدل وخلیفہ نہیں اور مسحِ موزہ دھونے کا بدل وخلیفہ ہے ۔۲۔ اس کے لئے مدت مقرر نہیں ۔۳۔ اگر پہلے جبیرہ وعصابہ کو بدل ڈالے تو دوسرے پر مسح کو لوٹانا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے ۔۴۔ اگر اوپر نیچے دو جبیرہ بندھے ہوں اور ایک کو کھول ڈالے تو دوسرے پر مسح لوٹانا واجب نہیں مستحب ہے ۔۵۔ جبیرہ والے پاؤں کو مسح کرے اور دوسرے پاؤں کو دھولے بخلاف موزہ کے کہ اگر صرف ایک پاؤں میں موزہ ہو تو دونوں کو دھونا فرض ہے ایک پر مسح جائز نہیں ۔۶۔ جبیرہ کا طہارت پر باندھنا شرط نہیں ۔۷۔ اگر جبیرہ پر مسح ضرر کرے تو ترک جائز ہے ۔۸۔ جبیرہ کا مسح عذر میں جائز ہے بلا عذر جائز نہیں ۔۹۔ حدث وجنابت یعنی غسل میں بھی جبیرہ پر مسح جائز ہے ۔۱۰۔ اگر جبیرہ زخم اچھا ہو جانے پر گر جائے تو مسح باطل ہو جائے گا ورنہ نہیں ۔۱۱۔ جبیرہ کے مسح میں نیت بالاتفاق شرط نہیں موزہ کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے ۔۱۲۔ زخم اچھا ہونے پر جبیرہ گر پڑے تو صرف اسی جگہ کا دھونا لازم ہے ۔۱۳۔ اگر جبیرہ میں مسح کرنے کے بعد کسی طرح پانی داخل ہو جائے تو مسح باطل نہ ہوگا موزہ کا مسح باطل ہو جائے گا ۔۱۴۔ ٹوٹے ہوئے عضو پر جبیرہ باندھ کر مسح کرنا جائز ہے اگرچہ وہ عضو تین انگل سے کم باقی رہا ہو ، مسح موزہ میں تین انگل کی مقدار کا باقی رہنا

شرط ہے۔ ۱۵۔ بعض روایات میں جبیرہ وعصابہ کے مسح کا ترک جائز ہے۔ ۱۶۔ جبیرہ وعصابہ کا پاؤں میں ہونا شرط نہیں۔ ۱۷۔ جبیرہ وعصابہ میں اکثر حصہ کا مسح شرط ہے موزہ میں تین انگل کی مقدار شرط ہے۔ ۱۸۔ جب عضوِ ماؤف کو مسح نہ کر سکے تب جبیرہ کا مسح صحیح ہے۔ ۱۹۔ مسح جبیرہ و عصابہ فرضِ عملی ہے اور موزہ کا مسح رخصت وجائز ہے۔ ۲۰۔ مسح جبیرہ کی مدت معین نہیں کیونکہ وہ دھونے کی مثل ہے اور جب تک وہ زخم وغیرہ اچھا نہ ہو مسح کرے گا اور تندرستوں کی امامت کرے گا بخلاف صاحبِ عذر کے اور مسحِ موزہ کی مدت معین ہے۔

حیض ونفاس واستحاضہ کا بیان

عورت کو جو خون فرج (آگے کے مقام) سے نکلتا ہے تین قسم کا ہے۔ ۱۔ حیض، ۲۔ نفاس، ۳۔ استحاضہ۔

حیض کا بیان

۱۔ حیض وہ خون ہے جو رحم سے بغیر ولادت یا بیماری کے ہر مہینے فرج (آگے) کی راہ سے نکلتا ہے اگر خون پاخانہ کے مقام کی طرف سے نکلے تو حیض نہیں اور اس کے بند ہو جانے پر غسل فرض نہیں بلکہ مستحب ہے، زمانہ حیض کے علاوہ اور دنوں میں کسی دوائی کے استعمال سے خون آ جائے وہ بھی حیض نہیں ہے۔ ۲۔ حیض کا خون ان چند باتوں پر موقوف ہے۔ وقت اور وہ نو برس کی عمر سے ایاس (ناامیدی) کی عمر تک ہے۔ نو برس سے پہلے جو خون نکلے وہ حیض نہیں ہے ایاس کا وقت پچپن برس کی عمر ہونے پر ہوتا ہے یہی اصح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اس کے بعد جو خون آئے گا وہ حیض نہیں بشرطیکہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ یا سیاہ نہ ہو پس اگر ایسا ہے تو حیض ہے اور اگر زرد و سبز یا خاکی رنگ ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے بشرطیکہ اس عمر سے پہلے ان رنگوں میں سے کسی رنگ کا خون نہ آتا ہو ورنہ اگر عادت کے مطابق ہوگا تو اب بھی حیض شمار ہوگا۔

۲۔ خون کا فرجِ خارج تک نکلنا اگرچہ گدی کے گر جانے سے ہو پس جب تک کچھ گدی یا روئی خون اور فرجِ خارج کے درمیان حائل ہے تو حیض نہ ہوگا۔ حیض کے خون میں سیلان (بہنا) شرط نہیں، مطلب یہ ہے کہ جب تک خون فرج کے سوراخ سے باہر کی کھال تک نہ آئے اس وقت تک حیض شروع ہونے کا حکم نہیں لگے گا اور سوراخ سے باہر کی کھال میں نکل آئے تب سے حیض

شروع ہوگا خواہ اس کھال سے باہر نکلے یا نہ نکلے کیونکہ بہنا شرط نہیں ہے، اگر کوئی عورت سوراخ کے اندر روئی وغیرہ رکھ لے جس سے خون باہر نہ نکلنے پائے تو جب تک سوراخ کے اندر ہی اندر خون رہے اور باہر والی روئی یا گدّی وغیرہ پر خون کا دھبہ نہ آئے تب تک حیض شروع ہونے کا حکم نہ لگے گا اور جب خون کا دھبہ باہر والی کھال میں آ جائے یا روئی وغیرہ کھینچ کر باہر نکال لے تب سے حیض کا حساب ہوگا اور جس وقت سے خون کا دھبہ باہر کی کھال میں یا روئی وغیرہ کے باہر والے حصہ پر دیکھا ہے اسی وقت سے حیض شروع ہونے کا حکم ہوگا۔

۳۔ حیض کا خون ان چھ رنگوں میں سے کسی ایک رنگ کا ہو، ۱۔ سیاہ، ۲۔ سرخ، ۳۔ زرد، ۴۔ تیرہ (سرخی مائل سیاہ یعنی گدلا)، ۵۔ سبز، ٦۔ خاکستری (مٹیالا)، اور جب تک بالکل سفید نہ ہو جائے وہ حیض ہے، تری کی حالت کا اعتبار ہے پس جب تک کپڑا تر ہے اگر اس وقت تک خالص سفیدی ہو اور جب خشک ہو جائے تب زرد ہو جائے تو اس کا حکم سفیدی کا ہے اور تر حالت میں سرخ یا زرد ہے اور خشک ہونے کے بعد سفید ہو گیا تو سرخ یا زرد سمجھا جائے گا اور وہ حیض کے حکم میں ہوگا۔

۴۔ مدتِ حیض، حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، تین دن رات سے ذرا بھی کم ہو تو حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہے کہ کسی بیماری کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے اور اکثر مدتِ حیض دس دن اور دس راتیں ہیں پس دس دن سے زیادہ جو خون آیا وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ ہوگا۔

۵۔ رحم حمل سے خالی ہو یعنی وہ عورت حاملہ نہ ہو۔

٦۔ طہر کی کامل مدت اس سے پہلے ہو چکی ہو، دو حیض کے درمیان پاک رہنے کی مدت کم سے کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، پس دو حیض کے درمیان میں جو طہر یعنی پاکی کے دن آئیں اگر وہ پندرہ روز سے کم ہے تو ان دونوں حیض کو جدا نہیں کرے گا پس اگر وہ وقفہ دس دن سے زیادہ نہ ہو تو وہ طہر اور خون سب حیض ہوں گے اور اگر دس دن سے زیادہ ہو تو اگر اس کو پہلی ہی بار حیض آیا ہو تو دس دن حیض کے سمجھے جائیں گے اور اگر اس کی عادت مقرر ہو تو مقررہ عادت کے مطابق حیض سمجھا جائے گا اور طہر کی کم سے کم مدت یعنی پندرہ دن یا اس سے زیادہ وقفہ ہو تو طہر سمجھا جائے گا ورنہ باقی دن استحاضہ ہوگا۔

نفاس کا بیان

۱۔ نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد رحم سے آگے کی راہ سے نکلے، جب نصف

سے زیادہ بچہ باہر نکل آئے تو اب جو خون نکلے گا وہ نفاس ہوگا اس سے پہلے نفاس نہیں ہوگا، اگر توام (جوڑا) بچے پیدا ہوں تو نفاس پہلے بچے کے پیدا ہونے کے وقت سے ہوگا اور اس کی پیدائش کے بعد سے چالیس دن تک نفاس ہوگا اس کے بعد استحاضہ ہے مگر غسل کا حکم دیا جائے گا یعنی نہا کر نماز پڑھے گی، شرط یہ ہے کہ دونوں توام بچوں کی ولادت میں چھ مہینے سے کم فاصلہ ہو اگر دونوں کے درمیان چھ مہینے یا اس سے زیادہ فاصلہ ہو تو دو حمل اور دو نفاس ہوں گے۔

۲۔ نفاس کی کم سے کم مدت کچھ مقرر نہیں، نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد خون آ جائے خواہ ایک ہی ساعت ہو وہ نفاس ہے اور اگر بچہ نصف سے کم نکلا اور اس وقت خون آیا تو نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہیں، اگر خون چالیس دن سے زیادہ آتا رہا تو اس عورت کے لئے جس کو پہلی مرتبہ نفاس آیا چالیس دن نفاس ہوگا اور باقی استحاضہ اور جس عورت کی نفاس کی عادت مقرر ہے اس کے لئے مقررہ عادت کے دنوں تک نفاس ہے اور باقی استحاضہ، نفاس کی عادت کے ایک بار خلاف ہونے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

استحاضہ کا بیان

جو خون حیض اور نفاس کی صفت سے باہر ہو وہ استحاضہ ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس میں بدبو نہیں ہوتی اور حیض و نفاس کے خون میں بدبو ہوتی ہے۔ اور استحاضہ کی مندرجہ ذیل بارہ صورتیں ہیں۔

۱۔ ایامِ حیض میں جو خون تین دن سے کم ہو۔ ۲۔ ایامِ حیض میں جو خون دس دن سے زیادہ ہو۔ ۳۔ جو خونِ نفاس چالیس دن سے زیادہ ہو۔ ۴، ۵۔ جو حیض و نفاس عادتِ مقررہ سے زیادہ ہو اور اپنی اکثر مدت یعنی دس دن و چالیس دن سے زیادہ ہو جائے۔ ۶۔ حاملہ کا خون دورانِ حمل میں چاہے جتنے دن آئے۔ ۷۔ نو برس سے کم عمر کی لڑکی کو جو خون آئے۔ ۸۔ پچپن برس سے زیادہ عمر ہو جانے پر جو خون آئے بشرطیکہ وہ قوی نہ ہو یعنی زیادہ سرخ و سیاہ نہ ہو۔ ۹۔ پندرہ روز سے کم وقفہ ہونا۔ ۱۰۔ پاخانہ کے مقام سے جو خون آئے۔ ۱۱۔ ولادت کے وقت آدھا بچہ یا اس سے کم باہر آنے پر جو خون نکلے لیکن نصف سے زیادہ بچہ نکلنے کے بعد جو خون آئے گا وہ نفاس ہوگا۔ ۱۲۔ بالغ ہونے پر پہلی دفعہ حیض آیا اور وہ بند نہیں ہوا تو ہر مہینے میں پہلے دس روز حیض کے شمار ہوں گے اور بیس روز استحاضہ شمار ہوں گے، اسی طرح جس کو پہلی دفعہ نفاس آیا اور خون بند نہیں ہوا تو پہلے چالیس روز نفاس شمار ہوگا اور باقی استحاضہ۔

متفرق مسائل

۱۔ اگر پورے دس دن رات حیض آیا اور ایسے وقت خون بند ہوا کہ صرف ایک دفعہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے اور نہانے کی گنجائش نہیں تب بھی نماز واجب ہو جاتی ہے اس کی قضا پڑھنی چاہئے اور رمضان شریف میں اگر رات کو پاک ہوئی اور اتنی ذرا سی رات باقی ہے جس میں ایک دفعہ اللہ اکبر بھی نہیں کہہ سکتی تب بھی اس صبح کا روزہ واجب ہے۔ ۲۔ اور اگر حیض کا خون دس دن سے کم میں بند ہو جائے تو اگر نماز کا اتنا آخری وقت پالے کہ جس میں غسل کر کے کپڑے پہن کر تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو اس پر اس وقت کی نماز واجب ہو جاتی ہے پس اس نماز کی قضا پڑھے اور اگر اس سے کم وقت ہو تو وہ نماز اس پر واجب نہیں ہوتی، یعنی وہ نماز معاف ہے اور روزہ کے لئے حکم یہ ہے کہ اگر رات کو پاک ہوئی اور پھرتی سے نہا سکنے کا وقت تو ہو لیکن ایک دفعہ بھی اللہ اکبر نہیں کہہ سکتی تب بھی اس دن کا روزہ واجب ہے پس اسے چاہئے کہ روزہ کی نیت کر لے اور صبح کو نہا لے اور اگر پھرتی سے غسل کرنے کا وقت بھی نہ ہو تو اس دن کا روزہ فرض نہیں ہوگا لیکن اس کے لئے دن میں کھانا پینا درست نہیں روزہ دار کی طرح رہے اور اس روزہ کی قضا دے۔ ۳۔ اسی طرح اگر رمضان شریف میں دن کو پاک ہوئی تو اب پاک ہونے کے بعد کھانا درست نہیں شام تک روزہ داروں کی طرح رہنا واجب ہے لیکن یہ دن روزہ میں شمار نہیں ہوگا بلکہ اس کی قضا رکھنی پڑے گی۔ ۴۔ کسی لڑکی نے پہلی دفعہ خون دیکھا اگر اس کو دس دن یا اس سے کم خون آئے تو سب حیض ہے اور اگر دس دن سے زیادہ آئے تو پورے دس دن حیض ہے اور اس سے جتنا زیادہ ہو وہ سب استحاضہ ہے۔ ۵۔ کسی عورت کو مثلاً تین دن حیض آنے کی عادت ہے لیکن کسی مہینے میں ایسا ہوا کہ تین دن پورے ہو چکے اور ابھی خون بند نہیں ہوا تو ابھی غسل نہ کرے اور نہ نماز پڑھے اگر دس دن رات پورے ہونے پر یا اس سے پہلے مثلاً نویں دن خون بند ہو جائے تو ان سب دنوں کی نمازیں معاف ہیں کچھ قضا نہیں پڑھنی پڑے گی اور یوں کہیں گے کہ عادت بدل گئی اس لئے یہ سب دن حیض کے ہوں گے اور اگر گیارہویں دن یعنی دس دن رات سے ایک لحظہ بھی زیادہ خون آیا تو اب معلوم ہوا کہ حیض کے فقط تین ہی دن یعنی مقررہ عادت کے مطابق تھے اور باقی سب استحاضہ ہے۔ پس گیارہویں دن نہائے اور عادت کے تین دن چھوڑ کر باقی دنوں کی جتنی نمازیں ہوئیں ان سب کو قضا پڑھے۔ ۶۔ حیض یا نفاس میں ایک مرتبہ کے بدلنے سے عادت بدل جاتی ہے اسی پر فتویٰ ہے، مثلاً کسی

عورت کو ہمیشہ چار دن حیض آتا تھا پھر ایک مہینے میں پانچ دن خون آیا اس کے بعد دوسرے مہینے میں پندرہ دن خون آیا تو ان پندرہ دن میں سے پانچ دن حیض کے اور دس دن استحاضہ کے ہیں اب عادت یعنی چار دن کا اعتبار نہیں کریں گے اور یہ سمجھیں گے کہ عادت بدل گئی اور پانچ دن کی عادت ہوگئی ہے نفاس کو بھی اسی پر قیاس کر لیجئے۔ ۷۔ جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی چار دن خون آتا ہے کبھی سات دن اسی طرح بدلتا رہتا ہے کبھی دس دن بھی آجاتا ہے تو یہ سب حیض ہے ایسی عورت کو اگر کبھی دس دن سے زیادہ خون آجائے تو اس سے پہلے مہینے میں جتنے دن حیض آیا تھا اتنے دن حیض کے ہیں اور باقی سب استحاضہ ہے۔ ۸۔ جس عورت کی عادت مقرر نہ ہو بلکہ کبھی مثلاً چھ دن حیض کے ہیں اور کبھی سات دن، اب جو خون آیا تو کبھی بند نہیں ہوتا اس کے لئے نماز روزہ کے حق میں کم مدت یعنی چھ دن حیض کے قرار دیئے جائیں گے اور وہ ساتویں دن نہا کر نماز پڑھے اور روزہ رکھے مگر سات دن پورے کرنے کے بعد پھر نہانے کا حکم ہے اور ساتویں دن جو فرض روزہ رکھا ہے اس کی قضا کرے۔

حدثِ اصغر و اکبر کے احکام

حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونے اور حدثِ اکبر یعنی غسل واجب ہونے یا حیض یا نفاس کی حالت طاری ہونے اور استحاضہ کے احکام کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

اوّل:

وہ احکام جو صرف حدثِ اصغر کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔ قرآن مجید کا پڑھنا اور پڑھانا جائز و درست ہے خواہ چھوئے بغیر دیکھ کر یا زبانی (حفظ سے) پڑھے پڑھائے۔ ۲۔ نابالغ بچوں کو قرآن مجید دینا اور چھونے دینا مکروہ نہیں ہے۔

دوم

وہ احکام جو حدثِ اصغر و اکبر میں مشترک ہیں یعنی وہ احکام جو بے وضو ہونے، غسل واجب ہونے اور حیض و نفاس کی حالت میں مشترک ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ ہر قسم کی نماز پڑھنا حرام و ممنوع ہے خواہ فرض و واجب ہو یا سنت و نفل اور خواہ رکوع و سجود والی نماز ہو یا بغیر رکوع سجدہ کی یعنی نماز جنازہ، پس جو شخص بے وضو ہو یا اس پر غسل کرنا فرض ہو اس

کو وضو یا غسل کرنے کے بعد نماز ادا کرنی چاہئے اور حیض و نفاس والی عورت سے نماز ساقط ہو جاتی ہے یعنی بالکل معاف ہو جاتی ہے اور پاک ہونے کے بعد بھی اس کی قضا واجب نہیں ہوتی، اگر فرض یا واجب نماز پڑھنے کی حالت میں حیض آ گیا تو وہ نماز معاف ہو گئی اب اس نماز کو پڑھنا ترک کر دے اور پاک ہونے کے بعد اس کی قضا بھی نہ پڑھے اور اگر سنت یا نفل پڑھنے کی حالت میں حیض آ گیا تو اب اس کو بھی ادا نہ کرے لیکن پاک ہونے کے بعد اس کی قضا پڑھنی ہو گی اور اگر نماز کے آخیر وقت میں حیض آیا اور ابھی نماز نہیں پڑھی تب بھی وہ نماز معاف ہو گئی۔ حیض والی عورت کے لئے مستحب یہ ہے کہ ایام حیض میں ہر نماز کے وقت وضو کرے اور اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی پاک جگہ میں بیٹھے اور اندازاً نماز ادا کرنے کی مدت تک ذکر اللہ اور تسبیح و تہلیل و تکبیر و درود شریف و استغفار و دعا وغیرہ میں مشغول رہے تاکہ نماز کی عادت نہ چھوٹنے پائے اور پاک ہونے کے بعد نماز سے جی نہ گھبرائے اور سستی پیدا نہ ہو۔

۲۔ قرآن مجید کا چھونا جائز نہیں یعنی حرام ہے خواہ اس جگہ کو چھوئے جس میں آیت لکھی ہوئی ہے یا اس جگہ کو جو سادہ ہے لیکن اگر قرآن مجید ایسے غلاف میں ہو جو اس سے جدا ہو یا رومال میں لپٹا ہوا ہو یا ایسی جلد ہو جو اس کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو یا اس پر کپڑے کی چولی اس طرح چڑھی ہوئی ہو کہ جلد کے ساتھ سلی ہوئی نہ ہو بلکہ الگ ہو کہ اتارنے سے اُتر سکے تو چھونا اور اٹھانا جائز ہے اور جو جلد قرآن شریف کے سات سلی ہوئی ہو یا چولی جلد کے ساتھ سلی ہوئی ہو تو اس کا چھونا جائز نہیں، پہنے ہوئے کپڑے مثلاً کرتے کی آستین یا دامن یا دوپٹے کے آنچل وغیرہ سے چھونا بھی جائز نہیں اور اگر کپڑا بدن پر پہنا ہوا نہ ہو بلکہ الگ ہو جیسے رومال وغیرہ تو اس سے چھونا یا پکڑ کر اٹھانا دکھولنا جائز ہے۔ اگر پورا قرآن مجید نہ ہو بلکہ کسی کاغذ یا کپڑے یا جھلی یا روپیہ پیسہ یا طشتری یا تعویذ یا کسی اور چیز پر قرآن شریف کی کوئی آیت یا آیتیں لکھی ہوئی ہوں اس کو اس لکھی ہوئی جگہ سے چھونا و اٹھانا جائز و درست نہیں ہے۔ لیکن جو حصہ سادہ ہے اسکو چھونا اور پکڑنا جائز ہے جبکہ آیت کو ہاتھ نہ لگے اگر ایسا روپیہ پیسہ وغیرہ تھیلی میں ہو یا کسی برتن وغیرہ میں رکھا ہو یا تعویذ پر الگ سادہ کاغذ لپٹا ہوا ہو تو اس تھیلی، برتن اور تعویذ کا چھونا اور اٹھانا جائز ہے، قرآن مجید کی طرف دیکھنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ یہ مس کرنا نہیں ہے صرف نظر کا قرآن مجید کے سامنے ہونا پایا جاتا ہے۔

۳۔ قرآن مجید کے علاوہ اور آسمانی کتابوں مثلاً توریت و انجیل و زبور وغیرہ کے صرف اس مقام کا چھونا مکروہ و ممنوع ہے جہاں لکھا ہوا ہے سادہ مقام کا چھونا مکروہ نہیں اور یہی حکم قرآن مجید

کی اُن آیتوں کا ہے جن کی تلاوت منسوخ ہو چکی ہے۔ بعض کے نزدیک توریت وانجیل وغیرہ دیگر کتب سماویہ کا بھی وہی حکم ہے جو قرآن مجید کے مس کرنے کا بیان ہوا کیونکہ ان سب کی تعظیم واجب ہے لیکن یہ حکم ان کتب سماویہ کے لئے مخصوص ہونا چاہئے جن میں کوئی تحریف اور تغیر وتبدل نہیں ہوا ہے۔ کتب تفسیر مع اصل قرآن وفقہ وحدیث کے چھونے کے متعلق تین قول ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ ان میں آیتِ قرآنی کی جگہ کا مس کرنا جائز نہیں ہے اس کے علاوہ دوسری جگہ کا مس کرنا جائز ہے اور یہ قواعدِ شرعیہ کے زیادہ موافق ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ ان کے مس کرنے میں مطلقاً کوئی کراہت نہیں ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ کتبِ تفسیر کا مس کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور کتبِ فقہ وکتبِ حدیث وغیرہ کا مس کرنا مکروہ نہیں ہے۔ یہ تیسرا قول اظہر واحوط ہے کیونکہ کتبِ تفسیر میں قرآن مجید دوسری کتابوں سے زیادہ ہوتا ہے اور ان میں قرآن مجید کا ذکر مستقلاً ہوتا ہے نہ کہ تبعاً اس لئے یہ مشابہ بالمصحف ہیں۔

۴۔ اگر قرآن مجید کا محض ترجمہ اردو فارسی وغیرہ میں لکھا ہوا ہو اصل عربی قرآن ساتھ میں لکھا ہوا نہ ہو تو اس کا چھونا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام محمد وامام ابویوسف رحمہما اللہ کا بھی صحیح قول یہی ہے۔

۵۔ قرآن مجید کا لکھنا مکروہ نہیں بشرطیکہ لکھے ہوئے کو ہاتھ نہ لگے، اگرچہ خالی مقام کو چھوئے یہ امام ابوسفؒ کے نزدیک ہے اور یہ قیاس کے زیادہ نزدیک ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک خالی مقام کو چھونا بھی جائز نہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ قرآن مجید کو مس کرنے والے کے حکم میں ہے اور یہی احوط ہے طحطاویؒ نے ان میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ امام ابویوسفؒ کے قول میں کراہتِ تحریمی کی نفی ہے اور امام محمدؒ کے قول میں کراہتِ تنزیہی کا اثبات ہے ایک آیت سے کم کا لکھنا مکروہ نہیں جبکہ کسی کتاب وغیرہ میں لکھے اور قرآن شریف میں ایک آیت سے کم لکھنا بھی جائز نہیں۔

سوم:

وہ احکام جو حدثِ اکبر کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔ مسجد میں داخل ہونا حرام وممنوع ہے خواہ گذرنے کے لئے ہو لیکن اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو جائز ہے مثلاً مسجد کے اندر پانی ہو اور باہر کہیں پانی نہ ملے یا درندے یا چور یا سردی کا خوف ہو یا کسی کے گھر کا دروازہ مسجد میں ہو اور اس کے نکلنے کا اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہ ہو اور وہ اس کو

تبدیل نہ کر سکتا ہو اور نہ وہاں کے سوا کسی دوسری جگہ رہ سکتا ہو تو اس کو مسجد میں جانا جائز ہے لیکن اس کو دخول مسجد کے لئے تیمم کرنا واجب ہے بخلاف اس شخص کے جس کو مسجد میں احتلام ہو جائے اور وہ اس وقت مسجد سے باہر نکل جائے تو اس کو تیمم کر کے نکلنا مستحب ہے واجب نہیں، لیکن اگر کسی خوف وغیرہ کی وجہ سے اس کو مسجد میں ٹھہرنا پڑے تو اب اس کو تیمم کرنا واجب ہے۔

۲۔ خانہ کعبہ و مسجد الحرام کے اندر داخل ہونا اور خانہ کعبہ کا طواف کرنا حرام ہے اگرچہ طواف مسجد کے باہر سے کریں۔

۳۔ عیدگاہ و جنازہ گاہ و مدرسہ و خانقاہ وغیرہ میں جانا جائز ہے۔

۴۔ قرآن مجید پڑھنا حرام ہے، تلاوت کی نیت سے ذرا سا بھی نہ پڑھیں لیکن جن آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی ثنا یا دعا کا مضمون ہو اگر ان کو قرأت کے ارادہ سے نہ پڑھے بلکہ ثنا یا کام شروع کرنے یا دعا یا شکر کے ارادہ سے پڑھے تو جائز ہے مثلاً شکر کے ارادہ سے الحمد للّٰہ کہے یا کھانا کھاتے وقت بسم اللّٰہ پڑھے تو مضائقہ نہیں اگر کوئی شخص پوری سورۃ الحمد دعا کی نیت سے پڑھے یا ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ یا ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا الخ یا کوئی اور ایسی ہی دعا والی آیت دعا کی نیت سے پڑھے تو جائز ہے اس میں کچھ گناہ نہیں، دعاء قنوت کا پڑھنا بھی درست ہے نیز کلمہ شریف، درود شریف پڑھنا، اللہ تعالیٰ کا نام لینا، استغفار پڑھنا یا کوئی اور وظیفہ مثلاً لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ پڑھنا منع نہیں ہے، بلکہ ان دعاؤں وغیرہ کا پڑھنا چھونا اور اٹھانا جائز و درست ہے۔

۵۔ اگر معلمہ عورت (اُستانی) کو حیض یا نفاس آ جائے تو اس کو چاہئے کہ بچوں کو رواں پڑھاتے وقت پوری آیت نہ پڑھے بلکہ ایک ایک کلمہ سکھائے اور اُن کے درمیان میں توقف کرے اور سانس توڑ دے اور رُک رُک کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے رواں پڑھائے اس کو بھی مرکب الفاظ کا ایک دم پڑھنا جائز نہیں ہے اور ہجے کرانا اس کے لئے مکروہ نہیں بلکہ درست ہے، بعض فقہا نے یہ حکم حیض والی عورت کے لئے مخصوص کیا ہے اور جنبی کے لئے اس کو جائز نہیں رکھا کیونکہ عورت ہر مہینے میں چند روز اس کے لئے مضطر ہے جس کی وجہ سے بخیال حرج تعلیم اس کو اجازت دی گئی ہے بخلاف جنبی کے لیکن مختار یہ ہے کہ جنبی کا بھی یہی حکم ہے۔

چہارم:

وہ احکام جو صرف حیض و نفاس والی عورت کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۱۔اس حالت میں روزہ رکھنا حرام ہے لیکن روزہ بالکل معاف نہیں ہوتا بلکہ پاک ہونے کے بعد ان روزوں کی قضا لازمی ہے یعنی فرض روزہ کی قضا فرض اور واجب روزہ کی قضا واجب ہے۔اگر فرض روزہ کی حالت میں حیض یا نفاس شروع ہو گیا تو وہ روزہ جاتا رہا اس کی قضا رکھے خواہ وہ روزہ فرض و واجب ہو یا سنت و نفل کیونکہ شروع کرنے کے بعد سنت و نفل روزہ بھی واجب ہو جاتا ہے۔

۲۔حیض و نفاس والی عورت سے جماع حرام ہے اور اس کو جائز و حلال جاننا کفر ہے اور جو چیزیں جماع کے ہم معنی ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے پس ایسی عورت کے ناف اور زانو کے درمیان کے جسم کو دیکھنا اس سے اپنے جسم کو ملانا جبکہ کوئی کپڑا درمیان میں حائل نہ ہو حرام ہے، ناف اور زانو کے درمیانی حصے کے علاوہ باقی بدن یعنی ناف اور ناف کے اوپر کا حصے اور زانو سے نیچے کے حصے بدن کو اپنے جسم کے ساتھ ملانا (یعنی اس حصے سے مباشرت واستمتاع) جائز ہے۔اگرچہ کپڑا درمیان میں حائل نہ ہو اور ناف و زانو کے درمیانی حصے بدن سے اپنا بدن ملانا یعنی مباشرت واستمتاع اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا درمیان میں حائل ہو، پس ناف اور زانو کے درمیان کپڑا ہونے کی صورت میں حیض و نفاس والی عورت کے ساتھ لیٹنا وغیرہ جائز ہے بلکہ حیض کی وجہ سے جائز نہ جانتے ہوئے عورت سے علیحدہ ہو کر سونا اور اس کے اختلاط سے بچنا مکروہ ہے جبکہ غلبہ شہوت نہ ہو۔

۳۔حیض و نفاس والی عورت سے کھانا پکوانا اور ان کی مستعملہ چیزوں کا استعمال جائز ہے ان کو کھانے پینے کے لئے ہاتھ دھو لینا اور کلی کرنا مستحب و اولیٰ ہے، اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے اور پورا وضو کر لینا زیادہ بہتر ہے۔

۴۔حیض و نفاس کا خون بند ہونے کے بعد غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۵۔اگر کسی عورت کو نہانے کی ضرورت تھی اور ابھی وہ نہانے نہ پائی تھی کہ حیض شروع ہو گیا تو اب اس پر نہانا واجب نہیں ہے بلکہ جب حیض سے پاک ہو تب نہائے اور ایک ہی غسل ہر دو سبب کی طرف سے ہو جائے گا۔

پنجم:

وہ احکام جو حیض کے لئے خاص ہیں نفاس کے لئے ثابت نہیں وہ سات ہیں۔

۱۔عدت کا پورا ہونا (تفصیل کتب فقہ میں طلاق کے بیان میں دیکھیں) ۲۔استبراء کا تمام ہونا، ۳۔بلوغ کا حکم، ۴۔طلاقِ سنت و بدعت میں فرق کرنا، ۵۔لگا تار روزوں (یعنی کفارہ کے

روزوں کے اتصال کا منقطع نہ ہونا۔ ۶۔ حیض کی کم سے کم مدت تین دن ہے اور نفاس کی کم مدت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ ۷۔ حیض کی اکثر مدت دس دن ہے اور نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے۔

ششم:

استحاضہ کا حکم: استحاضہ کا خون اس نکسیر کے مثل ہے جو ہمیشہ جاری رہے اور وہ روزہ و نماز اگرچہ نفلی ہو اور جماع کا مانع نہیں ہے۔ پس استحاضہ والی عورت نماز بھی پڑھے اور روزہ بھی رکھے اور اس سے صحبت (جماع) کرنا بھی جائز و درست ہے اور اس کو قرأتِ قرآن مجید و مس قرآن مجید و دخولِ مسجد اور طواف کعبہ کرنا منع نہیں جبکہ مسجد کو ملوث نہ کرے اور وہ معذور کے حکم میں ہے اس لئے ہر نماز کے وقت تازہ وضو کرے اور اس کے لئے غسل لازمی نہیں ہے۔ مزید تفصیل معذور کے احکام میں ملاحظہ فرمائیں۔

معذور کے احکام

تعریف

معذور وہ شخص ہے جس کو ایسا عذر لاحق ہو جس کا روکنا اس کے قابو سے باہر ہو اور اس کا وہ عذر ایک نماز کے پورے وقت تک برابر قائم رہے اتنا وقت نہ ملے کہ اس وقت کی نماز فرض و واجب طہارت کے ساتھ پڑھ سکے مثلاً نکسیر یا استحاضہ کا خون جاری ہو یا ریح یا پیشاب یا دست (اسہال) یا پیپ خارج ہوتی رہے یا بدن کے کسی مقام مثلاً آنکھ کان ناف یا پستان وغیرہ سے درد کے ساتھ پانی نکلتا رہے اور اگر اتنا وقت مل جائے جس میں طہارت کے ساتھ فرض و واجب نماز پڑھ سکے تو اس کو معذور نہ کہیں گے۔

شرائط

اول مرتبہ ثبوتِ عذر کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت تک عذر قائم رہے یعنی اس کو اتنا وقت نہ ملے کہ جس میں ایسا وضو کر سکے کہ فقط وضو کے فرائض ادا ہوں۔ فرض و واجب نماز جو بہت لمبی نہ ہو ادا کر سکتا ہو، عذر کے منقطع ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ ایک نماز کے پورے وقت تک عذر منقطع رہے، مثلاً ظہر کا کچھ وقت گزر گیا تب زخم وغیرہ کا خون بہنا شروع ہوا تو

اخیر وقت تک انتظار کرے اگر بند ہو جائے تو خیر ورنہ اسی حالت میں وضو کر کے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر کے وقت کے اندر ہی اندر بند ہوگیا تو وہ معذور نہیں کہلائے گا اور جو نمازیں اتنے وقت میں پڑھی ہیں یعنی ظہر وعصر دونوں وقت کی نمازیں درست نہیں ہوئیں۔ان کو پھر سے پڑھے مگر اس کے لئے نفل وسنت کی قضا واجب نہیں ،عصر کے وقت غیر مکروہ وقت تک انتظار کرے اگر بند نہ ہو جائے تو وضو کرے اور نماز پڑھ لے پھر اگر مکروہ وقت میں خون بند ہو جائے تو وہ معذور نہیں ہوگا اور اس کو وہ نماز لوٹانی پڑے گی اور اگر عصر کے پورے وقت میں اسی طرح خون بہتا رہا کہ اس کو طہارت کے ساتھ نماز پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب عصر کا وقت گزرنے پر معذور ہونے کا حکم لگائیں گے اور اس کی پڑھی ہوئی نماز درست ہو جائے گی۔عذر کے باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ کوئی نماز کا وقت اس پر ایسا نہ گزرے کہ اس میں عذر موجود نہ ہو اگرچہ ایک ہی دفعہ کے لئے ہو پس جب ایک دفعہ معذور ہوگیا تو اس کے بعد کے وقتوں میں اس عذر یعنی خون کے بہنے وغیرہ کا ہر وقت پایا جانا شرط نہیں بلکہ اگر ہر نماز کے پورے وقت میں ایک دفعہ بھی خون آ جایا کرے اور باقی تمام وقت بند رہے تب بھی معذور رہے گا لیکن اگر اس کے بعد ایک پورا وقت ایسا گزر جائے جس میں خون بالکل نہ آئے تو اب معذور نہیں رہے گا۔

احکامِ معذور

۱۔ہر نماز کے لئے نیا وضو کیا کرے جب تک وہ وقت رہے گا تب تک اس کا وضو باقی رہے گا بشرطیکہ وضو کو توڑنے والی اور کوئی چیز واقع نہ ہو اور اس وضو سے اس وقت میں جو فرض وواجب یا سنت ونفل اور قضا نمازیں چاہے پڑھے جب یہ وقت چلا گیا اور دوسری نماز کا وقت آ گیا تو اب نئے سرے سے وضو کرنا چاہئے ،اگر وضو پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے۔۲۔معذور کے وضو کو اس وقت کا گزر جانا یا کسی دوسرے حدث (وضو توڑنے والی چیز) یا عذر کا لاحق ہونا توڑ دیتا ہے۔مثلاً نکسیر جاری رہنے کی وجہ سے وضو کیا پھر پاخانہ یا پیشاب کیا تو وضو ٹوٹ جائے گا،معذور کی طہارت دو شرطوں سے وقت کے اندر باقی رہتی ہے اول یہ کہ اس نے اپنے عذر کی وجہ سے وضو کیا ہو دوسرے یہ کہ اس پر کوئی اور حدث یا عذر طاری نہ ہوا ہو۔۳۔اگر کسی شخص نے فجر کے وقت وضو کیا تو آفتاب نکلنے کے بعد اس وضو سے نماز نہیں پڑھ سکتا دوسرا وضو کرنا چاہئے اور جب آفتاب نکلنے کے بعد وضو کیا تو اس وضو سے ظہر کی نماز پڑھنا درست ہے ظہر کے وقت نیا وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے

جب عصر کا وقت آئے گا تب نیا وضو کرنا پڑے گا لیکن اگر کسی اور وجہ سے وضو ٹوٹ جائے تو اس کی وجہ سے نیا وضو کرنا پڑے گا۔ ۴۔ کسی کے ایسا زخم تھا جو ہر وقت بہتا رہتا تھا اس نے وضو کیا پھر کسی اور جگہ دوسرا زخم ہو گیا اور بہنے لگا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور نیا وضو کرنا پڑے گا۔ ۵۔ اگر معذور اس بات پر قادر ہے کہ باندھنے سے یا روئی وغیرہ رکھنے یا روئی وغیرہ کی راکھ بھرنے سے خون وغیرہ عذر کو روک سکتا ہے یا کم کر سکتا ہے یا بیٹھنے میں خون جاری نہیں ہوتا اور کھڑے ہونے میں جاری ہوتا ہے تو اس کا بند کرنا واجب ہے اور اب وہ صاحب عذر نہیں رہتا۔ استحاضہ والی عورت کا بھی یہی حکم ہے یہی صحیح ہے، یہ حکم حیض والی عورت کے لئے نہیں ہے یعنی حیض و نفاس جاری ہو جانے اور فرج خارج میں آ جانے کے بعد اب اس کو روکنے سے بھی وہ عورت حائضہ ہی رہے گی۔ ۶۔ جس کی نکسیر جاری ہو یا زخم سے خون بہے تو آخر وقت تک انتظار کرے پس اگر خون بند نہ ہو تو وقت نکلنے سے پہلے وضو کر کے نماز پڑھ لے۔ ۷۔ استحاضہ والی عورت اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی نماز وضو کر کے اول وقت میں پڑھے اور اسی طرح مغرب کی نماز غسل کر کے آخر وقت میں اور عشا کی نماز وضو کر کے اول وقت میں پڑھے اور فجر کی نماز بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور یہ ادب حدیث شریف میں ارشاد ہوا ہے اور عجب نہیں کہ اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو فائدہ پہنچے۔ ۸۔ معذور کی اقتدا معذور کے لئے جائز ہونے میں دونوں کا اتحاد عذر شرط ہے پس جس شخص کی ریح جاری رہتی ہو اس کی نماز ایسے شخص کے پیچھے جائز ہے جس کو ریح جاری رہتی ہو اور وہ ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے جس کو سلس البول (پیشاب جاری رہتا ہو) اس کی مزید تفصیل امامت کے بیان میں ہے۔ ۹۔ اگر معذور کا خون یا پیشاب وغیرہ کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو اگر ایسا ہو کہ نماز ختم کرنے سے پہلے پھر لگ جائے تو اس کا دھونا واجب نہیں ہے اگر ایسا نہیں ہے تو دھونا واجب ہے پس اگر ایک روپیہ بھر سے زیادہ نجس ہو گا تو نماز نہ ہو گی۔

نجاستوں کا بیان

نجاستوں کے پاک کرنے کا طریقہ

جو چیزیں اپنی ذات سے ناپاک (نجس) نہیں لیکن کسی نجاست کے لگنے کی وجہ سے ناپاک ہو گئیں ان کے پاک کرنے کے دس طریقے ہیں۔

۱۔ دھونا:

پانی اور ہر بہنے والی رقیق و پاک چیز سے کہ جس سے نجاست دور ہو سکے وہ نجاست پاک کی جاسکتی ہے جیسے سرکہ، گلاب، زعفران کا پانی، عرقِ باقلا، درختوں، پھلوں اور تربوز کا پانی وغیرہ مائعات جن سے کپڑا بھگو کر نچوڑا جاسکے، لیکن جس میں چکنائی ہو اور جس سے بھگو کر کپڑا نچوڑا نہ جاسکے اس سے نجاست دور کرنا جائز نہیں، جیسے تیل، گھی، شوربا، شہد، شیرہ وغیرہ۔ اگر نجاست خشک ہونے کے بعد نظر آنے والی ہو تو نجاست کا وجود دور کیا جائے اور اس میں دھونے کی تعداد کا اعتبار نہیں اگر ایک ہی مرتبہ کے دھونے میں نجاست اور اس کا اثر یعنی رنگ و بو چھوٹ جائے تو وہی کافی ہے لیکن پھر بھی تین بار دھو لینا مستحب ہے اور اگر تین مرتبہ میں بھی اثر نہ چھوٹے تو اس وقت تک دھوئے جب تک وہ اثر بالکل نہ چھوٹ جائے، اثر زائل کرنے کے لئے صابن وغیرہ کی ضرورت نہیں اگر صاف پانی آنے لگے اور نجاست کا جسم دور ہو جائے مگر رنگ باقی رہ جائے اور وہ دور نہیں ہوتا تو اس کا مضائقہ نہیں اور اگر وہ رنگ دار نجاست بذاتِ خود نجس نہیں تو تین بار دھونے سے پاک ہو جائے گی خواہ رنگ دار پانی نکلتا رہے مثلاً کپڑا رنگنے کے لئے رنگ گھولا اس میں کسی بچے نے پیشاب کر دیا یا کوئی اور نجاست پڑ گئی اس سے کپڑا رنگ لیا تو تین بار دھو ڈالیں پاک ہو جائے گا اگرچہ پھر بھی رنگ نکلتا رہے۔ اگر نجاست خشک ہونے پر نظر آنے والی نہ ہو تو اس کو تین بار دھوئے، اور جو چیز نچوڑی جاسکتی ہو اس کو ہر مرتبہ نچوڑنا شرط ہے اور تیسری مرتبہ خوب اچھی طرح پوری طاقت سے نچوڑے ہر شخص کی اپنی طاقت کا اعتبار ہے جو چیز نچوڑی نہیں جاسکتی جیسے چٹائی یا بھاری کپڑا دری، کمبل وغیرہ تو تین مرتبہ دھوئے اور ہر مرتبہ خشک کرے اور خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اس کو لٹکا کر اتنی دیر چھوڑ دے کہ اس سے پانی ٹپکنا بند ہو جائے بالکل سوکھنا شرط نہیں اگر وہ بھاری چیز ایسی ہو کہ نجاست کو جذب نہیں کرتی جیسے چٹائی وغیرہ تو صرف تین بار کے دھو لینے سے پاک ہو جائے گا ہر بار اتنی دیر چھوڑنا کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے ضروری نہیں ہے۔

جذب کرنے یا نہ کرنے کے اعتبار سے چیزیں تین قسم کی ہیں۔ اول جو نجاست کو بالکل جذب نہیں کرتیں جیسے لوہا، تانبا، پیتل وغیرہ کی چیزیں دھو لینے سے پاک ہو جاتی ہیں اور پونچھ ڈالنے سے بھی پاک ہو جاتی ہیں جبکہ اثر جاتا رہے اور وہ کھردری نہ ہوں۔ دوم جو نجاست کو بہت زیادہ جذب نہ کریں لیکن کچھ نہ کچھ جذب کریں جیسے چٹائی وغیرہ یہ بھی نجاست دور ہو جانے پر

پاک ہو جاتی ہیں۔ سوم جو بالکل جذب کر لیتی ہیں جیسے کپڑا وغیرہ ایسی چیزوں کو پاک کرنے کے لئے تین بار دھونا اور ہر بار نچوڑنا چاہئے اور اگر وہ چیز نچوڑی نہ جاسکے تو ہر بار لٹکا کر اس قدر چھوڑنا چاہئے کہ پانی ٹپکنا بند ہو جائے۔

۲۔ پونچھنا:

تلوار، چھری، چاقو، آئینہ وغیرہ جن پر صیقل (جلا) کیا ہوا ہو یعنی زنگ نہ ہو اور کھردری بھی نہ ہوں، یہ چیزیں جس طرح دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر کپڑے یا پتے یا مٹی وغیرہ سے اس قدر پونچھ لی جائیں کہ نجاست کا اثر بالکل جاتا رہے تو پاک ہو جاتی ہیں خواہ نجاست تر ہو یا خشک اور جسم دار ہو یا بے جسم، لیکن اگر وہ چیز کھردری یا ابھرے ہوئے نقش والی یا زنگ والی ہو تو پونچھنے سے پاک نہیں ہو گی بلکہ اس کا دھونا ضروری ہے۔

۳۔ ملنا:

منی اگر کپڑے پر لگ جائے اور تر ہے تو دھونا واجب ہے اور اگر خشک ہو گئی ہے تو مل کر جھاڑ دینا کافی ہے یہی اصح ہے مرد اور عورت سب کی منی کا ایک ہی حکم ہے، دیگر جانوروں کی منی دھونے سے ہی پاک ہو گی یہی صحیح ہے۔ اگر منی بدن کو لگ جائے تو بغیر دھوئے بدن پاک نہ ہو گا خواہ تر ہو یا خشک، اسی پر فتویٰ ہے۔

۴۔ چھیلنا اور رگڑنا

اگر موزہ، جوتی، بستر بند وغیرہ پر جسم دار نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ، گوبر منی وغیرہ اگر نجاست خشک ہو جائے تو چھیلنے یا رگڑنے سے پاک ہو جائے گا بشرطیکہ نجاست کا جسم اور اثر جاتا رہے۔ رگڑنا خواہ زمین پر ہو یا ناخن، لکڑی، پتھر وغیرہ سے ہو اور اگر نجاست تر ہے تو بغیر دھوئے وہ موزہ وغیرہ پاک نہ ہو گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر اچھی طرح پونچھ دیا جائے کہ اس نجاست کا کچھ اثر رنگ و بو باقی نہ رہے تو پاک ہو جائے گا اسی پر فتویٰ ہے، اگر وہ نجاست جسم دار نہ ہو جیسے شراب پیشاب وغیرہ تو اگر اس میں مٹی مل جائے یا اس پر مٹی یا راکھ یا ریت وغیرہ ڈال کر رگڑ ڈالیں اور اچھی طرح سے پونچھ دیں تو پاک ہو جائے گا یہی صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ کپڑا اور بدن چھیلنے یا رگڑنے سے پاک نہیں ہوتا، سوائے کپڑے پر منی لگنے کی صورت کے کہ وہ رگڑنے

سے پاک ہوجاتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

۵۔خشک ہو جانا:

اوراس کا اثر دور ہو جانا، زمین خشک ہو جانے اور نجاست کا اثر (رنگ وبو) دور ہو جانے سے نماز کے واسطے پاک ہو جاتی ہے۔تیمم کے واسطے پاک نہیں ہوتی، دھوپ یا آگ یا ہوا سے خشک ہونے یا سایہ میں خشک ہونے کا حکم یکساں ہے، جو چیزیں زمین میں قائم ہیں جیسے دیواریں، درخت، گھاس وغیرہ جب تک وہ زمین میں کھڑے ہوں ان سب کا یہی حکم ہے جو زمین کے پاک ہونے کا ہے۔جس کنوئیں میں ناپاک پانی ہو اگر وہ کنواں بالکل خشک ہو جائے تو پاک ہو جائے گا۔

۶۔آگ میں جل جانا:

گوبر، پاخانہ وغیرہ کوئی نجاست اگر جل کر راکھ ہو جائے تو اس کی طہارت کا حکم ہوگا اسی پر فتویٰ ہے، اُن کا دھواں بھی پاک ہے اگر یہ راکھ یا دھواں روٹی میں لگ جائے تو کچھ حرج نہیں روٹی پاک ہے۔نجس مٹی سے برتن بنائے جائیں پھر وہ آوے (آگ) میں پک جائیں تو پاک ہو جائیں گے۔نجس چاقو، چھری یا مٹی تانبے وغیرہ کے برتن اگر دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیئے جائیں تو پاک ہو جاتے ہیں۔

۷۔حالت بدل جانا

شراب جب سرکہ بن جائے تو پاک ہے۔اگر پکی ہوئی روٹی یا لہسن پیاز وغیرہ کو شراب میں ڈال دیا جائے پھر وہ شراب سرکہ بن جائے یا اس روٹی لہسن وغیرہ کو جو شراب سے تر ہو گئی ہو سرکہ میں ڈال دیا جائے اور اس میں شراب کی بو(اثر) باقی نہ رہے تو وہ روٹی و پیاز وغیرہ پاک ہو جائے گا نجس تیل صابن میں ڈالا جائے تو اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا، اس لئے کہ اس کی ماہیت تبدیل ہوگئی، ناپاک زمین کی مٹی اوپر کی نیچے اور نیچے کی اوپر کر دینے سے پاک ہو جاتی ہے، پاخانہ جب مٹی بن جائے تو پاک ہے۔

۸۔چمڑے کا دباغت سے پاک کرنا

آدمی اور خنزیر کے سوا ہر جاندار کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے۔آدمی کی کھال احتراماً دباغت نہیں کی جاتی لیکن اگر دباغت کی گئی تو پاک ہو جائے گی مگر اس سے نفع لینا احترام کی

وجہ سے جائز نہیں۔ دباغت کی دو قسمیں ہیں اول حقیقی جو دوائی اور چونے، پھٹکری، ببول کے پتوں وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ دوم حکمی جو مٹی لگا کر یا دھوپ یا ہوا میں سکھا کر کی جائے دونوں قسم کی دباغت سے وہ چمڑا پاک ہو جائے گا۔

۹۔ جانوروں کے گوشت پوست کو ذبح سے پاک کرنا

جس جانور کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ذبح سے بھی پاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خون کے سوا اس کے تمام اجزا ذبح سے پاک ہو جاتے ہیں۔ یہی صحیح ہے بشرطیکہ ذبح کرنے والا شخص شرعاً اس کا اہل ہو، حرام جانوروں کا گوشت ذبح سے پاک نہیں ہوتا یہی زیادہ صحیح ہے۔

۱۰۔ کنوئیں کا پانی نکال کر پاک کرنا

اس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

دیگر مسائلِ متصلہ

۱۔ آدمی کا تھوک پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ ۲۔ نجس روئی کا دھنا، اگر روئی آدھی یا زیادہ نجس تھی تو دھننے سے پاک نہ ہوگی اور اگر آدھی سے کم نجس تھی تو دھننے سے پاک ہونے کا حکم کیا جائے گا اسی طرح اناج کا ڈھیر اگر نجس ہو جائے اور کل یا نصف یا اس سے زیادہ نجس نہ ہوا ہو اور کسان اور عامل کے درمیان تقسیم کیا جائے تو اس کی طہارت کا حکم ہوتا ہے، غلہ گاہتے وقت بیلوں وغیرہ کا پیشاب کر دینا معاف ہے۔ اور غلہ پاک ہے۔ ۳۔ نجس قلعی اور رانگ پگھلانے سے پاک ہو جاتا ہے، نجس موم پگھلانے سے پاک نہیں ہوتا۔ ۴۔ چوہا اگر گھی میں گر کر مر جائے اور گھی جما ہوا ہو تو اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دیا جائے باقی پاک ہے وہ کھایا جائے اور اگر گھی پتلا ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں۔ کھانے کے سوا اور طرح فائدہ اٹھانا مثلاً روشنی کے لئے جلانا یا چمڑے کی دباغت کرنا جائز ہے۔ لیکن اس سے دباغت کئے ہوئے چمڑے کو دھونے کا حکم کیا جائے اور نچوڑ سکیں تو ہر مرتبہ نچوڑا جائے ورنہ ہر بار خشک کیا جائے۔

فائدہ

بعض کتابوں میں ناپاک چیزوں کو پاک کرنے کے اکیس طریقے لکھے ہیں، دس وہ جو اوپر

بیان ہو چکے ہیں باقی گیارہ یہ ہیں۔

۱۔ کھودنا یعنی زمین کی مٹی کا اوپر نیچے کرنا۔

۲۔ شراب کا سرکہ بنانا (یہ حالت بدلنے میں آچکا ہے)،

۳۔ شراب کا خود بخود سرکہ بن جانا (یہ بھی حالت بدلنے میں شامل ہے)،

۴۔ موزہ کا رگڑنا (یہ چھیلنے کے ساتھ شمار کیا گیا ہے)،

۵۔ نجس حوض میں جدید پانی شامل ہو کر حوض کا جاری ہو جانا۔

۶۔ ناپاک کنوئیں کا خشک ہو جانا (یہ خشک ہو جانے میں آچکا ہے۔)

۷۔ اناج کا تقسیم کر لینا یا کچھ حصہ خیرات کر دینا۔

۸۔ روئی کا دھننا۔

۹۔ ابالنا یعنی نجس تیل گھی وغیرہ کو برابر کا یا زیادہ پاک پانی ڈال کر تین دفعہ پکانا اور ہر دفعہ تمام پانی جلا دینا۔

۱۰۔ بعض حصے کا دھو لینا (جبکہ کپڑے میں ناپاک جگہ کو بھول گیا ہو)

۱۱۔ جما ہوا گھی وغیرہ میں نجاست کی جگہ سے نکال دینا۔

فائدہ

جو کوئی چیز مذکورہ بالا طریقوں سے پاک ہونے کے بعد اگر پھر تر ہو جائے تو وہ ناپاکی عود نہیں کرتی، صاحبِ درمختار نے البحر الرائق میں پاک کرنے کے طریقے تیس سے کچھ اوپر تک شمار کئے ہیں اور علامہ شامی نے شرح درمختار میں ان کو شمار کیا ہے لیکن بعض کا بعض میں تداخل ہے اور بعض کو مطہرات شمار کرنے میں تسامح ہے جیسا کہ شامی نے کہا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

نجس چیزوں کا بیان

نجاستِ حقیقہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ غلیظہ یا مغلظہ یعنی جس کی نجاست حکم میں سخت ہو۔

۲۔ خفیفہ یا مخففہ جو حکم میں ذرا کم اور ہلکی ہو۔

نجاستِ غلیظہ

نجاستِ غلیظہ بقدر درہم معاف ہے اور نماز کو نہیں توڑتی، اگر درہم سے زیادہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اگر وہ نجاست جسم دار ہو جیسے پاخانہ گوبر وغیرہ تو درہم کے وزن کا اعتبار ہوگا اور وہ ساڑھے تین ماشہ ہے اور اگر بے جسم کی یعنی پتلی ہو جیسے شراب، پیشاب وغیرہ تو ہندو پاکستان کے ایک روپیہ کے پھیلاؤ کے برابر معاف ہے، معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر اتنی نجاست بدن یا کپڑے پر لگی ہو اور نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور قصداً اتنی نجاست بھی لگی رکھنا جائز نہیں ہے اگر قدرِ درہم سے زیادہ نجاستِ غلیظہ کپڑے یا بدن پر لگی ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس کا دھونا فرض ہے اور اگر درہم کے برابر ہے تو اس کا دھونا واجب ہے اگر اس کو دھوئے بغیر نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہے اور اس کا لوٹانا واجب ہے اور قصداً پڑھی تو گنہگار بھی ہوگا، اگر نجاست درہم سے کم ہے تو پاک کرنا سنت ہے بغیر پاک کئے نماز پڑھی تو نماز ہو جائے گی مگر خلاف سنت اور مکروہِ تنزیہی ہوگی اور اس کا لوٹانا بہتر ہے۔ نجاستِ غلیظہ یہ چیزیں ہیں۔ آدمی کا پیشاب، پاخانہ، جانوروں کا پاخانہ (گوبر اور مینگنی وغیرہ) حرام جانوروں کا پیشاب، آدمی اور تمام حیوانات کا بہتا ہوا خون، شراب، مرغی، بطخ، مرغابی، اور کونج کی بیٹ، منی، مذی، ودی، کچلوہو، پیپ قے جو منہ بھر کر آئے، حیض ونفاس واستحاضہ کا خون وغیرہ۔

نجاستِ خفیفہ

یہ چوتھائی کپڑے یا چوتھائی عضو سے کم معاف ہے۔ نجاستِ غلیظہ کے علاوہ باقی سب نجاستیں خفیفہ ہیں۔ مثلاً گھوڑے اور حلال جانوروں کا پیشاب اور حرام پرندوں کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہیں جو پرندہ ہوا میں اچھی طرح نہیں اُڑ سکتا مثلاً بطخ، مرغی وغیرہ ان کی بیٹ نجاستِ غلیظہ ہے جیسا کہ بیان ہوا اور جو پرندے بخوبی اُڑتے ہیں اگر وہ حلال ہیں تو ان کی بیٹ پاک ہے اور اگر حرام ہیں تو ان کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہے۔

نجاستِ غلیظہ وخفیفہ کا حکم کپڑے اور بدن میں جاری ہوتا ہے پانی یا دیگر پتلی چیزوں میں جاری نہیں ہوتا یعنی اگر ان میں گر جائے تو وہ کل چیز ناپاک ہے اگر چہ اس نجاست کا ایک ہی قطرہ گرے۔ پس مائعات میں درہم اور چوتھائی کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، البتہ اگر وہ پانی یا دیگر مائع جس میں نجاست واقع ہوئی ہو کپڑے یا بدن کو لگ جائے تو اب درہم و چوتھائی کا اعتبار ہوگا،

نجاستوں سے جو عرق کھینچا جائے یا اُن کا جوہر اُڑایا جائے وہ نجس ہے۔

متفرق مسائل

۱۔سانپ کی کھال نجس ہے اگر چہ اس کو ذبح کیا گیا ہو اس لئے کہ وہ دباغت قبول نہیں کرتی ،سانپ کی کینچلی پاک ہے۔۲۔سوتے ہوئے آدمی کی رال پاک ہے۔۳۔ریشم کے کیڑوں کا پانی اور اس کا گویا اور بیٹ پاک ہے۔۴۔ چمگاڈر کا پیشاب اور بیٹ پاک ہے۔ ۵۔ جانوروں کے ذبح کے بعد جو خون اس کی رگوں اور گوشت میں باقی رہتا ہے وہ پاک وحلال ہے اگر چہ بہت سا کپڑے کو لگ جائے تب بھی کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ جاری خون نہیں ہے۔ ۶۔ جو خون بدن سے جاری نہ ہو پاک ہے۔ ۷۔شہید کا خون جب تک اس کے جسم پر ہے پاک ہے۔ ۸۔سوکھا ہوا گوبر یا نجس مٹی جب ہوا سے اڑ کر گیلے کپڑے پر پڑے تو جب تک اس میں نجاست کا اثر (رنگ وبو) نظر نہ آئے نجس نہ ہوگا۔نجاستوں کے بخارات لگنے سے نجس نہیں ہوتا۔ ہوا جو گندگیوں پر گذر کر تر کپڑے پر لگے اس سے کپڑا نجس نہیں ہوگا۔بعض کے نزدیک اگر نجاست کی بو آنے لگے تو نجس ہو جائے گا، نجاست کا دھواں کپڑے یا بدن کو لگے تو نجس نہیں ہوتا یہی صحیح ہے۔ ۹۔اگر پانی سے استنجا کیا اور کپڑے سے نہ پونچھا پھر ریح خارج ہوئی تو نجس نہیں ہوتا، اسی طرح اگر پاجامہ کی رومالی گیلی تھی تو وہ بھی نجس نہیں ہوگی لیکن اگر خشک ہونے پر اثر یعنی رنگ وغیرہ ظاہر ہوا تو نجس ہوگا۔ ۱۰۔اگر کچھ نجاست غلیظہ اور کچھ خفیفہ کپڑے یا بدن پر لگے تو اگر دونوں ایک ہی جگہ پر لگیں تو خفیفہ غلیظہ کے تابع ہو جائے گی اور دونوں کو جمع کر کے قدر درہم سے زیادہ پر نماز جائز نہ ہونے کا حکم ہوگا اور اگر الگ الگ جگہ پر لگیں اور ہر ایک قدر مانع کو نہیں پہنچتی تو اگر غلیظہ زیادہ ہے یا دونوں مساوی ہیں تو غلیظہ کو ترجیح ہوگی اور دونوں کو جمع کر کے قدر درہم سے زائد مانع نماز ہوگی اور اگر خفیفہ زیادہ ہوگی تو خفیفہ کو ترجیح ہوگی اور دونوں کا مجموعہ چوتھائی حصے تک پہنچنے پر مانع نماز ہوگا کمافی الشامی۔ ۱۱۔نوشادر پاک ہے۔۱۲۔پھل وغیرہ کے کیڑے پاک ہیں مگر ان کا کھانا درست نہیں۔۱۳۔کھانے کی چیزیں اگر سڑ جائیں تو ناپاک نہیں ہوتیں لیکن صحت کے نقصان کے خیال سے ان کا کھانا درست نہیں، ۱۴۔نجاستوں سے جو کیڑے پیدا ہوتے ہیں وہ نجس ہیں۔

استنجا کا بیان

پاخانہ یا پیشاب کرنے کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی رہے اس کے پاک کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے سے پیشاب کے مخرج کو سکھانا چاہئے اس کے بعد پانی سے دھوڈالنا چاہئے۔ پاخانے کے بعد مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے پاخانے کے مقام کو صاف کرے پھر پانی سے دھوڈالے۔ استنجا ان چیزوں [illegible] ئز ہے جو پتھر کی طرح صاف کرنے والی ہیں، جیسے پاک مٹی کا ڈھیلا، ریت، لکڑی، پھٹا ہوا (بے قیمت) کپڑا و چمڑا اور اس کے سوا اور ایسی چیزیں جو پاک ہوں اور نجاست کو دور کردیں بشرطیکہ قیمت والی اور احترام والی نہ ہوں۔ پاک مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرنا سنت ہے۔

ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بائیں طرف زور دیکر بیٹھے، قبلہ کی طرف منہ نہ ہو، اور ہوا، سورج اور چاند کی طرف سے بھی بچ جائے، تین یا پانچ یا سات ڈھیلے اپنے ساتھ لے جائے صاف کرتے وقت پہلے ڈھیلے کو آگے سے پیچھے کی طرف لے جائے اور دوسرے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے پھر تیسرے کو پیچھے کی طرف لے جائے۔ یہ طریقہ گرمی کے موسم کا ہے لیکن جاڑوں میں اس کے برخلاف، پہلے ڈھیلے کو پیچھے سے آگے کی طرف لائے اور دوسرے کو پیچھے لے جائے اور تیسرے کو آگے لائے اور عورت ہمیشہ وہی طریقہ کرے جو مرد جاڑوں میں کرتا ہے۔ اور طریقہ مقصود نہیں بلکہ صفائی کا مددگار ہے، اصل مقصود صفائی د پاکی ہے خواہ جس طریق سے بھی حاصل ہوجائے۔ اگر ایک یا دو ڈھیلے سے صفائی حاصل ہوجائے تو تین کی گنتی پوری کرلے اور اگر تین سے بھی صفائی حاصل نہ ہو اور چار سے حاصل ہو تو پانچواں ڈھیلا اور لے تا کہ طاق ہوجائیں کیونکہ طاق عدد کا استعمال مستحب ہے۔ مستحب یہ ہے کہ پاک ڈھیلے یا پتھر دائیں طرف رکھے اور استعمال کئے ہوئے بائیں طرف رکھے اور ان کی نجس جانب نیچے کو کردے، ڈھیلے وغیرہ سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا سنت ہے۔ افضل یہ ہے کہ پردہ دار جگہ ہو تو دونوں کو جمع کرے پیشاب کرنے کے بعد ڈھیلے سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر کو بائیں ہاتھ میں پکڑ کر دیوار یا پتھر یا ڈھیلے پر جو زمین سے اٹھا ہوا ہو یا بائیں ہاتھ میں لیا ہوا ہو حرکت دے یہاں تک کہ رطوبت خشک ہوجائے اور یہ یقین ہوجائے کہ اب پیشاب نہ آئے گا۔ بعض کے نزدیک استبراء یعنی پیشاب کے بعد چند قدم چلنا یا زمین پر پاؤں مارنا یا کھنکارنا یا دائیں ٹانگ پر بائیں ٹانگ لپیٹنا اور

پھر اس کا برعکس کرنا وغیرہ واجب ہے، تاکہ رُکا ہو قطرہ نکل جائے، لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں اور ہر شخص کے لئے اپنا اطمینان ضروری ہے، اور یہ استبراء کا حکم مردوں کے لئے ہے عورت پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر ٹھہر کر پہلے ڈھیلے سے مقام پیشاب کو خشک کر لے پھر پانی سے طہارت کر لے یا صرف پانی سے طہارت کر لے۔

پانی سے استنجا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے ہاتھ کو کلائی تک دھو لے پھر اگر روزہ دار نہ ہو تو پاخانہ کے مقام کو خوب ڈھیلا چھوڑ کر بیٹھے اور بائیں ہاتھ سے خوب استنجا کرے ابتداء میں بیچ کی انگلی کو اور انگلیوں سے کچھ اونچا کرے اور اس سے مقامِ نجاست کو دھوئے پھر چھنگلیا کے پاس کی انگلی اٹھائے اور اس سے اس مقام کو دھوئے پھر چھنگلیا کو اُٹھائے اور پھر انگوٹھے کے پاس کی انگلی کو اٹھائے اور اسقدر دھوئے کہ اس کو پاکی کا یقین یا ظن غالب ہو جائے اور چکنائی جاتی رہے اور دھونے میں خوب زیادتی کرے اور اگر روزہ دار ہو تو زیادتی نہ کرے اور نہ زیادہ پھیل کر بیٹھے، دھونے کا کچھ شمار مقرر نہیں اگر وسوسہ والا شخص ہو تو اپنے لئے تین مرتبہ دھونا مقرر کر لے۔ عورت کشادہ ہو کر بیٹھے اور ہتھیلی سے اوپر اوپر دھو لے اور انگلی فرج کے اندر داخل نہ کرے، عورت مرد سے زیادہ کشادہ ہو کر بیٹھے، پیشاب کے مقام کو پہلے دھوئے یہی مختار ہے۔ استنجا کے پاک ہونے کے ساتھ ہی ہاتھ بھی پاک ہو جاتا ہے۔ استنجا کے بعد ہاتھ بھی کلائیوں تک دھو لے جیسا کہ اول میں دھوتا ہے تاکہ خوب ستھرا ہو جائے بلکہ مٹی لگا کر دھونا مستحب ہے۔ جاڑے میں گرمیوں کی نسبت مبالغہ کرے اور گرم پانی ہو تو جاڑے کا حکم بھی گرمیوں کی طرح ہے۔

مکروہاتِ استنجا

۱۔ استنجا کرتے وقت قبلے کی طرف کو منہ یا پیٹھ کرنا خلافِ ادب و مکروہِ تنزیہی ہے۔
۲۔ ہڈی، خشک گوبر، خشک لید، کھانے کی چیزوں، شیشہ، چونا، لوہا، چاندی، سونا وغیرہ، پکی ٹھیکری، پکی اینٹ، پتے، بال، روئی، کوئلہ، نمک، ریشمی کپڑا اور ہر قیمتی اور ہر محترم چیز سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ ۳۔ بلا عذر دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا، لیکن اگر بائیں ہاتھ میں کوئی عذر ہو تو کراہت نہیں۔
۴۔ نجس چیزوں سے استنجا کرنا، ۵۔ ایسی چیز سے استنجا کرنا جو نجاست کو صاف نہ کرے جیسے سرکہ وغیرہ۔ ۶۔ ایسی تمام چیزوں سے استنجا کرنا جن سے انسان اور اس کے جانور نفع حاصل کریں۔
۷۔ جس پتھر یا ڈھیلے وغیرہ سے وہ خود یا کوئی اور شخص استنجا کر چکا ہو، لیکن اگر پتھر کے کئی کونے ہوں

اور ہر مرتبہ نئے کونے سے استنجا کرے تو کراہت نہیں۔ ۸۔کاغذ سے استنجا کرنا اگرچہ کورا ہو۔ ۹۔بلا اجازت کسی غیر آدمی کی دیوار سے استنجا سکھانا یا اس سے ڈھیلا لینا، یہی حکم وقف کی دیوار اور غیر آدمی کے پانی یا کپڑے وغیرہ کا ہے۔ ۱۰۔زمزم شریف سے استنجا پاک کرنا، ۱۱۔ایسی جگہ استنجا کرنا کہ کسی شخص کی نظر اس کے ستر پر پڑتی ہو۔

پانی سے استنجا پانچ قسم پر ہے، ان میں سے پہلی دو قسم کا استنجا فرض ہے۔

۱۔مخرج کا اس وقت دھونا فرض ہے جبکہ جنابت یا حیض یا نفاس کی وجہ سے غسل کرے۔ ۲۔جب نجاست مخرج سے زائد ہو خواہ تھوڑی ہو یا بہت اس میں زیادہ احتیاط ہے اور شیخین کے نزدیک جب مخرج کے علاوہ قدر درہم سے زیادہ ہو دھونا فرض ہے۔ ۳۔سنت اور وہ اس وقت ہے جبکہ نجاست مخرج سے نہ بڑھے۔ ۴۔مستحب، وہ اس وقت ہے جبکہ صرف پیشاب کیا ہو اور پاخانہ نہ کیا ہو اور نجاست مخرج سے نہ بڑھے پس اس وقت پیشاب کی جگہ کو دھونا بعض کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک یہ بھی سنت ہے۔ ۵۔بدعت اور وہ ریح نکلنے سے استنجا کرنا ہے، فصد لینے اور سونے کے بعد بھی استنجا بدعت ہے، اسی طرح جو پاک چیز پاخانہ کے مقام سے نکلے جیسے کنکری یا دانہ وغیرہ اگر اس پر نجاست نہ لگی ہو تو استنجا کرنا بدعت ہے لیکن اگر اس پر نجاست ہو تو اس کی وجہ سے استنجا کرنا ہوگا۔

مستحبات وآدابِ بیت الخلا

۱۔جن کپڑوں سے نماز پڑھتا ہے ان کے سوا اور کپڑے پہن کر بیت الخلا میں جانا اگر ایسا نہ کر سکے تو اپنے کپڑوں کو نجاست اور مستعمل پانی سے بچانا۔ ۲۔سر کو ڈھانپ کر بیت الخلا میں جانا۔ ۳۔جنگل میں جائے تو لوگوں کی نظروں سے دور نکل جانا۔ ۴۔انگوٹھی وغیرہ جس چیز پر اللہ کا نام یا قرآن کی آیت یا کسی رسولِ خدا یا کسی بزرگ کا نام یا حدیث وغیرہ کے الفاظ کھدے ہوئے ہوں تو اُسے نکال دے اگر تعویذ وغیرہ کپڑے میں لپٹا ہوا ہو تو ساتھ ہونے میں کراہت نہیں۔ ۵۔پاخانہ میں داخل ہونے سے پہلے باہر ہی یہ دعا پڑھنا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَآئِثِ

اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

۶۔داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پاؤں داخل کرنا باہر آتے وقت پہلے دایاں پاؤں نکالنا۔

۷۔ کھڑے ہونے کی حالت میں ستر نہ کھولے بلکہ بیٹھنے کے قریب ہو کر کھولے ضرورت سے زیادہ بدن نہ کھولے۔ ۸۔ دونوں پاؤں کو فاصلے سے رکھے یعنی کھل کر بیٹھے اور بائیں پاؤں پر زور دے کر بائیں طرف کو جھکا رہے۔ ۹۔ بات نہ کرے نہ زبان وحلق وغیرہ سے اللہ کا ذکر کرے، البتہ دل میں اللہ کے ذکر کا خیال کر سکتا ہے اس وقت کا ذکر اپنی نجاستوں کا احساس اور اللہ پاک کی پاکی کا خیال کرنا ہے چھینک اور سلام اور اذان کا جواب نہ دے خود کو چھینک آئے تو دل میں الحمد اللہ پڑھ لے زبان سے نہ پڑھے۔ ۱۰۔ کسی دینی مسئلے میں غور نہ کرے۔ ۱۱۔ بلا ضرورت اپنے ستر کو نہ دیکھے نہ بول و براز کو دیکھے نہ تھوکے نہ سنکے نہ کھنکارے نہ ادھر اُدھر دیکھے، نہ اپنے بدن سے کھیل کرے، نہ آسمان کی طرف نظر اٹھائے بلاوجہ زیادہ دیر تک نہ بیٹھا رہے۔ ۱۲۔ جب فارغ ہو جائے تو مرد بائیں ہاتھ سے اپنے ذکر کو جڑ کی طرف سے سرِ ذکر کی طرف سونتے تاکہ جو قطرے رکے ہوئے ہوں نکل جائیں پھر ڈھیلوں سے مقام نجاست کو صاف کرکے کھڑا ہو جائے اور سیدھا ہونے سے پہلے بدن کو چھپالے پیشاب بھی ڈھیلے سے خشک کرے اور جب قطرہ آنا بند ہو جائے تو پانی سے طہارت کے لئے طہارت خانہ میں جائے۔ ۱۳۔ بیت الخلا سے باہر آکر یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَخْرَجَ مَایُؤْذِیْنِیْ وَاَبْقٰی مَا یَنْفَعُنِیْ (وَبَقِیَ فِیَّ مَا یَنْفَعُنِیْ) غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُ

۱۴۔ پانی سے طہارت کے لئے کسی دوسری جگہ بیٹھے اور پہلے دونوں ہاتھ کلائی تک دھولے اور طہارت خانے میں جانے سے پہلے یہ دعا پڑھے (اگر پاخانہ ہی میں طہارت کرے تو یہ دعا نہ پڑھے)۔

بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ؕ وَ بِحَمْدِہٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ ؕ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

پھر داہنے ہاتھ سے پانی بہائے اور بائیں ہاتھ سے دھوئے اور پانی کا لوٹا اونچا رکھے کہ چھینٹیں نہ پڑیں پھر کسی پاک کپڑے سے پونچھ ڈالے، اگر کپڑا پاس نہ ہو تو ہاتھ سے بار بار پونچھ لے پھر وہاں سے باہر آکر یہ دعا پڑھے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَآءَ طَھُوْرًا وَّالْاِسْلَامَ نُوْرًا وَّ قَائِدًا وَّ دَلِیْلًا اِلَی اللّٰہِ وَاِلٰی جَنَّاتِ النَّعِیْمِ ؕ اَللّٰھُمَّ حَصِّنْ فَرْجِیْ وَطَھِّرْ قَلْبِیْ وَمَحِّصْ ذُنُوْبِیْ

۱۵۔ پانی سے استنجا کرنے کے بعد دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا تاکہ خوب صاف ستھرا ہو جائے بلکہ پاک مٹی مل کر دھونا مستحب ہے۔

مکروہاتِ بیت الخلا

۱۔ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے پائخانہ یا پیشاب کرنا مکروہِ تحریمی ہے اگر بھول کر ایسا ہو گیا تو مستحب یہ ہے کہ قبلہ کی طرف سے جس قدر ہو سکے بچ جائے اور رخ پھیر لے، گھر کے پاخانوں اور جنگل میں سب جگہ یہی حکم ہے، عورت کے لئے چھوٹے بچے کو قبلہ کی طرف بٹھا کرانا مکروہ اور منع ہے اور اس کا گناہ عورت پر ہے۔ ۲۔ پیشاب پائخانے کے وقت سورج اور چاند کی طرف منہ یا پیٹھ کرنا، بظاہر یہ کراہتِ تنزیہی ہے۔ ۳۔ بلا عذر کھڑے ہو کر یا لیٹ کر یا بالکل ننگا ہو کر پیشاب کرنا۔ ۴۔ جاری پانی یا بند پانی میں یا نہر یا کنوئیں یا حوض یا چشمہ کے کنارے یا پھل دار درخت کے نیچے یا کھیتی میں یا ایسے سایہ میں جہاں بیٹھنے کا آرام ملے پیشاب یا پائخانہ کرنا۔ ۵۔ مسجد اور عیدگاہ کی دیوار کے پاس یا قبرستان میں یا چوپائے جانوروں اور لوگوں کے بیٹھنے یا راستہ چلنے کی جگہ میں پیشاب یا پائخانہ کرنا؛ بند قلیل پانی میں پیشاب یا پائخانہ کرنا حرام ہے، بند کثیر میں مکروہِ تحریمی ہے اور جاری میں مکروہِ تنزیہی ہے البتہ جو لوگ دریا و سمندر کا سفر کرتے ہیں ان کو بوجہ مجبوری جائز ہے۔ مسجد میں یا مسجد کی چھت پر بول و براز کرنا حرام ہے۔ ۶۔ نیچی جگہ بیٹھ کر اونچی جگہ کی طرف پیشاب کرنا۔ ۷۔ چوہے اور سانپ اور چیونٹی کے بل بلکہ ہر سوراخ میں پیشاب کرنا۔ ۸۔ قافلہ یا خیمہ یا کسی مجمع کے قریب پیشاب کرنا۔ ۹۔ سخت زمین پر پیشاب کرنا اگر ایسی جگہ ضرورت پڑے تو پتھر یا عصا وغیرہ سے کوٹ کر یا کھود کر نرم کر لے تاکہ چھینٹیں نہ اُڑیں۔ ۱۰۔ پیشاب کر کے اسی جگہ وضو یا غسل کرنا یا غسل یا وضو کی جگہ میں پیشاب پائخانہ کرنا یہ سب باتیں مکروہ ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

كتاب الصلوٰة

نماز کا بیان

دیباچہ

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

امّا بعد، زبدۃ الفقہ حصہ اول یعنی خلاصہ عمدۃ الفقہ حصۂ کتاب الایمان و کتاب الطہارۃ گزشتہ سال ہدیۂ ناظرین کیا جاچکا ہے، عام پسندیدگی کے علاوہ بعض دینی مدارس نے اس کی افادیت کے پیشِ نظر نصابِ تعلیم میں داخل فرما کر حوصلہ افزائی فرمائی۔ اہلِ نظر کی قدر دانی اور احباب کی ہمت افزائی کی بنا پر عاجز نے زبدۃ الفقہ حصہ دوم یعنی خلاصۂ عمدۃ الفقہ کتاب الصلوٰۃ کا بھی آغاز کر دیا جو بعد تکمیل بحسن و خوبی زیورِ طبع سے مزین ہو کر پیشِ خدمت ہے۔ معیاری کتابت و طباعت کے علاوہ سلاستِ زبان، عام فہم عبارت اور دل نشین ترتیب کا خصوصی التزام رکھا گیا ہے، امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے اور اپنے حلقۂ اثر میں اس کی مقبولیت کو فروغ دے کر اس کارِ خیر میں شریک ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ عاجز و ناشر کو خلوص عطا فرمائے، اس ناچیز پیشکش کو شرفِ قبولیت عطا فرما کر سعادتِ دارین کا ذریعہ بنائے اور عاجز و جملہ متعلقین وتمام اہلِ اسلام کو ان مسائلِ شرعیہ پر پوری طرح عمل کرنے کی توفیق رفیقِ حال فرمائے آمین۔

بجاہ سید المرسلین صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ

و اصحابہ اجمعین۔ برحمتك یا ارحم الراحمین ٥

احقر سید زوّار حسین غفرلہ ولوالدیہ

جمعہ ۱۳/ صفر ۱۳۹۴ھ مطابق ۸/ مارچ ۱۹۷۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز کا بیان

اسلام کا دوسرا رکن نماز ہے

اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کا ایک خاص طریقہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم کو سکھایا ہے اس کو نماز کہتے ہیں۔ عقائد کی درستی کے بعد بدنی عبادتوں میں نماز سب سے افضل و عمدہ عبادت ہے، اور یہ فرضِ محکم اور اسلام کا رکن اعظم ہے۔ نماز ہر عاقل بالغ مسلمان مرد و عورت پر خواہ وہ آزاد ہو یا غلام فرض عین ہے، اُس کا منکر کافر اور قتل کے لائق ہے اور اُس کا چھوڑ دینا حرام اور بہت سخت گناہ ہے۔ ایک وقت کی نماز بھی جان بوجھ کر چھوڑنے والا فاسق ہے۔ یہ خالص بدنی عبادت ہے، کسی حالت میں بھی کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف سے اس کو ادا نہیں کر سکتا اور زندگی میں نماز کے بدلے میں کچھ مال فدیہ کے طور پر ادا کر دینا بھی جائز نہیں، البتہ مرتے وقت قضا نمازوں کا فدیہ ادا کرنے کے لئے وصیت کرنی چاہئے اور وارث اس کے ترکے میں سے ادا کریں اور بغیر وصیت بھی وارث اس کی طرف سے دیدے تو قبول وعفو کی امید ہے۔ پانچ وقت کی نمازیں فرضِ عین ہیں، (وقتوں کی تفصیل آگے آتی ہے)۔ جب بچہ سات برس کا ہو جائے اور آٹھویں میں لگ جائے تو اس کو نماز سکھانا اور پڑھوانا اس کے ولی سرپرست پر واجب ہے اور جب دس برس کا ہو جائے اور گیارہویں میں لگ جائے تو مار کر نماز پڑھوانا واجب ہے ہاتھ سے تین بار متوسط طریقے پر مارے، لکڑی سے نہ مارے اور منھ پر بھی نہ مارے، سب نیک کاموں کا کرنا اور بُرائیوں سے بچنا اسی عمر سے سکھانا چاہئے البتہ روزہ اس وقت رکھوایا جائے جب بچے کو اس کی قوت حاصل ہو جائے۔

نماز پڑھنے کے فائدے

نماز پڑھنے کے بہت سے فائدے ہیں، ان میں سے چند فائدے یہ ہیں۔

۱۔نمازی کا بدن اور کپڑے پاک صاف اور ستھرے رہتے ہیں۔
۲۔نمازی آدمی سے خدا تعالیٰ راضی اور خوش ہوتا ہے۔
۳۔حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نمازی سے راضی اور خوش ہوتے ہیں۔
۴۔نمازی آدمی خدا تعالیٰ کے نزدیک نیک ہوتا ہے۔
۵۔نمازی بہت سے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔
۶۔لوگ دنیا میں بھی عزت کرتے ہیں اور وہ آخرت میں بھی آرام اور سکھ سے رہے گا۔

اوقاتِ نماز اور اس کے مسائل

نماز فرض ہونے کا ظاہری سبب وقت ہے، شریعت نے نماز ادا کرنے کے لئے پانچ وقت مقرر کیے ہیں، اگر ان وقتوں میں نماز پڑھی جائے تو ادا ہوگی اور وقت سے پہلے پڑھ لی جائے تو نماز بالکل ہی نہ ہوگی اور وقت گزرنے کے بعد پڑھی جائے تو وہ نماز ادا نہیں کہلائے گی بلکہ قضا کہلائے گی، پانچ فرض نمازوں کے جو پانچ وقت مقرر ہیں ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔نمازِ فجر کا وقت

سورج نکلنے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ پہلے مشرق کی طرف سے آسمان کے کنارے پر چوڑائی میں یعنی شمالاً جنوباً ایک سفیدی (روشنی) ظاہر ہوتی ہے اور جلدی جلدی دائیں بائیں پھیلتی جاتی ہے یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اسے صبح صادق کہتے ہیں، اسی صبح صادق کے طلوع ہونے سے فجر کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے۔صبح کاذب کا اعتبار نہیں اور یہ وہ سفیدی ہے جو صبح صادق سے پہلے مشرق سے آسمان پر لمبائی میں شرقاً غرباً ایک ستون کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔جس کے نیچے سارا افق سیاہ ہوتا ہے، یہ سفیدی تھوڑی دیر رہ کر غائب ہو جاتی ہے۔اس کے بعد صبح صادق کی سفیدی ظاہر ہوتی ہے، جو دائیں بائیں کو پھیلتی ہوئی اٹھتی ہے۔فجر کی نماز کا وقت صبح صادق سے شروع ہو کر سورج نکلنے سے پہلے تک رہتا ہے، جب آفتاب کا ذرا سا کنارہ بھی نکل آئے تو فجر کا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔نماز ظہر اور جمعہ کا وقت

نمازِ ظہر و جمعہ کا وقت زوال یعنی سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے۔اور ہر چیز کا سایہ اصلی

سائے کے علاوہ دوگنا ہوجانے سے پہلے تک رہتا ہے، جب سایہ دوگنا ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے، ٹھیک دوپہر کے وقت ہر چیز کا جس قدر سایہ ہو وہ اُس کا اصلی سایہ ہے۔

۳۔ نمازِ عصر کا وقت

جب ہر چیز کا سایہ اصلی سائے کے علاوہ دو مثل (دوگنا) ہوجائے تو عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور سورج کے غروب ہونے سے لحظہ بھر پہلے تک رہتا ہے۔

۴۔ نمازِ مغرب کا وقت

جب سورج غروب ہوجائے تو مغرب کا وقت شروع ہوتا ہے اور شفق کے غائب ہونے سے پہلے تک رہتا ہے۔ مغرب کی طرف جو سرخی اس وقت ہوتی ہے اس کو شفق کہتے ہیں، صاحبین کے نزدیک شفقِ احمر (سرخی) تک اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک شفقِ ابیض (سفیدی) سے پہلے تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور اسی پر فتویٰ اور عمل ہے۔

۵۔ نمازِ عشا اور وتر کا وقت

شفق غائب ہونے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور صبح صادق ہونے سے پہلے تک رہتا ہے، وتر کی نماز کا بھی یہی وقت ہے لیکن وتر کو فرضِ عشاء سے پہلے نہ پڑھے اس لئے کہ ان میں ترتیب واجب ہے مگر بھول کر پڑھ لے تو جائز ہے۔

فائدہ نمازِ عیدین کا وقت، سورج کے اچھی طرح نکل آنے یعنی ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور دوپہر سے پہلے تک رہتا ہے، ان کا جلدی پڑھنا افضل ہے مگر عید الفطر اول وقت سے کچھ دیر کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

نمازوں کے مستحب اوقات

فجر کی نماز کا مستحب وقت

جب اُجالا ہوجائے اور اتنا وقت ہو کہ قرأتِ مستحبہ کے ساتھ سنت کے موافق اچھی طرح نما ادا کی جائے اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد اتنا وقت باقی رہے کہ سورج نکلنے سے پہلے دوبارہ سنت کے موافق نماز پڑھی جاسکتی ہو تو ایسے وقت نماز پڑھنا مستحب و افضل ہے اور یہ حکم ہر

زمانے میں ہے لیکن قربانی کے دن حج کرنے والوں کے لئے مزدلفہ میں اول وقت فجر کی نماز پڑھنا افضل ہے، عورتوں کے لئے ہمیشہ فجر کی نماز اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔ اور باقی نمازوں میں مردوں کی جماعت کا انتظار کریں اور جماعت ہو جانے کے بعد پڑھیں۔

ظہر کی نماز کا مستحب وقت

گرمی کے موسم میں اتنی دیر کر کے پڑھنا کہ گرمی کی تیزی کم ہو جائے مستحب ہے اور سردی کے موسم میں اول وقت پڑھنا افضل ہے لیکن اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ظہر کی نماز ہر حال میں ایک مثل سائے کے اندر پڑھ لی جائے۔ جمعہ کی نماز ہمیشہ اول وقت میں پڑھنا مستحب ہے، جمہور کا یہی مذہب ہے اور اسی پر فتوٰی ہے کیونکہ اس میں مجمع بہت زیادہ ہوتا ہے اور لوگ پہلے سے آئے ہوئے ہوتے ہیں پس تاخیر سے ان کو تنگی ہوگی۔

عصر کی نماز کا مستحب وقت

خواہ سردی ہو یا گرمی ہر زمانے میں عصر کی نماز میں تاخیر مستحب ہے مگر اتنی تاخیر نہ کرے کہ وقت مکروہ ہو جائے۔

مغرب کی نماز کا مستحب وقت

ابر وغبار کے دن کے سوا ہمیشہ مغرب کی نماز میں جلدی کرنا یعنی اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔

عشاء کی نماز کا مستحب وقت

ایک تہائی رات تک مستحب وقت ہے۔ اس کے بعد آدھی رات تک تاخیر مباح ہے اس کے بعد مکروہ وقت ہو جاتا ہے۔ وتر کی نماز میں اُس شخص کو آخر رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے جس کو اپنے جاگ اُٹھنے کا پکا بھروسہ ہو پس ایسے شخص کو نمازِ تہجد کے بعد صبح صادق سے پہلے پہلے نمازِ وتر پڑھنا مستحب ہے لیکن اگر آنکھ کھلنے اور اُٹھنے کا پورا بھروسہ نہ ہو تو اس کے لئے مطلقاً تعجیل افضل و مستحب ہے پس اس کو نمازِ عشاء کے بعد سونے سے پہلے پڑھ لینا چاہئے۔ ابر وغبار کے روز ہمیشہ فجر اور ظہر اور مغرب کی نماز ذرا دیر کر کے پڑھنا بہتر و مستحب ہے تاکہ وقت پوری طرح ہو جائے اور شبہ نہ رہے اور عصر و عشاء کی نماز مستحب وقت سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے۔

فائدہ دو فرض نمازوں کو کسی عذر سے ایک وقت میں جمع نہ کرے نہ سفر میں نہ حضر میں نہ

بیماری میں، لیکن عرفات و مزدلفہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، عرفات میں اگر ظہر و عصر کی نماز میں جمع کرنے کی شرائط پائی جائیں تو یہ دونوں نمازیں ظہر کے وقت میں پڑھی جائیں اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نماز عشاء کے وقت میں پڑھی جائے، (اس کی تفصیل حج کے بیان میں آئے گی انشاء اللہ العزیز)۔

جن وقتوں میں نماز جائز نہیں اور جن میں مکروہ ہے

نماز کے اوقاتِ مکروہہ دو قسم کے ہیں:

قسم اوّل

یہ تین وقت ہیں۔ ا۔ سورج نکلتے وقت، یعنی سورج کا کنارہ ظاہر ہونے سے سورج کے اندازاً ایک نیزہ بلند ہو جانے تک (اندازاً بیس منٹ) ۲۔ استواء یعنی ٹھیک دوپہر کا وقت اور وہ نصف النہار شرعی سے زوال تک ہے، طلوعِ فجر سے غروبِ آفتاب تک ہر روز جتنا وقت ہو اُس کے پہلے نصفِ اول کے ختم پر نصف النہار شرعی شروع ہوتا ہے اس کو ضحوۂ کبریٰ بھی کہتے ہیں۔ ۳۔ سورج غروب ہوتے وقت یعنی جب دھوپ کمزور اور پیلی پڑ جائے اور سورج پر نظر ٹھہرنے لگے اُس وقت سے آفتاب غروب ہونے تک کا وقت (اندازاً بیس منٹ)۔ ان تین وقتوں میں کوئی نماز خواہ ادا ہو یا قضا جائز نہیں اور شروع کرنے سے شروع نہیں ہوتی اور اگر پہلے سے شروع کی ہوئی نماز کے ختم ہونے سے پہلے ان تین وقتوں میں سے کوئی وقت داخل ہو جائے تو وہ نماز باطل ہو جاتی ہے لیکن سجدۂ تلاوت اور پانچ نمازیں شروع ہو جاتی ہیں۔ ا۔ اُس جنازے کی نماز جو ان تین وقتوں میں سے کسی وقت میں تیار ہوا ہو بلا کراہت جائز بلکہ افضل ہے اور تاخیر مکروہ ہے۔ ۲۔ جو سجدے والی آیت ان تین وقتوں میں سے کسی وقت میں تلاوت کی گئی ہو اس کا سجدۂ تلاوت اس وقت جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے اور کراہت کا وقت نکل جانے تک تاخیر کرنا بہتر و افضل ہے۔ ۳۔ اُسی دن کی عصر کی نماز اگرچہ اتنی تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر اتنا تنگ وقت ہو گیا اور کسی نے ابھی تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تو وہ اس وقت ضرور پڑھ لے اور اگر وقتی عصر کی نماز سورج غروب ہونے سے پہلے شروع کر دی تو اس کا توڑنا جائز نہیں خواہ سورج غروب ہو رہا ہو اور یہ فرض ادا ہو جائیں گے۔ ۴۔ نفل نماز خواہ سنتِ مؤکدہ ہو یا غیر مؤکدہ کراہتِ تحریمہ کے ساتھ شروع ہو جائے

گی اور اُس کو توڑ کر کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔ ۵۔ نمازِ نذرِ مقید یعنی وہ نماز جس کو انہی تین وقتوں میں سے کسی وقت میں ادا کرنے کی نذر کی گئی ہو۔ ٦۔ وہ سنت ونفل نماز جو ان تین وقتوں میں سے کسی وقت میں شروع کر کے فاسد کر دی گئی ہو۔ یہ دونوں یعنی نمبر ۵ و نمبر ٦ کی نمازیں بھی ان وقتوں میں کراہت تحریمی کے ساتھ شروع ہو جائیں گی اور ان کو توڑ کر کامل وقت میں ادا کرنا واجب ہے، خلاصہ یہ ہے۔ کہ ان تین وقتوں میں ہر قسم کی نماز وسجدہ ادا کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے سوائے اُس دن کی عصر اور اس جنازے کی نماز کے جو اسی وقت لایا گیا ہو۔

قسم دوم

یہ وہ اوقات ہیں جن میں صرف نوافل کا قصداً پڑھنا اور نمازِ واجب لغیرہ کا ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے پس سوائے سنتِ فجر کے ہر قسم کی سنتیں اور نفل اگر چہ تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضو ہی ہوں اور نمازِ نذر مقید ہو یا مطلق، ہر دوگانۂ طواف اور سجدۂ سہو جو اُن نمازوں میں پیش آئے جن کا ادا کرنا ان وقتوں میں مکروہ ہے۔ جس نفل نماز یا واجب لغیرہ کو مستحب یا مکروہ وقت میں شروع کر کے پھر توڑ دیا ہو اگر چہ وہ صبح کی سنتیں ہوں ان سب کا ان وقتوں میں ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور ان کو توڑ دینا اور دوسرے غیر مکروہ وقت میں ادا کرنا واجب ہے اور ان کے علاوہ باقی سب نمازیں یعنی پنجوقتہ فرض نمازیں، نمازِ واجب لعینہ یعنی نمازِ وتر، نمازِ جنازہ، سجدۂ تلاوت ادا و قضا بلا کراہت جائز ہیں وہ اوقات یہ ہیں۔

۱۔ طلوع فجر یعنی صبح صادق سے نمازِ فجر ادا کرنے سے پہلے کا وقت اس میں صبح کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے سوا ہر قسم کی نفل نماز اور واجب لغیرہ قصداً ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ فجر کے فرضوں کے بعد سے سورج نکلنے سے لحظہ بھر پہلے تک کا وقت۔

۳۔ عصر کی فرض نماز کے بعد سے سورج کے متغیر ہونے سے لحظہ بھر پہلے تک کا وقت۔

۴۔ سورج غروب ہونے کے بعد سے مغرب کی فرض نماز شروع ہونے سے پہلے کا وقت، تاکہ مغرب کی نماز میں تاخیر نہ ہو جائے، تھوڑی تاخیر یعنی دو رکعت سے کم فاصلہ مکروہ نہیں اور دو رکعت کی مقدار یا اس سے زیادہ لیکن ستاروں کے گتھنے سے پہلے تک تاخیر مکروہِ تنزیہی ہے اور اس کے بعد یعنی ستاروں کے گتھنے (بکثرت نمودار ہونے) تک تاخیر کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

۵۔ جب جمعہ کے روز امام خطبہ کے لئے حجرہ سے نکلے یا جہاں حجرہ نہ ہو اپنی جگہ سے خطبہ

کے لئے منبر پر چڑھنے کے لئے کھڑا ہو اُس وقت سے فرضِ جمعہ ختم ہونے تک یعنی جب امام خطبہ کے لئے کھڑا ہو اُس وقت سے لے کر عین خطبہ کے وقت خواہ پہلا خطبہ ہو یا دوسرا یا ان کا درمیانی وقفہ ہو، اور فرض نماز جمعہ شروع ہونے سے ختم ہونے تک کا وقت اس وقت جمعہ کی سنتیں پڑھنا بھی مکروہ تحریمی ہے البتہ اگر سنتیں امام کے کھڑا ہونے سے پہلے شروع کر دی تھیں تو ان چاروں رکعت کو پورا کر لے یہی صحیح ہے، جمعہ کے علاوہ ہر خطبے کا بھی یہی حکم ہے۔

۶۔ جب فرض نماز کی تکبیر اقامت ہو جائے لیکن صبح کی دو رکعت سنتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر جماعت فوت ہونے کا خوف نہ ہو اگرچہ قعدہ ہی میں شریک ہو جائے تو سنتِ فجر پڑھنا جائز ہے لیکن جماعت کی صف سے دور پڑھے اور اگر جماعت کے فوت ہو جانے کا خوف ہو اور امام کے سلام سے پہلے جماعت میں شامل ہونا ممکن نہ ہو تو ان سنتوں کو ترک کر کے جماعت میں شامل ہو جائے۔

۷۔ جب کسی نماز کا وقت تنگ ہو جائے تو اس وقت کے فرض کے سوا اور سب نمازیں مکروہِ تحریمی ہیں۔ وقت کی تنگی سے مراد مستحب وقت کی تنگی ہے۔

۸۔ عیدین کی نماز سے پہلے گھر و مسجد و عید گاہ میں نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے اور عیدین کی نماز کے بعد مسجد و عید گاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں یہی اصح ہے۔

۹۔ عرفات میں جب شرائط کے ساتھ ظہر اور عصر دو نمازوں کو جمع کرے تو اُن کے فرضوں کے درمیان میں نفل و سنت پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔ اور بعد میں بھی مکروہ ہے اس لئے کہ عصر کی نماز کے بعد نفل مکروہ ہیں، اسی طرح جب مزدلفہ میں نماز مغرب و عشا کو جمع کرے تو اُن کے درمیان میں بھی نماز نفل و سنت مکروہِ تحریمی ہے لیکن یہاں بعد میں مکروہ نہیں اس لئے مزدلفہ میں مغرب و عشا کی سنتیں و وتر عشا کے فرضوں کے بعد میں پڑھے۔

۱۰۔ پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کی حاجت کے وقت یا ریح کے غلبے کو روک کر کوئی نماز پڑھنا خواہ فرض ہو یا نفل مکروہِ تحریمی ہے، اسی طرح جب کھانا حاضر ہو اور نفس اس کی طرف راغب ہو، اس وقت نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اسی طرح اگر کوئی اور سبب پایا جائے جس کی وجہ سے نماز کے افعال کی طرف سے دل ہٹے اور خشوع میں خلل پڑے اور وہ اُسے دفع کر سکتا ہے تو اس کو دور کئے بغیر نماز پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے لیکن اگر وقت جاتا ہو تو نماز پڑھ لے اور پھر دوسرے وقت لوٹا لے۔

۱۱۔ دو وقت ایسے ہیں جن میں صرف وقتی نماز کا ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے، اول مغرب کی فرض نماز میں بلا عذر ستارے گتھنے (خوب نمودار ہونے) تک تاخیر کرنا، دوم عشا کی فرض نماز بلا

عذر آدھی رات کے بعد پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے۔

اذان اور اقامت کا بیان

چونکہ وقت، نماز کے لئے ظاہری سبب ہے اور اذان وقت کے شروع ہونے کا اعلان ہے، اس لئے اوقات نماز کے بعد اذان اور اقامت کا بیان کیا جاتا ہے۔

اذان

لغت میں اذان کے معنی خبر دینا ہے اور شریعت میں خاص نمازوں کے لئے خاص الفاظ سے خاص طریقے پر نماز کی خبر دینے کو اذان کہتے ہیں۔

اذان کے کلمات

اذان کے پندرہ کلمے یہ ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ،

صبح کی اذان میں دو کلمے زیادہ ہیں۔ یعنی حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو مرتبہ زیادہ کہے اس طرح اس میں سترہ ۱۷ کلمے ہو جائیں گے۔

تکبیرِ اقامت

جب نماز کے لئے کھڑے ہونے لگتے ہیں تو نماز شروع ہونے سے پہلے ایک شخص تکبیر اقامت کہتا ہے، جو شخص اذان کہتا ہے اُسے مُؤَذِّنْ کہتے ہیں اور جو شخص تکبیر اقامت کہتا ہے اُسے مُکَبِّرْ کہتے ہیں۔

تکبیرِ اقامت کے کلمات

تکبیر اقامت کے سترہ کلمے ہیں یعنی فجر کی اذان کے علاوہ باقی اذانوں میں جو پندرہ کلمے ہیں وہی تکبیر اقامت میں بھی کہے جاتے ہیں لیکن حیّ علی الفلاح کے بعد دو کلمے زیادہ کرتے

ہیں یعنی قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ دو مرتبہ کہتے ہیں۔

اذان و اقامت کہنے کا مسنون طریقہ

اذان دینے والا آدمی دونوں حدثوں سے پاک ہو کر مسجد سے علیحدہ کسی اونچی جگہ قبلہ رخ کھڑا ہو جائے اور اپنے دونوں کانوں کے سوراخوں کو شہادت کی دونوں انگلیوں سے بند کر کے اپنی طاقت کے مطابق بلند آواز سے اذان دے، لیکن اس قدر نہیں کہ جس سے اس کو تکلیف ہو پہلی آواز میں دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے پھر اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دو مرتبہ دو آوازوں میں، پھر دوسری آواز میں دو دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے یعنی دو آوازوں میں چار مرتبہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ پھر اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے، پھر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ داہنی طرف منہ پھیرے، پھر حَیَّ عَلَی الفلاح دو مرتبہ دو آوازوں میں کہے اور ہر مرتبہ بائیں طرف منہ پھیرے، دائیں یا بائیں جانب منہ پھیرنے میں سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرنے پائیں، اَللّٰہُ اَکْبَرُ دو مرتبہ ایک آواز میں کہے، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ایک مرتبہ کہے، فجر کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو مرتبہ کہے اور اس میں مُنھ نہ پھیرے۔

اقامت کا سنت طریقہ بھی وہی ہے جو اذان کا ہے لیکن چند باتوں میں فرق ہے۔ ۱۔ اذان مسجد کے باہر بلند جگہ پر کہی جاتی ہے اور اقامت مسجد کے اندر عام سطح زمین پر، اگرچہ اونچی جگہ پر بھی جائز ہے۔ ۲۔ اذان بلند آواز سے کہی جاتی ہے اور اقامت پست آواز سے۔ ۳۔ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہی جاتی ہے اور اقامت جلدی جلدی۔ ۴۔ اقامت میں حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوٰۃ دو مرتبہ زائد ہے اور فجر کی اذان میں جو اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہا جاتا ہے وہ اقامت میں نہیں کہا جاتا۔ ۵۔ اقامت کہتے وقت کانوں کے سوراخ بند نہیں کئے جاتے۔ ۶۔ اقامت میں حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دائیں بائیں جانب منہ نہیں پھیرا جاتا اگرچہ بعض کے نزدیک یہ بھی اذان کی طرح مستحب ہے۔

اذان و اقامت کے شرائطِ صحت و کمال

۱۔ اذان اور اقامت کا عربی زبان میں خاص انہی الفاظ سے ہونا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، کسی اور زبان میں یا منقولہ الفاظ کے سوا اور الفاظ سے اذان یا اقامت صحیح نہ ہوگی، دوبارہ مسنون الفاظ سے کہی جائے۔

۲۔ فرض ادا نماز کی اذان کے لئے اُس نماز کا وقت ہونا، وقت سے پہلے اذان دی تو درست نہیں ہے وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے۔

۳۔ مؤذن کا مسلمان ہونا، کافر کی اذان صحیح نہ ہوگی اس لئے دوبارہ کہی جائے۔

۴۔ مؤذن کا مرد ہونا، عورت کی اذان درست نہیں دوبارہ کہی جائے۔

۵۔ مؤذن کا صاحبِ عقل ہونا، اگر ناسمجھ بچہ یا مجنون یا مست اذان دے تو دوبارہ کہی جائے

اذان واقامت کے سُنن ومستحبات ومکروہات

۱۔ اذان واقامت دونوں کو جہر سے کہے مگر اقامت اذان سے پست کہے، اگر صرف اپنی نماز کے لئے اذان کہے تو آواز کو پست یا بلند کرنے میں اختیار ہے، لیکن زیادہ ثواب بلند آواز میں ہے، مسجد سے باہر اونچی جگہ پر اذان دے مسجد کے اندر مکروہِ تنزیہی ہے لیکن ضرورۃً ایک کونہ پر جائز ہے۔ جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر منبر کے سامنے کہنا مکروہ نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کا یہی معمول ہے۔ مؤذن کو طاقت سے زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے، اقامت زمین پر یعنی عام سطح پر اور مسجد میں کہی جائے بلند جگہ پر بھی جائز ہے، اس کے لئے آواز کو زیادہ بلند نہ کرے بلکہ اتنی بلند ہو کہ مسجد کے نمازیوں کو جماعت کھڑی ہونے کا علم ہو جائے، اذان کا دائیں یا بائیں جانب ہونا ضروری نہیں کسی جانب سے بھی کہے لیکن دائیں یا بائیں جس طرف آبادی زیادہ ہو اُسی طرف اذان دینا مناسب ہے، اقامت بھی دائیں یا بائیں جس طرف کہے بلاکراہت درست ہے، جب منفرد (اکیلا نمازی) اپنے لئے اذان دے یا جماعت کے لوگ موجود ہوں تو اذان کا بلند جگہ پر ہونا سنت نہیں۔

۲۔ اگر اذان دینے کا مینار وسیع ہو اور ایک جگہ کھڑے ہو کر اذان کہنے میں لوگوں کو پوری طرح علم نہ ہوسکے تو بہتر یہ ہے کہ حیعلتین کے وقت داہنی اور بائیں طرف اس طرح چلے کہ منھ اور سینہ قبلہ سے نہ پھرے اور داہنی طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الصلوٰۃ دو مرتبہ کہے اور بائیں طرف کے طاق سے سر نکال کر حی علی الفلاح دو مرتبہ کہے، اس صورت کے علاوہ اذان میں چلنا مکروہ ہے۔

۳۔ اذان کے کلمات ٹھہر ٹھہر کر کہے اور اقامت جلدی یعنی بغیر رکے کہے یہ مستحب طریقہ ہے، اگر اذان کو بغیر رکے کہے یا اقامت کو اذان کی طرح ٹھہر ٹھہر کر کہے تو جائز لیکن مکروہ ہے۔ ایسی اذان کا اعادہ مستحب ہے اور ایسی اقامت کا اعادہ مستحب نہیں، رک رک کر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو کلموں کے درمیان میں کچھ ٹھہرے اور اس کی مقدار یہ ہے کہ اذان کا جواب دینے والا

جواب دے سکے، بغیر رکے کا مطلب ملانا اور جلدی کرنا ہے، اللہ اکبر دو دفعہ کہنے کے بعد رکے ہر دفعہ کے اللہ اکبر کہنے پر نہ رکے یعنی اللہ اکبر اللہ اکبر ایک ساتھ کہے پھر کچھ دیر ٹھہرے پھر اللہ اکبر اللہ اکبر ایک ساتھ کہے اور ٹھہرے کیونکہ سکتہ کے لحاظ سے اللہ اکبر دو دفعہ مل کر ایک کلمہ ہیں پھر ہر کلمہ کے اوپر توقّف کرتا رہے۔ اذان اور اقامت میں ہر کلمہ پر وقف کا سکون کرتا رہے یعنی دوسرے کلمہ سے حرکت کے ساتھ وصل نہ کرے لیکن اذان میں اصطلاحی وقف کرے یعنی سانس کو توڑ دے اور اقامت میں سکون کی نیت کرے کیونکہ اس میں رک رک کر کہنا نہیں ہے، اذان میں ہر دوسری دفعہ کے اللہ اکبر یعنی دوسرے چوتھے اور چھٹے اللہ اکبر کی رے کو جزم کرے اور حرکت نہ دے اور اس کو رفع (پیش) پڑھنا غلطی ہے اور ہر پہلے اللہ اکبر کی یعنی پہلے اور تیسرے اور پانچویں کی رے اور اقامت کے اندر ہر اللہ اکبر کی رکو بھی سکون یعنی جزم کرے اور اگر وصل کرے تو وقف کی نیت کے ساتھ رکی زبر سے وصل کرنا سنت ہے، ضمہ (پیش) سے وصل کرنا خلافِ سنت ہے، اللہ اکبر کے لفظ اللہ کے الف (ہمزہ) کو مدّ کرنا کفر ہے۔ جبکہ معنی جانتے ہوئے قصداً کہے اور بلا قصد کہنا کفر تو نہیں لیکن بڑی غلطی ہے۔ اور اکبر کی ب کو مد کرنا بہت بڑی غلطی ہے۔

۴۔ اذان اور اقامت کے کلمات میں سنت طریقہ کے مطابق ترتیب کرے خلاف ترتیب ہو جائے یا کوئی کلمہ بھول جائے تو اس جگہ کی ترتیب صحیح کر کے یا بھولے ہوئے کلمہ کو کہہ کر اس سے آگے کا اعادہ کرے، اگر اس کی ترتیب کو صحیح نہ کرے تو اذان ہو جائے گی۔

۵۔ اذان و اقامت میں قبلہ کی طرف منھ کرے جبکہ سوار نہ ہو، اس کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے اور اعادہ مستحب ہے، سوار کے لئے سفر میں اپنے لئے اذان و اقامت سواری پر درست ہے لیکن اقامت کے لئے اُترنا چاہئے اگر نہ اُترا تو بھی جائز ہے، سواری پر استقبالِ قبلہ ضروری نہیں اور جماعت کے لئے سوار ہو کر اذان نہ کہے، حضر میں سواری پر اذان مکروہ ہے لیکن اعادہ نہ کیا جائے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کوئی حرج نہیں۔

۶۔ اذان میں جب حی علی الصلوٰۃ کہے تو اپنے منھ کو دائیں طرف پھیر لے اور جب حی علی الفلاح کہے تو بائیں طرف پھیر لے سینہ اور قدم قبلہ سے نہ پھرے۔ اکیلا نمازی اپنے لئے اذان کہے تب بھی یہی حکم ہے، نماز کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے اذان کہے مثلاً بچہ پیدا ہونے پر اس بچے کے کان میں اذان دے تو اس میں بھی ان دونوں موقعوں پر منھ کو پھیرے، اقامت میں منھ نہ پھیرے، بعض کے نزدیک اقامت میں بھی پھیرنا چاہئے۔

۷۔ تحسین یعنی ایسی راگنی جس سے کلمات میں تغیر آ جائے مکروہ ہے لیکن ایسی خوش آوازی سے اذان دینا یا قرآن پڑھنا جس میں تغیرِ کلمات نہ ہو بہتر اور احسن ہے اور ہر خوش آوازی سے تغیر کلمات ہونا لازمی نہیں ہے۔

۸۔ صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ الصلوٰۃ خیر من النوم کہنا مستحب ہے۔

۹۔ اذان دیتے وقت اپنی دونوں شہادت کی انگلیاں (یعنی انگوٹھوں کے پاس والی انگلیاں) اپنے دونوں کانوں کے سوراخ میں رکھ لے یہ مستحب ہے اگر دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لے تب بھی بہتر ہے لیکن انگلیوں کا کانوں کے اندر رکھنا زیادہ بہتر ہے۔ اقامت میں ایسا نہ کرے بلکہ دونوں ہاتھ عام حالت کی طرح لٹکے رہیں۔

۱۰۔ تثویب متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا ہر نماز میں بہتر ہے اور تثویب اس کو کہتے ہیں کہ مؤذن اذان اور اقامت کے درمیان پھر اعلان کرے، ہر شہر کی تثویب وہاں کے رواج کے مطابق ہوتی ہے جس سے لوگ سمجھ جائیں کہ جماعت تیار ہے۔ مثلاً الصلوٰۃ الصلوٰۃ کہنا، یا قامت قامت کہنا، یا الصلوۃ رحمکم اللّٰہ کہنا، یا اس مفہوم کے الفاظ اپنی زبان میں کہنا مثلاً اردو میں کہے "جماعت تیار ہے" وغیرہ، بہتر یہ ہے کہ اذان اور اقامت کا کوئی کلمہ تثویب میں استعمال نہ کیا جائے اُن کے علاوہ کوئی اور کلمات ہوں۔

۱۱۔ اذان اور اقامت کے درمیان ایسی دو چار رکعات کی مقدار فصل کرنا مستحب ہے جن کی ہر رکعت میں دس آیتیں پڑھ سکے یعنی اتنی دیر ٹھہر کر تکبیر اقامت کہی جائے کہ جو لوگ کھانے پینے میں مشغول ہوں یا پیشاب پاخانہ کر رہے ہوں تو وہ فارغ ہو کر نماز میں شریک ہو سکیں اور مستحب وقت کا لحاظ رکھتے ہوئے ہمیشہ آنے والے نمازیوں کا انتظار کرے۔ اذان اور اقامت کو ملانا یعنی ان میں فصل نہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے۔ مغرب کی اذان اور اقامت میں بھی فصل ضروری ہے اس کی مقدار امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جتنی دیر میں تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھ سکے اتنی دیر چپکا کھڑا رہنا مستحب ہے، پھر اقامت کہے اور صاحبین کے نزدیک دونوں خطبوں میں بیٹھنے کی مقدار بیٹھ جائے اور یہ اختلاف صرف اتنی بات میں ہے کہ کھڑا رہنا افضل ہے یا بیٹھنا پس امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک کھڑا رہنا افضل ہے اور بیٹھنا جائز اور صاحبین کے نزدیک بیٹھنا افضل اور کھڑا رہنا جائز ہے۔

۱۲۔ اذان اور اقامت کے درمیان میں دعا مانگنا مستحب ہے۔

۱۳۔ اذان کا مستحب وقت وہی ہے جس میں مناسب وقفے کے بعد جماعت مستحب وقت

میں ادا ہو جائے اور مناسب ہے کہ اذان مستحب وقت کے شروع میں کہے اور اقامت درمیانی وقت میں کہے۔

۱۴۔ کھڑے ہوکر اذان کہنا سنت ہے اور بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے اس کا اعادہ کرنا چاہئے۔ منفرد اپنے واسطے بیٹھ کر اذان کہے تو مضائقہ نہیں اور اعادے کی ضرورت نہیں۔

۱۵۔ اذان اور اقامت کے لئے نیت شرط نہیں لیکن ثواب بغیر نیت کے نہیں ملتا اور نیت یہ ہے کہ دل میں ارادہ کرے ''میں یہ اذان محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کے لئے کہتا ہوں اور کچھ مقصود نہیں''

۱۶۔ اذان اور اقامت کی حالت میں کوئی دوسرا کلام نہ کرنا خواہ سلام یا سلام کا جواب، یا چھینک کا جواب وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، نہ اُس وقت جواب دے نہ فراغت کے بعد، اگر کلام کیا اور زیادہ کیا تو اذان کا اعادہ کرے اور تھوڑا کلام کیا تو اعادہ نہ کرے، اقامت کا اعادہ کسی حال میں نہ کرے۔

۱۷۔ مؤذن کو حالتِ اذان میں چلنا مکروہ ہے اگر کوئی چلتا جائے اور اسی حالت میں اذان کہتا جائے تو اعادہ کریں۔

مؤذن سے متعلق سنن و مستحبات و مکروہات وغیرہ

۱۔ مؤذن عاقل ہو، مجنون و مست و نا سمجھ بچے کی اذان و اقامت مکروہ ہے، اذان کا اعادہ کریں اقامت کا اعادہ نہ کریں، اگر سمجھ دار لڑکا (خواہ قریب البلوغ نہ ہو) اذان دے تو بلا کراہت صحیح ہے لیکن بالغ کی اذان افضل ہے، اگر کوئی نشے کی حالت میں اذان دے تو خواہ وہ نشہ مباح ہو تب بھی مکروہ ہے اور اس کا لوٹانا مستحب ہے۔

۲۔ اذان دینے والا مرد ہو، عورت اور خنثیٰ کی اذان مکروہِ تحریمی ہے اس کا اعادہ کرنا چاہئے ورنہ ترکِ اذان کا گناہ ہوگا۔

۳۔ مؤذن صالح و متقی ہو، فاسق کی اذان مکروہ ہے خواہ وہ عالم ہی ہو مگر اس کا اعادہ نہ کریں، اگر اس فاسق عالم کے سوا کوئی دوسرا متقی عالم نہ ہو تو امامت اور اذان کے حق میں فاسق عالم جاہل پرہیزگار سے بہتر ہے۔

۴۔ اذان و اقامت کا سنت طریقہ اور ضروری مسائل جانتا ہو، اور قبلہ و نماز کے وقتوں کو پہچانتا ہو، تب وہ اذان دینے کے ثواب کا مستحق ہے۔

۵۔ حدثِ اصغر و اکبر دونوں سے پاک ہونا، جنبی کی اذان مکروہ تحریمی ہے اس لئے اعادہ کریں لیکن اقامت کا اعادہ نہ کریں کیونکہ اقامت کا تکرار شرع میں نہیں آیا اور یہ اذان کا اعادہ بعض کے نزدیک واجب ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے اور یہی صحیح ہے، بے وضو کی اذان مکروہ نہیں مگر اس کی عادت ڈال لینا بُرا ہے اور بے وضو کی اقامت مکروہ ہے لیکن اس کا اعادہ نہ کریں۔

۶۔ مؤذن بارعب ہو، لوگوں کے حال پر خبردار رہتا ہو، مہربانی کرتا ہو اور جماعت میں نہ آنے والوں کو تنبیہ کرتا ہو، جبکہ اس کو لوگوں سے تکلیف کا خوف نہ ہو۔

۷۔ ہمیشہ اذان کہتا ہو۔

۸۔ ثواب کے لئے اذان و اقامت کہتا ہو، اس پر اُجرت نہ لیتا ہو، لوگ بلا طلب اس کے ساتھ سلوک کر دیں تو جائز ہے۔

۹۔ بہتر یہ ہے کہ وہی نماز کا امام ہو اور افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی اقامت بھی کہے، اگر مؤذن چلا گیا اور کوئی دوسرا آدمی اقامت کہدے تو بلا کراہت جائز ہے، اگر وہ موجود ہو تو دوسرے آدمی کو اس کی اجازت کے بغیر اقامت کہنا مکروہ ہے جبکہ اس مؤذن کو ملال ہوتا ہو اور اگر ملال نہ ہو بلکہ وہ اس پر راضی ہو یا اجازت دیدے تو بلا کراہت جائز ہے۔

۱۰۔ بلند آواز ہو۔

۱۱۔ غلام اور گاؤں میں رہنے والا، جنگل میں رہنے والا، ولد الزنا، نابینا اور وہ شخص جو بعض نمازوں کی اذان دے اور بعض کی نہ دے ان سب کی اذان جائز ہے مگر مکروہ تنزیہی ہے پس اگر کوئی اور آدمی اذان دے تو اولیٰ ہے اگر اندھے کے ساتھ کوئی ایسا آدمی ہو جو نماز کے اوقات صحیح طور پر اس کو بتا دیا کرے تو اس کی اذان آنکھوں والے کی برابر ہے غلام کو اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اذان دینا جائز نہیں لیکن صرف اپنے لئے ہو تو اجازت کی ضرورت نہیں۔

۱۲۔ اگر اذان یا اقامت کے دوران مؤذن مر گیا یا گونگا ہو گیا یا بھولنے کی وجہ سے رک گیا اور کوئی بتانے والا نہیں یا اس کا وضو ٹوٹ گیا اور وہ وضو کرنے چلا گیا یا بیہوش ہو گیا تو ان پانچوں صورتوں میں نئے سرے سے اذان یا اقامت کہنا مستحب ہے خواہ وہی کہے یا کوئی دوسرا آدمی کہے لیکن وضو ٹوٹنے کی صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ اذان و اقامت کو پورا کر لے اور پھر وضو کو جائے اور نئے سرے سے اس وقت کہے جبکہ اتنی دیر کا وقفہ ہو جائے جو فاصل شمار ہوتا ہو، تھوڑا وقفہ جیسے کھانسنا یا کھنکارنا وغیرہ کی صورت میں نئے سرے سے نہ کہے۔

۱۳۔ مؤذن تکبیر اقامت کے لئے آدمیوں کا انتظار کرے اور جو ضعیف ہمیشہ جلد آنے والا ہو اُس کے لئے رُکا رہے اور محلّہ کے رئیس اور بڑے آدمی کا اس کی خصوصیت کی وجہ سے انتظار نہ کرے، لیکن اگر وہ شریر ہو اور اس سے اندیشہ ہو اور وقت میں گنجائش ہو تو اس کا انتظار کر لے، اگر وقت تنگ ہو تو پھر اس کا بھی انتظار نہ کرے۔

۱۴۔ اذان و اقامت کی ولایت مسجد بنانے والے کو ہے، وہ نہ ہو تو اس کی اولاد کو پھر اس کے کنبے والوں کو ہے، اگر اہلِ محلّہ نے ایسے شخص کو مؤذن یا امام بنایا جو بانی کے مؤذن یا امام سے بہتر ہے تو وہی شخص بہتر ہے۔

۱۵۔ ایک شخص کو ایک وقت میں دو مسجدوں میں اذان کہنا مکروہ ہے جس مسجد میں فرض پڑھے وہیں اذان کہے۔

۱۶۔ اگر مسجد کے کئی مؤذن ہوں جب وہ آگے پیچھے آئیں تو جو پہلے آئے اسی کا حق ہے۔

فائدہ: جن موقعوں پر اذان کا لوٹانا واجب ہوتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اذان کو سنت کے مطابق ادا کرنے کے لئے اس کا لوٹانا ضروری ہے۔

اذان و اقامت کے احکام

۱۔ پانچوں وقت کی فرضِ عین نمازوں اور جمعہ کی نماز جماعت سے ادا کرنے کے لئے اذان دینا مردوں پر سنت ہے، اور یہ سنت مؤکدہ علی الکفایہ ہے یعنی ہر شہر و بستی میں ایک شخص کی اذان کفایت کرتی ہے، اگر کسی ایک شخص نے بھی نہ کہی تو وہاں کے سب لوگ گنہگار رہوں گے۔ اذان شعائرِ اسلام میں سے ہے اور اس کے ترک میں دین کا استخفاف ہے۔ اگر اہلِ شہر اذان کے ترک پر اتفاق کر لیں تو امام محمدؒ کے نزدیک اُن کا قتال حلال ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ لوگ مارنے اور قید کرنے کے لائق ہیں۔ اقامت بھی پانچوں فرضِ عین نمازوں اور جمعہ کے لئے سنت ہونے میں اذان کی مانند ہے بلکہ اذان کی بہ نسبت زیادہ مؤکد ہے، باقی کسی نماز کے لئے خواہ وہ نماز فرضِ کفایہ ہو یا سنت نفل وغیرہ ہو اذان و اقامت مسنون و مشروع نہیں ہے۔

۲۔ عورتوں پر خواہ وہ تنہا نماز پڑھیں یا جماعت کے ساتھ پڑھیں اذان و اقامت مسنون نہیں ہے اگر کہیں گی تو گناہ ہوگا مگر نماز جائز ہو جائے گی، عورتوں کی جماعت خواہ امام بھی عورت ہی ہو مکروہ ہے۔

۳۔ لڑکوں اور غلاموں کی جماعت میں اذان واقامت مشروع نہیں ہے۔

۴۔ مسجد کے اندر اذان واقامت کے بغیر فرض نماز جماعت سے پڑھنا سخت مکروہ ہے۔

۵۔ مقیم کے لئے جبکہ وہ اپنے گھر میں تنہا یا جماعت سے نماز پڑھے اذان واقامت مستحب ہے سنتِ مؤکدہ نہیں بشرطیکہ محلّہ یا گاؤں کی مسجد میں اذان واقامت ہو چکی ہو ورنہ اذان واقامت دونوں کا چھوڑنا مکروہ ہے صرف اذان چھوڑ دینا مکروہ نہیں، صرف اقامت کا چھوڑ دینا مکروہ ہے۔

۶۔ مسافر آبادی سے باہر خواہ اکیلا نماز پڑھتا ہو اس کو اذان واقامت دونوں کا چھوڑ دینا مکروہ ہے، اگر اذان کہی اور اقامت چھوڑ دی تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے اور اگر اذان چھوڑ دی اور اقامت کہی تو بلا کراہت جائز ہے، بہتر یہ ہے کہ دونوں کہے، اسی طرح اگر مسافر کے تمام ساتھی موجود ہوں تو اذان کا ترک بلا کراہت جائز ہے اور اقامت کا ترک مکروہ ہے اور دونوں کا کہنا مستحب ہے۔ سنتِ مؤکدہ نہیں، جس گاؤں میں ایسی مسجد ہو جس میں اذان واقامت ہوتی ہو، اس گاؤں میں گھر کے اندر نماز پڑھنے والے کا حکم وہی ہے جو شہر کے اندر گھر میں نماز پڑھنے والے کا ہوتا ہے اور اگر اس گاؤں میں ایسی مسجد نہیں ہے تو وہ مسافر کے حکم میں ہے۔

۷۔ اگر شہر یا گاؤں کے باہر باغ یا کھیت وغیرہ ہے اور وہ جگہ قریب ہے تو گاؤں یا شہر کی اذان کافی ہے پھر بھی اذان دے لینا اولیٰ ہے اور اگر وہ جگہ دور ہو تو شہر کی اذان اس کے لئے کافی نہیں اور قریب کی حد یہ ہے کہ شہر کی اذان وہاں سنائی دیتی ہو۔

۸۔ اگر جنگل میں جماعت سے نماز پڑھیں اور اذان چھوڑ دیں تو مکروہ نہیں اقامت چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔

۹۔ قضا نمازیں جب مسجد کے علاوہ جنگل وغیرہ میں پڑھے تو اُن کے لئے اذان واقامت کہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے اور اگر مسجد میں یا ایسی جگہ جہاں لوگوں پر اظہار ہوتا ہو قضا نماز جماعت سے پڑھے تو اذان واقامت نہ کہے اور اگر منفرد ہو تو اس قدر آواز سے کہہ لے کہ وہ خود ہی سن سکے اسی طرح اگر جماعت والے بھی اتنی آواز سے کہہ لیں کہ دوسرے لوگوں کو اظہار نہ ہو تو مکروہ نہیں، جنگل وغیرہ میں جہاں دوسرے لوگ نہ ہوں بلند آواز کے ساتھ اذان کہنا مکروہ نہیں بلکہ سنت ہے۔

۱۰۔ اگر بہت سی نمازیں فوت ہو گئیں اور اُن کو ایک ہی مجلس میں قضا کرے تو پہلی نماز کے لئے اذان اور اقامت کہے اور باقی میں اختیار ہے چاہے دونوں کہے چاہے صرف اقامت کہے ہر نماز کے لئے دونوں کا کہنا بہتر و اولیٰ ہے تاکہ قضا ادا کے طریقہ کے موافق ہو جائے۔

۱۱۔ صبح کے سوا اور نمازوں کی اذان وقت سے پہلے بالاتفاق جائز نہیں اور صبح کی اذان بھی وقت سے پہلے کہنا امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں اس کا اعادہ کیا جائے، اسی پر فتویٰ ہے۔ اقامت بالاجماع وقت سے پہلے جائز نہیں اس لئے اعادہ کیا جائے۔

۱۲۔ مستحب ہے کہ اقامت اور نماز کا شروع ہونا متصل ہو، اور زیادہ فصل نہ ہو اور کوئی ایسا عمل نہ ہو جو اقامت اور نماز کے درمیان قاطع اور فصل شمار ہوتا ہو جیسے کھانا پینا کلام کرنا وغیرہ اور ایسی صورت میں اقامت کا اعادہ مستحب ہے۔

۱۳۔ عرفات میں جب ظہر و عصر کو جمع کریں تو ایک اذان اور دو تکبیر اقامت کے ساتھ پڑھیں اور مزدلفہ میں مغرب و عشا کو ایک اذان اور ایک اقامت سے ادا کریں۔

۱۴۔ کئی مؤذنوں کا ایک ساتھ اذان کہنا جائز ہے اس کو اذانِ جوق کہتے ہیں بڑی بڑی مساجد میں اس کا رواج ہے حرمین پاک میں بھی اس کا رواج ہے۔

نماز کے علاوہ اذان و اقامت کہنے کے مستحب مواقع

فرض عین نمازوں کے علاوہ کسی اور نماز کے لئے اذان و اقامت سنت نہیں، لیکن کچھ مواقع ایسے ہیں جن میں اذان و اقامت یا صرف اذان مستحب ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ جب بچہ پیدا ہو تو اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا۔

۲۔ جو شخص رنج و غم میں مبتلا ہو، کوئی دوسرا آدمی اس کے کان میں اذان دے انشاء اللہ العزیز اس کا غم زائل ہو جائے گا۔

۳۔ مرگی کے مریض کے کان میں۔

۴۔ جو شخص غم و غصے کی حالت میں ہو اُس کے کان میں۔

۵۔ بدمزاج یعنی جس کی عادتیں خراب ہو گئی ہوں خواہ وہ انسان ہو یا جانور چوپایہ وغیرہ ہو اُس کے کان میں۔

۶۔ کفار کے ساتھ لڑائی کی شدت کے وقت۔

۷۔ آتشزدگی کے وقت اور جلے ہوئے کے کان میں۔

۸۔ جن کی سرکشی کے وقت یعنی جہاں کسی جن کا ظہور ہو اور وہ کسی کو تکلیف دیتا ہو۔

۹۔ مسافر کے پیچھے۔

۱۰۔ جب مسافر جنگل میں راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو، ان سب صورتوں میں اذان دینا مستحب ہے، میت کے دفن کرتے وقت یا دفن کے بعد قبر کے پاس اذان کہنا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نہ سلف سے منقول ہے اس لئے بدعت ہے۔

اذان کا جواب دینے کا بیان

۱۔ جو شخص مسنون اذان سنے خواہ وہ عورت ہو یا مرد، پاک ہو یا جنبی اور وہ اذان نماز کی ہو یا کوئی اور اذان ہو مثلاً نومولود بچے کے کان میں اذان دی ہو تو اس سننے والے پر اذان کا جواب دینا مستحب ہے اور بعض نے واجب بھی کہا ہے مگر معتمد اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ نماز کی اذان کا زبان سے جواب دینا مستحب ہی ہے اور عملی جواب واجب ہے پس جو شخص مسجد سے باہر ہے اس کو عملی جواب یعنی مسجد میں آنا واجب ہے اور زبانی جواب مستحب ہے، پس اگر کسی شخص نے زبان سے اذان کا جواب دیا اور عملی جواب نہ دیا یعنی جماعت میں شامل ہونے کے لئے کوئی عذر نہ ہونے کے باوجود مسجد میں نہ آیا تو وہ شخص جواب دینے والا نہیں کہلائے گا، اور جو شخص مسجد میں موجود ہو اس کو عملی جواب دینا جو واجب تھا حاصل ہے صرف زبان سے جواب دینا مستحب ہے۔

۲۔ جو شخص اذان کی آواز نہ سنے مثلاً دور ہو یا بہرہ ہو تو اس پر زبان سے جواب دینا نہیں ہے اگرچہ اس کو علم ہو کہ اذان ہو رہی ہے۔

۳۔ اگر اذان غلط کہی گئی تو اس کا جواب نہ دے بلکہ ایسی اذان کو سنے بھی نہیں۔

۴۔ اگر ایک ہی مسجد کی کئی اذانیں سنے جیسا کہ بڑی مسجدوں میں جوق کی اذان کا رواج ہے یا کئی مسجدوں کی اذانیں ایک دوسرے کے بعد ساتھ ساتھ سنے تو اس پر پہلی ہی اذان کا جواب ہے خواہ وہ اپنی مسجد کی ہو یا کسی دوسری کی اور بہتر یہ ہے کہ سب کا جواب دے۔

۵۔ چلنے کی حالت میں اذان سنے تو افضل یہ ہے کہ اذان کے جواب کے لئے کھڑا ہو جائے۔

۶۔ اذان و اقامت سننے کی حالت میں کوئی بات نہ کرے اور سوائے اُن کا جواب دینے کے کوئی اور کام نہ کرے۔ یہاں تک کہ نہ سلام کرے اور نہ سلام کا جواب دے (یعنی مناسب نہیں ہے اور خلافِ اولیٰ ہے)۔

۷۔ اذان و اقامت کے وقت قرآن مجید بھی نہ پڑھے اگر پہلے سے پڑھتا ہو تو چھوڑ کر اذان یا اقامت کے سننے اور جواب دینے میں مشغول ہونا افضل ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی

جائز ہے اگر اقامت کا جواب نہ دے اور اس وقت دعا میں مشغول ہو تو مضائقہ نہیں۔

۸۔ اگر کوئی شخص اذان کا جواب دینا بھول جائے یا قصداً نہ دے اور اذان ختم ہونے کے بعد خیال آئے یا اب جواب دینے کا ارادہ کرے تو اگر زیادہ دیر نہ گزری ہو جواب دیدے ورنہ نہیں۔

۹۔ اگر اذان ہونے کے بعد دوبارہ کوئی اذان دے تو احترام پہلی اذان کے لئے ہے۔

۱۰۔ جمعہ کی پہلی اذان سن کر خرید و فروخت وغیرہ تمام کاموں کو چھوڑ کر جمعہ کی نماز کے لئے اُس مسجد میں جانا جس میں نماز جمعہ ہوتی ہو واجب ہے خواہ وہ پہلی اذان کسی مسجد کی ہو البتہ جن پر جمعہ واجب نہیں وہ مستثنیٰ ہیں اور ان کو خرید و فروخت وغیرہ کوئی کام کرنا جائز ہے۔ جمعہ کی دوسری اذان جو خطیب کے سامنے ہوتی ہے زبان سے اس کا جواب دینا مکروہ ہے البتہ دل میں اس کا جواب دے لے زبان یا حلق کو حرکت نہ دے۔

اذان اور اقامت کے جواب کا طریقہ

اذان کا جواب مستحب ہے، اس کا جواب اس طرح دے کہ جو لفظ مؤذن سے سنے وہی کہے مگر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے یا دونوں جگہ وہی کلمے بھی کہے اور لاحول الخ بھی کہے تا کہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے، فجر کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ کہے، اقامت کا جواب بھی بالاجماع مستحب ہے اور وہ بھی اذان ہی کی طرح ہے اور قَدْقَامَتِ الصَّلٰوۃُ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰہُ وَ اَدَامَهَا کہے ابوداؤد کی روایت میں اس کے بعد یہ الفاظ زیادہ ہیں مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ الْاَرْضُ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا ؕ اذان کے ختم پر مستحب ہے کہ مؤذن اور اذان کا جواب دینے والا دونوں درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھیں۔ اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَآئِمَةِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَةَ وَالْفَضِیْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ؕ اذان کے بعد کی دعا کے وقت ہاتھ اُٹھانا کسی حدیث سے ثابت نہیں اس لئے نہ اٹھانا ہی افضل ہے، البتہ اُٹھانا بھی بلا کراہت جائز ہے۔ کیونکہ مطلقاً دعا میں ہاتھ اٹھانا قولی و فعلی بہت سی مشہور حدیثوں سے ثابت ہے۔

وہ صورتیں جن میں اذان کا جواب نہ دے

آٹھ صورتوں میں اذان کا جواب نہ دے۔

۱۔ نماز کی حالت میں اگرچہ وہ نمازِ جنازہ ہو۔
۲۔ خطبہ سننے کی حالت میں خواہ وہ خطبہ جمعہ کا ہو یا کسی اور چیز کا۔
۳۔ جماع کی حالت میں۔
۴۔ پیشاب یا پاخانہ کرنے کی حالت میں البتہ اگر ان چیزوں سے فراغت کے بعد زیادہ دیر نہ گذری ہو تو جواب دینا چاہیے ورنہ نہیں۔
۵، ۶۔ حیض و نفاس کی حالت میں۔
۷۔ علم دین پڑھنے یا پڑھانے کی حالت میں
۸۔ کھانا کھانے کی حالت میں۔

نماز کی شرطوں کا بیان

نماز کی شرطیں نماز کے وہ فرائض ہیں جو نماز سے باہر ہیں اور اُن کے بغیر نماز واجب یا صحیح نہیں ہوتی پس نماز کی شرطیں دو قسم پر ہیں۔
اوّل: نماز کے واجب ہونے کی شرطیں اور وہ پانچ ہیں۔
۱۔ اسلام یعنی مسلمان ہونا کافر پر نماز فرض نہیں ہے۔
۲۔ صحتِ عقل، بے عقل پر نماز فرض نہیں ہے۔
۳۔ بلوغ، نابالغ پر نماز فرض نہیں۔
۴۔ نماز سے عاجز نہ ہونا۔ مثلاً عورتوں کا حیض و نفاس سے پاک ہونا وغیرہ۔
۵۔ وقت یعنی اسلام لانے یا بالغ ہونے یا جنون یا بیہوشی کے بعد یا حیض و نفاس سے پاک ہونے کے بعد نماز کا وقت پانا اگرچہ وہ اسی قدر ہو جس میں صرف تحریمہ کی گنجائش ہو پس اگر اس سے بھی کم وقت پایا تو اُس پر اس وقت کی نماز فرض نہیں ہے۔
دوم: نماز کے صحیح ہونے کی شرطیں اور وہ بہت سی ہیں لیکن جو مشہور ہیں اور ہر نماز سے تعلق رکھتی ہیں وہ سات ہیں۔
۱۔ نجاستِ حکمی یعنی حدثِ اکبر و اصغر سے طہارت، یعنی جس پر غسل فرض ہے اس کو غسل کرنا اور جس کا وضو نہیں ہے اس کو وضو کرنا۔
۲۔ نجاستِ حقیقی سے طہارت، یعنی نمازی کے بدن اور کپڑوں اور نماز کی جگہ کا نجاستِ حقیقی

سے پاک ہونا خواہ نجاستِ خفیفہ ہو یا ثقیلہ۔

۳۔ سترِ عورت

۴۔ قبلہ کی طرف منھ کرنا

۵۔ وقت

۶۔ نیت

۷۔ تحریمہ

بعض کتابوں میں ان شرطوں کو اس طرح بیان کیا ہے۔

۱۔ بدن کی پاکی، ۲۔ کپڑوں کی پاکی، ۳۔ جگہ کی پاکی، ۴۔ سترِ عورت، ۵۔ نماز کا وقت، ۶۔ استقبالِ قبلہ، ۷۔ نماز کی نیت، اور وہ تحریمہ کو نماز کے ارکان کے ساتھ ملاتے ہیں بعض نے وقت کو سبب ہونے کی وجہ سے الگ کر دیا ہے اور بعض نے کسی اور انداز سے بیان کیا ہے لیکن بات سب کی ایک ہی ہے۔ ان شرطوں کا الگ الگ مختصر بیان درج ذیل ہے البتہ تحریمہ کا بیان ارکان کے ساتھ ہوگا۔

۱۔ بدن کی طہارت

نمازی کو اپنا بدن نجاستِ حکمی و حقیقی سے پاک کرنا فرض ہے، نجاستِ حکمیہ وہ ہے جو دیکھنے میں نہیں آ سکتی مگر شریعت کے حکم سے نجاست کہلاتی ہے اس کی دو قسمیں ہیں، ۱۔ حدثِ اکبر یا جنابت یعنی غسل فرض ہونا، ۲۔ حدثِ اصغر یعنی بے وضو ہونا، پس جنابت والے کے لئے غسل اور بے وضو کو وضو کرنا نجاستِ حکمی سے بدن کو پاک کرنا کہلاتا ہے اس کی تفصیل طہارت کے بیان میں گزر چکی ہے۔ نجاستِ حقیقیہ وہ ناپاکی ہے جو دیکھنے میں آئے جیسے پیشاب، پاخانہ، خون، شراب وغیرہ، اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ غلیظہ، ۲۔ خفیفہ، ان دونوں کی تفصیل بھی طہارت کے بیان میں گزر چکی ہے۔ نجاستِ حقیقیہ سے بدن کو پاک کرنا اس وقت فرض ہے جبکہ نجاست اتنی لگی ہو کہ نماز کی مانع ہو اور اس کا دور کرنا ایسے فعل کا مرتکب ہوئے بغیر ممکن ہو جس کی برائی اس سے سخت شدید ہو پس اگر آدمیوں کے سامنے ستر کھولے بغیر نجاست دور نہیں کر سکتا تو اسی نجاست سے نماز پڑھ لے، حقیقیہ کی مقدار جو مانعِ نماز ہے اور جس کا دھونا فرض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ نجاستِ غلیظہ اگر درہم سے زیادہ ہو تو اُس کا دھونا فرض ہے اور اس کے ساتھ نماز پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی اور اگر درہم کی مقدار ہے تو اُس کا دھونا واجب ہے اور نماز اس کے ساتھ جائز مگر مکروہِ تحریمی ہے

جس کا لوٹانا واجب ہے اور قصداً اتنی نجاست لگی رکھنا بھی جائز نہیں اور اگر درہم سے کم ہے تو اس کا دھونا سنت ہے اگر نجاستِ غلیظہ گاڑھی ہے جیسے پائخانہ تو درہم کے وزن کا اعتبار ہے اور وہ ساڑھے چار ماشہ ہے پس اگر جسم والی نجاستِ غلیظہ وزن میں ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو لیکن پھیلاؤ میں درہم (روپیہ) کی برابر ہو تو نماز کی مانع نہیں ہے اور اگر پتلی ہو جیسے پیشاب، شراب وغیرہ تو وہ ایک روپیہ کے پھیلاؤ کے برابر ایک درہم کہلاتی ہے، اگر نجاستِ خفیفہ لگی ہو تو جب تک وہ بدن یا کپڑے کی چوتھائی سے کم ہے معاف ہے یعنی نماز صحیح ہونے کی مانع نہیں ہے، نجس ہونے کے بارے میں ظاہری بدن کا اعتبار ہے پس اگر نجس سرمہ آنکھوں میں لگایا تو آنکھوں کا دھونا واجب نہیں۔

۲۔ نمازی کے کپڑوں کا پاک ہونا

۱۔ جو کپڑے نماز پڑھنے والے کے بدن پر ہوں جیسے کرتہ پاجامہ ٹوپی، عمامہ، اچکن، موزہ وغیرہ ان سب کا پاک ہونا ضروری ہے، یعنی ان میں کسی پر نجاستِ غلیظہ کا ایک درہم سے زیادہ نہ ہونا اور نجاستِ خفیفہ کا کپڑے کے چوتھائی حصہ تک نہ ہونا نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے، پس اگر نجاستِ غلیظہ ایک درہم یا اس سے کم اور خفیفہ چوتھائی کپڑے سے کم ہوگی تو نماز مکروہ ہوگی۔

۲۔ اگر نمازی کے بدن سے متصل کپڑا پاک ہے اور اس کا فالتو حصہ جو بدن سے الگ فرش وغیرہ پر ہے وہ نجس ہے اگر وہ نجس حصہ نمازی کے حرکت کرنے سے حرکت کرتا ہے تو نماز نہ ہوگی اور اگر اتنا بڑا ہے کہ حرکت نہ کرے تو نماز ہو جائے گی۔

۳۔ اُس چیز کا بھی پاک ہونا فرض ہے جس کو نمازی اُٹھائے ہوئے ہے جبکہ وہ چیز اپنی قوت سے رُکی ہوئی نہ ہو، مثلاً نمازی کی گود میں آدمی کا بچہ بیٹھ گیا یا اس سے چمٹ کر چڑھ گیا اور اس بچے میں سنبھلنے کی سکت نہیں ہے اور اُس بچہ پر اسقدر نجاست لگی ہوئی ہے جس سے نماز درست نہیں ہوتی اور وہ بچہ اتنی دیر ٹھہرا جس میں ایک رکن ادا کر سکے یعنی تین بار سبحان اللہ کہہ سکے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگر اس سے کم ٹھہرا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وہ بچہ نمازی کے تھامنے کا محتاج نہ ہو یعنی اس میں خود سنبھلنے کی طاقت ہو اور وہ خود نمازی کو چمٹا ہو تب بھی نماز فاسد نہ ہوگی خواہ بہت دیر تک ٹھہرا رہے۔

۴۔ اگر نمازی کے جسم پر ایسی چیز ہو جس کی نجاست اپنی جائے پیدائش میں ہو اور خارج میں اس کا کچھ اثر نہ ہو تو کچھ حرج نہیں اور نماز درست ہو جائے گی، مثلاً اگر نمازی کے پاس آستین یا جیب وغیرہ میں ایسا انڈا ہو جس کی زردی خون بن چکی ہو یا انڈے میں مرا ہوا بچہ ہو تو نماز درست

ہو جائے گی۔ کیونکہ نجاست اس کے اپنے مقامِ پیدائش میں ہے جیسا کہ خود نمازی کے پیٹ میں اس کا فضلہ رہتا ہے اور وہ نماز کا مانع نہیں ہے۔

۵۔ اگر کسی نے نماز پڑھی اور شہید اُس کے کاندھے پر ہے اور شہید کے بدن یا کپڑوں پر خون بہت پڑا ہے تو نماز درست ہوگی کیونکہ شہید کا خون جب تک اس کے بدن یا کپڑے پر ہے اور کپڑے اس کے جسم پر پہنے ہوئے ہیں، پاک ہے اور جب وہ خون بدن یا کپڑے سے الگ ہوگیا یا کپڑے بدن سے الگ ہوگئے تو اب وہ ناپاک ہے۔

۶۔ اگر اُکھڑے ہوئے دانت کو پھر منھ میں رکھ لیا اور نماز پڑھی تو نماز جائز ہوگی اگر چہ قدر درہم سے زیادہ ہو یہی صحیح ہے کیونکہ آدمی کے دانت پاک ہیں، اسی طرح خنزیر کے سوا سب جانوروں کے دانت یا ہڈی پاک ہے جبکہ ان پر چکنائی نہ ہو خواہ وہ مردہ کے ہوں یا زندہ جانور کے پس اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک پٹہ تھا جس میں کتے یا بھیڑیئے کے دانت ہیں تو نماز درست ہے۔

۷۔ اگر کسی نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کے پاس چوہا یا بلی یا سانپ ہے تو نماز درست ہوگی مگر گنہگار ہوگا اور یہی حکم اُن سب جانوروں کا ہے جن کے جھوٹے پانی سے وضو جائز ہے۔

۸۔ اگر کوئی شخص ایک جبہ پہن کر نماز پڑھتا رہا اور اُس جبہ کے اندر روئی وغیرہ کچھ بھرا ہوا تھا پھر کسی وقت اس میں سے مرا ہوا چوہا نکلا اگر اس جبہ میں کوئی سوراخ تھا یا وہ پھٹا ہوا تھا تو وہ تین دن رات کی نمازیں لوٹائے اور اگر تازہ مرا ہوا نکلا کہ پھولا یا پھٹا نہیں یا خشک نہیں ہوا تو ایک دن رات کی نمازیں لوٹائے، اگر کوئی سوراخ یا پھٹا ہوا نہ تھا تو جتنی نمازیں اس جبہ سے پڑھی ہیں سب لوٹائے۔

۹۔ اگر ایسے دو کپڑوں میں نماز پڑھی کہ ہر ایک پر مقدار درہم سے کم نجاست لگی ہے لیکن اگر دونوں کو جمع کریں تو قدرِ درہم سے زیادہ ہے تو جمع کریں گے اور اس سے نماز درست نہ ہوگی موزے بھی لباس میں شامل ہیں پس اگر کپڑے اور موزے میں سے ہر ایک پر قدرِ درہم سے کم نجاست لگی ہو اور ان دونوں کی نجاست مل کر قدرِ درہم سے زیادہ ہو تو نماز درست نہ ہوگی، اگر ایک ہی کپڑے پر کئی جگہ نجاست لگی ہو تب بھی جمع کریں گے اگر قدرِ درہم سے زیادہ ہوگی تو مانعِ نماز ہوگی۔ غرضکہ جسم پر لباس وغیرہ سے جو بھی چیز ہوگی سب کی نجاستِ متفرقہ کو جمع کیا جائے گا۔

۱۰۔ اگر اکہرے کپڑے میں نجاست قدرِ درہم سے کم لگی ہے مگر دوسری طرف کو پھوٹ نکلی اور دونوں طرف کی نجاست مل کر قدر درہم سے زیادہ ہو جاتی ہے تو یہ جمع نہیں کی جائے

گی اور نماز درست ہوگی۔

۱۱۔ اگر دوہرے کپڑے کی ایک تہ پر قدرِ درہم سے کم نجاست لگی اور دوسری تہ تک پھوٹ نکلی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ اکہرے کپڑے کے حکم میں ہے اور نماز کی مانع نہیں، اس قول میں آسانی ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک جمع کریں گے پس اگر قدرِ درہم سے زیادہ ہوگی تو نماز درست نہ ہوگی اس قول میں احتیاط زیادہ ہے۔

۱۲۔ اگر نمازی کے پاس نماز کی حالت میں ایسا درہم تھا کہ جس کی دونوں طرفیں نجس تھیں تو مختار یہ ہے کہ وہ نماز جائز ہونے کے مانع نہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ وہ کل ایک درہم ہے۔

۱۳۔ نمازی اگر اپنے کپڑے پر قدرِ درہم سے کم نجاستِ مغلظہ پائے اور وقت میں گنجائش ہو تو افضل یہ ہے کہ کپڑا دھو کر نماز شروع کرے اور اگر وہ جماعت اس سے فوت ہو جائے اور کسی دوسری جگہ جماعت مل جائے تب بھی یہی حکم ہے اور اگر یہ خوف ہو کہ جماعت نہ ملے گی یا وقت جاتا رہے گا تو اسی طرح نماز پڑھتا رہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نماز میں شامل ہو گیا ہو پھر اس کو نجاست کا علم ہوا ہو، اور اگر نماز میں شامل نہیں لیکن جماعت کے قریب پہنچ گیا ہے اور جماعت والے نماز میں ہیں اور اس کو خوف ہے کہ اگر اس کو دھوئے گا تو جماعت فوت ہو جائے گی تو بہتر یہ ہے کہ نماز میں شامل ہو جائے اور اس کو نہ دھوئے۔

۱۴۔ اگر اپنے کپڑے میں نجاستِ مغلظہ قدر درہم سے زیادہ لگی ہوئی دیکھے اور یہ معلوم نہیں کہ کب لگی تھی تو بالا جماع یہ حکم ہے کہ کسی نماز کا اعادہ نہ کرے یہی اصح ہے۔

۱۵۔ اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی کے کپڑے میں نجاست قدرِ درہم سے زیادہ دیکھے تو اگر اس کو گمان غالب ہے کہ اس کو خبر کر دینے پر وہ نجاست کو دھو لے گا تو اس کو خبر کر دینا فرض ہے اور اس صورت میں چپ رہنا جائز نہیں اور اگر اس کو یہ گمان غالب نہ ہو یا یہ گمان ہو کہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرے گا تو اس کو اختیار ہے کہ خبر کرے یا نہ کرے یعنی چپ رہنا بھی جائز ہے۔ ہر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے یہی اصول ہے اور اس میں یہ بھی شرط ہے کہ اپنی ذات پر ضرر کا خوف نہ ہو پس اگر ضرر کا خوف ہو تو وہ مختار ہے کہ امر بالمعروف کرے یا نہ کرے لیکن کرنا افضل ہے اور اس حالت میں اگر قتل کر دیا گیا تو وہ شہید ہوگا۔

۱۶۔ اگر نمازی کو پاک اور نجس کپڑے میں شبہ پڑ جائے تو تحری کرے اور ظنِ غالب پر عمل کرے اور اس کے ظنِ غالب میں جو کپڑا پاک ہو اس سے نماز پڑھے، اگر کسی نے ایسے کپڑے

میں نماز پڑھی جو اس کے نزدیک نجس تھا پھر نماز سے فارغ ہوکر معلوم ہوا کہ وہ پاک تھا تو وہ نماز جائز ہو جائے گی۔

۳۔ نماز کی جگہ کا پاک ہونا

۱۔ نماز کے صحیح ہونے کے لئے نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے اس سے مراد قیام و سجود کی جگہیں ہیں، یعنی صرف دونوں قدموں، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور پیشانی کی جگہ کا پاک ہونا شرط ہے، زمین یا فرش وغیرہ جس چیز پر نماز پڑھتا ہے اس کے سارے حصے کا پاک ہونا نماز کی صحت کے لئے شرط نہیں پس اگر ایسے فرش پر نماز پڑھی جس کے ایک طرف نجاست تھی اور اس کے دونوں پاؤں اور سجدے کی جگہ پاک ہے تو مطلقاً نماز جائز ہے خواہ وہ فرش بڑا ہو یا ایسا چھوٹا ہو کہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف سے ہلتا ہو کیونکہ جو چیز نمازی کے بدن سے متصل نہیں جیسا کہ فرش و کپڑے وغیرہ کا جانماز تو اگر ان اعضا کی جگہ پاک ہو جو اس جانماز پر ٹکتے ہوں تو اس پر مطلقاً نماز جائز ہے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔

۲۔ اگر ناک رکھنے کی جگہ نجس ہو اور پیشانی رکھنے کی جگہ پاک ہو تو بلا خلاف نماز درست ہے، اسی طرح اگر ناک رکھنے کی جگہ پاک ہو اور پیشانی رکھنے کی جگہ نجس ہو اور ناک پر سجدہ کرے تو بلا خلاف اس کی نماز جائز ہوگی کیونکہ عذر کے ساتھ ناک پر اکتفا کرنا سجدے کے لئے کافی ہے، اگر ناک اور پیشانی کی جگہ ناپاک ہو اور ناک اور پیشانی دونوں پر سجدہ کرے تو اصح یہ ہے کہ اس کی نماز درست نہ ہوگی اور صرف ناک پر سجدہ کرے تو امام حنیفہؒ سے ایک روایت کے مطابق نماز درست ہو جائے گی، اس لئے کہ ناک ایک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے۔

۳۔ اگر نجاستِ غلیظہ نمازی کے ایک پاؤں کے نیچے قدرِ درہم سے زیادہ ہو اور دوسرے پاؤں کی جگہ پاک ہو اور اس نے دونوں پاؤں رکھ کر نماز پڑھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اصح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز نہ ہوگی اور اگر وہ پاؤں رکھا جس کی جگہ پاک ہے اور دوسرا پاؤں جس کی جگہ ناپاک ہے اُٹھالیا تو نماز جائز ہوگی بلا ضرورت ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر نجاست دونوں پاؤں کے نیچے ہے اور ہر ایک پاؤں کے نیچے قدر درہم سے کم ہے اور جمع کیا جائے تو قدر درہم سے زیادہ ہو جائے گی تو جمع کریں گے اور اس سے نماز جائز نہ ہوگی اسی طرح سجدے کی جگہ اور پاؤں کی جگہ کی نجاست جمع کی جائے گی۔

۴۔ اگر سجدے میں ہاتھوں یا گھٹنوں کے نیچے کی جگہ قدرِ درہم سے زیادہ نجس ہو تو صحیح یہ ہے کہ نماز درست نہ ہوگی۔

۵۔ اگر پاک جگہ پر نماز پڑھی اور پاک جگہ پر ہی سجدہ کیا لیکن سجدہ میں اس کا کپڑا دامن وغیرہ خشک نجس جگہ پر پڑتا ہے تو اس کی نماز درست ہوگی۔

۶۔ اگر نجاست نمازی کے کپڑے میں قدرِ درہم سے کم ہو اور اس کے پاؤں کے نیچے بھی قدرِ درہم سے کم ہو اور جمع کریں تو قدرِ درہم سے زیادہ ہو جائے تو جمع نہیں کریں گے اور نماز درست ہو جائے گی۔

۷۔ اگر نمازی پاک جگہ میں کھڑا ہوا پھر نجس جگہ چلا گیا پھر پہلی (پاک) جگہ آ گیا تو اگر نجس جگہ پر اتنی دیر نہیں ٹھہرا جتنی دیر میں چھوٹا رکن ادا کر سکیں یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہیں ٹھہرا تو اس کی نماز درست ہوگی اور اگر رکن کی مقدار ٹھہرا تو نماز درست نہ ہوگی۔

۸۔ اگر نجس جگہ پر کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر پاک جگہ میں چلا گیا تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی نئے سرے سے پاک جگہ پر نیت باندھے۔

۹۔ اگر فرش پر نجاست لگی اور یہ معلوم نہیں کہ کس جگہ لگی ہے تو جس جگہ اس کے دل میں پاکی کا گمان غالب ہو وہیں نماز پڑھے۔

۱۰۔ اگر نجاست کی جگہ اپنے بدن کا کوئی حصہ مثلاً ہاتھ بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو نماز جائز نہیں، اسی طرح جو کپڑا نمازی کے بدن سے متصل ہے اس کا فالتو حصہ مثلاً آستین وغیرہ بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو صحیح یہ ہے کہ نماز درست نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ بدن کے تابع ہے۔

۱۱۔ اگر زمین یا فرش پر خشک نجاست ہو اور اُس پر کوئی کپڑا بچھایا تو اگر وہ کپڑا اتنا باریک ہو کہ اس میں سے نجاست نظر آتی ہو یا اس کی بو آتی ہو تو اس پر نماز جائز نہیں اور اگر وہ کپڑا اگاڑھا ہے کہ اس میں سے نجاست نظر نہ آئے اور اس کی بو بھی نہ آئے تو اس پر نماز درست ہے، اگر اعضائے سجدہ کی جگہ پاک ہو تو قریب یا بعید سے نجاست کی بو کا آنا نماز کا مانع نہیں ہے لیکن بلا ضرورت قصداً ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۱۲۔ اگر جانماز کا کپڑا دوہرا ہو اور اس کی اوپر کی تہ پاک ہو اور نیچے کی تہ ناپاک ہو اگر یہ دونوں تہیں آپس میں سلی ہوئی نہ ہوں اور اوپر کی تہہ اتنی موٹی ہو کہ نیچے کی نجاست کا رنگ یا بو محسوس نہ ہو تو نماز اس پر درست ہے اور اگر دونوں تہیں (پرت) سلی ہوئی ہیں تو احتیاط اس میں ہے کہ

اس پر نماز نہ پڑھے اور اگر ایک ہی کپڑے کی دوہری تہ کر لے اور اوپر کی تہ پاک ہو اور نیچے کی تہ ناپاک ہو تو اس پر نماز جائز ہے۔

۱۳۔ اگر نجس زمین پر کچھ خشک مٹی چھڑک دی تو اگر مٹی اتنی تھوڑی ہے کہ نجاست کی بو آتی ہے تو نماز جائز نہ ہوگی اور اگر اتنی بہت ہے کہ بو نہیں آتی تو نماز درست ہے اگر نجس زمین کو گارے یا چونے سے لیپ دیا اور خشک ہونے پر اس پر نماز پڑھی تو جائز ہے اگر نجس کپڑا بچھائے اور اس پر مٹی بچھا کر نماز پڑھے تو جائز نہیں۔

۱۴۔ اینٹیں اگر ایک طرف سے نجس ہوں اور ان کی دوسری جانب پر جو پاک ہے نماز پڑھے تو جائز ہے خواہ اُن اینٹوں کا زمین پر فرش لگا ہوا ہو یعنی جڑی ہوئی ہوں یا ویسے ہی رکھی ہوں۔

۱۵۔ اگر چکی کے پتھر یا دروازے کے تختے یا موٹے بچھونے وغیرہ سخت چیز پر نماز پڑھی اور وہ اوپر سے پاک ہے اور نیچے سے نجس ہے تو اس پر نماز جائز ہے، اور ایسے نمدے اور موٹے فرش کا جس کے موٹائی میں چیر کر دو بن سکیں اور اس لکڑی کا بھی جو موٹائی میں چر سکے یہی حکم ہے۔

۱۶۔ اگر نجاست پر کھڑا ہو اور پاؤں میں جوتیاں یا جرابیں یا موزے پہنے ہوئے ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ نمازی کے بدن کے تابع ہیں اور اگر جوتیاں نکال کر اُن پر کھڑا ہو جائے اور جوتیوں کی اوپر کی جانب جہاں پاؤں رکھتا ہے پاک ہے تو نماز جائز ہے خواہ نیچے کی جانب جو زمین سے ملتی ہے پاک ہو یا ناپاک۔

۱۷۔ اگر جانور کی پیٹھ پر نماز پڑھی اور اس کی زین پر نجاست قدر درہم سے زیادہ ہے تو صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز جائز ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔

جن مقامات پر نماز پڑھنا مکروہ ہے

۱۔ راستہ

۲۔ اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ، بکری وغیرہ چوپایوں کے باندھنے کی جگہ

۳۔ گھوڑے پر

۴۔ جانوروں کے ذبح ہونے کی جگہ

۵۔ پاخانہ اور اس کی چھت

۶۔ غسل خانہ اور اس کی چھت

۷۔حمام اور اس کی چھت

۸۔کعبہ معظمہ کی چھت (کیونکہ تعظیم وادب کے خلاف ہے اور حدیثِ پاک میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے، مسجد کی چھت کا بھی یہی حکم ہے جبکہ بلاضرورت پڑھے۔

۹۔مقبرہ (قبرستان) لیکن اگر قبرستان میں نماز کے لئے الگ جگہ بنائی گئی ہو اور اس جگہ کوئی قبر نہ ہو اور نہ نمازی کے سامنے کوئی قبر ہو اور نہ وہاں کوئی نجاست ہو تو ایسی جگہ نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ اگر قبر نمازی کے دائیں یا بائیں یا پیچھے ہو یا اگر سامنے ہو مگر سترے کی مقدار کوئی چیز نمازی اور قبر کے درمیان حائل ہو تو کچھ کراہت نہیں۔

۱۰۔نالہ بہنے کی جگہ اور نالے کی وادی (اس لئے کہ وہاں سیلاب نجاست لاکر ڈالتا ہے)

۱۱۔آٹا پیسنے کی چکی کے پاس

۱۲۔مزبلہ (کوڑا ڈالنے کی جگہ)

۱۳۔چھینی ہوئی زمین یا پرائی زمین میں مالک کی اجازت کے بغیر جبکہ وہ بوئی یا جوتی ہوئی ہو، ورنہ مجبوری کی حالت میں راستے میں پڑھے۔

۱۴۔جنگل ومیدان میں سترے کے بغیر نماز پڑھنا، سترے کی تفصیل مکروہاتِ نماز میں ہے، (گھاس، بوریا، چٹائی اور کپڑے وغیرہ کے فرش پر نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں لیکن زمین پر اولیٰ ہے کہ اس میں عجز و نیاز ظاہر ہوتا ہے)۔

فائدہ: ہمارے زمانے میں احتیاطاً سفر میں اپنے ہمراہ جانماز (مصلیٰ) رکھنا بہتر ہے۔ (پانی کے لئے لوٹا وغیرہ بھی ہمراہ ہونا بہتر ہے۔ مؤلف)

۴۔سترِ عورت:

۱۔سترِ عورت یعنی جسم کے جس حصے کو چھپانا فرض ہے اس کا چھپانا جبکہ اس پر قادر ہو نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے۔ اگرچہ اس چیز سے ہو جس کا پہننا جائز نہیں مثلاً مرد کے لئے ریشم لیکن بلا عذر ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا۔ نماز کے علاوہ لوگوں کے سامنے اور تنہائی وتاریکی میں بھی سترِ عورت فرض ہے۔ لیکن صحیح غرض مثلاً پیشاب، پاخانہ واستنجا وختنہ وعلاج وجماع حلال وغیرہ کے لئے اعضائے ستر کا ضرورت کے مطابق کھولنا جائز ہے۔

۲۔مرد کے لئے ناف کے نیچے سے گھٹنوں تک سترِ عورت ہے، ناف ستر میں داخل نہیں،

گھٹنے ستر میں داخل ہیں، آزاد عورت (جو لونڈی نہ ہو) کا چہرہ (منہ) اور دونوں ہتھیلیوں اور دونوں قدموں کے سوا تمام بدن سترِ عورت ہے، عورت کے بال جو سر پر ہیں اور جو لٹکے ہوئے ہیں سب ستر ہیں، عورت کی کلائی بھی ستر ہے، بعض کے نزدیک عورت کی آواز بھی ستر میں داخل ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے۔ اگرچہ عورت کو نماز میں منہ ڈھانپنا فرض نہیں لیکن غیر مردوں کے سامنے کھلے منہ آنا یا نماز پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ باندی (لونڈی) کا ستر وہی ہے جو مرد کا ہے نیز اس کا پیٹ اور پیٹھ بھی ستر ہے اور پہلو، پیٹ اور پیٹھ کے تابع ہے۔ خنثیٰ مشکل اگر غلام ہے تو اس کا ستر باندی کی طرح ہے اور اگر آزاد ہے تو اُس کا ستر آزاد عورت کی مانند ہے، چار برس تک کے بچے کا بدن عورت نہیں ہے اس کا چھپانا ضروری نہیں ہے اور اس کا دیکھنا یا چھونا مباح ہے اس کے بعد دس برس تک پیشاب اور پاخانہ کا مقام اور ان کے گردونواح کا حصہ عورتِ غلیظہ اور چھپانے کے قابل ہو جاتا ہے، دس برس کے بعد اس کے لئے ستر چھپانے کا حکم بالغ کی مانند ہے اور پندرہ برس کا لڑکا عورتوں میں جانے سے منع کیا جائے، جب علامات کے لحاظ سے پندرہ برس سے پہلے بالغ ہو جائے تو اُسی وقت سے منع کیا جائے۔

۳۔ جو عضو بدن کے ساتھ ہوتے ہوئے ستر عورت میں داخل ہے وہ بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی ستر ہے اور اس کا دیکھنا درست نہیں۔

۴۔ بے ریش لڑکے کے چہرے کی طرف دیکھنا جبکہ شہوت پیدا ہونے کا شک ہو حرام اور منع ہے بغیر شہوت کے نظر کرنا مباح ہے اگرچہ وہ خوبصورت ہو۔

اعضائے ستر کی تفصیل

مرد میں سترِ عورت کے اعضا آٹھ ہیں۔

۱۔ ذکر مع اپنے سب اجزا حشفہ قصبہ قلفہ سمیت ایک عضو ہے۔

۲۔ دونوں خصیے مع اپنے اردگرد کے ایک عضو ہیں۔

۳، ۴۔ ہر ایک سرین علیحدہ علیحدہ عضو ہے۔

۵۔ دبر مع اپنے اردگرد کے یہ سرین سے الگ ایک عضو ہے۔

۶، ۷۔ ہر ایک ران، چڈھے کی جڑ سے گھٹنے تک الگ الگ ایک ایک عضو ہے گھٹنا اس میں شامل ہے۔

۸۔ناف کے نیچے سے عانہ کی اُٹھی ہوئی ہڈی تک (یعنی عضوِتناسل کی جڑ تک) بمعہ اس حصے کے جو اس کے محاذ میں پیٹ اور پیٹھ اور دونوں پہلوؤں سے اس کے ساتھ ملا ہوا ہے یہ سب ایک عضو ہے۔

باندی کے لئے اعضائے سترعورت نو ہیں:

۱،۲۔دونوں رانیں مرد کی طرح،

۳،۴۔دونوں سرین،

۵۔فرج (قُبل) مع اپنے اردگرد کے

۶۔دُبر مع اپنے اردگرد کے

۷۔ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ عانہ کی اٹھی ہوئی ہڈی تک ہے اور اس کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عضو ہے۔

۸۔پیٹ یعنی سینے کے نیچے سے ناف کے نیچے کے کنارے تک، ناف بھی پیٹ میں شامل ہے۔

۹۔پیٹھ کا وہ حصہ جو پیٹ کے مقابل ہے اور دونوں پہلوؤں کا جو حصہ پیٹ سے متصل ہے وہ پیٹ میں شامل ہے اور جو پیٹھ سے متصل ہے وہ پیٹھ میں شامل ہے۔ایک روایت کے مطابق باندی کا سینہ اور دونوں چھاتیاں الگ الگ عورت ہیں اور ایک قول کی بنا پر اُس کے دونوں پہلو الگ الگ مستقل عورت ہیں، اس طرح باندی کے کل اعضائے ستر چودہ ہو جاتے ہیں۔

آزاد عورت کے لئے پانچ عضو، منھ (چہرہ) دونوں ہتھیلیوں، دونوں قدموں کے علاوہ سارا بدن عورت (ستر) ہے اور وہ تیس ۳۰ اعضا ہیں۔

۱۔سر یعنی پیشانی کے اوپر سے شروع گردن تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک یعنی جتنی جگہ پر عادتاً بال اُگتے ہیں۔

۲۔سر کے بال جو کانوں سے نیچے لٹکے ہوئے ہوں الگ عضو ہیں۔

۳،۴۔دونوں کان دو علیحدہ علیحدہ عضو ہیں۔

۵۔گردن مع گلا۔

۶،۷۔دونوں کندھے۔

۸،۹۔دونوں بازو مع کہنیاں۔

۱۰، ۱۱۔ دونوں کلائیاں، کہنی کے بعد سے پہنچوں کے نیچے تک۔

۱۲۔ سینہ، گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کے نیچے کی حد تک۔

۱۳، ۱۴۔ دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں اگر بالکل نہ اٹھی ہوں یا معمولی سی اُبھری ہوں کہ الگ عضو نہ بن سکیں تو سینہ کے ساتھ ہیں الگ عضو نہیں، دونوں چھاتیوں کے درمیان کی جگہ ہر حال میں سینے میں داخل ہے الگ عضو نہیں ہے۔

۱۵۔ پیٹ، سینے کی حد ختم ہونے سے لے کر ناف کے نیچے کے کنارے تک پس ناف بھی پیٹ میں شمار ہوتی ہے۔

۱۶۔ پیٹھ یعنی پیچھے کی جانب سینے کے مقابل سے کمر تک۔

۱۷۔ دونوں کندھوں کے درمیان کی جگہ بغل کے نیچے سے سینے کے نیچے کی حد تک، دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ سینے میں اور پچھلا حصہ شانوں یا پیٹھ میں شامل ہے اور اس کے بعد سے دونوں کروٹوں میں کمر تک جو جگہ ہے اس کا اگلا حصہ پیٹ میں اور پچھلا حصہ پیٹھ میں شامل ہے۔

۱۸۔ ناف کے نیچے پیڑو اور اس کے متصل جو جگہ ہے اور اس کے مقابل پشت کی جانب سب مل کر ایک عضو ہے۔

۱۹۔ فرج مع اپنے اردگرد کے۔

۲۰۔ دبر مع اپنے اردگرد کے،

۲۱، ۲۲۔ دونوں سرین،

۲۳، ۲۴۔ دونوں رانیں، چڈھے سے گھٹنے تک، گھٹنے بھی شامل ہیں۔

۲۵، ۲۶۔ دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت۔

۲۷، ۲۸۔ دونوں ہتھیلیوں کی پشت۔

۲۹، ۳۰۔ دونوں پاؤں کے تلوے (بعض کے نزدیک دونوں ہاتھوں کی پشت اور دونوں پاؤں کے تلوے ستر نہیں ہیں)۔

عورت کا چہرہ اگر چہ ستر میں داخل نہیں لیکن فتنے کی وجہ سے غیر محرم کے سامنے کھولنا منع ہے، اسی طرح نماز میں بھی عورت کو منہ چھپانا فرض نہیں لیکن غیر مردوں کے سامنے سفر وغیرہ میں منہ ڈھانپ کر نماز پڑھے خصوصاً جوان عورت کو اس پر پابندی زیادہ ضروری ہے اور غیر محرم کو بھی اس

کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور چھونا تو اور زیادہ منع ہے۔

مسائل متعلقہ ستر

۱۔ اگر آزاد بالغ عورت نے ایسا لباس پایا جو اس کے بدن کو اور چوتھائی سر کو ڈھانپ سکتا ہے تو بدن اور چوتھائی سر دونوں کا ڈھانپنا فرض ہے اگر کپڑا اتنا ہے کہ چوتھائی سر کو نہیں ڈھانپ سکتا بلکہ کم ڈھانپتا ہے تو اس کو ڈھانپنا واجب نہیں، افضل و مستحب ہے۔ اگر بلوغ کے قریب لڑکی چوتھائی سر ڈھانپ سکنے کی صورت میں ڈھانپنا چھوڑ دیگی تو اس پر نماز کا اعادہ واجب نہیں اگر وہ ننگی یا بغیر وضو کے نماز پڑھے تو نماز کو لوٹانے کا حکم کیا جائے اور بغیر اوڑھنی کے پڑھے تو نماز ہو جائے گی لیکن احسن یہ ہے کہ اوڑھنی سے پڑھے۔

۲۔ نماز میں اپنا ستر دوسروں سے چھپانا بالا جماع فرض ہے اور اپنے آپ سے چھپانا عام مشائخ کے نزدیک فرض نہیں، پس اگر گریبان میں سے اس کو اپنا ستر نظر آئے تو نماز فاسد نہ ہوگی، یہی صحیح ہے لیکن قصداً اپنے ستر کی طرف نظر کرنا مکروہِ تحریمی ہے۔

۳۔ دوسرے لوگوں سے ستر ڈھانپنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے بدن کو چاروں طرف سے ڈھانپنا ضروری ہے نیچے کی طرف سے نہیں پس تہبند کے نیچے سے ستر کا نظر آنا نماز کا مانع نہیں ہے جبکہ چاروں طرف سے ستر صحیح ہو۔

۴۔ اگر اندھیرے میں ننگا ہو کر نماز پڑھی اور اس کے پاس کپڑا موجود ہے تو نماز جائز نہیں ہوگی۔

۵۔ باریک کپڑا جس میں سے بدن نظر آتا ہو ستر کے لئے کافی نہیں اور اس کو پہن کر نماز جائز نہیں جبکہ اعضائے ستر پر ہو، اسی طرح اگر چادر یا دوپٹہ میں سے عورتوں کے بالوں کی سیاہی چمکے تو نماز نہ ہوگی۔

۶۔ موٹا کپڑا جس سے بدن کا رنگ نظر نہ آتا ہو مگر بدن سے ایسا چپکا ہوا ہو کہ اعضاِ بدن کی شکل معلوم ہوتی ہو ایسے کپڑے سے نماز ہو جائے گی مگر دوسرے لوگوں کو اس کے اعضا کی ہیئت کی طرف نظر کرنا جائز نہیں اور ایسا کپڑا لوگوں کے سامنے پہننا منع ہے خصوصاً عورتوں کے لئے بدرجۂ اولیٰ منع ہے۔

۷۔ باندی نے بغیر اوڑھنی کے نماز شروع کی اور ابھی نماز کے اندر تھی کہ آزاد ہوگئی، اگر قدرت (یعنی کپڑا موجود ہونے) کے باوجود اسی وقت اوڑھنی نہ اوڑھی یا وہ حصہ بدن جو آزاد عورت کے لئے ستر ہے نہ ڈھانپا تو نماز فاسد ہو جائے گی خواہ اس کو اپنے آزاد ہونے کا علم ہو یا نہ

ہو اور یہ ڈھانپنا ادائے رکن سے کم وقفہ میں عملِ قلیل سے ہونا چاہئے۔ مثلاً ایک ہاتھ سے اوڑھ لے، اگر عمل کثیر سے ڈھانپا یا ایک رکن کی مقدار تاخیر کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اس کے پاس ایسی چیز نہیں جس سے ستر چھپا سکے تو نماز باطل نہ ہوگی۔

نماز میں ستر کُھل جانے کے مسائل

۱۔ نماز میں کسی عضو کا چوتھائی سے کم ستر کھل جانا معاف ہے خواہ کتنی ہی دیر کھلا رہے چوتھائی یا زیادہ ستر کھل جانے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے جبکہ ایک رکن کی مقدار (تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار) کھلا رہے، پس جن اعضا کا ڈھانپنا فرض ہے ان میں سے کوئی عضو نماز کے اندر چوتھائی یا زیادہ کھل گیا اور اس نے فوراً رکن کی مقدار سے پہلے پہلے ڈھانپ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ایک رکن کی مقدار کھلا رہا تو نماز فاسد ہوگئی، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بلا ارادہ کھل گیا ہو اور اگر اپنے ارادہ سے یا اپنے فعل سے کھولا تو رکن کی مقدار کی رعایت نہیں بلکہ فوراً ہی نماز جاتی رہے گی، اگرچہ رکن کی مقدار سے پہلے پہلے ڈھانپ لیا ہو، اگر نماز شروع کرتے وقت ستر کے کسی عضو کی چوتھائی کھلی ہوئی ہے اور اسی حالت میں تکبیر تحریمہ کہی تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی اگرچہ رکن کی مقدار سے کم وقت گزرے۔

۲۔ اصح یہ ہے کہ ستر غلیظ ہو یا خفیف اس کا حساب چوتھائی حصہ سے ہی کیا جاتا ہے ستر کا غلیظ یا خفیف ہونا صرف حرمتِ نظر کے اعتبار سے ہے۔

۳۔ مرد اور عورت میں پیشاب اور پاخانہ کا مقام اور جو جگہ ان دونوں کے آس پاس ہے ستر غلیظ ہے اس کے علاوہ سب ستر خفیف ہے (گھٹنا بہ نسبت ران کے خفیف ستر ہے، پس گھٹنا کھولنے والے کو نرمی سے منع کیا جائے اور ران کھولنے والے کو سختی سے منع کیا جائے لیکن اگر نہ مانے تو اس کو مارے نہیں اور اگر عورتِ غلیظ کھولے ہوئے ہو اور وہ شخص مارنے پر قادر ہے مثلاً باپ یا حاکم تو وہ اس کو مارے)

۴۔ چوتھائی سے مراد اعضائے ستر میں سے ہر عضو کی اپنی چوتھائی ہے۔ اگر ایک عضو میں کئی جگہ تھوڑا تھوڑا کھلا ہو تو جمع کریں گے۔ اگر دو یا زیادہ اعضا میں کھلا ہوا ہو تو اس کو بھی جمع کریں گے لیکن اس کا حساب ان میں سے سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی سے کیا جائے گا۔

۵۔ اگر ایک عضو میں سے کئی جگہ سے کھلا ہو تو اجزاء یعنی پانچواں چھٹا حصہ وغیرہ کے حساب سے جمع کیا جائے گا اور اگر چند اعضا میں کھلا ہو تو چھٹا آٹھواں حصہ وغیرہ معتبر نہیں بلکہ پیائش سے

جمع کیا جائے گا۔

برہنہ نماز پڑھنے کے مسائل

۱۔ جس کو پاک یا پلید کپڑا نہ ملے وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے کرے یہی افضل ہے، بیٹھنے کی ہیئت کے متعلق دو قول ہیں اول یہ کہ جس طرح مرد یا عورت التحیات میں بیٹھتے ہیں اسی طرح بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ اس میں پردہ زیادہ ہے اور قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے سے بھی بچے گا اس لئے بعض فقہا نے اس کو ترجیح دی ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اپنے دونوں پاؤں قبلہ کی طرف پھیلا کر بیٹھے اور دونوں ہاتھ رانوں کے بیچ میں یعنی عورتِ غلیظہ پر رکھے بعض نے اس کو ترجیح دی ہے۔ اگر بہت سے ننگے لوگ ہوں تو دور دور علیحدہ علیحدہ نماز پڑھیں اور اگر جماعت سے پڑھیں تو امام بیچ میں ہو، اگر ننگا معذور آدمی کھڑا ہو کر رکوع اور سجود کے ساتھ نماز پڑھے یا بیٹھ کر رکوع وسجود کے ساتھ یا کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے تب بھی جائز ہے۔ رات ہو یا دن، جنگل ہو یا گھر سب کا یہی حکم ہے، یہی صحیح ہے۔

۲۔ کپڑا ملنے سے مراد اس پر قادر ہونا ہے، پس اگر کسی نے اس کے لئے کپڑا مباح کر دیا خواہ عاریۃً ہی ہو تو اصح یہ ہے کہ اس کا استعمال اس پر واجب ہے اور اس کو ننگا رہ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

۳۔ اگر کسی دوسرے آدمی کے پاس کپڑا ہو اور اس ننگے کو گمان غالب ہے کہ وہ مانگنے سے دیدے گا تو اس ننگے پر اس سے مانگنا واجب ہے، پھر اگر وہ نہ دے تو ننگا رہ کر نماز پڑھ لے۔

۴۔ اگر کوئی شخص اس سے وعدہ کرے یا اسے کپڑا ملنے کی امید ہو تو نماز میں اس وقت تک تاخیر کرے جب تک کہ وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو اور جب دیکھے کہ وقت جاتا رہے گا تو برہنہ ہی پڑھ لے اسی طرح اگر غسل یا وضو کے لئے پانی نہ ملے مگر ملنے کی امید ہو یا پاک جگہ نہ ملے مگر ملنے کی امید ہو تو جب تک کہ وقت جاتے رہنے کا خوف نہ ہو تاخیر کرے لیکن یہ تاخیر مستحب ہے، پس اگر بغیر انتظار کئے نجس کپڑے یا نجس جگہ میں نماز پڑھ لی تب بھی جائز ہے۔

۵۔ اگر برہنہ نماز پڑھنے والے کو نماز کے درمیان میں کپڑا مل جائے تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

۶۔ اگر کپڑا مول ملتا ہو اور اس کے پاس اپنی اصلی ضرورتوں سے فالتو رقم ہو اور قیمت بازار کے مطابق ہو تو خریدنا واجب ہے اور اگر بازار بھاؤ سے بہت زیادہ قیمت مانگے تو اس کا خریدنا واجب نہیں، اگر مالک اُدھار دینے پر راضی ہو تب بھی خریدنا واجب ہونا چاہئے۔

۷۔اگر کوئی بوریا یا بچھونا مل جائے تو اُس سے ستر ڈھانپ کر نماز پڑھے ننگا نہ پڑھے اگر گھانس سے ستر ڈھانپ سکتا ہو تب بھی یہی حکم ہے۔

۸۔اگر اور کچھ نہ ہو اور کسی ایسی پاک کیچڑ یا گیلی مٹی پر قادر ہو جو پوری نماز تک بدن پر قائم رہ سکے تو اس کو اپنے اعضائے ستر پر لگالے اگر جانتا ہو کہ وہ ٹھہری رہے گی تو اس کے بغیر نماز جائز نہ ہوگی، اسی طرح اگر پتے لپٹنے یا ایسے گدلے پانی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے پر قادر ہو جس میں ستر نظر نہ آئے تب بھی یہی حکم ہے، ستر ڈھانپنے کی کوئی دوسری چیز مل سکنے کی صورت میں یا اُس پانی کو مٹی ڈال کر گدلا کرسکنے کی صورت میں ننگا آدمی صاف پانی میں بیٹھ کر نماز نہ پڑھے اگر ایسا نہیں کرسکتا تو پھر صاف پانی میں نماز پڑھنا بوجہ تھوڑا کھلنے کے واجب ہے۔

۹۔اگر مرد کو ریشمی کپڑے کے سوا اور کوئی چیز ستر چھپانے کو نہ ملے تو اس پر اسی کپڑے سے نماز پڑھنا فرض ہے اور اس کو برہنہ نماز پڑھنا جائز نہیں، بلا عذر ریشمی کپڑا پہننا مردوں کو حرام ہے اور نماز مکروہِ تحریمی ہے، عورتوں کو ہر حال میں ریشمی کپڑا پہننا اور اس میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

۱۰۔اگر عورت کھڑی ہو کر نماز پڑھے تو اتنا ستر کھلتا ہے جس سے نماز جائز نہیں اور بیٹھ کر پڑھتی ہے تو کچھ نہیں کھلتا تو اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنی چاہئے، اور اگر سجدہ کے وقت عورت کا چوتھائی عضوِ ستر کھلتا ہے تو سجدہ کو چھوڑ دے۔

۱۱۔اگر کسی ننگے شخص کو صرف اسقدر کپڑا ملے کہ جس سے تھوڑا ستر ڈھانپ سکے تو بعض کے نزدیک دبر کو ڈھانپ لے اور بعض کے نزدیک قُبل (پیشاب گاہ کو) ڈھانپ لے اور یہ اختلاف اولیٰ ہونے میں ہے، اگر کپڑا اس سے زیادہ ہو تو قُبل و دبر کے بعد ران کو پھر زانوں کو چھپائے، عورت ران کے بعد اپنے پیٹ اور پیٹھ کو پھر زانوں کو چھپائے پھر باقی بدن برابر ہے، دونوں سرین اور عانہ پیشاب و پاخانہ کے مقام کے ساتھ ہیں، اس لئے ران سے پہلے ان کو چھپانا ہے، اگر ننگے کو صرف اس قدر کپڑا ملے کہ جس سے اعضائے ستر میں سے جو سب سے چھوٹا عضو ہو اُس کو ڈھانپ سکے تو اسی کا ڈھانپنا فرض ہے ورنہ نماز فاسد ہوگی۔

ساتر نجس کے متعلق مسائل

۱۔اگر ایسی چیز کے سوا جو اصلاً ناپاک ہو اور کوئی چیز ستر ڈھانپنے کے لئے نہ ملے مثلاً مُردار کی کھال جس کی دباغت نہیں ہوئی تو یہ شخص اس سے نماز میں ستر نہ ڈھانپے بلکہ ننگا رہ کر نماز پڑھے

اور نماز کے علاوہ وقت میں اس کھال سے ستر کو چھپائے، اور اگر وہ چیز اصلاً ناپاک نہیں بلکہ کسی خارجی نجاست مثلاً پیشاب یا پاخانہ یا خون وغیرہ کے لگنے سے ناپاک ہوئی ہے تو اگر وہ کل ناپاک ہے یا اس میں چوتھائی سے کم پاک ہے تو اس کو اختیار ہے کہ اس کپڑے کے ساتھ کھڑے ہوکر رکوع وسجود سے نماز پڑھے اور یہی مستحب وافضل ہے یا ننگا نماز پڑھے اور اگر اس کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو اسی میں نماز پڑھنا ضروری وواجب ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ ایسی چیز نہ پائے جو نجاست کو دور کردے یا اس کو کم کردے اگر ایسی چیز مل جائے تو نجاست کو دور یا کم کرنا واجب ہے۔

۲۔ اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں اور ان میں سے ہر ایک قدر درہم سے زیادہ نجاست غلیظہ سے نجس ہے تو اگر ان میں کوئی کپڑا چوتھائی کی مقدار نجس نہیں تو اختیار ہے جس سے چاہے نماز پڑھے اور مستحب یہ ہے کہ کم نجاست والے میں پڑھے اور اگر ایک میں نجاست چوتھائی سے کم ہو اور دوسرے میں بقدر چوتھائی ہو تو جس میں نجاست کم ہو اس سے نماز پڑھے اور اس کے برخلاف جائز نہیں اور اگر دونوں میں سے ہر ایک میں چوتھائی حصہ نجس ہے یا کسی ایک میں چوتھائی سے زیادہ اور تین چوتھائی ۳/۴ سے کم ہو اور دوسرے میں بقدر چوتھائی ہو تو دونوں حکم میں برابر ہیں جس میں چاہے نماز پڑھے اور افضل یہ ہے کہ جس میں نجاست کم ہو اس میں پڑھے اور اگر ایک کا چوتھائی حصہ پاک ہو اور دوسرا چوتھائی سے کم پاک ہو یا کل ناپاک ہو تو جس کا چوتھائی پاک ہے اس میں نماز پڑھے اس کے برخلاف جائز نہیں۔

۳۔ اگر کسی کپڑے کے ایک جانب خون وغیرہ کوئی نجاست لگی ہو اور وہ اسقدر پاک ہو کہ اس سے تہبند باندھ سکتا ہے اگر نہ باندھے گا تو نماز جائز نہ ہوگی خواہ ایک طرف کے ہلانے سے دوسری طرف ہلتی ہو یا نہ ہلتی ہو۔

۴۔ اگر ننگے آدمی کے پاس ریشمی کپڑا ہے جو پاک ہے اور ٹاٹ کا کپڑا بھی ہے جس میں نجاست قدر درہم سے زیادہ لگی ہے تو ریشمی کپڑے میں نماز پڑھے۔

۵۔ اگر کسی کے سب کپڑے نجس ہیں اور پاک پانی بھی موجود ہے تو دھو کر گیلے کپڑوں سے نماز پڑھ لے اور نماز قضا نہ کرے۔

۶۔ اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے والی چیز سے عاجز ہونا بندوں کے فعل سے ہو تو برہنہ یا ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ لے اور پھر عذر جاتے رہنے پر اس کا اعادہ لازمی ہے، اور اگر عذر بندوں کے فعل سے لاحق نہ ہو بلکہ قدرتی ہو تو اس عذر کے ساتھ نماز پڑھ لے اور اس کا

اعادہ لازمی نہیں ہے۔

نماز کے لئے مستحب لباس وغیرہ

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے۔

ا۔ازار (تہبند یا پاجامہ وغیرہ)، ۲۔قمیص، کرتہ، ۳۔عمامہ، اگر ایک کپڑے میں بدن ڈھانپ کر نماز پڑھے تو بلا کراہت جائز ہے۔عورت کے لئے بھی مستحب یہ ہے کہ تین کپڑے پہن کر نماز پڑھے اور وہ یہ ہیں۔ا۔ازار (تہبند یا پاجامہ وغیرہ)، ۲۔قمیص، ۳۔اوڑھنی (دوپٹہ)، اگر عورت دو کپڑوں یعنی تہبند یا پاجامہ اور اوڑھنی میں نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور اگر ایک کپڑے میں پڑھے اور اس سے اُس کا تمام ستر ڈھک جائے تو نماز جائز ہو جائے گی، اگر دو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھیں اور ہر شخص اس کے ایک کنارے (پلہ) سے ستر ڈھانپ لے تو جائز ہے اور اسی طرح اگر کوئی شخص کپڑے کے ایک کنارے سے اپنا ستر ڈھانپ لے اور دوسرا کنارہ کسی سوتے ہوئے پر ڈال دے تو جائز ہے۔اگر کسی کے پاس ایک ایسا کپڑا ہو کہ یا اس سے جسم کو چھپا لے یا اس کو بچھا کر نماز پڑھ لے اور نماز کے لئے اس کو پاک جگہ میسر نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کپڑے سے اپنے جسم کو چھپا لے اور نماز اسی جگہ میں پڑھ لے۔

۵۔قبلے کی طرف منہ کرنا

ا۔قبلے کی طرف منہ کرنا جبکہ اس پر قادر ہو نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے، مسلمانوں کا قبلہ خانۂ کعبہ ہے، یہ ایک چوکور مکان ہے جو ملکِ عرب کے شہر مکۂ معظمہ میں واقع ہے اس کو خانۂ کعبہ، کعبۃ اللہ، بیت اللہ اور بیت الحرام کہتے ہیں۔نماز خواہ فرض ہو یا نفل اور سجدۂ تلاوت ہو یا نمازِ جنازہ ہر نماز و سجدے کے ضروری ہے کہ قبلے کی طرف منہ کرے، اس پر قادر ہوتے ہوئے اس کے بغیر کوئی نماز درست نہیں ہے خواہ قبلے کی طرف منہ کرنا حقیقۃً ہو یا حکماً مثلاً بیماری یا دشمن کے خوف سے قبلے کی طرف منہ نہیں کر سکتا تو وہ جس طرف منہ کر سکتا ہو، یا قبلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اٹکل سے وہ جس طرف کو اپنا قبلہ ٹھہراتا ہے وہ اس کا قبلۂ حکمی ہے۔قبلہ مسجود الیہ ہے (یعنی اس کی طرف سجدہ کیا جاتا ہے) مسجود لہٗ (یعنی جس کو سجدہ کیا جائے) نہیں ہے بلکہ مسجود لہٗ تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور یہ جہت آزمائش و یکجہتی کے لئے مقرر ہوئی ہے۔

۲۔جو شخص مکۂ مکرمہ میں ہے اس کو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا لازمی ہے خواہ درمیان میں کوئی

دیوار یا پہاڑ وغیرہ حائل ہو یا نہ ہو، اور یہ اس وقت ہے جبکہ عین کعبہ کی تحقیق ممکن ہو مثلاً چھت پر چڑھ کر دیکھ سکتا ہو اور اگر یہ تحقیق ممکن نہ ہو تو مکہ والوں کے لئے بھی جہت کافی ہے۔ اگر صرف حطیم کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے اور کعبۂ معظمہ کا کوئی جزو اس کے سامنے نہ آئے تو نماز جائز نہیں۔

۳۔ جو شخص مکۂ معظّمہ سے باہر ہو اور خانۂ کعبہ کو نہ دیکھتا ہو اُس کا قبلہ کعبۂ معظمہ کی جہت ہے پس اس کے چہرے کی کچھ سطح خانۂ کعبہ یا فضائے کعبہ کے مقابل تحقیقاً یا تقریباً واقع ہو۔ تحقیقی سامنے ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس کے چہرے کی سیدھ سے ایک سیدھا خط کھینچا جائے تو وہ کعبہ یا اس کی فضا پر گذرے اور تقریبی یہ ہے کہ خطِ مذکور خانۂ کعبہ یا اس کی فضا سے بالکل ہٹا ہوا نہ ہو بلکہ کسی قدر چہرے کی سطح کعبہ یا اس کی فضا کے مقابل رہے (اس کی تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں) پاکستان، ہندوستان، برہما، چین، جاپان اور بہت سے ملکوں میں قبلہ مغرب کی طرف ہے۔

کعبہ کی جہت، دلیل یعنی علامت سے معلوم کی جاتی ہے اور وہ دلیل و علامت شہروں قصبوں اور دیہاتوں میں وہ محرابیں ہیں جو صحابہ و تابعین نے بنائی ہیں اگر وہ نہ ہوں تو اس بستی کے لوگوں سے پوچھے اور صرف ایک آدمی سے پوچھنا کافی ہے۔ دریاؤں، سمندروں، جنگلوں میں قبلے کی دلیل سورج، چاند اور ستارے ہیں، پاکستان و ہندوستان وغیرہ میں قطب ستارہ نمازی کے دائیں کندھے پر رہتا ہے۔

۴۔ خانۂ کعبہ کی عمارت سے گھری ہوئی جگہ کے مطابق تحت الثریٰ یعنی ساتویں زمین کے نیچے سے لے کر عرش معلیٰ تک کے درمیان کی فضا قبلہ ہے پس اگر کوئی شخص زمین کے اندر گہرے کنوئیں میں یا اونچے پہاڑوں یا ہوائی جہازوں وغیرہ میں نماز پڑھے گا تو اگر کعبہ کی فضا اس کے سامنے ہوگی تو اس کی نماز درست ہوگی، خانہ کعبہ کے اندر یا کعبۂ مکرمہ کی چھت پر نماز پڑھے تو جدھر کو چاہے منھ کر لے۔

۵۔ قبلہ کی طرف منھ کرنے سے مراد قبلے کی طرف سینہ کرنا ہے منھ کرنا شرط نہیں البتہ سنت ہے۔

استقبالِ قبلہ سے عاجز ہونے کے مسائل

۱۔ اگر کسی بیمار کا منھ قبلے کی طرف نہیں ہے اور وہ اس پر قادر بھی نہیں اور نہ اُس کے پاس کوئی دوسرا ایسا شخص ہے جو اس کا منھ قبلے کی طرف پھیر دے یا آدمی تو ہے لیکن منھ پھیرنا بیمار کو نقصان دیتا ہے تو جس طرف اس کا منھ ہو اسی طرف نماز پڑھ لے اور اگر دوسرے کی مدد سے قبلے کی طرف

منہ کر سکتا ہو اور ایسا آدمی موجود ہو اور اس سے بیمار کو نقصان بھی نہ ہو تو وہ معذور نہیں ہے، اس کو قبلے کی طرف منہ کرنا ضروری ہے ورنہ نماز درست نہ ہوگی یہی معتمد ہے۔

۲۔ جس کو قبلے کی طرف منہ کرنے میں کچھ خوف ہو خواہ وہ خوف دشمن کا ہو یا درندے کا یا چور کا تو وہ جس طرف پر قادر ہو اسی طرف کو منہ کر کے نماز پڑھ لے، اگر اس کا عذر آسمانی ہو کسی مخلوق کی طرف سے نہ ہو مثلاً بیماری بڑھاپا، خوفِ دشمن وغیرہ تو بعد میں اس نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر عذر مخلوق کی طرف سے ہو مثلاً قید میں ہو اور وہ لوگ اس کو روکیں تو بغیر قبلے کے نماز پڑھ لے اور عذر دور ہونے پر اُس نماز کا اعادہ کرے۔

۳۔ کشتی میں فرض یا نفل پڑھے تو اس پر بھی قبلے کی طرف منہ کرنا واجب ہے اور نماز کے اندر کشتی کے گھومنے پر وہ خود بھی گھوم کر قبلے کی طرف پھرتا جائے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح ریل گاڑی میں بھی قبلے کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور جب نماز پڑھتے ہوئے ریل گھوم جائے اور قبلہ دوسری طرف ہو جائے تو یہ بھی نماز ہی میں گھوم جائے اور قبلے کی طرف منہ کرلے ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ لیکن اگر ریل گاڑی میں قبلے کی سمت پر قادر نہ ہو تو جس طرف پر قادر ہو اسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے اور کھڑا ہونے پر قادر نہ ہونے کی صورت میں بیٹھ کر پڑھ لے، لیکن بلاوجہ قیام اور استقبالِ قبلہ کو ترک نہ کرے اور بہانہ تراشی نہ کرے، آج کل لوگ اس بات سے غافل ہیں اور اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

اٹکل سے قبلہ معلوم کرنے کے مسائل

۱۔ آبادی میں پرانی محرابوں اور مسجدوں کے ذریعہ قبلہ معلوم کرنا مقدم ہے۔ اگر یہ میسر نہ ہو تو ایسے شخص سے پوچھے جو وہاں کا رہنے والا اور قبلے کا جاننے والا ہو، اس کی گواہی قبول کی جاتی ہو اور وہ اس کی آواز کو سنتا ہو، اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اب اپنی اٹکل سے قبلہ کی سمت مقرر کر کے نماز پڑھنا لازمی ہے۔ پرانی محرابوں اور مسجدوں کے ہوتے ہوئے کسی سے پوچھنے کا کوئی اعتبار نہیں اور نماز جائز نہیں، اور پرانی محرابوں و مسجدوں کے نہ ہونے کی صورت میں ایسے شخص کے موجود ہوتے ہوئے جو قبلے کا جاننے والا اور وہاں کا رہنے والا ہو اس کی گواہی قبول کی جاتی ہو اور وہ اس کی آواز سنتا ہو، اس سے پوچھے بغیر اٹکل سے قبلے کی سمت مقرر کرنا جائز نہیں پس مقدم کی موجودگی میں مؤخر کو اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ اگر شرائط کے ساتھ اٹکل سے قبلہ مقرر کر کے نماز پڑھی پھر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس کا گمان غلط تھا تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر نماز کے اندر ہی معلوم ہوگیا یا رائے بدل گئی اور گمان غالب کسی دوسری طرف پر ہوگیا اگرچہ سہو کے سجدوں میں ہو تو قبلے کی طرف کو پھر جائے اور باقی نماز کو اسی طرح پوری کر لے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں اگر اس صورت میں فوراً اس طرف کو نہ پھرا اور ایک رکن کی مقدار دیر کی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۳۔ قبلہ معلوم کرنے کے جو ذرائع بیان ہوئے ان پر قادر ہوتے ہوئے اٹکل لگانا جائز نہیں، عورت کے لئے بھی پوچھنا ضروری ہے ایسے وقت میں شرم نہ کرے بلکہ پوچھ کر نماز پڑھے ورنہ نماز نہ ہوگی، اگر ایسے جاننے والے شخص کے موجود ہوتے ہوئے اس سے پوچھے بغیر اٹکل سے نماز پڑھ لی، اگر ٹھیک قبلے کی طرف کو نماز پڑھی گئی تو نماز جائز ہوگی اور اگر ٹھیک سمت کو نہیں پڑھی تو جائز نہ ہوگی، کسی شخص کے پاس ہونے کی حد یہ ہے کہ اگر اس کو بلند آواز سے پکارے تو وہ سن لے۔

۴۔ اگر کسی کو جنگل میں قبلے کا شبہ پڑ جائے اور وہ اٹکل سے کسی سمت کو قبلہ سمجھے اور دو معتبر آدمی اس کو خبر دیں کہ قبلہ اور طرف ہے اگر وہ دونوں بھی مسافر ہیں تو ان کے کہنے پر توجہ نہ کرے اور اگر اسی جگہ کے رہنے والے ہوں یا اکثر اس طرف آنے جانے کی وجہ سے یا علم کے کسی دوسرے طریقے سے ان کو قبلے کی معرفت حاصل ہے تو ان کا کہنا مانے ورنہ نماز جائز نہ ہوگی، ہر شخص کے لئے اپنی تحری پر عمل کرنا لازمی ہے دوسرے کی تحری پر نہیں۔

۵۔ اگر کسی شہر میں داخل ہو جائے اور وہاں محرابیں یا مسجدیں بنی ہوئی دیکھے تو انہی کی طرف نماز پڑھے اٹکل سے نہ پڑھے اور اگر جنگل میں ہے اور آسمان صاف ہے اور وہ ستاروں سے قبلے کی سمت پہچان سکتا ہے تب بھی اٹکل سے نماز نہ پڑھے اگر ان دونوں صورتوں میں اٹکل سے سمتِ قبلہ مقرر کر کے نماز پڑھے گا اور جہت کے خلاف پڑھی گئی تو نماز نہ ہوگی اور اگر ٹھیک قبلے کی جانب کو پڑھی گئی تو ہوگئی۔

۶۔ اگر کسی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں محراب نہیں اور اس کو قبلہ معلوم نہیں اس نے اٹکل سے نماز پڑھ لی پھر ظاہر ہوا کہ غلطی ہوئی تو اس نماز کو لوٹانا واجب ہے اس لئے کہ وہاں کے رہنے والوں سے پوچھنے پر قادر ہے اور اگر ظاہر ہوگیا کہ اس نے ٹھیک قبلے کی طرف پڑھی ہے تو نماز درست ہے، اور اگر اس نے وہاں کے رہنے والے اور سمتِ قبلہ جاننے والے شخص سے پوچھا اور اس نے نہ بتایا پھر اس نے اٹکل سے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اگرچہ بعد میں ظاہر ہو کہ قبلہ کی سمت

میں غلطی ہوئی ہے پس اگر وہ آدمی نماز کے بعد بتا دے تو اب نماز کو نہ لوٹائے، اندھیری رات یا بارش وغیرہ میں نمازی کو پوچھنے کے لئے لوگوں کے دروازے کھٹکھٹانا واجب نہیں ہے، لیکن اگر بلانے اور پوچھنے میں حرج نہ ہو تو اٹکل سے پہلے پوچھنا واجب ہے، اندھیرے میں محراب قبلہ معلوم کرنے کے لئے جبکہ بآسانی پتہ نہ چل سکے دیواروں کو ٹٹولتے پھرنا بھی واجب نہیں ہے۔

۷۔ اگر کسی کو قبلے کی سمت میں شک ہوا اور مذکورہ علامتوں سے قبلہ معلوم کرنے سے عاجز ہے اس لئے اٹکل سے کسی سمت کو قبلہ مقرر کئے بغیر ہی کسی سمت کو نماز پڑھ لی پھر اگر نماز ہی میں اس کا شک زائل ہوگیا کہ وہ ٹھیک قبلہ کی جانب ہے یا قبلہ کی جانب نہیں ہے یا کچھ نہ معلوم ہوا تو ہر حال میں نئے سرے سے نماز پڑھے اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد غلطی معلوم ہوئی یا کچھ نہ معلوم ہوا یا گمان غالب ہوا کہ اس نے صحیح قبلے کی طرف نماز پڑھی ہے تو ان تینوں صورتوں میں بھی نماز جائز نہ ہوگی، اس لئے نئے سرے سے پڑھے کیونکہ شبہ کی صورت میں اس پر اٹکل لگانا (تحری) فرض تھا جو اس نے چھوڑ دیا اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس نے صحیح قبلے کی سمت نماز پڑھی ہے تو بالاتفاق اس کی نماز جائز ہوگی اس کا اعادہ نہ کرے۔

۸۔ اگر اٹکل سے ایک سمت کو قبلہ مقرر کیا لیکن نماز اس کی بجائے دوسری سمت کو پڑھی تو فتویٰ اس پر ہے کہ ہر حال میں دوبارہ نماز پڑھے۔

۹۔ اگر اٹکل سے کسی طرف کو گمان غالب نہ ہوا بلکہ اس کے نزدیک سب طرفین قبلہ ہونے میں برابر ہوں تو اس میں تین قول ہیں بعض نے کہا کہ نماز میں تاخیر کرے یہاں تک کہ اس کے گمان میں ایک طرف قبلہ ظاہر ہو جائے، بعض نے کہا کہ چاروں طرف کو ایک ایک دفعہ نماز پڑھ لے یہی زیادہ صحیح و احوط ہے، بعض نے کہا کہ چاروں اس کے حق میں برابر ہیں کسی ایک طرف کو اختیار کر کے اُسی طرف کو نماز پڑھ لے، علامہ شامیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے واللہ اعلم۔

۱۱۔ اگر اٹکل سے قبلہ مقرر کر کے نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھی پھر اس کی رائے دوسری طرف کو بدل گئی اور دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں اس کی رائے اس طرف کو بدل گئی جس طرف کو پہلی رکعت پڑھی تھی تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے بعضوں نے کہا کہ وہ پہلی رکعت والی طرف کو اپنی نماز پوری کر لے یہی اوجہ ہے، اگرچہ بعض نے کہا کہ نئے سرے سے پڑھے، اگر کسی شبہ کی وجہ سے اٹکل سے ایک رکعت ایک طرف کو پڑھی پھر رائے دوسری طرف کو بدل گئی اور اس نے دوسری رکعت دوسری طرف کو پڑھی، اسی طرح چاروں رکعتیں

چاروں طرف کو پڑھیں تو جائز ہے۔
۱۲۔ اٹکل سے قبلے کو تجویز کرنا جس طرح نماز کے لئے ضروری ہے ویسے ہی سجدہ تلاوت کے لئے بھی ضروری ہے۔

تحری والے کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسائل

۱۔ اگر کسی شخص نے اٹکل (تحری) سے نماز پڑھی اور ایک شخص نے اس کے پیچھے بغیر تحری کے اقتدا کی، اگر امام نے ٹھیک قبلہ کی طرف نماز پڑھی تو امام اور مقتدی دونوں کی نماز درست ہے اور اگر امام کی رائے غلط تھی تو امام کی نماز درست ہے اور مقتدی کی درست نہیں۔
۲۔ ایک شخص نے اٹکل سے کسی سمت کو نماز شروع کی پھر نماز میں معلوم ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے اور وہ نماز میں ہی قبلہ کی طرف پھر گیا پھر ایک شخص آیا جس کو اس کی پہلی حالت معلوم تھی اور اس نے نماز میں اسی طرف کو منھ کر کے اس کی اقتدا کی تو امام کی نماز درست ہوگی، مقتدی کی فاسد ہوگی اور اگر اس کو پہلے شخص کی حالت معلوم نہیں تھی یا حالت معلوم ہونے کی صورت میں اس کو بھی تحری سے اسی طرف کے قبلہ ہونے کا ظن غالب ہوا تھا جس طرف امام کا تھا اور اب رائے بدلنے پر اُس نے بھی تحری کی اور امام کی رائے کے مطابق ظن غالب ہوا تو اس مقتدی کی نماز بھی اس امام کے پیچھے جائز ہوگی۔
۳۔ کسی اندھے نے قبلے کے سوا کسی اور سمت کو ایک رکعت پڑھ لی پھر ایک شخص نے آ کر اُسے قبلے کی طرف کو پھیر دیا اور اس کی اقتدا کر لی، اگر اس نابینا کو نماز شروع کرتے وقت ایسا آدمی ملا تھا جس سے وہ قبلہ دریافت کر سکتا تھا اور نہ پوچھا تو اس امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہے اور اگر ایسا آدمی نہیں ملا تھا تو نابینا کی نماز درست ہے اور مقتدی کی فاسد ہے، اگر نابینا کو ایسا آدمی نہ ملے جس سے پوچھ سکے تو محراب کا ٹٹولنا واجب نہیں ہے اور اگر ایسا آدمی ملے اور بغیر پوچھے نماز پڑھ لے تو اگر صحیح قبلہ کی طرف پڑھی گئی تو نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔

خانہ کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کے مسائل

۱۔ خانہ کعبہ کے اندر اور باہر یعنی مسجد الحرام میں ہر نماز فرض و نفل پڑھنا بلا کراہت صحیح ہے خواہ اکیلا پڑھے یا جماعت سے اور خواہ بغیر سترے کے ہو اور وہاں نمازی کے آگے سے گزرنا معاف ہے، خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر خانہ کعبہ کے اندر جماعت سے نماز پڑھیں

اور امام کے گرد صفیں بنائیں تو کعبہ کی طرف منہ کرنے میں جماعت والوں کے منہ جدا جدا طرف کو ہوں گے پس جس مقتدی کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف ہوگی اس کی نماز جائز نہیں ہوگی کیونکہ وہ شخص امام سے آگے ہوگا اور جس مقتدی کا منہ امام کے منہ کی طرف ہو اور امام اور مقتدی کے درمیان کوئی سترہ (آڑ) نہ ہو تو اس کی نماز جائز مگر مکروہ ہوگی اور اگر سترہ (کپڑا وغیرہ لٹکایا) ہو تو مکروہ نہ ہوگی، اس کے علاوہ جتنی صورتیں ہیں سب میں نماز بلا کراہت جائز ہوگی۔

۲۔ اگر امام نے خانہ کعبہ سے باہر مسجد الحرام میں نماز پڑھی اور جماعت کے لوگ خانہ کعبہ کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑے ہو کر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے تو سب کی نماز درست ہے صرف اس شخص کی نماز درست نہیں ہوگی جو امام کی سمت میں امام سے آگے ہو یعنی امام کی بہ نسبت کعبہ شریف کے قریب ہو اور امام ہی کی سمت میں کھڑا ہو اور اگر وہ شخص جو امام کی بہ نسبت خانہ کعبہ سے زیادہ قریب ہے امام کی سمت میں نہیں ہے بلکہ کسی دوسری سمت میں ہے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی کیونکہ وہ حکماً امام کے پیچھے ہے اور امام سے آگے بڑھنا اس وقت ہوتا ہے جبکہ دونوں کی جہت ایک ہی ہو، اگر مقتدی اس رکن (کونے) کی سیدھ میں ہے جو امام کی جانب میں ہے اور امام سے زیادہ کعبہ شریف کے قریب ہے تو احتیاطاً اس کی نماز فاسد ہوگی۔

۳۔ اگر امام خانہ کعبہ کے اندر کھڑا ہو اور کوئی مقتدی امام کے ساتھ اندر بھی ہو اور باقی مقتدی کعبہ کے باہر ہوں اور دروازہ کھلا ہوا ہو تا کہ مقتدی امام کے رکوع و سجود وغیرہ کا حال معلوم کر سکیں تو نماز بلا کراہت جائز ہے اور اگر دروازہ بند ہو لیکن کوئی تکبیر کہنے والا آواز پہنچاتا جائے تب بھی اقتدا درست ہے اور اگر امام اکیلا خانہ کعبہ کے اندر ہو اس کے ساتھ مقتدی کوئی نہ ہو تو مکروہ ہے کیونکہ خانہ کعبہ کا اندرونی فرش قدِ آدم سے زیادہ بلند ہے۔

۴۔ اگر مقتدی خانہ کعبہ کے اندر اور امام باہر ہو تب بھی نماز درست ہے بشرطیکہ دونوں کی جہت ایک نہ ہو یعنی مقتدی کی پیٹھ امام کے منہ کی طرف نہ ہو۔ اسی طرح اگر کچھ مقتدی حطیم میں ہوں اور امام و دیگر مقتدی خانہ کعبہ و حطیم سے باہر ہوں تب بھی حطیم میں کھڑے ہونے والوں کی اقتدا درست ہے کیونکہ ان کی اور امام کی جہت متحد نہیں ہے جس سے ان کا امام کے آگے ہونا لازم آتا بلکہ وہ امام سے دوسری جہت میں مستقبل قبلہ ہیں، مع ہذا حطیم کا خانہ کعبہ کا جزو ہونا قطعی الثبوت نہیں ہے بلکہ ظنی الثبوت ہے اور جبکہ خانہ کعبہ میں موجود مقتدی کی نماز اس امام سے جو خانہ کعبہ سے باہر ہو درست ہے بشرطیکہ دونوں کی سمت ایک نہ ہو تو حطیم میں موجود مقتدی کی نماز

بدرجۂ اولیٰ درست ہوگی جبکہ مقتدی کی سمتِ کعبہ امام کی سمتِ کعبہ سے دوسری ہو۔

۵۔ اگر خانہ کعبہ کے اندر کوئی عورت امام کے برابر میں کھڑی ہوگئی اور امام نے اس کی امت کی نیت کرلی، اگر اس عورت نے بھی اسی طرف منہ کرلیا جس طرف امام کا منہ ہے تو امام کی نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر دوسری طرف کو منہ کیا تو امام کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

۶۔ اگر کسی نے خانۂ کعبہ کے اندر ایک رکعت ایک سمت کو پڑھی تو اب اس تحریمہ کی نماز کے لئے وہ سمت اس کے لئے متعین ہوگئی اس لئے اب اس کو اس تحریمہ کی پوری نماز اسی سمت کو پڑھنا واجب ہے پس اگر دوسری رکعت دوسری سمت کو پڑھے گا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی۔

۶۔ نیت کا بیان

ا۔ خالص اللہ تعالیٰ کے واسطے نماز پڑھنے کے ارادے کو نماز کی نیت کہتے ہیں اور شرط اس کی یہ ہے کہ دل جانتا ہو کہ کونسی نماز پڑھتا ہے لیکن محض جاننا نیت نہیں جب تک کہ ارادہ نہ ہو اس لئے نیت ارادے کا نام ہے، جاننے کو ارادہ لازمی نہیں لیکن ارادے کو جاننا لازمی ہے۔ نیت میں دل کا عمل معتبر ہے اس لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں، اگر زبان سے بھی کہہ لیا تو بہتر و مستحسن ہے، یہی قول مختار ہے نیتِ قلبی کے بغیر زبان کی نیت بیکار ہے۔

۲۔ زبان سے کہنے میں عربی میں ہونا ضروری نہیں کسی بھی زبان میں کہہ لے۔

۳۔ جو شخص حضورِ قلب سے عاجز ہو اس کو زبان سے نیت کرلینا کافی ہے، دل کا حاضر رہنا صرف نیت کے وقت شرط ہے تمام نماز میں شرط نہیں پس اگر دورانِ نماز میں دل کی حضوری قائم نہ رہی تو بلا خلاف نماز درست ہے۔

۴۔ مستحب و افضل یہ ہے کہ نیت نماز شروع کرنے کے ساتھ ہو اور نیت کا تکبیر تحریمہ پر مقدم کرنا بھی جائز ہے جبکہ نیت اور تحریمہ کے درمیان میں کوئی عمل نیت کا توڑنے والا نہ پایا جائے۔

۵۔ جو نیت تکبیر تحریمہ کے بعد ہو اس کا اعتبار نہیں یہاں تک کہ اگر اللہ کہنے کے بعد اور اکبر کہنے سے پہلے نیت کی تب بھی نماز نہ ہوگی۔

فرضِ عین نماز کی نیت کا بیان

ا۔ فرض نماز کے لئے دل میں فرض کا تعین کرنا بھی ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی پس یوں کہے کہ میں آج کے دن کی ظہر یا عصر وغیرہ کی، یا اس وقت کے فرض یا اس وقت کے ظہر یا عصر

وغیرہ کی نیت کرتا ہوں۔

۲۔ صرف فرض نماز کی نیت کرنا کافی نہیں پس اگر کسی نے صرف فرض نماز کی نیت کی تو خواہ وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد میں ہو اور اس کو وقت نکلنے کا علم ہو یا نہ ہو یا شک ہو، ان سب صورتوں میں اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

۳۔ اگر صرف وقت کا نام لے کر نیت کی مثلاً یوں کہا کہ ظہر کی نماز پڑھتا ہوں اور اس کے ساتھ آج یا اس وقت نہیں کہا تو اگر نماز وقت کے اندر پڑھی ہو اور دل میں حاضر ہے کہ اسی وقت کی ظہر پڑھتا ہے تو نماز صحیح ہے ورنہ نہیں اور اگر وقت نکلنے کے بعد اس طرح نیت کی تھی تو بعض کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ یہی اظہر ہے اور اگر وقت نکلنے کا علم نہیں تو نماز صحیح ہے۔

۴۔ اگر یوں نیت کی کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں تو خواہ وہ نماز وقت کے اندر ہو یا وقت نکلنے کے بعد پڑھتا ہو اور اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یا شک ہو ان سب صورتوں میں نماز جائز ہو جائے گی۔

۵۔ اگر یوں نیت کی کہ آج کی فرض نماز پڑھتا ہوں تو سب صورتوں میں اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

۶۔ اگر یوں نیت کی کہ اس وقت کی ظہر پڑھتا ہوں تو اگر وقت کے اندر ہو یا وقت کے بعد ہو اور اس کو وقت نکلنے کا علم ہو تو نماز ہو جائے گی اور اگر وقت کے بعد ہو اور وقت نکلنے کا علم نہ ہو یا شک ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

۷۔ اگر یوں نیت کی کہ اس وقت کی فرض نماز پڑھتا ہوں تو اگر وقت کے اندر ہو تو جائز ہے اور اگر وقت نکلنے کے بعد ہو خواہ اس کو اس کا علم ہو یا نہ ہو یا شک ہو نماز جائز نہیں ہوگی۔

۸۔ اگر جمعہ کی نماز کے لئے فرض الوقت یا ظہر الوقت کی نیت کی تو وقت کے اندر بھی اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی اس کو نمازِ جمعہ ہی کی نیت کرنی چاہئے۔

۹۔ آج کی ظہر یا عصر وغیرہ کی نیت کرنا بہتر ہے کیونکہ یہ ہر صورت میں نماز صحیح ہونے کے لئے کافی ہے خواہ وقت کے اندر ہو یا بعد میں اور اس کو وقت نکلنے کا علم ہو یا نہ ہو یا شک ہو اور یہ اس شخص کے لئے تدبیر ہے جس کو وقت نکلنے میں شک ہو۔

نمازِ جنازہ کی نیت کا بیان

نمازِ جنازہ کی نیت میں میت کے لئے دعا کی نیت ملانا ضروری نہیں البتہ بہتر ہے، پس یوں

نیت کرے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اور دعا میت کے واسطے، نیت کے الفاظ یوں ہیں ''میں نے کعبہ شریف کی طرف متوجہ ہو کر اس جنازے کی نماز ادا کرنے کی نیت کی یہ نماز خدا تعالیٰ کے لئے ہے اور دعا میت کے لئے ہے۔'' مقتدی یوں بھی کہے کہ میں اس امام کے پیچھے ہوں۔ اگر امام دل میں یہ نیت کرے کہ میں اس جنازے کی نماز پڑھتا ہوں تب بھی صحیح ہے اور مقتدی یوں نیت کرے کہ میں اس امام کی اقتدا کرتا ہوں تو بھی جائز ہے، میت کا مذکر یا مؤنث معین کرنا ضروری نہیں لیکن جب معین کر دیا تو اس تعین کا صحیح ہونا لازی ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ اگر نمازی پر میت مشتبہ ہو جائے کہ مذکر ہے یا مؤنث تو یوں کہے کہ جس میت پر امام نماز پڑھتا ہے میں بھی اس پر امام کے ساتھ پڑھتا ہوں اور اگر جنازہ حاضرہ کی طرف اشارہ کیا تو اب مذکر و مونث کے تعین میں غلطی ہو جانے پر بھی نماز درست ہو جائے گی، اگر نام کے تعین میں غلطی ہوئی تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ اگرچہ نام کا تعین ضروری نہیں لیکن جب تعین کیا تو اس تعین کا صحیح ہونا لازمی ہے اگر جنازہ حاضرہ کی طرف اشارہ کیا مثلاً یوں کہا کہ اس جنازے کی نماز پڑھتا ہوں تو مذکر مونث یا نام میں غلطی ہو جانے کے باوجود نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ اشارہ سے متعین کر دینا کافی ہے اور مناسب یہی ہے کہ نام یا مذکر مونث کا تعین نہ کرے بلکہ اسم اشارہ کا استعمال کرے اور یوں کہے کہ اس جنازے کی نماز پڑھتا ہوں۔ بہت سے جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھے تو ان کی تعداد معلوم ہونا ضروری نہیں اور ان کی تعداد کا معین کرنا مضر نہیں مگر جبکہ یہ ظاہر ہو جائے کہ ان کی شمار اس تعداد سے زیادہ ہے جو نمازی نے معین کی ہے۔

نمازِ واجب کی نیت کا بیان

۱۔ نمازِ واجب میں واجب کی نیت کرنے اور اُسے معین بھی کرے یعنی یہ کہے کہ وہ وتر کی نماز ہے یا نذر کی یا عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی یا طواف کی دو رکعت یا نفل کی قضا جن کو شروع کر کے توڑ دیا ہو یا سجدۂ سہو یا سجدۂ تلاوت کی نیت کرے، وتر میں یہ نیت کرنا لازی نہیں کہ یہ واجب ہے یا سنت ہے کیونکہ اس میں اختلاف ہے، فقط وتر کی نیت کافی ہے پس یوں کہے کہ میں اس رات کے وتر پڑھتا ہوں واجب ہونے کی نیت کرے تو منع نہیں ہے بلکہ اولیٰ ہے واجب نہ ہونے کی نیت کرنا کافی نہیں ہے۔

۲۔ نذر کی نماز میں سبب کا بھی تعین کرے اور یوں کہے کہ وہ نماز پڑھتا ہوں جو شفا کے واسطے یا فلاں حاجت کے واسطے میں نے نذر مانی تھی کیونکہ نذر کی تعین اس کے سبب کے ذکر کے بغیر نہیں ہوتی، سجدۂ تلاوت اگر نماز میں ہو اور فوراً کر لیا جائے تو نیت میں تعین ضروری نہیں اگر

فاصلہ ہو جائے یا نماز سے باہر ہو تو سجدۂ تلاوت کا تعین ضروری ہے، آیت کا تعین ضروری نہیں، سجدۂ سہو میں نیت کا تعین ضروری ہے اور سجدۂ شکر میں نیت کا تعین ضروری نہیں لیکن اظہر یہ ہے کہ اس میں بھی تعین ضروری ہے۔ عوام الناس جو نماز کے بعد سجدہ کرتے ہیں وہ مکروہ ہے۔

۳۔ فرض و واجب میں رکعتوں کی تعداد کی نیت شرط نہیں ہے البتہ افضل ہے اور اس میں غلطی سے نماز میں کوئی نقصان نہیں آتا۔

سنت و نفل کی نیت

۱۔ نفل و سنت و تراویح کے لئے فقط نماز کی نیت کر لینا کافی ہے نفل یا سنت یا تراویح کہنا اور تعداد رکعت کہنا ضروری نہیں۔

۲۔ تراویح کی نیت میں احتیاط یہ ہے کہ تراویح یا سنتِ وقت یا قیامِ لیل کی نیت کرے۔

۳۔ اور سنتوں میں احتیاط یہ ہے کہ یہ نیت کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں نماز پڑھتا ہوں۔

کعبہ کی طرف منہ کرنے کی نیت کسی نماز میں شرط نہیں خواہ کعبۂ معظمہ کے قریب ہو یا دور، البتہ کعبہ معظمہ کی طرف منہ یعنی سینہ کرنا شرط ہے جو بلا نیت حاصل ہو جاتا ہے۔

قضا نماز کی نیت کے مسائل

۱۔ قضا کی نماز میں تعین شرط ہے پس اگر بہت سی نمازیں فوت ہو گئیں اور ان کی قضا پڑھنے لگے تو ضروری ہے کہ وقت یعنی ظہر یا عصر وغیرہ کا تعین کرے اور یہ بھی تعین کرے کہ فلاں روز کی ظہر یا عصر وغیرہ پڑھتا ہوں اگرچہ فوت ہوئی نمازوں کی کثرت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی ہو، اگر دن یا سال وغیرہ یاد نہ ہو تو اس کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ یوں نیت کرے کہ میں سب سے پہلی ظہر یا عصر وغیرہ کی نماز جو مجھ پر واجب ہے (یا یوں کہے جو میرے ذمہ ہے) پڑھتا ہوں ہر نماز کے لئے یہی نیت کرے یا یوں نیت کرے کہ سب سے آخری ظہر یا عصر وغیرہ کی نماز جو مجھ پر واجب ہے (یا جو میرے ذمے ہے) پڑھتا ہوں۔

۲۔ اگر نفل نماز شروع کر کے توڑ دی تو اس کی قضا کا بھی تعین کرے۔

۳۔ اگر کسی کے ذمے ایک ہی وقت کی نماز قضا ہو تو اس کو دن معین کرنے کی ضرورت نہیں

۴۔ اگر اسی دن کی قضا نماز ادا کی نیت سے یا ادا قضا کی نیت سے پڑھی جبکہ دل میں اس دن

کا تعین کیا ہو تو نماز ہو جائے گی اور قضا یا ادا کی غلطی مضر نہیں ہوگی۔

نیت بدلنے کے مسائل

۱۔ کسی نے دل میں ظہر کی نیت کی اور اس کی زبان سے عصر نکل گیا تو اس کی نماز جائز ہے

۲۔ کسی نے فرض نماز شروع کی پھر اس کو گمان ہوا کہ نفل پڑھتا ہوں اور نفل کی نیت پر نماز پوری کر لی تو وہ نماز فرض ادا ہوئی اور اگر اس کے برعکس ہوا تو جواب بھی برعکس ہوگا کیونکہ شروع کرتے وقت کی نیت کا اعتبار ہے بعد کی نیت کا اعتبار نہیں جب تک کہ پہلی نیت کو توڑ کر اور اللہ اکبر کہہ کر نیت نہ باندھے۔

۳۔ اگر کوئی نماز مثلاً ظہر کی نماز شروع کی پھر نفل نماز یا عصر کی نماز یا جنازے کی نیت کر لی اور تکبیر کہی تو پہلی نماز سے نکل گیا اور دوسری نماز شروع ہوگئی اور اگر تکبیر نہ کہے صرف دل میں نیت کرے تو پہلی نماز سے نہیں نکلتا، اصول یہ ہے کہ جب تک دوسری نماز کی نیت کر کے زبان سے تکبیر نہ کہے یا اور کوئی نماز کو توڑنے والا عمل نہ کرے صرف نماز توڑنے یا نماز بدلنے کی نیت سے نماز ٹوٹتی اور بدلتی نہیں۔

۴۔ اگر شروع کی ہوئی نماز میں پھر اسی نماز کی نیت سے تکبیر کہی تو پہلی ہی نیت برقرار رہے گی اور نماز شروع ہی سے شمار میں آئے گی، دوسری نیت کے وقت سے نماز شروع نہیں ہوگی، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ صرف دل سے نیت کرے لیکن اگر نیت کے الفاظ زبان سے بھی کہے تو وہ پہلی نماز ٹوٹ جائے گی اور نئے سرے سے شروع ہو جائے گی دوسری نیت سے پہلے کی پڑھی ہوئی نماز شمار میں نہ آئے گی۔

دو نمازوں کو ایک نیت میں جمع کرنا

دو نمازوں کو ایک نیت میں جمع کرنے کی چند صورتیں اور ان کے احکام یہ ہیں۔

۱۔ دو فرض نمازوں کی نیت کی اان میں سے ایک فرض عین ہے اور دوسری فرضِ کفایہ یعنی نمازِ جنازہ، تو فرضِ عین کی نیت صحیح ہو جائے گی کیونکہ وہ قوی ہے اور فرضِ کفایہ کی نیت لغو ہو جائے گی۔

۲۔ دونوں فرضِ عین ہیں مگر ایک وقتی ہے اور دوسری کا وقت نہیں تو وقتی فرض نماز کی نیت درست ہوگی، دوسری کی لغو۔

۳۔ ایک وقتی دوسری قضا تو صاحبِ ترتیب کے لئے اگر وقت میں گنجائش ہو تو قضا کی نیت

درست ہوگی کیونکہ اس کے لئے یہ قوی ہے اور وقتی کی لغو ہو جائے گی، اور اگر وقت میں گنجائش نہیں تو نیت وقتی ہی کے لئے ہوگی خواہ وہ صاحبِ ترتیب ہو یا نہ ہو، اور اگر وہ صاحبِ ترتیب نہیں ہے تو دونوں میں سے کوئی نماز درست نہیں ہوگی، نئے سرے سے کسی ایک کی نیت کرے۔

۴۔ اگر دو قضا نمازوں کی ایک ساتھ نیت کرے اور وہ صاحبِ ترتیب ہو تو یہ نیت پہلی قضا نماز کی ہوگی اور اگر صاحبِ ترتیب نہیں ہے تو دونوں میں سے کوئی نماز صحیح نہیں ہے۔

۵۔ اگر فرض اور نفل کی ایک ساتھ نیت کرے تو فرض کی نیت ہوگی کیونکہ وہ قوی ہے

۶۔ اگر دو نفل (یا سنت) نمازوں کی اکٹھی نیت کرے تو دونوں طرف سے یہ نیت کافی ہو جائے گی اور دونوں کا ثواب پائے گا۔

۷۔ اگر نفل اور نماز جنازہ کی اکٹھی نیت کی تو نفل ہوگی۔

۸۔ اگر نماز پڑھتے ہوئے دل میں روزے یا اعتکاف کی نیت کی تو درست و جائز ہے اور اس سے نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ایک عبادت میں دوسری عبادت کی نیت کرنا درست ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ جس عبادت میں مشغول ہو اس کے دوران دوسری چیز میں مشغول نہ ہو۔

منفرد اور امام و مقتدی کی نیت کے مسائل

۱۔ جو شخص اکیلا نماز پڑھتا ہے اس کو تین چیزوں کی نیت ضروری ہے تا کہ باتفاقِ علماء نماز جائز ہو جائے، اول یہ کہ وہ نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھتا ہے، دوم وقتی فرض ظہر، عصر وغیرہ کی نیت کرنا، سوم قبلے کی سمت کی نیت کرنا (لیکن یہ مستحب ہے واجب نہیں) پس نیت کے الفاظ مختصر کہے مثلاً یہ کہے کہ ''میں خالص اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز فرض فجر کی نیت کرتا ہوں اور میرا منھ قبلے کی طرف ہے۔''

۲۔ امام بھی وہی نیت کرے جو تنہا نماز پڑھنے والا کرتا ہے اور امامت کی نیت کرنا ضروری نہیں البتہ جماعت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے امامت کی نیت کرنی چاہئے اس کے بغیر اس کو جماعت کا ثواب نہیں ملے گا، عورتوں کی امامت کے لئے شروع نماز میں ان کی امامت کی نیت کرنا ضروری ہے ورنہ عورتوں کی نماز درست نہ ہوگی لیکن نماز جمعہ و عیدین و نماز جنازہ میں ضروری نہیں، اگر ان میں امام عورتوں کی امامت کی نیت نہ کرے تب بھی عورتوں کی نمازِ جمعہ و عیدین و نمازِ جنازہ درست ہو جائے گی۔

۳۔ مقتدی یعنی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والا بھی تنہا نماز پڑھنے والے کی طرح نیت کرے اور اس کے ساتھ ہی اقتدا کی نیت بھی کرے اس لئے کہ اقتدا کی نیت کے بغیر اقتدا جائز نہیں ہے، مگر جمعہ وعیدین ونماز جنازہ میں مختار یہ ہے کہ اقتدا کی نیت ضروری نہیں ہے۔

۴۔ اگر امام کو نماز میں پایا اور وہ یہ نہیں جانتا کہ امام فرض پڑھتا ہے یا تراویح تو ایسے موقع پر چاہئے کہ فرض نماز کی نیت سے اس کے ساتھ شامل ہو جائے اگر وہ فرض ہوں گے تو اس کا بھی فرض پڑھنا درست ہو جائے گا ورنہ اس کی نماز نفل ہو جائے گی اور تراویح نہ ہو گی کیونکہ تراویح فرض عشا کے بعد ہوتی ہے۔

۵۔ اگر مقتدی اپنے واسطے آسانی چاہے تو یہ نیت کرے کہ امام کے پیچھے وہی نماز پڑھتا ہوں جو امام پڑھتا ہے۔

نمازی کے اقسام مع احکام

نمازی چھ طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ جو فرضوں اور سنتوں کو جانتا ہے یعنی جانتا ہے کہ فرض کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب ہے اور سنت کے کرنے میں ثواب اور نہ کرنے میں عذاب نہیں، اس نے صرف ظہر یا فجر وغیرہ کی نیت کی تو وہ کافی ہو گی اور وہ فرض کی نیت کی بجائے ہو جائے گی۔

۲۔ جو شخص فرض اور نفل وسنت کو جانتا ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ اس وقت میں کتنے فرض ہیں اور کتنی سنتیں، اس نے فرض نماز کی نیت فرض کا ارادہ کر کے باندھی تو نماز درست ہے۔

۳۔ وہ نمازی جو فرض کی نیت سے نماز پڑھتا ہے مگر فرض کے معنی نہیں جانتا اس کی نماز جائز نہیں۔

۴۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں اس میں کچھ فرض اور کچھ سنتیں ہیں اور جس طرح اور لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ بھی پڑھتا ہے اور وہ فرض اور نفل میں امتیاز نہیں رکھتا تو اس کی نماز جائز نہیں لیکن اگر اس نے نماز جماعت سے پڑھی اور امام کی نماز کی نیت کی تو بعض کے نزدیک اس کی نماز درست ہے۔

۵۔ وہ شخص جس کا یہ اعتقاد ہے کہ سب نمازیں فرض ہیں تو اس کی نماز جائز ہے۔

۶۔ جو شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر نماز فرض کی ہے لیکن وہ پانچوں وقت نماز پڑھتا ہے اس کی نماز جائز نہیں ہے پس جن صورتوں میں نماز جائز نہیں ہے ان کی قضا واجب

ہے، جو شخص فرض و نفل میں فرق نہیں جانتا اور ہر نماز میں فرض کی نیت کرلیتا ہے تو اس کی نماز جائز ہے اس کی بقدرِ فرض نماز فرض ادا ہو جائے گی اور باقی نفل ہوگی اور ایسے شخص کے پیچھے ان نمازوں میں اقتدا جائز ہے جن سے پہلے سنتِ مؤکدہ نہیں ہیں اور اُن نمازوں میں اقتدا جائز نہیں جن سے پہلے سنتِ مؤکدہ ہیں۔

نیت میں ریا و سمعہ کے مسائل

۱۔ جس عبادت میں بہت سے افعال ہوں اس کے ہر فعل کے لئے جدا جدا نیت ضروری نہیں بلکہ ایک نیت شروع میں کافی ہے جیسے اس عبادت میں جس میں ایک ہی فعل ہو۔

۲۔ جس عمل کو اخلاص کے ساتھ شروع کیا پھر اس عمل میں رِیا داخل ہوگئی تو شروع کا اعتبار ہوگا اور وہ عمل اخلاص کے ساتھ ہی رہے گا۔

۳۔ ریائے کامل یہ ہے کہ اکیلا ہو تو نماز نہ پڑھے اور لوگوں کے سامنے ہو تو دکھانے کے لئے نماز پڑھے ایسی نماز جائز نہیں اور اس کا لوٹانا واجب ہے لیکن اگر لوگوں کے سامنے اچھی طرح نماز پڑھتا ہے اور اکیلا بھی پڑھتا تو ہے مگر اچھی طرح نہیں پڑھتا تو یہ ریائے ناقص ہے اس کو اصل نماز کا ثواب مل جائے گا اور وہ فرض اس سے ادا ہو جائے گا مگر اچھی طرح پڑھنے کا ثواب نہیں ملے گا۔

۴۔ ریا فرضوں میں داخل نہیں ہوتی یعنی فرضوں کو ذمے سے ادا ہونے سے نہیں روکتی بلکہ ثواب کی زیادتی کو ضائع کرتی ہے۔ روزوں میں ریا داخل نہیں ہوتی، سمعہ اسے کہتے ہیں کہ آدمی اس لئے کام کرے کہ لوگ سنیں اور دوسرے لوگوں میں اس کی تعریف کریں اگرچہ عمل کے وقت لوگ موجود نہ ہوں، یہ بھی ریا کے حکم میں ہے۔

ارکانِ نماز

ارکان نماز، اُن فرائض کو کہتے ہیں جو نماز کے اندر ہیں یعنی نماز کی ماہیت میں داخل ہیں اگر ان میں سے ایک رکن بھی نہ پایا گیا تو نماز نہ ہوگی۔ نماز کے ارکان تکبیر تحریمہ سمیت چھ ہیں۔
۱۔ تکبیر تحریمہ، ۲۔ قیام، ۳۔ قرأت، ۴۔ رکوع، ۵۔ دو سجدے، ۶۔ قعدۂ اخیرہ۔

فائدہ

ان ارکان کے علاوہ نماز کے اندر کچھ اور فرائض بھی ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ نماز کے ارکان میں ترتیب کا ہونا، ۲۔ جو چیزیں نماز میں فرض ہیں ان میں مقتدی کو امام کی متابعت کرنا، ۳۔ مقتدی کا اپنے امام کی نماز کو صحیح جاننا، ۴۔ مقتدی کا اپنے امام سے آگے نہ بڑھنا، ۵۔ مقتدی کا جہت میں اپنے امام کا مخالف نہ ہونا، ۶۔ صاحبِ ترتیب کو وقت کی گنجائش کے باوجود قضا نماز کا یاد نہ ہونا، ۷۔ عورت کا شرائطِ محاذات کے ساتھ مرد کے برابر نہ ہونا۔ ان سب کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آتی ہے۔ اب چھ ارکانِ مذکورہ کی مختصر تشریح درج کی جاتی ہے۔

۱۔ تکبیر تحریمہ

یہ دراصل نماز کی شرطوں میں سے ہے لیکن ارکان کے ساتھ ملی ہوئی ہونے کی وجہ سے ارکان میں بیان کر دیتے ہیں البتہ نمازِ جنازہ میں تکبیر تحریمہ رکن ہے شرط نہیں ہے۔ اس تکبیر کو تکبیر تحریمہ اس لئے کہتے ہیں جو باتیں نماز کے خلاف ہیں وہ اس کے کہنے سے حرام ہو جاتی ہیں، وہ تمام شرطیں جو نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں اور جن کا بیان ہو چکا ہے یعنی نجاستِ حقیقی و حکمی سے پاکی وسترِ عورت اور استقبالِ قبلہ و وقت و نیت یہ سب تکبیر تحریمہ کے لئے بھی شرطیں ہیں، یعنی تکبیر تحریمہ کے ختم ہونے سے پہلے پہلے ان شرطوں کا موجود ہونا شرط ہے۔ ان کے علاوہ تکبیر تحریمہ کے لئے مندرجہ ذیل سترہ ۱۷ شرطیں اور ہیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ ایسے لفظوں سے ہونا جن سے اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور بزرگی ثابت ہو مثلاً! سُبْحَانَ اللّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وغیرہ لیکن اللہ اکبر کہنا واجب ہے جیسا کہ واجباتِ نماز میں درج ہے۔

۲۔ تکبیر تحریمہ کے لئے پورا جملہ کہنا شرط ہے صرف مبتدا یا صرف خبر سے یہ شرط پوری نہ ہوگی اس لئے نماز نہ ہوگی یہی مختار ہے۔

۳۔ اس جملے میں خالص اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو اور بندے کی حاجت وغیرہ شامل نہ ہو۔

۴۔ نماز کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع نہ کرے (یعنی اس جملہ سے تحریمہ ادا نہ کرے کیونکہ یہ طلبِ برکت کے لئے ہے اس لئے خالص ذکر نہ رہا۔

۵۔ اللہ اکبر میں دو جگہ ہمزہ ہے اس کو مد نہ کرے۔

۶۔ اَکْبَرْ کی ب کو مد نہ کرے۔

۷۔ اللہ اکبر میں اللہ کی ھ کو حذف نہ کرے اور اکبر کی ر کو لمبا نہ کرے۔

۸۔ لفظِ اللہ کے لام کا مد (الف مقصورہ) حذف نہ کرے۔

۹۔ اللہ کی ہ اور اکبر کی ر کو لمبا نہ کرے۔

۱۰۔ جو شخص عربی میں کہہ سکتا ہو وہ الفاظِ تکبیر عربی میں کہے۔

۱۱۔ تکبیر تحریمہ کو اتنی آواز سے کہے کہ خود سن لے بشرطیکہ بہرہ نہ ہو اور وہاں شور وغل وغیرہ نہ ہو یعنی اگر وہاں شور وغل نہ ہوتا تو سن لیتا، گونگا اور ایسا بے پڑھا کہ تکبیر کہنا نہیں جانتا اس کی نماز صرف نیت سے شروع ہو جاتی ہے اس کو زبان کا ہلانا واجب نہیں۔

۱۲۔ نیت تحریمہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو خواہ حقیقۃً ہو یا حکماً،

۱۳۔ تکبیر تحریمہ نیت کے بعد ہو۔

۱۴۔ مقتدی کی تحریمہ امام کی تحریمہ سے پہلے نہ ہو۔

۱۵۔ تحریمہ کو قیام کی حالت میں کہے خواہ قیام حقیقی ہو یا حکمی، جھکے جھکے تکبیر تحریمہ کہنا درست نہیں۔

۱۶۔ قبلہ رو ہو کر کہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو۔

۱۷۔ نماز کی شرطوں کے پائے جانے کا اعتقاد یا غلبہ ظن ہو پس شک کی صورت میں تحریمہ درست نہیں ہوگی۔

۲ قیام

یعنی کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

۱۔ فرض اور واجب نمازوں میں جبکہ کوئی عذر نہ ہو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے، اگر بیماری یا زخم یا دشمن کا خوف یا کوئی اور ایسا ہی قوی عذر ہو تو فرض و واجب نماز بیٹھ کر ادا کر سکتا ہے۔

۲۔ سیدھا کھڑا ہونے کی کم سے کم حد یہ ہے کہ اگر اپنے دونوں ہاتھ لٹکائے تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں پس اس قدر جھکنا معاف ہے اور اس وقت تک وہ قیام کی حالت میں ہے اور ایسے قیام سے اور اس حد کے اندر تکبیر تحریمہ کہنے سے فرض ادا ہو جائے گا لیکن اگر دونوں ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں تو اب قیام کی حد سے نکل گیا اور رکوع کی حد میں داخل ہو گیا اب تکبیر تحریمہ کہنے یا قرأت کرنے سے نماز جائز نہ ہوگی۔

۳۔ فرض اور واجب نمازوں میں قیام کی ادنیٰ مقدار کی تفصیل یہ ہے کہ اس قدر کھڑا ہونا فرض ہے جس میں بقدرِ فرض قرأت پڑھی جا سکے اور پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ بھی کہی جا سکے اور

بقدرِ قرأت واجب قیام کرنا واجب ہے اور بقدرِ قرأتِ مسنونہ قیام کرنا سنت ہے۔

۴۔ سنتِ فجر کے علاوہ تمام سنت ونفل نمازوں میں قیام فرض نہیں اُن کا بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن آدھا ثواب ملے گا اور اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر پڑھے تو پورا ثواب ملے گا۔

۳ قرأت

۱۔ نماز میں قیام کی حالت میں کم از کم ایک آیت پڑھنا فرض ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ایک پوری آیت ہے مگر صرف اس کے پڑھنے سے فرض ادا نہ ہوگا۔

۲۔ فرض نماز کی دو رکعتوں میں خواہ وہ کوئی سی ہوں اور نمازِ وتر اور سنت ونفل کی تمام رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

۳۔ قرأت فرض عملی ہے اور اس شخص پر ہے جو اس فرض پر قادر ہے پس جس شخص کو ایک آیت بھی یاد نہ ہو وہ قرأت کی جگہ سُبۡحَانَ اللّٰہِ یا اَلۡحَمۡدُلِلّٰہِ پڑھ لے اور اس شخص پر جلد از جلد قرآن مجید سیکھنا اور قرأت فرض کی مقدار یاد کرنا فرض اور قرأت واجب کی مقدار یاد کرنا واجب ہے، نہ سیکھنے کی صورت میں وہ سخت گنہگار ہوگا۔

۴۔ قرأت کا مطلب یہ ہے کہ قدرت ہوتے ہوئے تمام حروف مخارج سے ادا کئے جائیں تاکہ ہر حرف دوسرے سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے کی صورت میں خود سن لے، جو شخص صرف خیال سے پڑھے گا زبان سے الفاظ ادا نہیں کرے گا یا مخارج سے صحیح ادا نہیں کرے گا یا آہستہ قرأت والی نماز میں ایسا نہیں پڑھے گا کہ خود سُن سکے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

۵۔ قرأت جاگنے کی حالت میں کرے، نیند کی حالت میں قرأت کی تو جائز نہیں اُسے پھر پڑھے اسی طرح رکوع یا سجدہ یا جو رکن بھی نیند کی حالت میں ادا کیا اس کو جاگنے پر دوبارہ ادا کرے۔ (لیکن اگر کوئی رکن فرض و واجب کی مقدار بیداری کی حالت میں ادا ہوا اور باقی حصہ نیند میں تو اُس رکن کے لوٹانے کی ضرورت نہیں۔ مؤلف)

۶۔ اصل عربی قرآن پاک کی قرأت کرے ترجمۂ فارسی یا اردو وغیرہ میں قرأت کرنا بلاعذر جائز نہیں۔

۷۔ قرأت شاذہ نہ ہو۔

۴ رکوع

۱۔ رکوع کے معنی جھکنے کے ہیں اس کی ادنیٰ مقدار یہ ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں اس سے کم قیام کی حالت ہے پورا رکوع یہ ہے کہ پیٹھ سیدھی بچھائے یعنی سر اور پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں ہو جائیں، بیٹھے ہوئے رکوع کرے تو اس کی ادنیٰ حد یہ ہے کہ سر بمعہ کمر کے کسی قدر جھک جائے اور اس کا پورا رکوع اس طرح ہے کہ اس کی پیشانی دونوں زانوؤں کے سامنے آجائے۔

۲۔ اگر کوئی اتنا کبڑا ہو کہ رکوع کی حد تک جھکا ہو ہو یا بڑھاپے کی وجہ سے اس قدر رکر جھک گئی ہو تو ایسے شخص کے لئے سر سے اشارہ کرنا کافی ہے، پس اس کی سر کو جھکا دینے سے اس کا رکوع ادا ہو جائے گا بلاعذر صرف سر جھکا دینے سے رکوع ادا نہیں ہوگا۔

۳۔ ہر رکعت میں صرف ایک مرتبہ رکوع کرنا فرض ہے۔

۵ دو سجدے

۱۔ زمین پر پیشانی رکھنے کو سجدہ کہتے ہیں ہر رکعت میں دو مرتبہ سجدہ کرنا فرض ہے۔

۲۔ بلاعذر صرف پیشانی پر سجدہ کیا تو جائز ہے۔ مگر مکروہ ہے اور بلاعذر صرف ناک پر سجدہ کیا تو سجدہ ادا نہیں ہوگا عذر کے ساتھ جائز ہے جبکہ ناک کا سخت حصہ زمین پر ٹک جائے ورنہ جائز نہیں۔

۳۔ صرف رخسارہ یا ٹھوڑی پر سجدہ کیا تو خواہ عذر سے ہو یا بلاعذر کسی حالت میں بھی جائز نہیں پس اگر پیشانی اور ناک دونوں پر عذر ہے مثلاً زخم ہے تو سجدے کے لئے سر سے اشارہ کر لینا کافی ہے کسی اور عضو سے سجدہ نہ کرے۔

۴۔ کسی ایسی نرم چیز پر سجدہ جائز نہیں جس میں سر دھنس جائے اور پیشانی و ناک قرار نہ پکڑے مثلاً گھاس یا بھس یا روئی یا قالین یا صوفہ یا تکیہ یا بچھونا یا بلاجمی ہوئی برف وغیرہ اور اگر وہ چیز اس قدر سخت ہو کہ پیشانی و ناک اس پر قرار پکڑ لے اور مزید دبانے سے نہ دبے اور سر نیچے نہ جائے تو جائز ہے۔ چارپائی اگر تخت کی طرح سخت ہے کہ اس میں سر نہ دھنسے اور پیشانی قرار پکڑ لے تو جائز ہے، مچان پر جبکہ تخت کی طرح سخت ہو سجدہ جائز ہے اور اگر گھاس وغیرہ کی وجہ سے اتنی نرم ہو کہ سر دھنس جائے اور قرار نہ پکڑے تو سجدہ جائز نہیں، گیہوں یا جَو کے دانوں پر سجدہ جائز ہے مکئی یا جوار یا چنے یا چاولوں پر جائز نہیں کیونکہ یہ پھسل کر پیشانی کو جمنے نہیں دیتے اور اگر یہ اناج تھیلوں وغیرہ میں کس کر بھرے ہوں تو اُن پر سجدہ جائز ہے۔

۵۔ بیل گاڑی و یکہ وغیرہ جانور کے کندھے پر نہ ہوں تو سجدہ جائز ہے اور اگر اس کا جُوا یا بم بیل اور گھوڑے وغیرہ پر ہے تو سجدہ جائز نہیں۔

۶۔ اگر کسی نے ہجوم وغیرہ عذر کی وجہ سے کسی دوسرے آدمی کی پیٹھ پر سجدہ کیا تو اس کا سجدہ جائز وصحیح ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں اوّل۔ دونوں نماز میں ہوں، دوم۔ دونوں ایک ہی نماز جماعت سے پڑھ رہے ہوں، سوم۔ ساجد کے گھٹنے زمین پر ٹکے ہوئے ہوں، چہارم۔ مسجود علیہ کا سجدہ زمین پر واقع ہو، پنجم۔ ساجد کا سجدہ مسجود علیہ کی پیٹھ پر ہو کسی اور عضو پر نہ ہو، ششم۔ ہجوم وغیرہ کی وجہ سے سجدے کی جگہ نہ ہو۔ پس اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہوگی مثلاً دونوں الگ الگ نماز پڑھ رہے ہوں یا دوسرا آدمی نماز میں نہ ہو یا کوئی عذر نہ ہو تو دوسرے آدمی کی پیٹھ پر سجدہ جائز نہیں ہوگا۔

۷۔ صافہ (پگڑی) کے پیچ پر عذر کے بغیر سجدہ کرنا درست ہے جبکہ پیچ پیشانی پر ہو اور زمین پر خوب جم جائے مگر مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر پیشانی زمین پر نہیں جمی یا سر کے کسی حصے پر سجدہ کیا تو جائز نہیں۔

۸۔ اگر قدموں کی جگہ سے سجدے کی جگہ ایک بالشت یعنی بارہ انگل تک اونچی ہو تو سجدہ جائز ہوگا اور اگر اس سے زیادہ اونچی ہو تو بلا عذر جائز نہیں عذر کے ساتھ جائز ہے۔

۹۔ سجدے میں کم از کم ایک پاؤں کا زمین پر رکھنا ضروری ہے۔ اگر سجدہ کیا اور دونوں پاؤں زمین پر نہ رکھے تو سجدہ جائز نہیں اور اگر ایک پاؤں رکھا تو عذر کے ساتھ بلا کراہت جائز ہے اور بلا عذر کراہت کے ساتھ جائز ہے، پاؤں کا رکھنا انگلی کے رکھنے سے ہے اگرچہ ایک ہی انگلی ہو۔

۱۰۔ سوتے ہوئے سجدہ کیا تو جائز نہیں اس کا اعادہ کرے۔

۶ قعدۂ اخیرہ

۱۔ نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد بیٹھنے کو قعدۂ اخیرہ کہتے ہیں، تمام نمازوں میں خواہ وہ فرض ہوں یا واجب یا سنت و نفل قعدۂ اخیرہ فرض ہے۔

۲۔ قعدۂ اخیرہ میں بقدر تشہد یعنی التحیات تا عبدہٗ و رسولہٗ صحتِ الفاظ کے ساتھ جلدی جلدی پڑھے جانے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے خواہ تشہد پڑھے یا نہ پڑھے اور تشہد کا پڑھنا واجب ہے جیسا کہ واجبات میں بیان ہوگا۔

فائدہ

خروج بصنعہ یعنی اپنے اختیار سے نماز سے باہر ہونا اختلافی ہے بعض نے اس کو رکن اور فرض

شمار کیا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ یہ فرض و رکن نہیں ہے۔

واجباتِ نماز

نماز کے کچھ واجبات ہیں اگر ان میں سے کوئی بھولے سے چھوٹ جائے تو سجدۂ سہو کر لینے سے نماز درست ہو جاتی ہے اگر بھولے سے چھوٹ جانے پر سجدۂ سہو نہ کیا یا قصداً کسی واجب کو چھوڑ دیا تو اس نماز کو لوٹانا واجب ہو جاتا ہے پس اگر نہیں لوٹائے گا تو فاسق و گنہگار ہوگا کیونکہ ترکِ واجب سے نماز مکروہِ تحریمی ہوتی ہے اور اس کا لوٹانا واجب ہوتا ہے۔ جب امام ترکِ واجب کی وجہ سے نماز کا اعادہ کرے تو اگر اس دوسری دفعہ کی جماعت میں کوئی نیا مقتدی شریک ہو جائے تو صحیح یہ ہے کہ اس کی نماز درست ہے۔

واجباتِ نماز اکتیس ۳۱ ہیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ تکبیر تحریمہ کا خاص اللہ اکبر کے لفظ سے ہونا۔

۲۔ قرأتِ واجبہ یعنی سورۂ فاتحہ اور کوئی چھوٹی سورۃ یا چھوٹی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت کی مقدار قیام کرنا لیکن امی یا گونگے یا اس مقتدی کے لئے جو امام کو رکوع میں پائے قیام کی کوئی مقدار واجب نہیں۔

۳۔ تین یا چار رکعت والی فرض نماز میں قرأتِ فرض کے ادا کرنے کے لئے پہلی دو رکعتوں کا متعین کرنا۔

۴۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کا پڑھنا۔

۵۔ فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور باقی نمازوں کی تمام رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی چھوٹی سورۃ یا چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت پڑھنا۔

۶۔ سورۂ فاتحہ کو قرأتِ سورۃ یا آیات سے پہلے پڑھنا۔

۷۔ سورۃ ملانے سے پہلے سورۃ فاتحہ ایک ہی دفعہ پڑھنا اس سے زیادہ نہ پڑھنا۔

۸۔ جو فعل ہر رکعت میں مکرر (دو دفعہ) ہوتا ہے یعنی سجدہ یا تمام نماز میں مکرر ہوتا ہے جیسا کہ عدد رکعات ان میں ترتیب ہونا یعنی کوئی فاصلہ نہ ہونا پس قرأت و رکوع، سجدوں اور رکعتوں میں ترتیب قائم رکھنا واجب ہے یعنی الحمد اور سورۃ کے درمیان کسی اجنبی کا فاصل نہ ہونا (آمین سورۂ الحمد کے تابع ہے اور بسم اللہ سورۃ کے تابع ہے اس لئے یہ اجنبی و فاصل نہیں ہیں) اور قرأت کے

بعد متصلاً رکوع کرنا اور ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ متصلاً ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی رکن فاصل نہ ہو واجب ہے۔

۹۔ قومہ کرنا یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔

۱۰۔ سجدہ میں پیشانی کے اکثر حصہ کا لگانا (کچھ پیشانی کا لگانا فرض ہے اگرچہ قلیل ہو)

۱۱۔ جلسہ یعنی دونوں سجدوں کے درمیان میں سیدھا بیٹھنا۔

۱۲۔ تعدیلِ ارکان یعنی رکوع و سجود و قومہ و جلسے کو اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنا یعنی ان میں کم از کم ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا، تعدیلِ اعضا کے ایسے سکون کو کہتے ہیں کہ ان کے سب جوڑ کم سے کم سبحان اللہ کہنے کی مقدار ٹھہر جائیں۔

۱۳۔ پہلا قعدہ یعنی تین یا چار رکعت والی فرض نماز اور چار رکعت والی نفل نماز میں دو رکعتوں کے بعد تشہد کی مقدار بیٹھنا۔

۱۴۔ ہر قعدے میں پورا تشہد یعنی التحیات اخیر تک پڑھنا اگر ایک لفظ بھی چھوڑ دے گا تو ترکِ واجب ہوگا۔

۱۵۔ فرض و واجب (وتر) اور سننِ مؤکدہ کے قعدۂ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ بڑھانا اللّٰہم صلّ علیٰ محمد ﷺ یا اس کی مقدار بڑھانے سے ترکِ واجب ہوگا اگرچہ اتنی دیر خاموش رہے اور کچھ نہ پڑھے اس سے کم مقدار ہو تو ترکِ واجب نہیں ہوگا۔

۱۶۔ سلام کے لفظ کے ساتھ نماز سے باہر ہونا۔

۱۷۔ دو بار لفظ اَلسَّلَامُ کہنا واجب ہے عَلَیْکُم واجب نہیں، پہلے سلام پر نماز سے باہر ہو جاتا ہے اس کے بعد امام کی اقتدا درست نہیں۔

۱۸۔ نمازِ وتر میں دعائے قنوت کے لئے اللہ اکبر کہنا۔

۱۹۔ نماز وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

۲۰۔ دونوں عیدوں کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا یعنی ہر رکعت میں تین بار اللہ اکبر کہنا ہر تکبیر جداگانہ واجب ہے ایک تکبیر بھی چھوڑ دے گا تو ترکِ واجب ہوگا۔

۲۱۔ دونوں عیدوں کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع کی تکبیر لفظ اللہ اکبر سے کہنا اگر کسی اور لفظ سے کہے گا تو ترکِ واجب ہوگا جیسا کہ ہر نماز میں تکبیر تحریمہ کا حکم ہے۔

۲۲۔ امام کو جہری نمازوں میں جہر کرنا یعنی مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعتوں اور نمازِ فجر و

جمعہ و عیدین و تراویح و رمضان المبارک کے وتروں کی ہر رکعت میں جہر یعنی آواز سے پڑھنا۔ جہر کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کی آواز قریب والے سن سکیں، اگر اکیلا نماز پڑھے تو جہری نمازوں میں جہر کرنا اس سے پر واجب نہیں البتہ افضل ہے اگر جہری نمازیں قضا ہو جائیں اور ان کو جماعت سے قضا کرے تو امام ان کو بھی جہر ہی سے پڑھے اور منفرد کو اختیار ہے خواہ جہر کرے یا آہستہ پڑھے۔

۲۳۔ امام کو سری نمازوں یعنی نمازِ ظہر و عصر کی کل رکعتوں میں اگرچہ عرفات میں ہو اور نمازِ مغرب کی تیسری رکعت و نمازِ عشا کی آخری دو رکعتوں اور دن کے نوافل مثلاً کسوف و استسقاء میں آہستہ قرأت کرنا۔ آہستہ پڑھنے کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اپنی آواز وہ خود سن سکے یا اس کے قریب کا ایک دو آدمی سن لے صرف خیال دوڑا لینے سے نماز نہیں ہوگی بلکہ زبان سے پڑھنا ضروری ہے۔

۲۴۔ نماز کے اندر ہر فرض یا واجب کا اس کے مقام پر ادا کرنا یعنی دو فرض یا دو واجب یا فرض و واجب کے درمیان تین تسبیح (تین بار سبحان اللہ کہنے) کی مقدار تاخیر نہ کرنا۔

۲۵۔ پہلی اور تیسری رکعت کے دوسرے سجدے کے بعد قعدہ نہ کرنا یعنی ایک رکن کی مقدار دیر نہ کرنا۔

۲۶۔ ایک رکعت میں رکوع دو دفعہ نہ کرنا یعنی ہر رکعت میں رکوع ایک ہی بار ہونا۔

۲۷۔ ہر رکعت میں دو ہی سجدے کرنا تین سجدے نہ کرنا۔

۲۸۔ نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدۂ تلاوت کرنا۔

۲۹۔ نماز میں سہو ہوا تو سجدۂ سہو کرنا۔

۳۰۔ آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدۂ تلاوت ادا کرنے میں تین آیت یا اس سے زیادہ تاخیر نہ کرنا۔

۳۱۔ قرأت کے سوا تمام واجبات میں امام کی متابعت کرنا۔

نماز کی سنتیں

اگر نماز بھولے سے یا دانستہ کوئی سنت چھوٹ جائے تو نہ نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے مگر دانستہ چھوڑنے سے برائی اور ملامت کا مستحق ہوتا ہے اور اگر سنت کو حق نہ جانے گا یا حقیر جانے گا تو کافر ہو جائے گا۔ نماز کی ساٹھ سنتیں ہیں، ان میں سے سات سنتیں تکبیر تحریمہ سے متعلق ہیں اور آٹھ قیام و قرأت سے، آٹھ رکوع سے، ایک قومہ سے، دو تبدیلی رکن سے، سولہ سجدے سے، دس جلسے و قعدے سے، سات سلام سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک مقتدی سے متعلق

ہے، ان کی تفصیل یہ ہے۔

تکبیر تحریمہ کی سنتیں

۱۔ تکبیر تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھوں کو اٹھانا۔

۲۔ دونوں ہاتھوں کا تکبیر سے پہلے اٹھانا۔

۳۔ دونوں ہاتھوں کا کانوں تک اٹھانا اس طرح کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں اور انگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہوں، عورتیں دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں، عذر کی حالت میں مردوں کو بھی کندھوں تک اُٹھانے میں مضائقہ نہیں۔

۴۔ ہاتھ اٹھاتے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اپنے حال پر کھلی رکھنا یعنی نہ بہت ملی ہوئی ہوں اور نہ بہت کُھلی ہوں۔

۵۔ انگلیوں اور ہتھیلیوں کو قبلہ رُخ رکھنا۔

۶۔ تکبیر کہتے وقت سر کو نہ جھکانا بلکہ اعتدال کے ساتھ کھڑا ہونا۔

۷۔ تکبیر تحریمہ کے بعد ناف کے نیچے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی کلائی کے جوڑ پر رہے انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ بنا کر کلائی کو پکڑے باقی تین انگلیاں کلائی کی پشت پر رہیں عورتیں سینے پر دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھیں اور حلقہ نہ بنائیں۔

قیام وقرأت کی سنتیں

۸۔ پھر پہلی رکعت میں ثنا یعنی سبحانك اللّٰھم آخر تک پڑھنا۔

۹۔ پھر پہلی رکعت میں تعوذ یعنی اعوذ باللہ الخ پڑھنا۔

۱۰۔ پھر ہر رکعت میں الحمد سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا۔

۱۱۔ پھر فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا۔

۱۲۔ ہر رکعت میں الحمد ختم ہونے پر آمین کہنا خواہ امام ہو یا منفرد اور جہری نمازوں میں مقتدی بھی کہے۔

۱۳۔ ثنا و تعوذ و بسم اللہ و آمین کو آہستہ کہنا۔

۱۴۔ جس جس نماز میں جس قدر قرآن پڑھنا سنت ہے اس کے موافق قرآن پڑھنا۔

۱۵۔صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کی قرأت دوسری سے لمبی کرنا۔

رکوع کی سنتیں

۱۶۔رکوع میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ پڑھنا۔

۱۷۔رکوع میں پیٹھ اور سرین کو اس طرح ہموار کردینا کہ پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہرا رہے۔

۱۸۔رکوع میں سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں رکھنا سر کو نہ اونچا رکھے نہ نیچا بلکہ سر اور پیٹھ اور سُرین تقریباً ایک سیدھ میں برابر ہوں۔

۱۹۔دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا۔

۲۰۔اور انگلیوں کو خوب کھلا رکھنا۔

۲۱۔پنڈلیوں کو سیدھا کھڑا رکھنا اور گھٹنوں میں خم نہ دینا۔

۲۲۔دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دینا۔

۲۳۔بازوؤں کو پہلوؤں سے جُدا رکھنا (رکوع کا یہ مسنون طریقہ مردوں کے لئے ہے عورتیں رکوع میں صرف اسقدر جھکیں کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں کمر بالکل سیدھی نہ بچھائیں ہاتھ کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں اور گھٹنوں پر ہاتھ صرف رکھدیں زور نہ دیں گھٹنوں میں خم رکھیں اور بازو پہلو سے ملے رہیں۔)

قومے اور تبدیلیٔ رکن کی سنتیں

۲۴۔قومے میں امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ اور مقتدی رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے اور منفرد یہ دونوں کہے۔

۲۵۔رکن تبدیل کرتے وقت تکبیر کہنا یعنی رکوع و سجود میں جاتے وقت اور سجود سے اٹھتے وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا۔

۲۶۔امام کو رکن کی تبدیلی کی تکبیر اور تسمیع اور سلام بقدرِ ضرورت بلند آواز سے کہنا اور اس میں لوگوں کو خبردار کرنے کی نیت کرنا، اسی طرح مُکَبِّر بھی خبردار کرنے کی نیت سے تکبیر و رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہے، مقتدی و منفرد آہستہ کہے کہ خود سُن سکے۔

سجدے کی سنتیں

۲۷۔سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں گھٹنے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھنا۔

۲۸۔سجدے سے اُٹھتے وقت اس کے برعکس پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا۔

۲۹۔سات اعضا (دونوں گھٹنے دونوں ہاتھ دونوں پاؤں کے پنجے اور پیشانی) پر سجدہ کرنا۔ ناک پیشانی کے ساتھ شامل ہے اس لئے صرف پیشانی پر سجدہ کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے اور صرف ناک پر سجدہ کرنا بلا عذر جائز نہیں عذر کے ساتھ جائز ہے جبکہ ناک کا سخت حصہ زمین پر لگے ورنہ جائز نہیں۔

۳۰۔سجدے میں دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا ہوا رکھنا۔

۳۱۔اور اُن انگلیوں کو قبلہ رُخ رکھنا۔

۳۲۔سجدہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان کرنا۔

۳۳۔سجدے میں دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کو قبلہ رُخ رکھنا۔

۳۴۔اور سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا۔

۳۵۔اپنی ہتھیلیوں پر سہارا دینا۔

۳۶۔بازوؤں کو پہلوؤں سے جُدا رکھنا لیکن جماعت کے اندر پہلو سے مِلا رکھنا۔

۳۷۔کہنیوں کو زمین پر نہ بچھانا بلکہ اُٹھا ہوا رکھنا۔

۳۸۔پیٹ کو رانوں سے جُدا رکھنا (سجدے کا یہ طریقہ مردوں کے لئے ہے عورتیں بازو پہلوؤں سے اور پیٹ ران سے اور ران پنڈلیوں سے اور کہنیاں زمین سے ملا دیں پاؤں کے پنجے کھڑے نہ کریں اور ہاتھوں پر زور نہ دیں بلکہ جس طرح التحیات میں بیٹھتی ہیں اسی طرح بیٹھ کر اور سمٹ کر سجدے کے لئے پیشانی زمین پر لگائیں)،

۳۹۔اگر عذر نہ ہو تو سجدے میں دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے علی الترتیب ایک ساتھ زمین پر رکھنا اگر عذر کی وجہ سے ایسا نہ کرسکے تو دائیں ہاتھ اور گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرنا۔

۴۰۔ہر سجدے میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا۔

۴۱۔دوسرے سجدے کے بعد جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو پنجوں کے بَل اُٹھنا۔

۴۲۔گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اُٹھنا (عذر کی حالت میں زمین پر ہاتھ رکھ کر اُٹھنے میں حرج نہیں)۔

جلسے وقومے کی سنتیں

۴۳۔ ہر جلسے وقعدے میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا۔

۴۴۔ دائیں پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلہ کی طرف رہیں۔

۴۵۔ دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا۔

۴۶۔ اور ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا۔

۴۷۔ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا، گھٹنے کو پکڑنا نہیں چاہئے (عورتیں بائیں سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں پاؤں داہنی طرف نکال دیں۔)

۴۸۔ تشہد میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر کلمہ شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا۔

۴۹۔ قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لئے اُٹھتے وقت گھٹنوں پر ہاتھوں کا زور دے کر اُٹھنا، بلاعذر زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اُٹھنا جس قعدے یا رکعت کے بعد اُٹھنا ہو اسی طرح اُٹھنا سنت ہے۔

۵۰۔ قعدۂ اخیرہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا (درود ابراہیمی پڑھنا افضل ہے)

۵۱۔ قعدۂ اخیر میں درود کے بعد سلام سے پہلے دعا پڑھنا۔

۵۲۔ دعا عربی زبان میں ہونا، دعا ایسی ہو جس کا بندوں سے مانگنا محال ہو۔

سلام کی سنتیں

۵۳۔ پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف سلام پھیرنا۔

۵۴۔ سلام کے وقت منھ کو دائیں اور بائیں طرف پھیرنا، اس طرح پر کہ اس کے داہنے رخسارے کی سفیدی اس طرف کے پیچھے والے نمازی کو نظر آجائے اور اسی قدر بائیں طرف کو پھرے۔

۵۵۔ امام کو دونوں سلام بلند آواز سے کہنا۔

۵۶۔ مگر دوسرے سلام کا پہلے کی نسبت پست آواز سے ہونا۔

۵۷۔ امام کو داہنی طرف کے سلام میں دائیں طرف والے اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف والے مقتدیوں اور فرشتوں کی نیت کرنا، مقتدی کو ہر طرف کے سلام میں اس طرف کے مقتدیوں اور فرشتوں کی اور جس طرف امام ہو تو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرنا اگر مقتدی بالکل امام کے پیچھے ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے، منفرد دونوں طرف میں صرف فرشتوں کی نیت کرے۔

۵۸۔ سلام اِن لفظوں سے ہونا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ ۔

۵۹۔ سلام کے بعد دائیں یا بائیں طرف یا مقتدیوں کے سامنے کی طرف پھر کر بیٹھنا جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے بلاسترہ نماز میں نہ ہو۔

مقتدی سے متعلق سنتیں

۶۰۔ مقتدی کے تمام ارکان امام کے ساتھ ادا ہونا اسی طرح مقتدی کی تکبیر تحریمہ کا امام کے ساتھ ہونا۔

مستحباتِ نماز

مستحبات یعنی آدابِ نماز کا ترک کراہت وعتاب کا موجب نہیں ہے لیکن اُن کا کرنا افضل و باعثِ ثواب ہے۔ نماز میں بارہ ۱۲ مستحبات ہیں وہ یہ ہیں۔

۱۔ دونوں قدموں کے درمیاں چار اُنگل کی مقدار یا اس کے مثل فاصلہ ہونا (بعض نے اس کو سنتوں میں شمار کیا ہے)

۲۔ تکبیر تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ چادر یا آستین وغیرہ سے باہر نکال کر اُٹھانا جبکہ سردی وغیرہ کا عذر نہ ہو، عذر کی حالت میں یہ فعل مستحب نہیں اور یہ مردوں کے لئے ہے، عورتیں کسی حالت میں بھی ہاتھ چادر یا دوپٹہ وغیرہ سے باہر نہ نکالیں بلکہ چُھپائے ہوئے اُٹھائیں۔

۳۔ منفرد کو رکوع وسجود میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح کہنا لیکن طاق مرتبہ کہے مثلاً پانچ یا سات یا نو مرتبہ۔

۴۔ قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر اور رکوع میں دونوں پاؤں کی پیٹھ پر اور سجدہ میں ناک کے سرے (نوک) پر اور جلسے اور قعدے میں اپنی گود پر اور پہلا سلام پھیرتے وقت اپنے داہنے مونڈھے پر اور دوسرے سلام میں بائیں مونڈھے پر نظر رکھنا۔

۵۔ اگر جمائی آجائے تو جہاں تک ہو سکے اس کو روکنا اور منہ کو بند رکھنا اگر نہ رُکے تو نیچے کے ہونٹ کو دانتوں سے پکڑے، اگر اس سے بھی نہ رُکے اور مُنہ بند نہ ہو سکے تو قیام کی حالت میں سیدھے ہاتھ کی پُشت سے یا آستین سے اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پُشت سے یا آستین سے منہ کو ڈھانپ لے۔

۶۔ جہاں تک ہو سکے کھانسی کو روکنا،

۷۔ امام اور مقتدی کا نماز کے لئے اس وقت کھڑا ہونا جبکہ تکبیر کہنے والا حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے۔

۸۔ امام اور مقتدیوں کا نماز اس وقت شروع کرنا یعنی تکبیر تحریمہ کہنا جبکہ تکبیرا قامت میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کہا جائے اور اگر تکبیرا قامت ختم ہونے تک مؤخر کرے تو بالا جماع کوئی حرج نہیں اختلاف صرف افضلیت میں ہے، (امام ابو یوسفؒ اور ائمہٗ ثلاثہ کے نزدیک اقامت پوری ہونے تک نماز شروع کرنے میں تاخیر کرنا افضل ہے اور یہی معتدل اور صحیح تر مذہب ہے کیونکہ اس سے مؤذن کی متابعت اور امام کے شروع کرنے میں مدد ملتی ہے، اسی طرح صفیں سیدھی کرنے کے لئے پہلے سے کھڑا ہونا ہی زیادہ مناسب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرامؓ مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ کمافی الشامی وغیرہ)۔

جب کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آئے کہ تکبیر اقامت کا وقت ہو تو اس کو کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے یعنی خلافِ ادب وخلافِ اولیٰ ہے۔

۹۔ الحمد شریف کے بعد جب سورۃ پڑھے تو پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا، اگر سورۃ کی بجائے آیات پڑھے تو بسم اللہ پڑھنا مستحب نہیں ہے۔

۱۰۔ دونوں سجدوں کے درمیان دعائے مغفرت پڑھنا اور وہ یہ ہے! اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَعَافِنِیْ وَارْزُقْنِیْ یا صرف رَبِّ اغْفِرْ لِیْ ایک مرتبہ یا تین مرتبہ کہہ لے۔

۱۱۔ ہر قعدے میں خاص حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تشہد پڑھنا جو آگے نماز کی ترکیب میں آ رہا ہے۔

۱۲۔ قنوت میں خاص اس دعا کا پڑھنا اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ الخ اور اس کے ساتھ اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ الخ کا پڑھ لینا بھی اولیٰ ہے۔

نماز کی پوری ترکیب

نماز کی پوری ترکیب جو سلف سے منقول چلی آ رہی ہے جس میں سب فرض و واجب وسنت اور مستحب اپنی اپنی جگہ پر ادا ہوں اس طرح پر ہے کہ جب نماز پڑھنے کا ارادہ ہو تو تمام شرائطِ نماز کے ساتھ شروع کرے یعنی پہلے اپنا بدن حدثِ اکبر واصغر اور ظاہری ناپاکی سے پاک کر کے پاک کپڑے پہن کر پاک جگہ پر، قبلے کی طرف منھ کر کے اس طرح کھڑا ہو کہ دونوں قدموں کے

درمیان چار انگل یا اس کے لگ بھگ فاصلہ رہے پھر جو نماز پڑھنی ہے اس کی نیت دل میں کرے مثلاً یہ کہ آج کی فجر کی فرض نماز اللہ تعالیٰ کے واسطے پڑھتا ہوں اور زبان سے بھی کہہ لے تو اچھا ہے پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لوتک اُٹھائے اس طرح کہ ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور انگلیاں قبلہ رُخ رہیں اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل ہوں، انگلیوں کے سرے کانوں کے کناروں کے مقابل ہوں انگلیاں اعتدال کے ساتھ ایک دوسرے سے جُدا رہیں یعنی عادت کے مطابق درمیانی حالت میں ہوں، بالکل ملی ہوئی یا زیادہ کھلی ہوئی نہ ہوں اور جب کانوں کی لوتک انگوٹھے پہنچ جائیں تو تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَر کہے، ہاتھ تکبیر سے پہلے اُٹھائے یہی اصح ہے تکبیر تحریمہ کے وقت سر نہ جھکائے بلکہ اعتدال کے ساتھ کھڑا رہے اور تمام نماز میں اسی اعتدال کے ساتھ کھڑا ہو، تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھ لے، بعض ناواقف لوگ تکبیر تحریمہ سے فارغ ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو نیچے لٹکا دیتے ہیں پھر ان کو ناف کے نیچے باندھتے ہیں، یہ لٹکانا ٹھیک نہیں ہے ایسا نہیں کرنا چاہیئے۔ ناف کے نیچے اس طرح ہاتھ باندھے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر یعنی کلائی کے جوڑ پر رہے اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقے کے طور پر بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑ لے باقی تین انگلیاں کلائی کی پُشت پر رہیں اور نظر سجدے کی جگہ پر رہے پھر آہستہ آواز سے کہ جس کو صرف خود سُن سکے ثنا پڑھے اور وہ یہ ہے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

امام یا مقتدی یا تنہا نماز پڑھتا ہو سب کے لئے یہی حکم ہے اور ثناء میں جَلَّ ثَنَاؤُكَ سوائے نماز جنازہ کے اور کسی نماز میں نہ پڑھے اور!

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ؕ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَ نُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

تحریمہ کے بعد نہ پڑھے اور نہ ثنا کے بعد پڑھے البتہ نفل نماز میں ثناء کے ساتھ ملانا جائز ہے اور اولیٰ یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ سے پہلے بھی اس سے نیت ملانے کے لئے نہ پڑھے یہی صحیح ہے اور متاخرین نے اس کو اختیار کیا ہے کہ تحریمہ سے پہلے اس کو کہہ لے اور صحیح قول یہ ہے کہ اس میں انا اوّل المسلمین کہنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ نمازی اس کو تلاوت کے قصد سے کہتا ہے۔ نہ کہ اپنے حال کی خبر دیتا ہے، نیز احادیثِ صحیحہ سے اس کا پڑھا جانا ثابت ہے اس لئے مفسدِ نماز نہیں

ہوسکتا البتہ اس کا جواز نفلوں میں پڑھنے پر محمول کیا گیا ہے، پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھے اور سنت یہ ہے کہ اسے آہستہ پڑھے۔ امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک تعوذ قرأت کا تابع ہے ثنا کا تابع نہیں اسی پر فتویٰ ہے اس لئے مسبوق جب اپنی باقی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو تعوذ پڑھے، اور جو مقتدی شروع سے امام کے ساتھ شریک ہو وہ تعوذ نہ پڑھے کیونکہ وہ قرأت نہیں پڑھے گا اور عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں عید کی تکبیروں کے بعد تعوذ پڑھے اس لئے کہ تکبیروں کے بعد قرأت پڑھے گا اور تعوذ نماز شروع کرتے وقت یعنی پہلی رکعت میں ہے باقی رکعتوں میں نہیں ہے، پس اگر نماز شروع کر دی اور تعوذ کو بھول گیا یہاں تک کہ الحمد پڑھ لی پھر اس کے بعد یاد آیا تو تعوذ نہ پڑھے، اسی طرح اگر ثنا پڑھنا بھول گیا اور الحمد شروع کر دی درمیان میں یاد آیا تو اب اس کو نہ پڑھے، اس لئے کہ ان کے پڑھنے کا موقع جاتا رہا، تعوذ کے بعد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آہستہ پڑھے خواہ وہ نماز جہری ہو یا سری اور خواہ امام ہو یا منفرد، بسم اللہ ہر رکعت کے اول میں پڑھے یعنی الحمد سے پہلے پڑھے اسی پر فتویٰ ہے، فاتحہ اور سورت کے درمیان میں بسم اللہ پڑھنا سنت نہیں ہے خواہ نماز سری ہو، یہی صحیح ہے لیکن مکروہ بالاتفاق نہیں بلکہ سورۃ سے پہلے آہستہ پڑھنا مستحب ہے اگرچہ جہری نماز ہو، البتہ اگر سورت کی جگہ آیات پڑھے تو ان کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا بالاتفاق سنت نہیں ہے۔ بسم اللہ کے بعد الحمد شریف (سورۂ فاتحہ) پڑھے جبکہ وہ منفرد یا امام ہو اور مقتدی نہ پڑھے اور جب سورۂ فاتحہ ختم کر لے تو آہستہ سے آمین کہے خواہ تنہا نماز پڑھنے والا ہو یا امام یا مقتدی ہو جبکہ قرأت سنتا ہو، اور اس پر اتفاق ہے کہ یہ نماز کا جزو نہیں ہے اس کے معنی ہیں "اے اللہ تو ہماری دعائیں قبول کر" آمین میں دو لغت ہیں مَدّ بھی ہے اور قصر بھی، یعنی بغیر مد کے بھی اور اس کے تلفظ کی نَو صورتیں ہیں، ان میں سے ان پانچ صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی۔ (۱) آمین الف کے مد کے ساتھ، اس طرح کہنا سنت اور افضل ہے۔ (۲) قصر کے ساتھ یعنی امین، (۳) امالے کے ساتھ یعنی ایمین (ان دونوں طرح سے بھی جائز ہے اور سنت ادا ہو جاتی ہے لیکن افضل نہیں ہے)، (۴) الف کا مد اور م کی تشدید پڑھنا یعنی آمّین۔ (۵) الف کا مد اور ی کا حذف یعنی آمِن (ان دونوں صورتوں میں سنت ادا نہیں ہوتی لیکن نماز بھی فاسد نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ الفاظ قرآن میں موجود ہیں)۔

چار صورتیں ایسی ہیں جن سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (۱) الف مقصورہ مع تشدید میم یعنی اَمّین۔ (۲) الف مقصورہ مع حذف ی یعنی اَمِنْ۔ (۳) تشدید میم و حذف ی یعنی اَمّن۔

(۴) الف مقصورہ ومیم مقصورہ مع حذف ی یعنی اَمِنْ (یہ چاروں الفاظ قرآن میں نہیں ہیں اس لئے مفسدِ نماز ہیں)۔ اگر مقتدی آہستہ قرأت والی نماز یعنی ظہر وعصر میں امام سے وَلَا الضَّالِّيْنَ سُن لے تو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ آمین نہ کہے اس لئے کہ اس جہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ آمین کہے، جمعہ یا عیدین کی نماز میں یا اور جس نماز میں جماعتِ کثیر ہو اگر مقتدی بلا واسطہ امام کی تکبیر نہ سُنے بلکہ بالواسطہ سُن لے یعنی دوسرے مقتدیوں کی (جو امام کے قریب ہیں) آمین سُن لے تو بعض کے نزدیک آمین کہے۔ پھر کوئی سورۃ یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھے تاکہ واجب قرأت ادا ہو جائے بلکہ قرأتِ مسنونہ کے مطابق پڑھے تاکہ کراہتِ تنزیہی دور ہو، قرأت مسنونہ کا بیان آگے آتا ہے، قرأت صاف صاف اور صحیح صحیح پڑھے جلدی نہ کرے لیکن اگر امام کے پیچھے نماز پڑھے یعنی مقتدی ہو تو صرف ثناء پڑھ کر خاموش کھڑا رہے تعوذ وتسمیہ وسورہٗ فاتحہ وسورۃ نہ پڑھے قرأت سے فارغ ہو کر رکوع کرے اس طرح پر کہ کھڑا ہوا اللہ اکبر شروع کرے اور کہتے ہوئے جھکتا جائے یعنی تکبیر کی ابتدا جھکنے کی ابتدا کے ساتھ ہو اور فراغت اس وقت ہو جب پورا رکوع میں چلا جائے اور اس مسافت کو پورا کرنے کے لئے اللہ کے لام کو بڑھائے اکبر کی ب وغیرہ کسی حرف کو نہ بڑھائے معتمد قول یہ ہے کہ سب قرأت پوری کر کے رکوع میں جائے کوئی حرف یا کلمہ جھکنے کی حالت میں پورا کرنے میں بعض کے نزدیک کچھ مضائقہ نہیں لیکن یہ قول ضعیف اور غیر معتمد ہے، امام رکوع وسجود کی تکبیروں میں جہر کرے اور ہر تکبیر میں اللہ اکبر کی رکو جزم کرے یعنی ساکن کرے، رکوع میں انگلیوں کو کھلا کر کے اُن سے گھٹنوں کو پکڑ لے اور دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دے انگلیوں کا کھلا رکھنا سوائے اس وقت کے اور انگلیوں کو ملا ہوا رکھنا سوائے حالت سجدہ کے اور کسی وقت سنت نہیں ہے یعنی نماز کے اندر ان دو موقعوں کے سوا اور سب موقعوں میں انگلیوں کو اپنی حالت پر رکھے نہ زیادہ کھلی ہوں اور نہ بالکل ملی ہوئی ہوں، رکوع میں پیٹھ کو ایسا سیدھا بچھا دے کہ اگر اُس پر پانی کا پیالہ رکھ دیا جائے تو ٹھیک رکھا رہے، سر کو نہ اونچا کرے نہ جھکائے بلکہ سر اور پیٹھ اور سرین ایک سیدھ میں رہیں، بازو پہلوؤں سے جُدا رہیں، پنڈلیاں سیدھی کھڑی رہیں، اپنے گھٹنوں کو کمان کی طرح جھکانا جیسا کہ اکثر عوام کرتے ہیں مکروہ ہے (بازوؤں میں بھی خم نہیں ہونا چاہیے، اکثر عوام رکوع میں گھٹنوں اور بازوؤں میں خم کر دیتے ہیں، مؤلف) رکوع میں نظر دونوں پاؤں کی پیٹھ پر رہے اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمُ تین بار پڑھے، یہ کم سے کم تعداد ہے، اگر تسبیح بالکل نہ پڑھے یا ایک بار پڑھے تو بھی جائز ہے مگر

مکروہ تنزیہی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی سے زیادہ تحریمی سے کم ہے (اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام مالکؒ اور بعض احناف کے نزدیک ایک بار تسبیح کہنا واجب ہے اس لئے ضروری کہہ لینا چاہئے تاکہ اختلافِ ائمہ سے بچا رہے،) جب رکوع طمانیت سے ہوجائے تب سر اٹھائے اور اگر طمانیت نہ ہوئی تو صحیح یہ ہے کہ ترکِ واجب کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا، اگر امام ہے تو رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے صرف سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ پڑھے اور اگر مقتدی ہے تو صرف رَبَّنَالَکَ الْحَمْدُ پڑھے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ نہ پڑھے اور اگر تنہا نماز پڑھے تو اصح یہ ہے کہ دونوں کو پڑھے اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ رکوع سے اٹھتے ہوئے کہے یعنی سر اٹھانے کے ساتھ ہی یہ الفاظ شروع کردے اور کھڑا ہونے تک پورا کرے، جھکے جھکے یا سیدھا ہو کر نہ کہے اور جب سیدھا ہوجائے تو ربنا لک الحمد کہے یہی سنت ہے۔ کسی شخص نے رکوع سے اٹھتے وقت سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ نہ کہا اور سیدھا کھڑا ہوگیا تو اب سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ نہ کہے اور اسی طرح ہر اُس ذکر کا حال ہے جو حالتِ انتقال یعنی رکن بدلنے کے لئے ہے جیسے تکبیر کہ قیام سے رکوع کی طرف جھکتے وقت یا رکوع سے سجدے کی طرف جھکتے وقت یا سجدے سے اُٹھتے وقت کہتے ہیں، اگر اس کو اس کے مقام پر ادا نہ کرے تو بعد میں ادا نہ کرے۔ اسی طرح سجدے میں جو تسبیح باقی رہ جائے وہ سر اٹھانے کے بعد نہ کہے بلکہ ضروری ہے کہ ہر چیز میں اس کی جگہ کی رعایت کرے۔ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کی ہ کو جزم کرے اور حرکت (یعنی پیش) کو ظاہر نہ کرے یعنی ھُو نہ کہے (ایک قول کے مطابق ضمہ اشباع کے ساتھ یعنی حَمِدَ ھُوْ کہے) پھر جب سیدھا کھڑا ہوجائے تو تکبیر کہہ کر سجدے میں جائے، تکبیر (اللہ اکبر) جھکتے ہوئے کہے اور سجدے میں پہنچنے تک ختم کرے، سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار پڑھے اور یہ کم سے کم تعداد ہے، اگر تسبیح بالکل ترک کردے گا یا تین بار سے کم کہے گا تو یہ فعل مکروہ تنزیہی ہے بلکہ صحیح یہ ہے کہ تنزیہی سے زیادہ اور تحریمی سے کم ہے اور ائمہ کے اختلاف سے بچنے کے لئے کہہ لینا چاہئے جیسا کہ رکوع میں بیان ہوا اور رکوع و سجدہ کی تسبیح تین بار سے زیادہ کہنا مستحب ہے جبکہ امام نہ ہو لیکن طاق عدد پر ختم کرے یعنی تسبیح کم سے کم تین بار پڑھے اور اوسط پانچ بار اور اکمل سات بار اور اس سے بھی زیادہ کرے تو زیادہ ثواب ہے اگر امام ہو تو تین بار سے زیادہ نہ کرے تاکہ مقتدیوں پر تنگی نہ ہو (لیکن اسقدر اطمینان سے کہے کہ مقتدی بھی تین بار کہہ سکیں، مؤلف) سجدے میں جاتے وقت پہلے زمین پر وہ اعضاء رکھے جو زمین سے قریب ہیں پھر اس کے بعد والے علی الترتیب رکھے پس پہلے دونوں گھٹنے رکھے پھر دونوں

ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی رکھے اور پیشانی کا اکثر حصہ ضرور لگائے کیونکہ یہ واجب ہے اور پیشانی کو اس طرح رکھے کہ اچھی طرح قرار پکڑ لے اور جب سجدے سے اُٹھے تو اس کے برخلاف کرے یعنی پہلے پیشانی پھر ناک پھر دونوں ہاتھ پھر گھٹنے اٹھائے، یہ اس وقت ہے جبکہ ننگے پاؤں ہو یا اور کوئی عذر نہ ہو لیکن اگر کوئی عذر ہو مثلاً موزہ پہنے ہوئے ہو یا عمر زیادہ ہو کہ پہلے گھٹنے نہیں رکھ سکے گا تو دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں سے پہلے رکھ لے اگر عذر کی وجہ سے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے علی الترتیب ایک ساتھ زمین پر نہیں رکھ سکتا تو دائیں ہاتھ اور گھٹنے کو بائیں پر مقدم کرے لیکن بلا عذر ایک ساتھ نہ رکھنا مکروہ ہے، سجدے میں دونوں ہاتھ کانوں کے مقابل میں رکھے یعنی چہرہ دونوں ہتھیلیوں کے درمیان اور انگوٹھے کانوں کی لو کے مقابل رہیں، ہاتھوں کی انگلیاں ملی رہیں تا کہ سب کے سرے قبلے کی طرف رہیں اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے سرے بھی قبلہ رخ رہیں، ہتھیلیوں پر سہارا دے اپنے بازوؤں کو پہلوؤں سے جدا رکھے لیکن جماعت کے اندر بازوؤں کو پہلوؤں سے ملائے رکھے جدا نہ رکھے کہنیوں کو زمین پر نہ بچھائے بلکہ زمین سے اُٹھا ہوا رکھے اور پیٹ کو رانوں سے جدا رکھے اور نگاہ ناک کی نوک (سرے) پر رہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اپنے سر کو اٹھائے اور اطمینان سے سیدھا بیٹھ جائے اس کو جلسے کہتے ہیں جلسہ میں طمانیت یعنی ایک بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار بیٹھے یہ طمانیت واجب ہے اور اس کے ترک پر سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے اس جلسے میں کوئی ذکر مسنون نہیں ہے اور اسی طرح رکوع سے سر اٹھانے کے بعد تسمیع و تحمید کے علاوہ اور کوئی دعا مسنون نہیں اور ایسا ہی رکوع و سجود میں تسبیح کے سوا اور کچھ نہ کہے اور جو ذکر یا دعائیں ان موقعوں کے لئے حدیثوں میں آئی ہیں وہ نوافل کے لئے ہیں لیکن فرضوں کے جلسے میں بھی مستحب یہ ہے کہ دعاء مسنون پڑھے وہ یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَ عَافِنِیْ وَاھْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ

یا صرف رَبِّ اغْفِرْلِیْ ایک یا تین بار پڑھ لیا کرے اس مستحب کی عادت کی برکت سے جلسہ میں طمانیت کا واجب بھی ادا ہو جائے گا ورنہ اکثر لوگ اس کے تارک ہیں اور اس کی ضرورت سے غافل ہیں، پھر تکبیر کہتا ہوا دوسرے سجدے کے لئے جھکے اور دوسرے سجدے میں بھی پہلے سجدے کی طرح تسبیح پڑھے پھر جب سجدہ سے فارغ ہو تو پنجوں کے بل اُٹھے بلا عذر دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا نہ ہو بلکہ دونوں ہاتھوں سے دونوں گھٹنوں پر سہارا دے کر کھڑا ہو، دوسرے سجدے کے بعد بیٹھنا جس کو جلسہ استراحت کہتے ہیں حنفی مذہب میں بلا عذر کے نہیں ہے لیکن اگر

کسی کو عذر ہو تو اس کو زمین پر سہارا دے کر کھڑا ہونا یا قلیل جلسۂ استراحت کرنا مستحب ہے، اور اگر بلا عذر دوسرے سجدے کے بعد بیٹھا (یعنی جلسۂ استراحت کیا) یا دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر کھڑا ہوا تو مضائقہ نہیں لیکن خلافِ اولیٰ اور مکروہِ تنزیہی ہے، دوسری رکعت بھی اسی طرح ادا کرے جس طرح پہلی رکعت ادا کی ہے مگر ثنا اور تعوذ نہ پڑھے یعنی ہاتھ باندھ کر بسم اللہ، الحمد اور سورۃ پڑھ کر رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ اور دوسرا سجدہ کرے اور جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے تو قعدہ کرے اس طرح کہ بایاں پاؤں بچھا کر اُس پر بیٹھے (یعنی اس کو اپنی دونوں سرین کے نیچے رکھے) اور دایاں پاؤں کھڑا کرے اور اپنے کھڑے پاؤں کی انگلیوں کو قبلے کی طرف کرے، بچھے ہوئے پاؤں کی انگلیوں کو بھی قبلہ رخ رکھے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ کر قدرتی حالت میں انگلیاں پھیلا دے، ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے گھٹنوں کے قریب ہوں اور قبلے کی طرف رہیں، انگلیوں سے گھٹنوں کو پکڑنا نہیں چاہئے یہی اصح ہے اگرچہ پکڑنا بھی جائز ہے مگر نہ پکڑنا افضل ہے اس لئے کہ پکڑنے سے انگلیوں کے سرے قبلہ رُخ نہیں رہیں گے بلکہ زمین کی طرف ہو جائیں گے جلسے اور قعدے میں نظر اپنی گود پر رہے، قعدے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تشہد پڑھے اور وہ یہ ہے۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَاالنَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ ط اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اور جب اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے اور بیچ کی انگلی سے حلقہ باندھ لے اور چھنگلیا اور اس کے پاس کی انگلی کو (مُٹھی کی طرح) بند کرے اور کلمہ کی انگلی اٹھا کر اشارہ کرے لَآ اِلٰـهَ پر انگلی اُٹھائے اور اِلَّا اللّٰـــه پر جھکا دے اور پھر قعدے کے آخر تک اسی طرح حلقہ باندھے رکھے، تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اور وہ درود شریف یہ ہے!

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

نماز میں بھی درود شریف میں حضورِ انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نامِ مبارک اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نامِ مبارک کے ساتھ لفظ سیّدنا ملانا افضل و بہتر ہے اور بعض کے نزدیک نہ ملانا بہتر ہے، اور تشہد میں اشھد ان محمدًا کے ساتھ سیدنا کا لفظ نہ ملائے۔ جب درود سے فارغ ہو جائے تو اپنے لئے اور اپنے ماں باپ اور سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے واسطے مغفرت کی دعا مانگے اور دعا میں صرف اپنی تخصیص نہ کرے، یہی صحیح ہے، (کافر ماں باپ اور اساتذہ کے لئے جبکہ مر گئے ہوں دعائے مغفرت حرام ہے اور بعض فقہا نے کفر تک لکھا ہے ہاں اگر زندہ ہوں تو اُن کے لئے ہدایت و توفیق کی دعا کرے، گنہگار مؤمنوں کے لئے دعائے مغفرت مانگنا جائز ہے کیونکہ اس میں اپنے مؤمن بھائیوں پر فرطِ محبت کا اظہار اور اس میں نص کی مخالفت نہیں ہے کیونکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

ان اللّٰہ لا یغفر ان یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشآءُ

مشرک کے علاوہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا بخشدے گا۔

اور اس طرح دعا نہ مانگے جس طرح آدمیوں سے باتیں کرتا ہے یا جس کا بندوں سے مانگنا ممکن ہے مثلاً اَللّٰھُمَّ زَوِّجْنِیْ نہ کہے، محالاتِ عادیہ اور محالاتِ شرعیہ کی دعا مانگنا حرام ہے، ماثورہ دعاؤں میں سے پڑھے یعنی جو دعائیں قرآن پاک یا حدیثوں میں آئی ہیں پڑھے مثلاً!

ربنآ اتنا فی الدنیا حسنة و فی الا خرة حسنة و قنا عذاب النار

یا یہ دعا پڑھے!

اللھم اغفرلی ولوالدی ولجمیع المومنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات الا حیآءِ منھم والا موات

دیگر رب اجعلنی مقیم الصلوٰة ومن ذریتی ربنا وتقبل دعآءً ط ربنا اغفرلی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب ط

دیگر اللھم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیرًاوّ لا یغفر الذُّنوب الا انت فاغفر لی مغفرةً من عندك وارحمنی انك انت الغفور الرَّحیم

(یہ دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پڑھنے کے لئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تعلیم فرمائی) یا کوئی اور دعا جو قرآن یا حدیث میں آئی ہو پڑھے، اگر قرآن کی دعا پڑھے تو قرأت یعنی قرآن پڑھنے کی نیت نہ کرے اس لئے کہ قرأت قیام کے سوا دوسرے ارکان رکوع و

سجود وقعدے میں مکروہ ہے بلکہ دعا کی نیت سے پڑھے، دعا عربی زبان میں پڑھے، نماز کے اندر غیر عربی میں دعا پڑھنا مکروہ ہے۔ پھر دونوں طرف یعنی دائیں اور بائیں سلام پھیرے، پہلے سلام میں اسقدر داہنی طرف کو پھرے کہ اس کے داہنے رخسارے کی سفیدی اُس طرف کے پیچھے والے نمازی کونظر آ جائے اور اسی قدر بائیں طرف کو پھرے یہی اصح ہے اور لفظ!

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے اگر صرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یا سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یا صرف اَلسَّلَامُ یا عَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہے گا تو کافی ہوگا مگر سنت کا تارک ہوگا اس لئے مکروہ ہوگا، اور دائیں اور بائیں کو منھ پھیرنا بھی سنت ہے اور اس وقت نظر دائیں اور بائیں کندھے پر رہے یہ مستحب ہے، مختار یہ ہے کہ سلام الف لام کے ساتھ کہے اور اسی طرح تشہد میں الٓ کے ساتھ سلام کہے اور ختم نماز کے سلام میں وبرکاتہٗ نہ کہے بلکہ تشہد کے سلام میں کہے اور سنت یہ ہے کہ امام دوسرا سلام پہلے سلام کی بہ نسبت نیچی آواز سے کہے اور یہی بہتر ہے اگر صرف دائیں طرف سلام پھیر کر کھڑا ہوگیا اور بائیں طرف سلام پھیرنا بھول گیا تو صحیح یہ ہے کہ اگر ابھی تک باتیں نہیں کیں اور قبلے کی طرف پیٹھ نہیں کی تو بیٹھ کر دوسرا سلام پھیر دے اور اگر قبلے کی طرف کو پیٹھ پھیر چکا یا کلام کیا تو دوسرا سلام نہ پھیرے اور اگر اُس کا اُلٹ کیا یعنی پہلے بائیں طرف کو سلام پھیر دیا تو جب تک کلام نہیں کیا اور قبلے سے نہ پھرا تب تک دائیں طرف کا سلام پھیر دے اور بائیں طرف کے سلام کا اعادہ نہ کرے اور اگر منھ کے سامنے کو (قبلے کی طرف) سلام پھیرا ہے تو دوسرا سلام بائیں طرف کو پھیر دے یعنی سامنے کا سلام دائیں طرف کے قائم مقام ہو جائے گا، مقتدی کے سلام پھیرنے کے وقت میں اختلاف ہے مختار یہ ہے کہ مقتدی منتظر رہے اور جب امام داہنی طرف کو سلام پھیر چکے تب مقتدی داہنی طرف کو سلام پھیرے اور جب امام بائیں طرف کے سلام سے فارغ ہو تب مقتدی بائیں طرف کو سلام پھیرے اور جو محافظ فرشتے اور انسان اور صالح جن امام کے دونوں طرف ہیں سلام میں ان کی نیت دل میں کرے اور ہمارے زمانے میں عورتوں کی اور ان لوگوں کی جو نماز میں شریک نہیں نیت نہ کرے یہی صحیح ہے اور مقتدی دائیں بائیں طرف کے مقتدی لوگوں اور جنوں اور فرشتوں کے ساتھ امام کی نیت بھی کرے پس اگر امام داہنی طرف ہو تو اس طرف کے لوگوں میں اور بائیں طرف ہو تو اس طرف کے لوگوں میں امام کی بھی نیت کرے اور امام سامنے ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دائیں جانب کے لوگوں میں اس کی نیت کرے اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں طرف امام کی بھی نیت کرے امام ابو حنیفہؒ سے بھی یہی روایت ہے اور یہی صحیح ہے اور تنہا نماز

پڑھتا ہو تو صرف فرشتوں کی نیت کرے اور کسی کی نیت نہ کرے، فرشتوں کی نیت میں کوئی تعداد معین نہ کرے یہی صحیح ہے (سلام میں اس نیت سے اکثر لوگ غافل ہیں)۔

یہ دو رکعت والی نماز کی ترکیب ہے اگر تین یا چار رکعت پڑھنا ہوں تو پہلے قعدے میں جب تشہد سے فارغ ہو تو اس سے زیادہ کچھ نہ پڑھے بلکہ فوراً اللہ اکبر کہہ کر تیسری رکعت کے لئے اُٹھ کھڑا ہو، قعدے سے بھی اسی طرح گھٹنوں پر سہارا دے کر پنجوں کے بل کھڑا ہو جس طرح پہلی رکعت میں دوسرے سجدے کے بعد دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تھا پھر دوسرا دوگانہ اسی طرح ادا کرے جس طرح پہلے دوگانے میں قیام و رکوع و سجود کر چکا ہے اور فرضوں کے اس دوسرے دوگانے کی ہر رکعت کے قیام میں صرف بسم اللہ اور الحمد شریف پڑھے، اس پر زیادتی کرنے یعنی سورۃ ملانے کا کچھ مضائقہ نہیں لیکن مکروہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے اور اس سے سجدہ سہو لازم نہیں آتا اور اگر ان پچھلی رکعتوں میں الحمد پڑھنا بھول جائے تب بھی سجدۂ سہو لازم نہیں آتا کیونکہ فرضوں کی آخری دو رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے چاہے الحمد پڑھے یا تین بار تسبیح (سبحان اللہ) کہے یا بقدر تین بار تسبیح کہنے کے چپ رہے لیکن سورۂ الحمد پڑھنا تسبیح پڑھنے سے افضل ہے یہی اصح ہے اور چپ رہنا مکروہ ہے اور ترکِ سنت کی وجہ سے موجبِ اساءت ہے کیونکہ ان میں قرأت سنت ہے اور سکوت اس کے خلاف ہے، اگر نماز نفل یا سنت یا واجب ہو تو ہر رکعت میں سورۂ الحمد کے بعد کوئی چھوٹی سورۃ یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھے کہ اس قدر پڑھنا واجب ہے اور تین رکعت والی نماز میں تیسری رکعت کے بعد اور چار رکعت والی میں چوتھی رکعت کے بعد قعدۂ اخیرہ کرے اور اس قعدہ میں تشہد و درود و دعا اسی طرح پڑھے جس طرح دو رکعت والی نماز کے قعدہ میں پڑھنا بیان ہوا ہے کیونکہ اس کا وہی آخری قعدہ ہوتا ہے اور اسی طرح سلام پھیرے، جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں یعنی ظہر و مغرب و عشا کی نماز، جب امام ان کا سلام پھیر چکے تو وہاں بیٹھ کر توقف کرنا مکروہ ہے مختصر دعا مثلاً!

اللھم انت السلام و منك السلام تبارکت یاذا الجلال و الاکرام ط

پڑھے، یہ دعا بھی مسنون ہے۔

لآ الہ الا اللّٰہُ وحدہ لا شریك لہ لہُ الملك ولہ الحمدُ وھو علٰی کل شیءٍ قدیر ط اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجدُ

بڑی بڑی دعاؤں میں مشغول نہ ہو تھوڑی تاخیر جائز بلکہ مستحب ہے زیادہ دیر کرنا مکروہ

تنزیہی ہے اور اس سے سنتوں کا ثواب کم ہو جائے گا، مختصر دعا کے بعد امام فوراً سنتوں کے واسطے کھڑا ہو جائے اور جہاں فرض پڑھے وہاں سنتیں نہ پڑھے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے دائیں یا بائیں یا پیچھے کو ہٹ جائے اور اگر چاہے تو اپنے گھر جا کر سنتیں پڑھے یہی بہتر ہے جبکہ کسی مانع کا خوف نہ ہو اور اگر مقتدی یا اکیلا نماز پڑھتا ہو اور وہ اپنی جگہ بیٹھ کر دعا مانگتا رہے تو جائز ہے اور اسی طرح سنتوں کے لئے اسی جگہ کھڑا ہو گیا یا پیچھے یا اِدھر اُدھر کو ہٹ گیا تو اس کے لئے یہ سب صورتیں برابر ہیں یعنی اس کے لئے کوئی کراہت نہیں، ایک قول کے مطابق مستحب ہے کہ مقتدی صفیں توڑ کر آگے پیچھے ہو جائیں، اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں یعنی فجر اور عصر ان میں امام کو اُسی جگہ قبلے کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھ کر توقف کرنا مکروہ ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدعت رکھا ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے پس امام کو اختیار ہے چاہے گھر چلا جائے لیکن افضل یہ ہے کہ اپنی محراب میں بیٹھا رہے اور جماعت کی طرف منہ کر لے جبکہ اس کے سامنے کوئی مسبوق نماز نہ پڑھتا ہو اور اگر کوئی نماز پڑھتا ہو تو دائیں یا بائیں طرف کو پھر جائے اور اگر امام اور اس نمازی کے بیچ میں کوئی تیسرا شخص ہو جس کی پیٹھ نمازی کی طرف ہو تو امام کے اس طرف منہ کرنے میں کوئی کراہت نہیں کیونکہ تیسرا شخص بجائے سُترے کے ہو جائے گا، سردی اور گرمی کے موسم کا ایک ہی سا حکم ہے یہی صحیح ہے، صبح کی نماز کے بعد امام کو طلوعِ آفتاب تک اپنی محراب میں بیٹھے رہنا افضل ہے، فرض نمازوں کے بعد جبکہ ان کے بعد سنتیں نہ ہوں یعنی فجر و عصر میں فرضوں کے بعد اور جن فرضوں کے بعد سنتیں ہوں یعنی ظہر و مغرب و عشاء میں سنتوں کے بعد یہ اذکار مستحب ہیں!

استغفر اللّٰہ العظیم الذی لآ الہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ تین مرتبہ آیت الکرسی، **سورۂ قل ھو اللّٰہ احد، سورۂ قل اعوذ برب الفلق، سورۂ قل اعوذ برب الناس**، ایک ایک مرتبہ پڑھ کر **سبحان اللّٰہ** تینتیس ۳۳ بار، **الحمد للّٰہ** تینتیس ۳۳ بار، **اللّٰہ اکبر** تینتیس ۳۳ بار پڑھے، یہ تینوں مل کر ننانوے بار ہوئے اور سو پورا کرنے کے لئے ایک بار **لآ الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر** (بعض روایتوں میں اللہ اکبر چونتیس ۳۴ بار آیا ہے، ان چاروں کلمات کا مذکورہ طریقے پر ملا کر سو بار پڑھنا تسبیح فاطمی کہلاتا ہے) اس کے بعد دعا مانگے، دعا کے وقت دونوں ہاتھ سینے تک اٹھا کر پھیلائے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور امام ہو تو تمام مقتدیوں کے لئے بھی دعا مانگے اور مقتدی خواہ اپنی اپنی دعا مانگیں یا اگر امام کی دعا سنائی دے تو سب آمین کہتے رہیں اور دعا ختم کرنے کے بعد دونوں

ہاتھ منہ پر پھیرے، نماز کے بعد کی دعا غیر عربی زبان میں مانگنا بلا کراہت جائز ہے۔

فائدہ

احادیث میں کسی دعا و ذکر کی بابت جو تعداد وارد ہے اس سے کم زیادہ نہ کرے کیونکہ جو فضائل ان اذکار کے لئے وارد ہیں وہ اسی تعداد کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں کم زیادہ کرنے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی قفل کسی خاص قسم کی کنجی سے کھلتا ہے اب اگر اس کنجی میں دندانے اس سے کم یا زیادہ کر دیں تو پھر اُس سے وہ قفل نہ کھلے گا، البتہ اگر شمار میں شک واقع ہو تو زیادہ کر سکتا ہے اور یہ زیادتی نہیں بلکہ اتمام ہے۔

نماز کے اندر عورتوں کے مخصوص مسائل

عورتیں بھی مردوں کی طرح نماز پڑھیں صرف چند مقامات میں اُن کو مردوں کے خلاف کرنا چاہئے اور وہ انتیس ہیں اور ایک حکم اعتکاف کے متعلق ہے۔

۱۔ عورتوں کو قیام میں دونوں پاؤں ملے ہوئے رکھنے چاہئیں ان میں فاصلہ نہ رکھیں، اسی طرح رکوع و سجود میں بھی ٹخنے ملائیں۔

۲۔ عورتوں کو خواہ سردی وغیرہ کا عذر ہو یا نہ ہو ہر حال میں چادر یا دوپٹہ وغیرہ کے اندر ہی سے ہاتھ اٹھانے چاہئیں باہر نہیں نکالنے چاہئیں۔

۳۔ صرف اپنے کندھوں کی برابر ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

۴۔ تکبیر تحریمہ کے بعد سینہ پر پستان کے نیچے یا اوپر ہاتھ رکھنے چاہئیں۔

۵۔ داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھ دینا چاہئے۔

۶۔ رکوع میں زیادہ جھکنا نہیں چاہئے بلکہ صرف اسقدر جھکیں جس میں ان کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں۔

۷۔ رکوع میں دونوں ہاتھوں کی انگلیاں گھٹنوں پر بغیر کشادہ کئے ہوئے بلکہ ملا کر رکھنی چاہئیں۔

۸۔ رکوع میں اپنے ہاتھوں پر سہارا نہ دے۔

۹۔ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے ان سے پکڑے نہیں

۱۰۔ رکوع میں اپنے گھٹنوں کو جھکائے رکھے۔

۱۱۔ رکوع میں اپنی کہنیاں اپنے پہلوؤں سے ملی ہوئی رکھنی چاہئیں یعنی سمٹی ہوئی رہیں۔

۱۲۔ سجدے میں کہنیاں زمین پر بچھی ہوئی رکھنی چاہئیں۔

۱۳۔ سجدے میں دونوں پاؤں انگلیوں کے بل کھڑے نہیں رکھنے چاہئیں بلکہ دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھے اور خوب سمٹ کر اور سکڑ کر سجدہ کرے (یعنی سرین نہ اُٹھائے مؤلف)

۱۴۔ سجدے میں پیٹ رانوں سے ملا ہوا ہونا چاہئے یعنی پیٹ کو رانوں پر بچھا دے۔

۱۵۔ بازو پہلو سے ملے ہوئے ہوں، غرضکہ سجدے میں بھی سمٹی ہوئی رہیں۔

۱۶۔ التحیات میں بیٹھتے وقت مردوں کے برخلاف دونوں پاؤں داہنی طرف نکال کر بائیں سرین پر بیٹھنا چاہئے یعنی سرین زمین پر رہے پاؤں پر نہ رکھے۔

۱۷۔ التحیات میں ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے۔

۱۸۔ جب کوئی امر نماز میں پیش آئے مثلاً عورت کی نماز کے آگے سے کوئی گذرے تو تالی بجائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مارے اور مردوں کی طرح سبحان اللہ نہ کہے۔

۱۹۔ مردوں کی امامت نہ کرے۔

۲۰۔ نماز میں صرف عورتوں کا جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے (مردوں کے لئے جماعت واجب ہے)

۲۱۔ عورتیں اگر جماعت کریں تو جو عورت امام ہو وہ بیچ میں کھڑی ہو آگے بڑھ کر کھڑی نہ ہو۔

۲۲۔ عورتوں کا جماعت میں حاضر ہونا مکروہ ہے۔

۲۳۔ مردوں کی جماعت میں عورت مردوں سے پیچھے کھڑی ہو۔

۲۴۔ عورت پر جمعہ فرض نہیں لیکن اگر پڑھ لے تو صحیح ہو جائے گا اور ظہر اس کے ذمے سے اُتر جائے گی۔

۲۵۔ عورت پر عیدین کی نماز واجب نہیں۔

۲۶۔ عورت پر ایامِ تشریق میں فرض نمازوں کے بعد تکبیر واجب نہیں۔

۲۷۔ عورت کو مستحب نہیں کہ نمازِ فجر مردوں کی طرح خوب اجالا ہونے کے بعد پڑھے بلکہ جلدی اندھیرے میں پڑھنا مستحب ہے۔

۲۸۔ عورتوں کو نماز میں کسی وقت بلند آواز سے قرأت کرنے کا اختیار نہیں بلکہ ہر جہری نماز میں بھی آہستہ قرأت کرنا واجب ہے بلکہ جن فقہا کے نزدیک عورت کی آواز داخلِ ستر ہے اُن کے نزدیک جہر کے ساتھ قرأت کرنے سے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۹۔ عورت اذان نہ دے۔

۳۰۔ عورت مسجد میں اعتکاف نہ کرے۔ نماز کے افعال مثل قیام و رکوع و سجود و قعدہ وغیرہ میں باندی اور خنثیٰ کا حکم آزاد عورت کی مانند ہے لیکن باندی تحریمہ کے وقت مردوں کی طرح ہاتھ اُٹھائے، عورت کے لئے مردوں سے یہ اختلافات صرف نماز میں ہیں ورنہ عورت بہت سے مسائل میں مردوں سے علیحدہ ہے۔

قرأت کا بیان

۱۔ حالتِ اقامت (یعنی حضر) میں جبکہ اطمینان ہو تو سنت یہ ہے کہ نماز فجر کی دونوں رکعتوں میں الحمد کے علاوہ چالیس یا پچاس آیتیں پڑھے اور ایک روایت کے مطابق ۶۰ ساٹھ سے ۱۰۰ سو تک پڑھے ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں بھی فجر کے مثل یا اس سے کم پڑھے، عصر اور عشا کی پہلی دو رکعتوں میں الحمد کے سوا پندرہ یا بیس آیتیں اور مغرب میں پہلی دو رکعتوں میں سے ہر رکعت میں پانچ آیتیں یا کوئی چھوٹی سورۃ پڑھے، یہ آیتوں کی مقدار کے لحاظ سے قرأت مسنونہ کا ذکر تھا۔ سورتوں کے لحاظ سے قرأتِ مسنونہ یہ ہے کہ فجر اور ظہر میں طوال مفصل پڑھے جو سورۂ حجرات سے سورۂ بُروج تک ہیں، عصر اور عشا میں اوساط مفصل پڑھے جو والطارق سے لم یکن تک ہیں، اور مغرب میں قصارِ مفصل پڑھے وہ اذا زلزلت الارض سے آخر قرآن یعنی والناس تک ہیں، یہ دونوں طریقے سنت ہیں لیکن مفصلات کا اختیار کرنا مستحسن ہے۔

۲۔ اگر حالتِ اقامت میں اطمینان نہ ہو مثلاً وقت کی تنگی ہو یا اپنی جان و مال کا خوف ہو تو سنت یہ ہے کہ اس قدر پڑھ لے جس سے وقت اور امن فوت نہ ہو جائے۔

۳۔ حالتِ سفر میں اگر اطمینان ہو مثلاً وقت میں وسعت اور امن و قرار ہے تو قرأت مسنونہ میں سے جس کا ذکر حالتِ اقامت میں ہوا ادنیٰ درجہ اختیار کرے مثلاً فجر و ظہر میں طوالِ مفصل کی کوئی چھوٹی سورت مثلاً سورۂ بروج یا انشقاق یا اس کی مانند کوئی اور سورۃ دونوں رکعتوں میں پڑھے عصر و عشا میں اوساط مفصل میں سے کوئی چھوٹی سورت اور مغرب میں بہت چھوٹی سورتیں پڑھے۔

۴۔ اگر سفر میں اطمینان نہ ہو تو حسبِ حال وضرورت جو بھی سورت چاہے پڑھ لے خواہ سب سے چھوٹی سورۃ ہو یا کم سے کم تین آیتیں یا جو قرأت تین آیتوں کی مقدار ہو پڑھ لے۔

۵۔ قرأتِ مسنونہ کا حکم فرضوں میں منفرد کے لئے بھی وہی ہے جو امام کے لئے ہے۔

۶۔ امام کو چاہئے کہ سنتِ قرأت پر زیادتی کر کے مقتدیوں پر نماز کو بھاری نہ کرے۔

۷۔ فجر کی نماز میں پہلی رکعت میں دوسری رکعت سے طویل قرأت کرے باقی نمازوں میں برابر کرے بعض کے نزدیک اس پر فتویٰ ہے اور بعض کے نزدیک فتویٰ اس پر ہے کہ سب نمازوں میں پہلی رکعت دوسری سے طویل کرے۔

۸۔ دوسری رکعت کو پہلی رکعت پر تین آیتوں کی مقدار یا اور زیادہ لمبا کرنا مکروہ تنزیہی ہے اس سے کم کی زیادتی مکروہ نہیں۔

۹۔ شریعت نے نماز میں آسانی کے لئے ہر جگہ سے قرآن مجید پڑھنے کی اجازت دی ہے اس لئے نماز کے لئے کوئی سورۃ مقرر کر لینا مکروہ ہے لیکن اگر آسانی کے لئے ہو افضلیت یا متعین کرنے کا گمان نہ ہو تو مکروہ نہیں، جو سورتیں جن نمازوں کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھنا ثابت ہیں ان کو ان نمازوں میں تبرکاً پڑھا کرے مثلاً فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں قل یا ایہا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ہو اللہ احد پڑھنا اور نماز وتر میں پہلی رکعت میں **سبح اسم ربك الاعلیٰ** اور دوسری میں **قل یا ایھا لکافرون** اور تیسری میں **قل ھو اللّٰہ احد** پڑھنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اور کبھی کبھی ان کے علاوہ بھی پڑھا کرے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اُن کا ہمیشہ پڑھنا ثابت نہیں ہے، جس شخص کو اپنی مقررہ سورتوں کے سوا دوسری یاد نہ ہوں اس کے لئے بھی مکروہ نہیں، نیز نماز شروع کرنے سے قبل یہ ذہن میں مقرر کر لینا کہ اب میں فلاں فلاں سورۃ پڑھوں گا مکروہ نہیں خواہ امام ہو یا منفرد، پھر اگر پڑھتے وقت اس کے خلاف کرے تب بھی کچھ مضائقہ نہیں۔

۱۰۔ افضل یہ ہے کہ ہر رکعت میں پوری سورت پڑھے۔

۱۱۔ دو رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کے اخیر سے پڑھنا یا دو سورتوں کے اخیر کا حصہ پڑھنا یا پہلی رکعت میں سورۃ کے شروع یا بیچ یا اخیر سے پڑھنا اور دوسری رکعت میں کسی دوسری سورۃ کے شروع یا درمیان یا اخیر میں سے پڑھنا یا دوسری رکعت میں کوئی چھوٹی سورۃ پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں امن الرسول کا رکوع پڑھے اور دوسری میں سورۂ اخلاص پڑھے تو ان سب صورتوں میں کوئی

کراہت نہیں ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ بلاضرورت ایسا نہ کرے۔

۱۲۔ ایک رکعت میں ایسی دو سورتیں پڑھنا جن کے درمیان ایک یا کئی سورتوں کا فاصلہ ہو مکروہ ہے اگر فاصلہ نہ ہو تو مکروہ نہیں لیکن فرضوں میں ایسا نہ کرنا اولیٰ ہے۔

۱۳۔ اگر دونوں رکعتوں میں دو سورتیں پڑھے یعنی ہر رکعت میں ایک ایک سورۃ پڑھے اور ان دونوں سورتوں میں ایک بڑی سورۃ (یعنی چھ آیتوں سے زیادہ والی) یا دو چھوٹی سورتوں کا فاصلہ ہے تو مکروہ نہیں اور اگر ایک چھوٹی سورۃ کا فاصلہ ہے تو مکروہ ہے اسی طرح اگر پہلی رکعت میں ایک سورۃ میں سے ایک جگہ سے پڑھے اور دوسری رکعت میں اسی سورت کو دوسری جگہ سے پڑھے تو اگر ان دونوں جگہوں کے درمیان میں دو آیتوں یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو مکروہ نہیں لیکن یہ بھی خلافِ اولیٰ ہے اور اگر ایک آیت کا فاصلہ ہو تو مکروہ ہے اور اگر ایک ہی رکعت میں ایسا کیا تو خواہ فاصلہ کم ہو یا زیادہ ہر حال میں مکروہ ہے۔ اگر سہواً ایسا ہو جائے تو قرأت کی حالت میں یاد آنے پر لوٹے اور چھٹی ہوئی آیتوں کو پڑھ کر ترتیب صحیح کرلے۔

۱۴۔ قرآن مجید کو الٹا پڑھنا یعنی ایک رکعت میں ایک سورۃ پڑھنا اور دوسری میں اُس سے پہلے کی کوئی سورت پڑھنا مثلاً پہلی رکعت میں سورۂ اخلاص اور دوسری میں تبت یدا یا النصر یا الکوثر وغیرہ پڑھنا مکروہ ہے، اسی طرح اگر ایک رکعت میں ایک آیت پڑھی اور دوسری رکعت میں یا اسی رکعت میں اس سے اوپر کی آیت پڑھی تب بھی مکروہ ہے، نماز کے باہر بھی اسی طرح پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر بھولے سے ہو جائے تو مکروہ نہیں بلکہ اب نماز میں شروع کرنے کے بعد اس سورۃ کو چھوڑ دینا مکروہ ہے اور خواہ بھول کر ایسا ہو یا جان بوجھ کر ہو اس پر سجدۂ سہو نہیں ہے کیونکہ یہ تلاوت کے واجبات میں سے ہے نماز کے واجبات میں سے نہیں لیکن جان بوجھ کر ایسا کرنے والے کے لئے سخت وعید آئی ہے (بچوں کو یاد کی آسانی کے لئے آخری سیپارہ اخیر کی طرف سے الٹا پڑھاتے ہیں یہ ضرورت کی وجہ سے جائز ہے)

۱۵۔ نماز میں جو سورت شروع کر دی اس کو بلاوجہ چھوڑ کر دوسری شروع کرنا مکروہ ہے۔

۱۶۔ جو سورۃ پہلی رکعت میں پڑھی ہے وہی سورۃ دوسری رکعت میں پڑھ لی تو کچھ حرج نہیں لیکن بلاضرورت ایسا کرنا بہتر نہیں ہے، یعنی خلافِ اولیٰ و مکروہِ تنزیہی ہے۔

۱۷۔ ایک سورۃ یا ایک آیت کو ایک رکعت میں بار بار پڑھنا فرض نماز میں مکروہ ہے جبکہ اختیار سے ہو حالتِ عذر و نسیان میں مکروہ نہیں (کراہت کی یہ تفصیل فرض نمازوں کے لئے ہے

نفلوں اور سنتوں میں ان کراہتوں میں سے کوئی صورت مکروہ نہیں ہے)۔

نماز سے باہر قرآن مجید کی تلاوت کے مسائل

۱۔ قرآن مجید کو دیکھ کر پڑھنا حفظ پڑھنے سے افضل ہے۔

۲۔ مستحب یہ ہے کہ باوضو قبلہ رُو ہو کر اور اچھے کپڑے پہن کر تلاوت کرے اور تلاوت شروع کرتے وقت اعوذ باللہ الخ پڑھنا واجب ہے نیز تلاوت شروع کرتے وقت اور ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا سنت ہے اور کسی سورۃ کے درمیان سے شروع کرتے وقت بسم اللہ کا پڑھنا مستحب ہے تلاوت کے درمیان میں کوئی دنیاوی کام کرے تو اعوذ باللہ کا اعادہ کرے۔

۳۔ اگر سورۂ برأت سے تلاوت شروع کرے تو اعوذ باللہ و بسم اللہ پڑھ لے اور اگر پہلے سے تلاوت شروع کی ہوئی ہے اور پڑھتے پڑھتے آگے یہ سورۃ شروع ہوتی ہے تو اس کے شروع میں بسم اللہ کہنے کی ضرورت نہیں اور اس کے شروع میں ایک نیا تعوذ جو حافظوں نے نکالا ہے وہ بے اصل ہے۔

۴۔ گرمیوں میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اوّل شب کو ختم کرنا بہتر ہے۔

۵۔ تین دن سے کم میں قرآن پاک کا ختم خلاف اولیٰ ہے لیکن اکابر اُمّت اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۶۔ لیٹ کر قرآن مجید پڑھنے میں مضائقہ نہیں لیکن دونوں پاؤں سمیٹے ہوئے ہوں کہ لیٹنے کا ادب یہی ہے۔ اسی طرح چلتے ہوئے یا کسی کام میں لگے ہوئے قرآن شریف پڑھنا جبکہ دھیان اس میں ہو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے۔

۷۔ غسل خانہ اور نجاست کے مقامات میں قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں۔

۸۔ جہاں قرآن مجید پڑھا جائے اگر وہاں مجمع سننے کی غرض سے ہے تو سب پر سننا فرض ہے ورنہ ایک کا سننا کافی ہے۔

۹۔ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جبکہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے ہوئے کو تکلیف نہ پہنچے۔

۱۰۔ مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں تو یہ مکروہ تحریمی ہے آہستہ پڑھنا چاہئے، آج کل ایصالِ ثواب کی مجالس میں ختم قرآن سیپاروں پر پڑھنے کا جو عام رواج ہو گیا ہے اس کے

جواز کا فتویٰ دیا گیا ہے۔

۱۱۔ بازاروں میں اور جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے قرآن پڑھنا ناجائز ہے، اسی طرح جہاں علم دین پڑھایا جارہا ہو یا طالبِ علم دین کا تکرار کریں یا مطالعہ دیکھیں وہاں بلند آواز سے قرآن نہ پڑھا جائے۔

۱۲۔ قرآن مجید کا سننا خود تلاوت کرنے اور نوافل پڑھنے سے افضل ہے۔

۱۳۔ اگر تلاوت کے دوران کوئی دین میں بزرگی والا شخص یا بادشاہِ اسلام یا عالمِ دین یا پیر یا استاد یا ماں باپ آجائیں تو تلاوت کرنے والا اس کی تعظیم کو کھڑا ہوسکتا ہے۔

۱۴۔ عورت کو غیر محرم نابینا سے پڑھنے کی بجائے عورت سے قرآن مجید پڑھنا بہتر ہے۔

۱۵۔ غلط پڑھنے والے کو بتانا سننے والے پر واجب ہے بشرطیکہ بتانے سے دشمنی اور حسد نہ پیدا ہو، اسی طرح قرآن مجید میں کتابت کی غلطی معلوم ہونے پر اس کو صحیح کرادینا اس پر واجب ہے۔

۱۶۔ بالکل چھوٹا قرآن مجید چھاپنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تحقیر کی صورت ہے۔

۱۷۔ دیواروں اور محرابوں وغیرہ پر قرآن مجید لکھنا اچھا نہیں اور قرآن مجید کی تعظیم کی نیت سے اس پر طلائی کام کرنا مستحب ہے۔

۱۸۔ ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف (عاقل و بالغ) پر فرضِ عین ہے اور پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا فرضِ کفایہ ہے، سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورۃ یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر واجب العین ہے اور اس میں کمی کرنا مکروہِ تحریمی ہے، اسی طرح قرأتِ مسنونہ کی مقدار قرآن مجید یاد کرنا سنت ہے اور اس میں کمی کرنا مکروہِ تنزیہی ہے، نیز پورے قرآن مجید کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف کے لئے سنتِ عین اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

۱۹۔ قرآن مجید کو پڑھ کر بھلادینا سخت گناہ ہے اس سے مراد ایسا بھولنا ہے کہ دیکھ کر بھی نہ پڑھ سکے۔

۲۰۔ تجوید یعنی قرآن مجید کو صحیح قواعدِ قرأت کے مطابق پڑھنا ضروری ہے اور اس کی مشق اچھے ماہر استاد سے کرنی چاہئے، مخارج وصفاتِ لازمہ واوقاف کی رعایت نہ کرنے سے غلط قرآن پڑھنے کا گناہ ہوگا۔

قاری کی لغزشوں کا بیان

کلیہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر قرأت میں ایسی غلطی ہو جس سے تغیر فاحش ہوجائے تو نماز فاسد ہو

جائے گی ورنہ نہیں، تغیر قرأت کی چند مشہور اقسام مع احکام یہ ہیں!

۱۔ ایک کلمے کے ایک حرف کو دوسرے کلمے کے حرف سے ملا دینا جیسے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کو اِیَّا کَنَعْبُدُ پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ جان بوجھ کر ہو۔

۲۔ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دینا اگر معنی نہ بدلیں مثلاً ان المسلمین کو ان المسلمون پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو اگر ان میں فرق کرنا آسان ہے اور پھر فرق نہیں کیا جیسے طالحات کی جگہ صالحات پڑھ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر فرق کرنا مشکل ہے تو فتویٰ اس پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی مگر صحت کی کوشش کرتا رہے۔

۳۔ کسی حرف کا حذف کر دینا اگر ایجاز و ترخیم کے طور پر ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی اس کے علاوہ ہو تو معنی بدلنے پر نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں۔

۴۔ کسی ایک یا زیادہ حرف کی زیادتی، اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں۔

۵۔ ایک کلمے کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسرا کلمہ پڑھا اگر وہ کلمہ قرآن مجید میں ہے اور معنی میں تغیر نہیں ہوتا تو بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی میں تغیر ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر وہ کلمہ قرآن مجید میں نہیں ہے لیکن معنی میں اس کے قریب ہے تو احتیاطاً نماز فاسد ہوگی۔

۶۔ ایک کلمے کو چھوڑ گیا اور اس کے بدلے میں بھی کوئی کلمہ نہیں پڑھا تو اگر معنی نہیں بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۷۔ کوئی کلمہ زیادہ کرنا اور وہ کسی کلمے کے عوض میں بھی نہ ہو، پس اگر معنی بدل جائیں تو نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں۔

۸۔ حرف یا کلمے کی تکرار، پس اگر حرف کی زیادتی ہوگی تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر کلمے کی زیادتی ہوگی تو معنی بدل جانے پر نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں اگر کلمہ بے ساختہ دوبارہ نکل گیا یا مخرج کو صحیح کرنے کے لئے کلمے کو دوبارہ کہا یا کوئی بھی ارادہ نہ کیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۹۔ کلمہ یا حرف کی تقدیم و تاخیر، اگر معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۰۔ ایک آیت کو دوسری کی جگہ پڑھ دینا اگر آیت پر پورا وقف کر کے دوسری آیت پوری یا تھوڑی سی پڑھی تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر وقف نہ کیا بلکہ ملا دیا تو معنی بدل جانے کی صورت میں نماز فاسد ہوگی ورنہ نہیں۔

۱۱۔ بے موقع وقف و وصل و ابتدا کرنا، عموم بلوئی کی وجہ سے فتویٰ اسی پر ہے کہ کسی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۲۔ اعراب و حرکات میں غلطی کرنا، متقدمین کے نزدیک اگر معنی میں بہت تغیر ہوا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں اس میں احتیاط زیادہ ہے اور ایسی نماز کو لوٹا لینا ہی بہتر ہے اگرچہ متاخرین کے نزدیک کسی صورت میں بھی نماز فاسد نہ ہوگی اور عمومِ بلویٰ کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے۔

۱۳۔ تشدید کی جگہ تخفیف اور تخفیف کی جگہ تشدید کرنا یا مد کی جگہ قصر اور قصر کی جگہ مد کرنا اس میں بھی اعراب کی طرح عموم بلوئی کی وجہ سے فتویٰ اس پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۱۴۔ ادغام کو اس کے موقع سے چھوڑ دینا یا جہاں اس کا موقع نہیں ہے وہاں ادغام کرنا اس میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۱۵۔ بے موقع امالہ یا اخفا یا اظہار یا غنہ وغیرہ کرنا ان سب میں بھی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۱۶۔ کلمے کو پورا نہ پڑھنا خواہ اس سبب سے کہ سانس ٹوٹ گیا یا باقی کلمہ بھول گیا اور پھر یاد آنے پر پڑھ دیا مثلاً الحمدللہ میں اَل کہہ کر سانس ٹوٹ گیا یا باقی کلمہ بھول گیا پھر یاد آیا اور حمدللہ کہہ دیا تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس سے بچنا مشکل ہے اس لئے نماز فاسد نہ ہوگی، اسی طرح کلمے میں بعض حروف کو پست پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۱۷۔ تلحین (راگنی) سے پڑھا یعنی نغموں کی رعایت سے حروف کو گھٹا بڑھا کر پڑھا تو اگر معنی بدل جائیں نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں لیکن ایسا پڑھنا مکروہ اور باعثِ گناہ ہے اور اس کا سننا بھی مکروہ ہے۔

۱۸۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں تانیث داخل کرنا، بعض کے نزدیک اس سے نماز فاسد ہو جائے گی بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگی۔

فائدہ

اگر کسی نے قرأت میں کھلی ہوئی غلطی کی پھر لوٹا کر صحیح پڑھ لیا تو اس کی نماز جائز و درست ہے۔

امامت کا بیان

۱۔ امامت کے معنی سردار ہونا ہے، نماز میں ایک شخص ساری جماعت کا امام یعنی سردار ہوتا

ہے اور سب مقتدی اس کی تابعداری کرتے ہیں، نماز کی امامت سے مراد مقتدی کی نماز کا امام کی نماز کے ساتھ چند شرائط کے ساتھ وابستہ ہونا ہے، شرائط آگے آتی ہیں۔

۲۔ امامت اذان سے افضل ہے یعنی اس میں زیادہ ثواب ہے اور امامت اقتدا سے بھی افضل ہے۔

جماعت کا بیان

جماعت کی تعریف

مل کر نماز پڑھنے کو جماعت کہتے ہیں جس میں ایک امام اور باقی سب مقتدی ہوتے ہیں، جمعہ اور عیدین کے علاوہ جماعت کے لئے کم سے کم دو آدمی ہونے چاہئیں ایک امام اور دوسرا مقتدی، اگرچہ وہ مقتدی ایک سمجھ دار لڑکا ہی ہو پس وہ مقتدی خواہ مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ سمجھ دار اور خواہ فرشتہ ہو یا جن اور نماز خواہ مسجد میں ہو یا مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ ہو جماعت کہلائیگی اور جماعت کا ثواب ملے گا لیکن جس قدر جماعت زیادہ ہوگی اسی قدر زیادہ ثواب ہوگا۔ جمعہ اور عیدین کے لئے امام کے علاوہ کم از کم ایسے تین آدمی اخیر نماز تک امام کے پیچھے ہوں جو امامت کے اہل ہوں تو جماعت درست ہوگی ورنہ نہیں۔

جماعت کی بعض حکمتیں اور فائدے

۱۔ ایک نماز پر ستائیس نماز کا ثواب ملنا۔

۲۔ آپس میں محبت و اتفاق بڑھنا اور دوسروں کو دیکھ کر عبادت کا شوق اور رغبت پیدا ہونا، نیک لوگوں اور کاملوں کے قلبی انوار سے دوسروں کے قلوب و لطائف کا منور ہونا۔

۳۔ بزرگ و نیک لوگوں کے ساتھ گنہگاروں کی نماز کا بھی قبول ہو جانا۔

۴۔ ناواقفوں کو واقفوں سے مسائل پوچھنے میں آسانی ہونا اور اپنی غلطیوں کی اصلاح اور دوسروں کی اچھائی و عمدگی حاصل کرنا پس یہ نماز کی صحت و تکمیل کا بہترین ذریعہ ہے۔

۵۔ نماز میں خوب دل لگنا۔

۶۔ ایک دوسرے کے حال کی اطلاع ہونا اور ایک دوسرے کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکنا جس سے اخوت و محبتِ ایمانی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

۷۔ بے نمازیوں کا پتہ چلنا اور ان میں تبلیغ اور وعظ ونصیحت کا موقع ملنا۔
۸۔ نزول رحمت وقبولیت کے لئے خاص اثر رکھنا۔
۹۔ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنا عبادت اور اسلام کی شان اور کلمۃ اللہ کی بلندی اور کفر کی پستی کا ذریعہ ہے۔
۱۰۔ جماعت پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔
۱۱۔ جماعت کی انتظار کے وقت کا عبادت میں شمار ہونا وغیرہ۔

جماعت کا حکم

۱۔ فرض نمازوں میں جماعت سنتِ مؤکدہ اور واجب کے قریب ہے بلکہ بعض کے نزدیک واجب اور بعض کے نزدیک فرض ہے۔
۲۔ نماز تراویح کے لئے جماعت کل اہلِ محلہ پر سنت کفایہ ہے۔
۳۔ رمضان المبارک میں نمازِ وتر کی جماعت مستحب ہے۔
۴۔ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے۔
۵۔ نمازِ خسوف (چاند گہن کی نماز) اور تمام نوافل میں بلاوے اور اہتمام کے ساتھ جماعت مکروہِ تحریمی ہے اگر اذان واقامت وبلانے وغیرہ کے اہتمام کے بغیر دو تین آدمی جمع ہو کر مسجد کے کسی گوشے میں نفل نماز جماعت سے پڑھ لیں تو مکروہ نہیں، چار یا اس سے زیادہ کی جماعت نوافل میں ہر حال میں مکروہِ تحریمی ہے خواہ اہتمام ہو یا نہ ہو۔
۶۔ اگر محلے کی مسجد میں جماعت سے رہ گیا تو اس کو کسی دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا واجب نہیں البتہ مستحب ہے جبکہ اپنی مسجد میں داخل نہ ہوا ہو، اگر اپنی مسجد میں داخل ہو گیا تو وہیں اکیلا پڑھے دوسری جگہ نہ جائے، اگر اپنی مسجد میں داخل ہوا اور اس میں جماعت ہو رہی ہے تو جب تک اس میں کچھ بھی حصہ مل سکے اس میں شامل ہونا چاہئے اس کو دوسری مسجد میں پوری جماعت ملنے کے خیال سے جانا گناہ اور نماز سے منھ پھیرنے کے معنی میں ہے۔

ترکِ جماعت کے عذرات

۱۔ عورت ہونا۔
۲۔ نابالغ ہونا۔

۳۔ بیماری جس سے چل پھر نہ سکے اور مسجد تک آنے میں مشقت ہو یا مدت کا مریض ہو جو بغیر مشقت نہ چل سکے۔

۴۔ اپاہج یعنی لنگڑا لولا ہو یا دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں یا ایک ہاتھ اور ایک پاؤں مخالف جانب یا ایک ہی جانب کے کٹے ہوئے ہوں یا شل ہوں۔

۵۔ جس کو فالج کا مرض ہو گیا ہو۔

۶۔ بہت بوڑھا جو چلنے پھرنے سے عاجز ہو اور اس کو مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔

۷۔ اندھا ہونا۔

۸۔ بہت بارش ہونا۔

۹۔ مسجد کے راستے میں کیچڑ ہونا۔

۱۰۔ سخت سردی ہونا۔

۱۱۔ بہت اندھیرا ہونا۔

۱۲۔ رات کے وقت آندھی اور تیز ہوا ہونا، یہ دن میں عذر نہیں۔

۱۳۔ جو شخص کسی بیمار کی خدمت و تیمارداری کرتا ہو۔

۱۴۔ مسجد میں جانے سے مال و اسباب کے چوری ہو جانے وغیرہ کا خوف ہو یا ہنڈیا وغیرہ کے یا تنور میں روٹی کے ضائع ہونے کا خوف ہو۔

۱۵۔ قرض خواہ کے ملنے اور اس سے تکلیف پہنچنے یا قید کر لینے کا خوف ہو جبکہ وہ قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔

۱۶۔ کسی دشمن یا ظالم کے مل جانے سے اپنی جان یا مال پر خوف ہو۔

۱۷۔ جبکہ سفر کا ارادہ ہو اور قافلہ نکل جانے اور تنہا سفر کرنے میں خوف ہو یا ریل گاڑی یا جہاز یا موٹر کی روانگی کا وقت قریب ہو۔

۱۸۔ پیشاب یا پاخانے کی غالب حاجت یا ریح کے غلبے کے وقت۔

۱۹۔ جب کھانا حاضر ہو اور بھوک سے نفس اس کی طرف زیادہ راغب ہو خواہ کوئی وقت ہو یہی حکم پینے کا ہے۔

۲۰۔ صحتِ نماز کی کسی شرط مثلاً طہارت یا سترِ عورت وغیرہ کا نہ پایا جانا۔

۲۱۔ امام کا مقتدی کے مذہب کی رعایت نہ کرنا، (ان میں سے جو عذر بالکل مانع ہو جیسے

زیادہ بڑھاپا یا فالج وغیرہ تو اگر اس کی نیت تھی کہ عذر نہ ہوتا تو ضرور شامل ہوتا، اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا اور جو عذر بالکل مانع نہیں جیسے بارش و کیچڑ و سردی داندھا ہونا وغیرہ تو اس کو ترک سے جماعت میں شامل ہونا بہتر ہے ورنہ جماعت کی فضیلت سے محروم رہے گا البتہ ترکِ جماعت کا گناہ اس پر نہیں ہوگا)

جماعت کے واجب ہونے کی شرطیں

۱۔مسلمان ہونا۔ ۲۔مرد ہونا، ۳۔بالغ ہونا۔ ۴۔عاقل ہونا،
۵۔آزاد ہونا، ۶۔تمام مذکورہ بالا عذروں سے خالی ہونا۔

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

یہ دو قسم پر ہیں اوّل شرائطِ امامت، دوم شرائطِ اقتدا۔

قسم اوّل شرائطِ امامت:

یہ چھ ہیں:

۱۔اسلام یعنی مسلمان ہونا، کافر و مشرک کے پیچھے نماز درست نہیں، بدعتی جو کافر نہ ہو اور فاسق کے پیچھے نماز درست ہو جائے گی مگر مکروہِ تحریمی ہے۔

۲۔عاقل ہونا، ہر وقت مست و مجنون رہنے والے کے پیچھے نماز درست نہیں۔

۳۔بالغ ہونا، نابالغ لڑکے کے پیچھے بالغ کی نماز درست نہیں خواہ تراویح و نوافل ہی ہوں۔عمر کے لحاظ سے پندرہ سال کا لڑکا بالغ ہے، اگر علامت کے لحاظ سے اس عمر سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے۔

۴۔مذکر (مرد) ہونا، مرد کی اقتدا عورت یا خنثیٰ مشکل کے پیچھے درست نہیں۔

۵۔قرأت یعنی بقدر جوازِ نماز قرآن یاد ہونا اور وہ کم سے کم ایک آیت ہے اور ایسے شخص کو حنفی فقہا کے نزدیک قاری کہتے ہیں اور جس کو اس قدر بھی یاد نہ ہو اس کو اُمّی کہتے ہیں پس قاری کی اقتدا اُمّی کے پیچھے درست نہیں، اسی طرح قاری کی اقتدا گونگے کے پیچھے درست نہیں۔

۶۔صحیح ہونا یعنی عذرات سے بچا ہوا ہونا پس صحیح (غیر معذور) کی اقتدا معذور کے پیچھے درست نہیں۔عذرات یہ ہیں: ا۔ہر وقت پیشاب جاری رہنا، نکسیر یا زخم سے خون جاری رہنا،

ریاح جاری رہنا، استحاضہ کا مرض ہونا،۲۔ تو تلا یا ہکلا ہونا،۳۔ نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا نہ پایا جانا (معذور اپنے جیسے معذور کی امامت کرسکتا ہے اسی طرح اُمّی اُمّی کی امامت کرسکتا ہے اور نابالغ نابالغوں کی امامت کرسکتا ہے وغیرہ)

قسم دوم شرائط اقتدا

۱۔ نیتِ اقتدا یعنی مقتدی کو امام کی متابعت یعنی اس کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرنا اور اس نیت کا تحریمہ کے ساتھ ہونا یا تحریمہ پر اس طرح مقدم ہونا کہ دونوں کے درمیان کوئی نماز کو توڑنے والا فعل نہ ہو، جمعہ و عیدین میں اقتدا کی نیت ضروری نہیں۔

۲۔ مرد امام کو عورتوں کی امامت کی نیت کرنا عورتوں کی نماز صحیح ہونے کے لئے شرط ہے لیکن جمعہ و عیدین میں یہ شرط نہیں ہے۔

۳۔ مقتدی کا امام سے آگے نہ ہونا یعنی مقتدی کا قدم امام کے قدم سے آگے نہ ہو اور اس میں ٹخنوں یعنی ایڑیوں کا اعتبار ہے پس اگر مقتدی کا ٹخنہ وایڑی امام کے ٹخنہ وایڑی سے پیچھے ہو لیکن امام کا پاؤں چھوٹا ہو۔ اور مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے پنجہ امام کے پنجے سے آگے ہو تو اقتدا درست ہے۔

۴۔ اتحادِ نماز، یعنی امام اور مقتدی کی نماز کا متحد ہونا، پس دونوں کی نماز ایک ہی ہو جیسے ظہر کی نماز اُسی ظہر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے لیکن ظہر کی نماز عصر کی نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، یا مقتدی کی نماز امام کی نماز کو متضمن (شامل) ہو جیسا کہ نفل پڑھنے والے کی نماز فرض پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے کیونکہ فرض نفل کو متضمن ہے لیکن اس کا برعکس درست نہیں کیونکہ نفل فرض کو متضمن نہیں اسی طرح ہر قوی نماز والے کی اقتدا ضعیف نماز والے کے پیچھے درست نہیں لیکن ضعیف نماز والے کی اقتدا قوی نماز والے کے پیچھے درست ہے، مثلاً نذر نماز والے کی اقتدا نفل نماز والے کے پیچھے درست نہیں، مسبوق کی اقتدا مسبوق کے پیچھے، ادا نماز والے کی اقتدا دوسرے دن کی وہی قضا نماز پڑھنے والے کے پیچھے، مسافر کی اقتدا مقیم کے پیچھے وقت نکلنے کے بعد درست نہیں وغیرہ۔

۵۔ اتحادِ مکان، امام اور مقتدی کے مکان کا ایک ہونا، پس سواری سے اُتر کر نماز پڑھنے والے کی اقتدا سوار کے پیچھے یا ایک سواری پر نماز پڑھنے والے کی اقتدا دوسری الگ سواری پر نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں۔

۶۔ امام اور مقتدی کے درمیان عام راستہ (سڑک) نہ ہونا، وہ راستہ جس میں بیل گاڑی یا لدے ہوئے اونٹ و خچر گزر سکیں مانع اقتدا ہے جبکہ صفیں ملی ہوئی نہ ہوں، اگر اس سے کم فاصلہ ہو یا صفیں ملی ہوئی ہوں، تو مانع اقتدا نہیں، ایک آدمی کے درمیان میں کھڑا ہونے سے صفیں نہیں ملتیں دو میں اختلاف ہے تین آدمی کھڑے ہوں تو بالاتفاق صفیں متصل ہو جائیں گی۔

۷۔ بڑی نہر درمیان میں نہ ہونا، جس نہر میں کشتیاں اور بجرے (یعنی چھوٹی کشتیاں) گزر سکیں اور اس پر پُل وغیرہ کے بغیر گزر نہ ہو سکے وہ نہر بڑی ہے اور وہ عام راستے کے حکم میں ہے، اس میں صفوں کا اتصال پل کے ذریعے ہو سکتا ہے اور اگر نہر خشک ہو تو راستے کی طرح اس میں صفیں متصل ہو جانے سے اقتدا درست ہے، چھوٹی نہر جس میں کشتیاں اور بجرے نہ گزر سکیں مانع اقتدا نہیں ہے۔

۸۔ کوئی بڑا میدان یعنی خالی جگہ امام اور مقتدی کے درمیان حائل نہ ہونا پس اگر میدان میں جماعت کھڑی ہو تو اگر امام اور مقتدی کے درمیان اتنی جگہ خالی ہے جس میں دو صفیں یا زیادہ قائم ہو سکیں تو اقتدا درست نہیں ہے، اس سے کم فاصلہ مانع اقتدا نہیں اور نماز درست ہو جائے گی، اسی طرح کوئی سی دو صفوں کے درمیانی فاصلے کے پچھلی صف کے لئے مانع اقتدا ہونے یا نہ ہونے کے حکم کی بھی یہی تفصیل ہے۔ بہت ہی زیادہ بڑی مسجد میں بھی صفوں میں فاصلے کے حکم کی تفصیل یہی ہے یعنی وہ میدان کے حکم میں ہے۔ عام مساجد اگرچہ بڑی ہوں مکانِ واحد کے حکم میں ہیں اور ان میں فاصلہ خواہ دو صفوں کے برابر یا زیادہ ہو مانع اقتدا نہیں ہے، لیکن بلاضرورت مکروہ ہے، فنائے مسجد (صحن) مسجد کے حکم میں ہے، بڑا مکان جو چالیس گز شرعی یا اس سے زیادہ بڑا ہو میدان کے حکم میں ہے اس سے کم عام مسجد کے حکم میں ہے۔

۹۔ مقتدی پر امام کا حال مشتبہ نہ ہونا، اگر امام کے ایک رکن سے دوسرے رکن میں جانے کا حال مقتدی کا معلوم ہو خواہ امام یا مقتدیوں کو دیکھ کر ہو یا امام یا مکبر کی تکبیر کی آواز سن کر ہو تو اقتدا درست ہے خواہ دیوار یا منبر وغیرہ درمیان میں حائل ہو۔

۱۰۔ امام اور مقتدی کے درمیان عورتوں کی پوری صف کا حائل نہ ہونا، اگر عورتوں کی پوری صف امام کے پیچھے ہو گی تو ان کے پیچھے مردوں کی جتنی صفیں ہوں گی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر مقتدیوں کی صفوں کے درمیان میں عورتوں کی صف ہو گی تو ان کے پیچھے والی مردوں کی سب صفوں کی نماز فاسد ہو جائے گی، چار یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو پوری صف کا حکم ہو گا، تین عورتیں ہوں گی تو پیچھے والی تمام صفوں کے اُن تین تین آدمیوں کی نماز فاسد ہو گی جو اُن عورتوں کی

سیدھ میں پیچھے ہوں گے دو عورتیں پیچھے والی صف کے دو آدمیوں کی اور ایک عورت پیچھے والی صرف پہلی صف کے صرف ایک آدمی کی نماز فاسد کرے گی اور اگر مردوں کی صف کے درمیان میں ایک یا زیادہ عورتیں ہوں گی تو ان کے برابر والے دائیں و بائیں طرف کے ایک ایک آدمی کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

۱۱۔ امام کی نماز کا مقتدی کے مذہب پر صحیح ہونا اور مقتدی کا اپنے گمان میں اس کو صحیح سمجھنا

۱۲۔ مقتدی کا ارکانِ نماز میں امام کے ساتھ شریک ہونا یعنی ہر رکن کو امام کے ساتھ یا اس کے بعد متصل ہی ادا کرنا پس اگر کسی رکن کو چھوڑ دے گا یا امام سے پہلے ادا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر اس رکن میں جس کو امام سے پہلے کرلیا ہے اپنے امام کو پالیا مثلاً امام کے رکوع میں جانے سے پہلے رکوع میں چلا گیا اور رکوع میں یہاں تک رہا کہ امام نے بھی رکوع کر دیا یا وہ رکوع سے اٹھ گیا تھا لیکن پھر امام کے ساتھ رکوع میں واپس آ گیا تو اب امام کے ساتھ شرکت ہو کر نماز درست ہو جائے گی اور اگر اس صورت میں امام کے رکوع میں جانے سے پہلے اُٹھ گیا اور پھر امام کے ساتھ رکوع میں شریک نہیں ہوا تو اقتدا درست نہ ہوگی اور نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۳۔ ارکان کی ادائیگی میں مقتدی کا امام کے مثل یا اس سے کم ہونا پس امام اور مقتدی دونوں رکوع و سجود سے نماز پڑھتے ہوں یا دونوں اشارے سے نماز پڑھتے ہوں یا امام رکوع و سجود سے پڑھتا ہو اور مقتدی اشارے سے پڑھتا ہو تو اقتدا درست ہے، اور اگر امام اشارے سے نماز پڑھتا ہو اور مقتدی رکوع و سجود سے تو چونکہ مقتدی کا حال امام سے قوی ہے اس لئے اقتدا درست نہیں۔

۱۴۔ شرائط نماز میں مقتدی کا امام سے زیادہ جامع نہ ہونا، بلکہ امام کے مثل یا اس سے کم ہونا مثلاً سب شرائط کا جامع مقتدی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو درست ہے، یا ننگا آدمی دوسرے ننگے آدمی کے پیچھے پڑھے یا ننگا آدمی سب شرائط کے جامع امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اقتدا درست ہے لیکن اگر امام ننگا ہو اور مقتدی ستر ڈھانپے ہوئے ہو تو اقتدا درست نہیں۔

جن لوگوں کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی ہے:

۱۔ بدعتی جبکہ اس کی بدعت کفر کے درجہ کی نہ ہو۔

۲۔ فاسق جو علانیہ فسق کرتا ہو جیسے شرابی، جواری، زناکار، سود خوار وغیرہ ڈاڑھی منڈانے والا یا ڈاڑھی کٹا کر ایک مشت سے کم رکھنے والا بھی علانیہ فاسق ہے۔

جن کے پیچھے مکروہِ تنزیہی ہے

۱۔ غلام (جو شرع کی رو سے غلام ہو)

۲۔ جاہل گنوار۔

۳۔ ولد الزنا (حرامی) ان تینوں میں تربیت نہ ہو سکنے کی وجہ سے جہالت کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر ایسا شخص قوم میں زیادہ علم والا اور نیک ہو تو اسی کو امام بنانا اولیٰ ہے، اور جب اس سے افضل اور کوئی شخص موجود نہ ہو تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔

۴۔ بالغ نوجوان جس کے ابھی ڈاڑھی نہ نکلی ہو بوجہ خوفِ شہوت یا غلبۂ جہل مکروہ ہے، لیکن اگر زیادہ عالم یہی ہو تو کراہت رفع ہو کر یہی امامت کے لئے اولیٰ ہوگا۔

۵۔ اندھا اور وہ شخص جس کو دن اور رات میں کم نظر آئے اس کی امامت نجاست سے نہ بچ سکنے کی وجہ سے مکروہ ہے اور اگر وہ بچنے والا اور احتیاط کرنے والا ہو اور اہلِ علم ہو تو یہی اولیٰ ہے۔

۶۔ کم عقل۔

۷۔ فالج زدہ اور برص و بہق والا یعنی جس کو سفید یا سیاہ داغ کا مرض پھیل گیا ہو، جذام والا، لنگڑا یعنی جو قدم کا کچھ حصہ لگا کر کھڑا ہوتا ہو پورا پاؤں نہ لگاتا ہو، ایک ہاتھ والا، جس کا پیشاب بند ہو گیا ہو، ان سب کے پیچھے علت تنفر یا پوری طرح طہارت ممکن نہ ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

امامت کا زیادہ حقدار کون ہے؟

تمام حاضرین میں سے جس میں امامت کے سب سے زیادہ اوصاف پائے جائیں اس کو امام بنانا چاہئے لیکن بادشاہِ اسلام کے ہوتے ہوئے کسی اور کو اس کی اجازت کے بغیر حقِ امامت نہیں ہے، اس کے بعد والی پھر قاضی پھر مسجد کا امام معین یا گھر میں صاحبِ خانہ جبکہ امامت کا اہل ہو ہر حال میں مقدم ہوگا،

(۱) امامت کے لئے سب سے مقدم وہ شخص ہے جو عالم ہو یعنی نماز کے مسائل سب سے زیادہ جانتا ہو اگرچہ دوسرے علوم میں کم ہو اور یہ بھی شرط ہے کہ اس کے اعمال اچھے ہوں اگر اس میں دو آدمی برابر ہوں تو جو (۲) زیادہ قاری ہو اور قرآن مجید قواعد کے مطابق زیادہ صحیح پڑھتا ہو پھر جو (۳) زیادہ پرہیزگار ہو یعنی حلال و حرام میں شبہ سے بھی بچتا ہو، (۴) پھر جو عمر میں زیادہ ہو

یعنی اسلام کی حالت میں زیادہ عرصے سے ہو، (۵) پھر جو اخلاق میں زیادہ اچھا ہو، (۶) پھر جو خوبصورتی میں زیادہ ہو اس سے مراد تہجد زیادہ پڑھنے والا ہے کیونکہ اس سے چہرے پر خوبصورتی زیادہ آتی ہے اور یہ جماعت کی کثرت کا سبب ہے، (۷) پھر جو حسب میں زیادہ ہو، (۸) پھر جو نسب میں یعنی خاندان کے لحاظ سے زیادہ شریف ہو مثلاً سید اور لوگوں پر مقدم ہے (۹) پھر جس کی آواز زیادہ اچھی ہو، (۱۰) پھر جس کے پاس حلال مال زیادہ ہو، (۱۱) پھر جو جاہ اور وقار میں زیادہ ہو، (۱۲) پھر جو عمدہ لباس پہنے، (۱۳) پھر جس کا سر تناسب کے ساتھ دوسروں سے بڑا ہو، یہ عقل کی بڑائی کی دلیل ہے غیر متناسب (بہت ہی زیادہ) بڑا نہ ہو، (۱۴) پھر مقیم مسافر پر مقدم ہے جبکہ باقی نمازی مقیم ہوں یا مقیم و مسافر ملے جلے ہوں، (۱۵) پھر آزاد اصلی آزاد شدہ غلام پر مقدم ہے، جب کسی صفت میں دو شخص مقابل و برابر ہوں تو جو زیادہ عرصے سے اس صفت کا اہل ہو مقدم ہوگا مثلاً دونوں عالم ہیں تو جس کا علم پہلے سے ہے یا دونوں قاری ہیں تو جس کو فنِ قرأت دوسرے سے زیادہ عرصے سے آتا ہے وغیرہ، اگر یہ ساری صفتیں دونوں یا زیادہ شخصوں میں جمع ہو جائیں اور کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو قرعہ ڈالا جائے یا جماعت کے اختیار پر چھوڑ دیں اور مقتدیوں کے اختیار کی صورت میں اگر اختلاف ہو تو کثرتِ رائے کا اعتبار ہوگا۔ اگر مسجد کا امام معین ہو اور جماعت کے وقت اس سے افضل کوئی شخص آ جائے تب بھی امام معین اس اجنبی شخص سے زیادہ مستحق ہے۔

امام اور مقتدی کے کھڑا ہونے اور صفوں کی ترتیب کا بیان

۱۔ اگر صرف دو آدمی جماعت کریں تو ایک امام بنے اور دوسرا مقتدی بن کر اس کے برابر میں داہنی طرف کھڑا ہو، اگر چہ وہ دوسرا شخص جو مقتدی بنے گا لڑکا ہی ہو، اکیلا مقتدی امام سے آگے نہ کھڑا ہو ایڑی اور ٹخنے برابر میں ہوں امام سے آگے نہ ہوں، اگر مقتدی کا پاؤں بڑا ہونے کی وجہ سے انگلیاں امام کی انگلیوں سے آگے ہوں تو مضائقہ نہیں، اگر مقتدی اتنا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو کہ اس کے پاؤں کی انگلیاں امام کی ایڑی کے برابر ہوں تب بھی مضائقہ نہیں زیادہ پیچھے یا بالکل امام کے پیچھے اکیلے مقتدی کا کھڑا ہونا مکروہِ تنزیہی اور خلافِ سنت ہے۔

اگر مقتدی اکیلی عورت یا لڑکی ہو تو اس کو امام کے پیچھے ہی کھڑا ہونا چاہئے۔

۲۔ اگر دو یا زیادہ مقتدی ہوں تو امام کو ان کے آگے کھڑا ہونا واجب ہے اور ان کے برابر میں بیچ میں کھڑا ہونا مکروہِ تحریمی ہے، اگر مقتدی ایک مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو مرد امام کے

برابر میں اور عورت یا لڑکی پیچھے کھڑی ہو، اگر دو مرد اور ایک عورت یا لڑکی ہو تو دونوں مرد امام کے پیچھے اور عورت یا لڑکی اُن مردوں کے پیچھے کھڑی ہو۔

۳۔ اگر دو مرد یعنی ایک امام اور ایک مقتدی جماعت سے نماز پڑھ رہے ہوں پھر ایک تیسرا شخص آ جائے تو پہلا مقتدی خود ہی پیچھے ہٹ جائے تاکہ دونوں مل کر امام کے پیچھے صف بنالیں اگر وہ نہ ہٹے تو وہ تیسرا آدمی اس کو پیچھے کھینچ لے خواہ تحریمہ باندھ کر یا اس سے پہلے کھینچے یا امام آگے بڑھ جائے تاکہ تیسرا آدمی اُس مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے، جیسا موقع ہو کر لے، آجکل لوگ مسائل سے واقف نہیں اس لئے اگر گنجائش ہو تو امام ہی آگے بڑھ جائے۔

۴۔ صرف عورتوں کی جماعت جس میں کوئی مرد نہ ہو مکروہ ہے لیکن اگر پھر بھی عورتیں جماعت کریں تو جو عورت امام ہے وہ مقتدی عورتوں کے برابر وسطِ صف میں کھڑی ہو خواہ کتنی ہی عورتیں ہوں۔

ترتیبِ صفوف

اگر مقتدی مختلف قسم کے افراد ہوں یعنی مرد، نابالغ لڑکے، خنثیٰ، قریب البلوغ لڑکیاں ہوں تو امام کے پیچھے پہلے مرد کھڑے ہوں خواہ جتنی بھی صفیں ہوں اُن کے پیچھے لڑکوں کی صف یا صفیں ہوں پھر خنثیٰ پھر عورتیں پھر لڑکیاں صف بنائیں، بڑے آدمیوں کی صفوں میں بچوں کو کھڑا کرنا مکروہ ہے، صرف ایک لڑکا ہو تو مردوں کی صف میں داخل کیا جائے یعنی سرے پر بائیں طرف کھڑا کیا جائے، خنثیٰ اکیلا ہو تو لڑکوں کی صف میں شامل ہو، عورت یا لڑکی اکیلی ہو یا زیادہ ہر حال میں مردوں و لڑکوں و خنثیٰ سے الگ صف بنائیں۔

متعلقہ مسائل

۱۔ عورتوں کو جماعت میں حاضر ہونا فتنے کی وجہ سے مکروہ ہے خواہ بوڑھی ہی ہو اور خواہ کوئی سی نماز ہو اسی پر فتویٰ ہے۔

۲۔ صفیں سیدھی ہونی چاہئیں کندھے سے کندھا اور ٹخنے سے ٹخنہ ملا کر سیدھی کریں اور بیچ میں فاصلہ نہ چھوڑیں، امام صفیں سیدھی کرائے اور خود صف کے وسط کی سیدھ میں کھڑا ہو، اگر اس کے خلاف کیا یعنی وسط سے داہنی یا بائیں طرف کھڑا ہوا تو اُس نے بُرا کیا کیونکہ یہ سنت کے خلاف ہے۔

۳۔ مقتدی کے لئے افضل یہ ہے کہ امام کے قریب کھڑا ہو، اگر دائیں طرف قریب ہو یا دونوں طرف نے قرب میں برابر ہو تو دائیں طرف کھڑا ہو ورنہ بائیں طرف کھڑا ہو، امام کے

بالکل پیچھے پہلی صف میں سب سے افضل شخص کھڑا ہونا چاہئے۔

۴۔ سب سے افضل پہلی صف ہے پھر دوسری پھر تیسری وغیرہ علی الترتیب، اگر آگے کی صفوں میں خالی جگہ ہو تو صفوں کو چیر کر آگے سے گزر کر اُس کو پر کرنا چاہئے اس میں وہ گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے خلا چھوڑا ہے اور انہوں نے خود اپنی عزت ضائع کی لیکن آج کل جہالت کا زمانہ ہے اس لئے فتنے کا ڈر ہو تو ایسا نہ کرے۔

۵۔ نمازِ جنازہ میں آخری صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے۔

عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد ہونے کے شرائط و مسائل

نماز میں عورت کا مرد کے آگے یا مرد کے برابر میں کھڑا ہونا اس طرح پر کہ عورت کا قدم مرد کے کسی عضو کے مقابل نماز کے دوران میں کسی وقت بھی ہو جائے مرد کی نماز کو فاسد کر دے گا اور قدم کا برابر ہونا پنڈلی یا ٹخنے کے برابر ہونے سے ہے، شرائطِ محاذات گیارہ ہیں جو یہ ہیں۔

۱۔ وہ عورت ایسی ہو جو شہوت کی حد کو پہنچ گئی ہو اور جماع کے لائق ہو اگرچہ نابالغ ہو، عمر کا اعتبار نہیں بلکہ جسم کی ساخت کا اعتبار ہے اگرچہ نو سال سے کم عمر کی ہو اور اگر زیادہ عمر کی ہے لیکن ساخت کے اعتبار سے جماع کے قابل نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی، بڑھیا عورت کے محاذات سے بھی نماز فاسد ہو جائے گی خواہ وہ کتنی ہی عمر کی ہو۔

۲۔ دونوں رکوع و سجود والی نماز پڑھ رہے ہوں۔

۳۔ دونوں تحریمہ کی رو سے نماز میں مشترک ہوں یعنی دونوں ایک ہی امام کے مقتدی ہوں یا عورت نے اپنے محاذی مرد کی تحریمہ پر تحریمہ باندھی ہو اور خواہ عورت ایک یا دو رکعت بعد میں آ کر شامل ہوئی ہو۔

۴۔ دونوں ادا کی رُو سے نماز میں مشترک ہوں یعنی وہ مرد اس عورت کا امام ہو یا وہ دونوں کسی دوسرے شخص کے مقتدی ہوں خواہ شرکت حقیقۃً ہو جیسا کہ مدرک اور خواہ حکماً ہو جیسا کہ لاحق جبکہ وہ اپنی لاحقانہ نماز میں ہے۔

۵۔ مرد مکلف ہو یعنی عاقل و بالغ ہو۔

۶۔ عورت عاقلہ ہو یعنی ایسی ہو جس کی نماز صحیح ہوتی ہو پس مجنونہ یا حیض یا نفاس والی عورت کی محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۷۔امام نے اس عورت کی یا مطلق عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو، نیت کے وقت عورتوں کا حاضر ہونا ضروری نہیں، نیت شروع نماز کے وقت معتبر ہے نماز شروع کرنے کے بعد اگر عورتوں کی امامت کی نیت کی یا عورتوں کی امامت کی نیت کی ہی نہیں تو محاذات سے مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ عورت کی نماز شروع ہی نہیں ہوگی۔ جمعہ و عیدین میں عورتوں کی امامت کی نیت شرط نہیں ہے یہی صحیح ہے پس ان نمازوں میں ان کی امامت کی نیت کرے یا نہ کرے مرد کی نماز عورت کی محاذات سے فاسد ہو جائے گی۔

۸۔پورے رکن میں محاذات برابر رہی ہوں اس سے کم میں مفسد نہیں۔

۹۔دونوں کی نماز پڑھنے کی جہت ایک ہی ہو۔

۱۰۔نماز شروع کرنے کے بعد شامل ہونے والی عورت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کرنا مرد کی نماز کو فاسد کرتا ہے پس اگر اُس نے عورت کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ کر دیا تو مرد کی نماز فاسد نہیں ہوگی بلکہ عورت کی نماز فاسد ہوگی کیونکہ مرد نے اپنا فرض ادا کر دیا اور عورت نے اپنا فرض ترک کیا۔

۱۱۔ان دونوں کے درمیان میں کچھ حائل نہ ہو پس اگر دونوں کے درمیان میں ستون یا دیوار یا کوئی اور پردہ یا سترہ حائل ہو تو مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی سترے کی کم سے کم مقدار ایک گز شرعی (ایک ہاتھ) بلندی اور ایک انگل کی مقدار موٹائی ہے یا دونوں کے درمیان اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے، عورت کی نماز دو صورتوں کے سوا اور کسی صورت میں مرد کے محاذی کھڑے ہونے سے فاسد نہیں ہوتی اور وہ دو صورتیں یہ ہیں اول جبکہ مرد نے اس کو پیچھے ہٹنے کے لئے کہا اور وہ نہ ہٹی، دوم جبکہ وہ مرد خود امام ہو تو جب امام کی نماز فاسد ہو جائے گی تو اس مقتدی عورت کی نماز خود بخود فاسد ہو جائے گی، صف کے درمیان میں کھڑی ہوئی ایک عورت تین آدمیوں کی نماز فاسد کرتی ہے ایک اس کے دائیں طرف کا اور دوسرا بائیں طرف کا اور ایک اس کے پیچھے والی پہلی متصل صف کا عین پیچھے والا آدمی، دو عورتیں چار آدمیوں کی نماز فاسد کرتی ہیں ایک دائیں طرف کا دوسرا بائیں طرف کا اور دو آدمی پیچھے والی متصل صف کے عین اُن کے پیچھے والے، تین عورتیں ایک داہنی طرف کے آدمی کی اور ایک بائیں طرف کے آدمی کی اور پیچھے والی ہر صف کے بالکل ان کے پیچھے والے تین تین آدمیوں کی نماز آخری صف تک فاسد کرتی ہیں اور تین سے زیادہ عورتیں پوری صف کے حکم میں ہو کر دائیں بائیں کے برابر والے ایک ایک آدمی کے علاوہ پیچھے والی تمام صفوں کے تمام آدمیوں کی نماز فاسد کرتی ہیں مزید تفصیلات عمدۃ الفقہ و دیگر بڑی کتب میں ملاحظہ فرمائیں۔

جن چیزوں میں مقتدی کو امام کی متابعت کرنی چاہئے اور جن میں نہیں

۱۔ اگر مقتدی قعدۂ اولیٰ کے تشہد میں شریک ہوا اور اس مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے امام تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا مقتدی قعدۂ اخیرہ میں شریک ہوا اور امام نے اس مقتدی کے تشہد پورا کرنے سے پہلے سلام پھیر دیا یا مقتدی پہلے سے نماز میں شریک تھا لیکن امام قعدۂ اولیٰ میں تشہد پورا کرنے کے بعد تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا یا قعدۂ اخیرہ میں سلام پھیر دیا اور ابھی مقتدی کا تشہد پورا نہیں ہوا تو ان سب صورتوں میں مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ تشہد پورا کرے۔

۲۔ امام قعدے میں تشہد سے فارغ ہو کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا لیکن مقتدی تشہد پڑھنا بھول گیا اور وہ بھی امام کے ساتھ کھڑا ہو گیا تو اس کو چاہئے کہ پھر لوٹے اور تشہد پڑھے پھر امام کے ساتھ ہو جائے اگرچہ اس کو رکعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو یعنی لاحق کی طرح امام کے پیچھے رہتے ہوئے ارکان ادا کرتا جائے اور جہاں امام کو مل سکے مل جائے اور اگر سلام پھیرنے تک امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکے تو باقیماندہ نماز لاحقانہ پوری کر کے سلام پھیرے۔

۳۔ امام نے سلام پھیر دیا لیکن مقتدی ابھی تک درود شریف یا دعا نہیں پڑھ سکا تو اس کو ترک کر کے امام کی متابعت کرے اور اس کے ساتھ سلام پھیر دے، اسی طرح رکوع یا سجدے کی تسبیح پوری تین دفعہ نہیں پڑھ سکا کہ امام نے سر اٹھا دیا تو امام کی متابعت کرے۔

۴۔ اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھا لیا تو پھر رکوع یا سجدے میں چلا جائے اور یہ دو رکوع یا دو سجدے نہیں ہوں گے۔

۵۔ اگر مقتدی نے دیر تک سجدہ کیا یہاں تک کہ امام نے دوسرا سجدہ بھی کر لیا اس وقت مقتدی نے سجدے سے سر اٹھایا اور یہ گمان کر کے کہ امام پہلے ہی سجدے میں ہے دوبارہ سجدے میں چلا گیا تو یہ دوسرا سجدہ دوسرا ہی سجدہ واقع ہو گا خواہ پہلے سجدے کی نیت کی ہو۔

۶۔ اگر کسی مقتدی نے سب رکعتوں میں رکوع وسجود امام سے پہلے کیا تو ایک رکعت بلاقرأت قضا کرے۔

۷۔ اگر مقتدی نے امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کیا اور امام اس رکوع یا سجدے میں اس کے ساتھ شامل ہو گیا تو مقتدی کی نماز درست ہے لیکن مقتدی کو ایسا کرنا مکروہ ہے بھولے سے ہو جائے تو مکروہ نہیں۔

پانچ چیزیں جن میں امام کی متابعت کی جائے

یعنی اگر امام کرے تو مقتدی بھی کرے اور اگر امام چھوڑ دے تو مقتدی بھی چھوڑ دے۔

۱۔ نمازِ عیدین کی تکبیریں، ۲۔ قعدۂ اولیٰ، ۳۔ سجدۂ تلاوت،

۴۔ سجدۂ سہو، ۵۔ دعائے قنوت،

چار چیزیں جن میں امام کی متابعت نہ کی جائے

یعنی اگر امام کرے تو مقتدی اس کی متابعت نہ کرے۔

۱۔ امام جان بوجھ کر نمازِ جنازہ کی تکبیریں چار سے زیادہ یعنی پانچ کہے۔

۲۔ جان بوجھ کر عیدین کی تکبیریں زیادہ کہے جبکہ مقتدی امام سے سُنتا ہو اور اگر مکبر سے سنے تو ترک نہ کرے کہ شاید اس سے غلطی ہوئی ہو۔

۳۔ کسی رکن کا زیادہ کرنا مثلاً دو بار رکوع کرنا یا تین بار سجدہ کرنا۔

۴۔ جبکہ امام بھول کر پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے تو مقتدی کھڑا نہ ہو بلکہ امام کا انتظار کرے۔ اگر امام پانچویں رکعت کے سجدہ کر لینے سے پہلے لوٹ آیا اور وہ قعدۂ اخیرہ کر چکا تھا تو مقتدی بھی اس کا ساتھ دے اور اس کے ساتھ سلام پھیر دے اور اس کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور اگر امام نے پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو مقتدی تنہا سلام پھیرے اور اگر امام نے قعدۂ اخیرہ نہیں کیا تھا اور وہ پانچویں رکعت کے سجدے سے پہلے لوٹ آیا تب بھی مقتدی اس کا ساتھ دے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر لیا تو امام اور مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی سب نئے سرے سے پڑھیں۔ (یہ نمبر رکن کی زیادتی میں شامل ہے جو کہ نمبر ۳ میں مذکور ہے وضاحت کے لئے الگ لکھتے ہیں)۔

نو چیزیں جن کو خواہ امام کرے یا نہ کرے مقتدی اُن کو ادا کرے

کیونکہ یہ سنن ہیں اور سُنن کے ادا کرنے یا نہ کرنے میں امام کی متابعت واجب نہیں امام نہ کرے تو مقتدی خود کر لے۔

۱۔ تحریمہ کے لئے رفع یدین کرنا۔

۲۔ ثنا پڑھنا (البتہ جہری نماز میں امام کے الحمد شروع کرنے کے بعد نہ پڑھے)

۳۔ تکبیراتِ انتقال یعنی رکوع میں جانے یا سجدے میں جانے یا سجدے سے اٹھنے کے لئے

اللہ اکبر کہنا۔

۴۔ رکوع کی تسبیح جب تک امام رکوع میں ہے۔

۵۔ اگر امام سمع اللہ لمن حمدہ چھوڑ دے تو مقتدی ربنا لک الحمد کہنا ترک نہ کرے،

۶۔ سجدے کی تسبیح جب تک امام سجدے میں ہے۔

۷۔ تشہد لیکن اگر امام نے قعدۂ اولیٰ ہی ترک کر دیا تو مقتدی بھی ترک کرے۔

۸۔ سلام جبکہ امام نے سلام کی بجائے کلام کر دیا یا مسجد سے نکل گیا تو مقتدی سلام پھیر کر اپنی نماز پوری کرے۔

۹۔ تکبیراتِ تشریق،

مقتدی کے اقسام

مقتدی چار قسم کے ہوتے ہیں۔

اوّل مُدرِک: جس شخص نے پوری نماز یعنی اوّل رکعت سے امام کے ساتھ شریک ہو کر آخری قعدے کا تشہد پڑھنے تک تمام رکعتیں امام کے ساتھ پڑھی ہوں ایسا شخص مُدرک کہلاتا ہے، پہلی رکعت میں رکوع کے کسی جزو میں یا اس سے پہلے پہلے امام کے ساتھ شریک ہو گیا تو وہ پہلی رکعت کا پانے والا ہے۔

دوم لاحق: جو شخص پہلی رکعت میں رکوع کے کسی جزو تک یا اس سے پہلے پہلے امام کے پیچھے نماز میں شامل ہوا مگر اقتداء کے بعد اس کی کل یا بعض رکعتیں کسی عذر سے یا بغیر عذر فوت ہو گئیں وہ شخص لاحق کہلاتا ہے مثلاً اقتدا کے بعد پہلی رکعت میں سو گیا اور آخر نماز تک سوتا رہا اس طرح اس کی کل رکعتیں امام کے ساتھ نہ ہوئیں یا درمیان میں دوسری یا تیسری وغیرہ رکعت میں سو گیا تو اس طرح بعض رکعتیں امام کے ساتھ نہ ہوئیں یا کسی اور غفلت یا بھیڑ کی وجہ سے کھڑا رہ گیا اور کل یا بعض رکعتوں کے رکوع یا سجود نہ کئے یا حدث ہو جانے کی وجہ سے وضو کے لئے گیا اور اس عرصے میں امام نے کل یا بعض نماز پڑھ لی اور اس نے آکر اس نماز پر بنا کی یا نمازِ خوف میں وہ پہلا گروہ ہے تو یہ سب لاحق ہیں یا مقیم نے مسافر کے پیچھے قصر نماز میں اقتدا کی تو مسافر امام کے سلام پھیرنے کے بعد مقیم مقتدی اخیر کی دو رکعتوں میں لاحق ہے۔

سوم مسبوق: جس شخص کو امام کے ساتھ شروع سے کل یا بعض رکعتیں نہ ملی ہوں لیکن

جب سے امام کے ساتھ شامل ہوا پھر اخیر تک شامل رہا ہو تو وہ ان رکعتوں میں مسبوق ہے پس اگر آخری رکعت کے رکوع کے بعد سلام سے پہلے کسی وقت امام کے ساتھ ملا ہو تو کل رکعتوں میں مسبوق ہے اور اگر آخری رکعت کے رکوع میں یا اس سے پہلے پہلے کسی وقت مل گیا مثلاً ایک یا دو یا تین رکعتیں ہونے کے بعد ملا تو بعض رکعتوں میں مسبوق ہے۔

چہارم لاحق مسبوق: جس شخص کو شروع کی کچھ رکعتیں امام کے ساتھ نہ ملیں ان میں وہ مسبوق ہے پھر جماعت میں شامل ہونے کے بعد لاحق ہو گیا تو ایسے شخص کو مسبوق لاحق یا لاحق مسبوق کہتے ہیں (عملاً ایسی کوئی صورت نہیں بنتی کہ پہلے لاحق ہو اور پھر مسبوق ہو)۔

مسائل

۱۔ پہلے جو نماز کے عام مسائل بیان ہوئے ہیں وہ سب مدرک کے مسائل ہیں۔

۲۔ لاحق بھی مُدرک کے حکم میں ہے یعنی وہ اپنی لاحقانہ نماز میں حکماً امام کے پیچھے ہے پس وہ اپنی فوت شدہ لاحقانہ نماز میں قرأت نہ کرے بلکہ مُدرک مقتدی کی طرح خاموش رہے اور اگر اس لاحقانہ نماز میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو نہ کرے اور اقامت کی نیت سے اس کا فرض نہیں بدلے گا۔

۳۔ لاحق مثلاً اگر سو گیا تھا تو جب وہ جاگے اس کے لئے واجب ہے کہ امام کا ساتھ چھوڑ کر پہلے اپنی اُن رکعتوں کو ادا کرے جو امام کے ساتھ شامل ہونے کے بعد جاتی رہی ہیں اور ان میں قرأت نہ کرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا، پھر امام کی متابعت کرے جبکہ امام ابھی جماعت کرا رہا ہو اور اگر امام اس وقت تک سلام پھیر چکا ہو تو اپنی باقی نماز بھی اسی طرح لاحقانہ پوری کرلے کیونکہ وہ اب بھی امام کے پیچھے ہے۔

۴۔ اگر امام سجدۂ سہو کرے تو مقتدی جب تک اپنی لاحقانہ نماز پوری نہ کرلے اس کی متابعت نہ کرے بلکہ اپنی نماز پوری کر کے سجدۂ سہو کرے۔

۵۔ مسبوق اپنی فوت شدہ نماز میں منفرد ہوتا ہے پس وہ اس میں ثنا اور تعوذ و تسمیہ و قرأت (الحمد و سورۃ) اسی طرح پڑھے جس طرح کی رکعتیں اس کی گئی ہیں۔ چار مسئلوں میں وہ منفرد کے حکم میں نہیں جو آگے آتے ہیں۔

۶۔ مسبوق اپنی فوت شدہ نماز پہلے ادا نہ کرے بلکہ پہلے امام کی متابعت کرے اور جب امام اپنی نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرے تو یہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے اور امام کے پہلے سلام پر کھڑا نہ ہو

بلکہ امام کے دوسرا سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی بقیہ فوت شدہ نماز اکیلا پڑھے اگر لاحق کی طرح پہلے اپنی فوت شدہ نماز پڑھے گا پھر امام کی متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

۷۔ مسبوق کی مسبوقانہ نماز قرأت کے حق میں پہلی نماز ہے یعنی جیسی فوت ہوئی ہے ویسی پڑھے پس وہ چھوٹی ہوئی رکعتوں کو اس طرح ادا کرے گویا اس نے ابھی نماز شروع کی ہے اور تشہد کے حق میں اس کی آخری نماز ہے یعنی امام کے ساتھ پڑھی رکعتوں کو ملا کر ہر دوگانے پر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے۔ مسبوقانہ نماز پڑھنے کی چند مثالیں یہ ہیں۔ اگر کسی کی ایک رکعت چھوٹ گئی ہو تو وہ امام کے دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہو کر پہلے ثنا و تعوذ و تسمیہ (اعوذ و بسم اللہ) پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے پھر کوئی سورۃ کم از کم چھوٹی تین آیتیں یا بڑی ایک آیت پڑھے پھر قاعدہ کے مطابق رکوع و سجدے وغیرہ کر کے رکعت پوری کرے اور قعدے میں تشہد و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے، اگر ظہر یا عصر یا عشا یا فجر کی دو رکعتیں گئی ہوں تو پہلی رکعت میں ثنا و تعوذ و تسمیہ کے بعد فاتحہ و سورۃ پڑھ کر رکوع و سجود کرے اور دوسری رکعت میں ثنا و تعوذ نہ پڑھے بلکہ بسم اللہ و فاتحہ و سورۃ پڑھ کر رکوع و سجدے کر کے قعدہ کرے اور سلام پھیر دے اور اگر ان نمازوں کی صرف ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو اپنی چھوٹی ہوئی تین رکعتیں اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت ثنا و تعوذ و تسمیہ و فاتحہ و سورۃ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے قعدے میں صرف تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت بسم اللہ و فاتحہ و سورۃ کے ساتھ پڑھے پھر ایک (تیسری) رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھ کر رکعت پوری کرے اور قعدہ کر کے سلام پھیرے، اور اگر مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو پہلے ایک رکعت ثنا و تعوذ و تسمیہ و فاتحہ و سورۃ کے ساتھ پڑھ کر قعدہ کرے اور صرف تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور ایک (دوسری) رکعت میں بسم اللہ و فاتحہ و سورۃ پڑھ کر قعدہ کر کے سلام پھیر دے، غرض جب نماز کی صرف ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہو تو اپنی نماز میں ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے خواہ کسی وقت کی نماز ہو اور پھر تین رکعت چھوٹنے کی صورت میں دو رکعت کے بعد آخری قعدہ کرنا چاہئے۔

۸۔ مسبوق امام کے آخری قعدے میں تشہد پڑھنے کے بعد درود و دعائیں نہ پڑھے بلکہ!
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً اعَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ کو بار بار پڑھتا رہے، یا تشہد آہستہ آہستہ ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہو اور جب اپنی مسبوقانہ نماز پڑھ کر آخری قعدہ کرے تو اب درود و دعا بھی پڑھے۔

۹۔ مسبوق اگر بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اگر بالکل امام کے سلام کے ساتھ یا پہلے

پھیرا تو اس پر سجدۂ سہو نہیں (لیکن ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے) وہ اپنی نماز پوری کر لے، اور اگر امام کے سلام کے بعد اُس نے سلام پھیرا (اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے) تو اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرنا چاہئے۔

۱۰۔ مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے لیکن سجدۂ سہو کے سلام میں متابعت نہ کرے، اگر سجدۂ سہو میں متابعت نہ کی تو اپنی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لوٹنا واجب ہے اور اگر رکعت کا سجدہ کر لیا تو اب نہ لوٹے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی بلکہ اپنی مسبوقانہ نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کر لے۔

۱۱۔ دو مسبوقوں نے اکٹھے ایک ہی رکعت میں امام کی اقتدا کی ان میں سے ایک کو اپنی رکعتیں یاد نہ رہیں اُس نے دوسرے کو دیکھ کر اپنی مسبوقانہ نماز پڑھی یعنی جتنی رکعتیں اُس نے پڑھیں اس نے بھی پڑھ لیں مگر اس کی اقتدا کی نیت نہیں کی تو نماز درست ہے اور اگر اقتدا کی نیت کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۲۔ مسبوق چار مسئلوں میں منفرد کے حکم میں نہیں۔ ۱۔ اوّل نہ کسی کو اس کی اقتدا جائز ہے اور نہ اس کو کسی کی اقتدا جائز ہے، اگر مسبوق نے مسبوق کی اقتدا کی تو امام کی نماز درست ہوگی اور مقتدی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ ۲۔ دوم اگر مسبوق نے نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی نیت دل میں کر کے تکبیر کہی تو اس کی نماز نئے سرے سے شروع ہو جائے گی اور پہلی ٹوٹ جائے گی اور منفرد نئے سرے سے نماز شروع کرنے کی دل میں نیت کر کے تکبیر کہے تو پہلی نماز سے خارج نہیں ہوتا اور نئی شروع نہیں ہوتی۔ ۳۔ سوم مسبوق سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے۔ ۴۔ چہارم مسبوق پر بالاتفاق تکبیراتِ تشریق کہنا واجب ہے اور منفرد کے لئے اختلاف ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب نہیں ہے صاحبینؒ کے نزدیک واجب ہے۔

۱۳۔ سات چیزوں میں مسبوق اپنی نماز کے ادا کرنے میں لاحق کے خلاف کرے۔ ۱۔ اوّل مسبوق اپنی فوت شدہ رکعتوں میں قرأت پڑھے لاحق نہ پڑھے۔ ۲۔ دوم مسبوق اپنی بقیہ نماز میں سہو ہو جانے سے سجدۂ سہو کرے لاحق کو اپنی فوت شدہ نماز میں سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو نہ کرے۔ ۳۔ سوم مسبوق مسافر اپنی فوت شدہ رکعتوں میں اقامت کی نیت کرے تو مقیم ہو جائے گا لاحق مسافر اپنی لاحقانہ نماز میں اقامت کی نیت کر لینے سے مقیم نہیں ہوگا۔ ۴۔ چہارم مسبوق اپنے امام کی متابعت کرے بعد میں اپنی مسبوقانہ پڑھے اور لاحق پہلے اپنی لاحقانہ پڑھے پھر امام کی متابعت کرے۔ ۵۔ پنجم امام قعدۂ اولی چھوڑ دے تو لاحق بھی اپنی لاحقانہ نماز میں چھوڑ دے مسبوق اگر امام کے قعدۂ اولیٰ چھوڑ کر کھڑا ہونے کے بعد شامل ہوا تو اپنی بقیہ نماز میں یہ قعدہ کرے۔

۶۔ ششم لاحق کی بقیہ نماز میں عورت کی محاذات جو اس کی نماز میں شامل ہے اس کی نماز کو فاسد کرتی ہے مثلاً پہلے پردہ تھا اب وہ دُور ہوگیا تو لاحق کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن مسبوق کی نماز اس صورت میں فاسد نہیں ہوگی۔ ۷۔ ہفتم امام کے ختمِ نماز کا سلام کہنے کی بجائے ہنس دینے سے مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی، لاحق کی نماز فاسد نہیں ہوگی کیونکہ امام اور مُدرک کی پوری ہوگئی اس لئے اس کی بھی حکماً پوری ہوگئی۔

۱۴۔ مسبوق لاحق یا لاحق مسبوق پہلے اپنی لاحقانہ نماز پڑھے اس کے بعد اگر جماعت باقی ہو تو اس میں امام کی متابعت کرے اور امام کے سلام کے بعد مسبوقانہ نماز ادا کرے اور اگر امام سلام پھیر چکا ہے تو امام کی ساتھ والی باقی نماز بھی لاحقانہ پوری کرے پھر ان رکعتوں کو ادا کرے جن میں وہ مسبوق ہے۔

نماز میں حدث (یعنی بے وضو) ہو جانے اور بِنا کی شرائط کا بیان

اگر کوئی شخص نماز میں بے وضو ہوگیا، وہ وضو کر کے جہاں سے نماز چھوڑ کر گیا تھا اگر وہیں سے شروع کر کے نماز کو پوری کر لے تو اس کی نماز چند شرائط کے ساتھ درست ہو جائے گی (شرائط آگے درج ہیں) اس کو بِنا کہتے ہیں، یہ امام ومقتدی ومنفرد تینوں کے لئے جائز ہے لیکن سرے سے پڑھنا افضل ہے اگر التحیات پڑھنے کے بعد بے وضو ہوگیا تب بھی وضو کر کے نماز ختم کرے۔ بِنا کی شرائط تیرہ ہیں۔

۱۔ وہ حدث وضو کا واجب کرنے والا ہو غسل کا واجب کرنے والا نہ ہو۔

۲۔ حدث نادر الوجود نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو جو کبھی اتفاقاً ہوتا ہو ورنہ نئے سرے سے نماز پڑھنا لازمی ہے۔

۳۔ حدثِ سماوی (آسمانی، قدرتی) ہو، اس میں بندے کا کچھ اختیار نہ ہو ورنہ نئے سرے سے پڑھنا لازمی ہے۔

۴۔ وہ حدث نمازی کے بدن سے ہو خارج سے نجاست وغیرہ بدن پر لگنا بِنا کو جائز نہیں کرتا۔

۵۔ اس نمازی نے کوئی رکن حدث کے ساتھ ادا نہ کیا ہو۔

۶۔ بغیر عذر رکن ادا کرنے کی مقدار توقف بھی نہ کیا ہو۔

۷۔ کوئی رکن چلنے کی حالت میں ادا نہ کرے۔

مسئلہ

جس رکن میں حدث ہوا وضو کرنے کے بعد اس رکن کو دوبارہ ادا کرے مثلاً رکوع یا سجدے میں بے وضو ہو گیا تو وضو کے بعد وہ رکوع یا سجدہ دوبارہ کرے خواہ امام ہو یا مقتدی یا منفرد کیونکہ ان تینوں کو بنا کرنا جائز ہے۔

۸۔ حدث کے بعد نماز کو توڑنے والا کوئی فعل نہ کرے مثلاً کھانا پینا وغیرہ۔

۹۔ حدث کے بعد وہ فعل جس کی نماز میں اجازت تھی اور وہ نماز کو توڑنے والا نہیں تھا اور اس نمازی کو اس کی ضرورت ہے جیسے وضو کے لئے جانا وغیرہ ضرورت سے زائد نہ کرے ضرورت کی معاون چیز بھی ضرورت میں داخل ہے جیسے کسی برتن سے پانی لینا وغیرہ۔

۱۰۔ اس حدثِ آسمانی کے بعد اس پر اس سے پہلے کا کوئی حدث ظاہر نہ ہو مثلاً کوئی شخص جو موزے پر مسح کر کے نماز پڑھ رہا تھا حدث کے بعد وضو کرنے گیا وضو کے درمیان میں مسحِ موزہ کی مدت پوری ہو گئی تو یہ پہلے حدث کا ظاہر ہونا کہلاتا ہے اب اس کو بنا جائز نہیں نئے سرے سے پڑھنا لازمی ہے۔

۱۱۔ صاحبِ ترتیب کو حدثِ سماوی کے بعد اپنی کسی نماز کا فوت ہو جانا یاد نہ آئے۔

۱۲۔ مقتدی نے امام کے فارغ ہونے سے پہلے اپنی جگہ کے سوا دوسری جگہ اپنی نماز کو پورا نہ کیا تو جبکہ امام اور اس مقتدی کے درمیان کوئی ایسا حائل ہو جس کی وجہ سے وضو کی جگہ سے اقتدا جائز نہ ہو، منفرد وضو کی جگہ پر ہی بنا کر کے نماز پوری کر سکتا ہے۔

۱۳۔ اگر امام کو حدث ہوا ہے تو ایسے شخص کو خلیفہ نہ کرے جو امامت کے لائق نہ ہو مثلاً اُمّی یا عورت یا نابالغ کو، ورنہ سب کی نماز فاسد ہو کر نئے سرے سے پڑھنی ہوگی۔

خلیفہ کرنے کا بیان

جن صورتوں میں بنا جائز ہے ان میں امام کو بے وضو ہو جانے پر جائز ہے کہ کسی مقتدی کو خلیفہ کر دے اگرچہ وہ نماز جنازہ ہی ہو، پس اگر امام بے وضو ہو گیا تو مقتدیوں میں سے کسی کو خلیفہ کر کے اپنی جگہ پر آگے بڑھا دے پھر وضو کر کے خلیفہ کے پیچھے اپنی نماز پوری کرے جبکہ اس کی نماز ختم نہ ہوئی ہو، اور اگر خلیفہ نماز سے فارغ ہو گیا تو پہلا امام اپنی جگہ پر آ کر یا جہاں وضو کیا ہے وہیں پر اپنی نماز پوری کر لے۔ اگر امام کے ساتھ ایک ہی مقتدی تھا اور امام کو حدث ہوا تو وہ ایک

مقتدی ہی اس کا خلیفہ ہو جائے گا اگرچہ امام اس کو خلیفہ نہ بنائے۔خلیفہ بنانے کے لئے تین شرطیں ہیں۔اوّل بنا کی تمام شرطوں کا پایا جانا پس جن صورتوں میں بنا جائز نہیں خلیفہ بنانا بھی جائز نہیں، دوم امام اپنی جگہ سے بڑھنے کی حدود سے آگے نہ بڑھے اور وہ میدان میں دائیں یا بائیں یا پیچھے کی طرف تمام صفوں سے باہر نکلنا ہے اور آگے کی طرف سُترہ کی حد تک اور اگر سترہ نہ ہو تو سجدہ کی جگہ حد سے آگے بڑھنا ہے اور مسجد میں جب تک مسجد سے باہر نہیں نکلا خلیفہ کرنا درست ہے۔سوم یہ کہ خلیفہ میں امام بننے کی صلاحیت ہو۔اس بیان کی تفصیل بڑی کتابوں سے ملاحظہ فرمائیں مشکل ہونے کی وجہ سے تفصیل کو چھوڑ دیا ہے اور معلومات کے لئے مختصر لکھ دیا ہے ورنہ عمل کے لئے بہتر یہی ہے کہ نئے سرے سے پڑھے کیونکہ بنا کی صورتیں بہت احتیاط طلب ہیں اور ان کے مسائل کو اچھی طرح جاننے کی ضرورت ہے ورنہ نماز نہ ہونے کا احتمال قوی ہے۔

مفسداتِ نماز کا بیان

جن چیزوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اور اس نماز کو لوٹانا فرض ہوتا ہے ان کو مفسداتِ نماز کہتے ہیں، یہ دو قسم کے ہیں۔۱۔اقوال ،۲۔افعال،

قسم اوّل: پہلی قسم یعنی اقوال یہ ہیں۔

۱۔کلام یعنی بات کرنا خواہ بھول کر ہو یا قصداً تھوڑی ہو یا بہت جبکہ وہ کلام کم سے کم دو حروفوں سے مرکب ہو یا اگر ایک حرف ہو تو بامعنی ہو جیسے عربی میں قِ بمعنی بچاؤ بمعنی حفاظت کر، اور وہ کلام ایسا ہو جیسے لوگ آپس میں باتیں کرتے ہیں اور اس طرح کلام کرے کہ سنا جائے اگرچہ اتنی آواز سے ہو کہ صرف خود ہی سن سکے۔

۲۔کسی کو سلام کرنے کے قصد سے سلام یا تسلیم یا السلام علیکم یا آداب یا کوئی اور ایسا لفظ کہنا۔

۳۔زبان سے سلام کا جواب دینا عمداً ہو یا سہواً نماز کو فاسد کرتا ہے، اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے مگر نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

۴۔چھینک کا جواب دینا یعنی زبان سے یرحمک اللہ کہنا۔

۵۔نماز میں کسی خوشی کی خبر پر الحمدللہ کہنا لیکن اگر اپنے متعلق نماز میں ہونے کی خبر دینے کے لئے کہا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۶۔نماز میں بری خبر سنی مثلاً کسی کی موت کی خبر سنی تو انا للّٰہ و انا الیہ راجعون پڑھنا جبکہ

جواب کی نیت ہو۔

۷۔ نماز میں تعجب کی خبر سن کر سبحان اللّٰہ یا لآ الہ الا اللّٰہ یا اللّٰہ اکبر کہنا جبکہ جواب کی نیت سے ہو۔

۸۔ نماز کی حالت میں قرآن پڑھایا اللہ کا ذکر کیا اور اس سے کسی آدمی کو کہنے یا منع کرنے کا ارادہ کیا۔

۹۔ بچھو نے نمازی کے ڈنک مارا اور اس نے بسم اللہ کہا تو اس میں اختلاف ہے فتویٰ اس پر ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اگر کسی اور درد یا مشقت کی وجہ سے بسم اللہ کہا تب بھی یہی حکم ہے۔

۱۰۔ چاند دیکھ کر ربی و ربک اللہ کہنا۔

۱۱۔ بخار وغیرہ کسی مرض کے لئے اپنے اوپر قرآن پڑھنا۔

۱۲۔ اگر نمازی نے اللہ کا نام سن کر جل جلالہ کہا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر درود پڑھا یا قرأت سُن کر صدق اللّٰہ و صدق رسولہ کہا، اگر جواب کا ارادہ کیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر تعظیم اور ثنا کے ارادہ سے کہا تو فاسد نہ ہوگی۔

۱۳۔ کسی آیت میں شیطان کا ذکر سن کر لعنۃ اللہ کہنا۔

۱۴۔ وسوسہ کے دور ہونے کے لئے لاحول ولاقوۃ کہنا اگر وسوسہ دنیاوی امور سے متعلق ہے تو نماز فاسد ہوگی اور اگر امور آخرت سے متعلق ہے تو فاسد نہ ہوگی۔

۱۵۔ قرآن کی آیت کو جو شعر کی طرح موزوں ہے شعر کی نیت سے پڑھنا۔

۱۶۔ امام کا اپنی نماز سے باہر کے آدمی سے لقمہ لینا یا اس کے مقتدی کا باہر کے آدمی سے سن کر لقمہ دینا یا اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دینا۔ اپنے مقتدی سے لقمہ لینے سے امام اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد نہیں ہوتی جبکہ اُس مقتدی نے اپنی یاد سے لقمہ دیا ہو، خواہ لقمہ دینے والا سمجھ والا نابالغ ہی ہو۔

۱۷۔ نماز میں ایسی دعا مانگنا جس کا بندوں سے مانگنا ممکن ہے مثلاً یہ کہنا اللّٰھم اطعمنی، اللّٰھم اقض دینی، اللّٰھم زوجنی، اللّٰھم ارزقنی مالا وغیرہ۔

۱۸۔ نماز سے باہر والے کسی شخص کی دعا پر آمین کہنا۔

۱۹۔ حج کرنے والے کا نماز کے اندر لبیک کہنا۔

۲۰۔ اگر نماز کے اندر اذان کے کلمات اذان یا جواب اذان کے ارادے سے یا بلا کسی

ارادے کے کہے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۱۔ نماز کے اندر لفظ نعم کہنا جبکہ عادت ہو کہ یہ لفظ جاری ہو جایا کرتا ہے اور اگر عادت نہیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور وہ قرآن سے شمار ہوگا، اگر اس کا ترجمہ یعنی اردو میں ہاں یا فارسی میں بلے یا آرے کہا تب بھی یہی حکم ہے، اور ایک روایت کے مطابق ترجمہ والے لفظ سے مطلقاً نماز فاسد ہو جائے گی خواہ تکیہ کلام ہو یا نہ ہو۔

۲۲۔ نماز میں آواز سے آہ یا اوہ یا اُف کہا یا ایسا رویا کہ اس سے حروف پیدا ہو گئے، اگر جنت یا دوزخ کے ذکر کی وجہ سے تھا تو اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر درد یا مصیبت سے رویا یا آہ وغیرہ کی تو نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر تکلیف کی وجہ سے اپنے نفس کو نہیں روک سکتا تو بوجہ ضرورت نماز فاسد نہیں ہوگی، اسی طرح امام کی قرأت اچھی لگنے پر رو کر نعم یا ہاں یا آرے بلے وغیرہ کہا تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ یہ خشوع کی دلیل ہے اور اگر لہجہ اور خوش آوازی کی لذت میں آکر کہے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اگر اپنے گناہوں کی کثرت کا خیال کر کے آہ کی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

۲۳۔ کھانسنا یا کھنکارنا بلا عذر یا بلا غرضِ صحیح نماز کو فاسد کرتا ہے، عذر کے ساتھ ہو مثلاً نمازی طبیعت کو نہیں روک سکتا یا کسی صحیح غرض کے ساتھ ہو مثلاً آواز کو درست کرنے یا امام کو قرأت میں یا اُٹھنے بیٹھنے وغیرہ کی غلطی بتانے کے لئے ہو تو مفسد نہیں۔

۲۴۔ چھینک یا ڈکار یا جمائی بھی کھانسنے کے حکم میں ہے۔

۲۵۔ اپنے سجدے کی جگہ سے مٹی کو پھونک مارنا، اگر سانس لینے کی مانند تھا کہ اس کی آواز سنی نہیں جاتی تو مفسد نہیں لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر اس طرح سننے میں آئے کہ اس سے حروف تہجی پیدا ہوتے ہوں تو بمنزلہ کلام کے ہو کر مفسد ہے۔

۲۶۔ قرآن مجید میں دیکھ کر پڑھنا، قرآن مجید یا محراب میں سے دیکھ کر پڑھنے اور کم یا زیادہ پڑھنے اور امام یا منفرد کے پڑھنے میں کوئی فرق نہیں سب کا ایک ہی حکم ہے لیکن کم از کم ایک آیت پڑھی ہو یہی اظہر ہے۔ نماز میں کسی لکھے ہوئے پر نظر پڑی وہ آیت تھی اس کو سمجھ لیا یا فقہ کی کتاب پر نظر پڑی اور اس کو سمجھ لیا یا محراب پر سوائے قرآن کے کچھ اور لکھا ہوا تھا اس کو نمازی نے دیکھا اور سمجھ لیا تو نماز فاسد نہ ہوگی یعنی نماز کے اندر کوئی لکھی ہوئی چیز بغیر قصد کے دیکھنا اور سمجھنا خواہ وہ قرآن ہو یا فقہ وغیرہ کوئی اور چیز ہو بالاتفاق مفسد نہیں ہے اور مکروہ بھی نہیں اور قصداً ہو تب بھی مفسد نہیں لیکن مکروہ ہے۔

۲۷۔ نماز کے اندر قرأت کی جگہ انجیل یا توریت یا زبور میں سے کچھ پڑھا اور قرآن کچھ نہ

پڑھا تو ہر حال میں مفسد ہے لیکن اگر نماز جائز ہونے کی مقدار قرآن پڑھ لیا ہو پھر کچھ آیات توریت یا انجیل کی پڑھیں جن میں ذکر الٰہی ہے تو نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۲۸۔ نماز کے اندر اللّٰہ اکبر کہتے وقت اللّٰہ کے ہمزہ کو بڑھایا اور مد کیا یا اکبر کے ہمزہ کو مد کر دیا، یا اکبر کی ب کو بڑھا کر آکبار پڑھا تو نماز ٹوٹ جائے گی اور اگر تکبیر تحریمہ میں ایسا کرے گا تو سرے سے نماز شروع ہی نہیں ہوگی۔

قسم دوم: یعنی افعال یہ ہیں،۔

ا۔ عمل کثیر جبکہ وہ عمل نماز کی جنس سے نہ ہو یا نماز کی اصلاح کی غرض سے نہ ہو، جس عمل کو دور سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے وہ عملِ کثیر ہے ورنہ عملِ قلیل ہے، عمل کثیر خواہ اختیار سے ہو یا بغیر اختیار کے ہر حال میں مفسد ہے عملِ کثیر کی جزئیات درج ذیل ہیں۔

ا۔ جب کوئی عملِ قلیل ایک ہی رکن میں تین بار کیا جائے تو وہ بھی کثیر کے حکم میں ہو کر مفسد ہے۔ ۲۔ اگر کسی نماز پڑھنے والے کو کسی دوسرے شخص نے اُٹھا کر اس کے جانور پر بٹھا دیا یا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا تو یہ بھی عملِ کثیر ہے۔ ۳۔ پے در پے تین پتھر پھینکے یا تین جوئیں ماریں یا ایک ہی جوں کو تین بار مارا یا تین بال اکھیڑے یا آنکھوں میں سرمہ لگایا یہ سب عملِ کثیر ہے۔ ۴۔ کسی کو ایک ہاتھ سے مارنا خواہ بغیر آلے کے ہو جیسے طمانچہ یا تھپڑ وغیرہ یا کوڑا وغیرہ مارا تو یہ بہ سبب دشمنی کے یا ادب سکھانے کے یا بطور کھیل کے ہونے کی وجہ سے عملِ کثیر ہے، جانور پر پتھر اٹھا کر مارنا عملِ کثیر ہے اگر پتھر پہلے سے اپنے ساتھ ہے پھر نماز میں مارا تو عملِ قلیل ہے اور مفسد نہیں لیکن مکروہ ہے، گھوڑے پر نماز پڑھنے والے کا گھوڑے کو تیز کرنے کے لئے مارنا عمل کثیر ہے۔ ۵۔ نماز پڑھتے ہوئے جانور پر سوار ہونا عمل کثیر ہے، جانور سے اُترنا اگر عملِ قلیل سے ہو تو مفسد نہیں مثلاً دونوں پاؤں ایک طرف کو کر کے پھسل جائے اور عملِ کثیر سے ہو تو مفسد ہے۔ ۶۔ جانور پر زین کسی یا لگام دی تو یہ عملِ کثیر ہے۔ ۷۔ نماز میں تین کلموں کی مقدار اس طرح لکھا کہ حروف ظاہر ہوں اگر تین کلموں سے کم لکھا یا حروف ظاہر نہ ہوں مثلاً ہوا یا پانی پر لکھا یا بدن پر خالی انگلی سے لکھا تو مفسد نہیں لیکن یہ فعل عبث و مکروہ ہے۔ ۸۔ رکوع میں جاتے وقت یا رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوگی اور نماز کے اندر دعا کے بعد دونوں ہاتھ منہ پر پھیرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ ۹۔ دروازہ بند کرنا مفسد نہیں دروازہ کھولنا مفسد ہے۔ ۱۰۔ نماز کے اندر سانپ یا بچھو کو مارنا جبکہ تین قدم یا زیادہ چل کر یا تین ضرب یا زیادہ کے ساتھ ہو عملِ کثیر کی وجہ سے مفسد ہے لیکن اس کو مارنے کی اجازت ہے اور اس

سے کم ہو تو مفسد نہیں ہے۔ ۱۱۔ اگر کوئی عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ بچے نے اس کی پستان کو چوسا اگر دودھ نکلا تو نماز فاسد ہوگی اگرچہ ایک یا دو چسکی میں ہی دودھ آ جائے اور اگر دودھ نہ نکلا تو دو چسکی تک مفسد نہیں تین چسکی یا زیادہ عملِ کثیر کے حکم میں ہے۔ ۱۲۔ نماز پڑھنے میں اپنے سر یا ڈاڑھی میں تیل ڈالا یا اپنے سر پر گلاب لگایا نماز فاسد ہوگئی جبکہ شیشی وغیرہ سے لگایا اور اگر تیل پہلے سے ہاتھوں پر لگا ہوا ہے وہ سر پر پونچھ لیا تو فاسد نہیں ہوگی۔ ۱۳۔ اپنی ڈاڑھی یا سر میں کنگھی کرنا۔ ۱۴۔ ایک رکن میں تین بار کھجلی کرنا جبکہ ہر بار ہاتھ کو اُٹھائے، ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دینا ایک ہی بار کا کھجلی کرنا کہلائے گا بلا ضرورت ایک بار کھجلی کرنا مکروہ ہے۔ ۱۵۔ نماز کی حالت میں پہلے سے بٹی ہوئی بتی چراغ میں رکھنا یا اٹھانا عملِ قلیل ہے۔ ۱۶۔ عورت کا نماز کے اندر بالوں کا جوڑا باندھنا۔ ۱۷۔ نمازی کے آگے سے بغیر سترے کے گزرنا مفسد نہیں ہے لیکن مکروہ ہے۔

۲۔ نماز کے اندر کھانا پینا، مطلقاً نماز کو فاسد کرتا ہے خواہ قصداً ہو یا بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ حتیٰ کہ اگر باہر سے ایک تل منہ میں لیا اور نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی یا کوئی پانی وغیرہ کا قطرہ یا برف کا ٹکڑا منہ کے اندر چلا گیا اور وہ اس کو نگل گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، نماز شروع کرنے سے پہلے کوئی چیز منہ میں لگی ہوئی تھی اگر وہ چنے کی مقدار سے کم تھی اور اس کو نگل گیا تو نماز فاسد نہیں ہوگی مگر مکروہ ہے اور اگر چنے کی برابر یا زیادہ ہوگی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اصول یہ ہے کہ جس چیز کے کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس سے نماز بھی ٹوٹ جاتی ہے ورنہ نہیں، کوئی میٹھی چیز نماز سے پہلے کھائی تھی نماز کے اندر اس مٹھاس کا اثر جو منہ میں موجود تھا وہ تھوک کے ساتھ اندر جاتا ہے تو مفسد نہیں اگر مصری یا شکر یا پان وغیرہ منہ میں رکھ لیا چبایا نہیں اور وہ گھل کر حلق میں جاتا ہے تب بھی نماز فاسد ہو جائے گی، اگر دانتوں سے خون نکلا اور تھوک میں مل کر حلق میں گیا اور نگل گیا تو خون کا مزہ حلق میں محسوس ہونے کی صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی نماز اور روزے کے لئے مزے کا اعتبار کیا جائے گا اور وضو توڑنے کے لئے رنگ کا۔

۳۔ نماز کے اندر چلنا، ایک دم متواتر دو صف کی مقدار چلنا عملِ کثیر اور مفسدِ نماز ہے اس سے کم قلیل ہے پس اگر ایک دم دو صف کی مقدار چلا تو نماز فاسد ہو جائے گی اس سے کم چلا تو نماز فاسد نہ ہوگی کثیر غیر متواتر بھی مفسد نہیں جبکہ قبلے کی طرف سے نہ پھرے ورنہ مفسد ہے کثیر غیر متواتر کی مثال یہ ہے کہ بقدر ایک صف کے چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا پھر بقدر ایک صف کے چلا پھر ایک رکن کی مقدار ٹھہرا تو اس سے نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ بہت چلا ہو جب تک کہ وہ مسجد میں

ہونے کی صورت میں مسجد سے باہر نہ ہو جائے اور میدان میں ہونے کی صورت میں صفوں سے باہر نہ ہو جائے یا قبلے سے نہ پھر جائے، عمل قلیل میں بھی اگر قبلے سے پھر گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں، جس عمل کا کثیر مفسد ہے اس کا قلیل مکروہ ہے، عذر کے ساتھ اور نماز کی اصلاح کے لئے چلنا کسی حالت میں مفسد و مکروہ نہیں خواہ تھوڑا چلے یا زیادہ اور متواتر ہو یا غیر متواتر قبلے سے پھرے یا نہ پھرے (یہ دونوں نمبر بھی عملِ کثیر کی وضاحت میں شمار ہو سکتے ہیں، نیز یہ تینوں نمبر صحتِ نماز کی ایک شرط تحریمہ کے منافی ہیں اس لئے یہ سب امور آگے آنے والے پانچویں نمبر کے اجزا ہو سکتے ہیں)۔

۴۔ حالتِ نماز میں نماز فرض ہونے کی شرطوں میں سے کسی شرط کا مفقود ہو جانا، شرطوں کا بیان پہلے ہو چکا ہے، نیز نمازی کا اپنے دل میں مرتد ہو جانا مفسدِ نماز ہے اور امام کا نماز کے اندر مر جانا بھی مفسد ہے حتیٰ کہ اگر قعدۂ اخیرہ کے بعد مر گیا تو مقتدیوں کی نماز باطل ہوگئی نئے سرے سے پڑھیں، جنون و بیہوشی بھی مفسدِ نماز ہے جس کی تفصیل مریض کے بیان میں ہے۔

۵۔ حالتِ نماز میں نماز صحیح ہونے کی شرطوں میں سے کسی شرط کا نہ پایا جانا، مثلاً طہارت کا باقی رہنا یا ستر کُھل جانے کی حالت میں ایک رکن کی مقدار تک رہنا، یا ناپاک جگہ پر بغیر کسی حائل کے سجدہ کرنا یا قبلے کی طرف سے بلا عذر سینہ پھرنا، یا نیت تبدیل کرنے کی نیت سے اللہ اکبر کہنا وغیرہ، اگر عذر کے ساتھ سینہ قبلے سے پھرا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ عذر دو ہیں۔ اول حدث ہو جانے کے بعد وضو کے لئے جانا، دوم نمازِ خوف میں دشمن کے مقابل آنا جانا اور اس آنے جانے میں قبلے کی طرف سے سینہ پھر جانا۔ بلا عذر سینہ کا پھرنا اپنے اختیار سے ہو تو خواہ ایک رکن سے کم ہو تب بھی مفسد ہے اور اگر بے اختیاری سے ہو تو رکن کی مقدار سے کم معاف ہے اور رکن کی مقدار یا اس سے زیادہ مفسد ہے۔ صرف منہ قبلے سے پھیرنا جبکہ سینہ نہ پھرے مفسد نہیں مکروہ ہے لیکن اس قدر پھیرے رہنا کہ دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز میں نہیں ہے مفسد ہے، بالغ نمازی کا قہقہہ مار کر یا آواز سے ہنسنا نماز و وضو دونوں کو توڑ دیتا ہے۔

۶۔ صحتِ نماز کی شرطوں میں سے کسی شرط کا بلا عذر چھوڑ دینا، اگر عذر کے ساتھ ہو مثلاً ستر کے لئے کپڑا موجود نہ تھا یا نجاست کو پاک کرنے کی کوئی چیز نہ تھی یا استقبالِ قبلہ پر قادر نہ تھا تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔

۷۔ نماز کے ارکان میں سے کسی رکن یعنی فرض کو عمداً یا سہواً ترک کر دینا اور سلام پھیرنے سے پہلے اس کو ادا نہ کرنا۔

۸۔ کسی واجب کا عمداً ترک کرنا۔

۹۔ مقتدی کا اپنے امام سے پہلے کسی رکن کو کر لینا اور پھر اس میں اس کا شریک نہ ہونا یا بلا عذر امام سے آگے بڑھ جانا۔

۱۰۔ مسبوق کا سجدۂ سہو میں اپنے امام کی پیروی اس وقت کرنا جبکہ وہ امام سے الگ ہو چکا ہو یعنی جبکہ وہ اپنی مسبوقانہ نماز کی رکعت کا سجدہ کر چکا ہو اس وقت امام کو سجدۂ سہو یاد آیا ہو، تو اگر وہ مسبوق اس وقت سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۱۔ سجدۂ نماز یا سجدۂ تلاوت بھولنے پر جب قعدۂ اخیرہ کے بعد یاد آنے پر ادا کیا اور قعدہ کا اعادہ نہ کیا۔

۱۲۔ جب کسی پورے رکن کو نیند کی حالت میں ادا کیا، جاگنے پر اس کو دوبارہ نہ کرنا اگر پوری رکعت سونے کی حالت میں ادا کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

۱۳۔ قرآن مجید کی تلاوت میں غلطی کا ہو جانا جس کی تفصیل قاری کی لغزشوں کے بیان میں درج ہے۔

۱۴۔ عورت کا مرد کے کسی عضو کے محاذی کھڑا ہونا (تفصیل الگ آ چکی ہے)

۱۵۔ حدث لاحق ہونے پر امام کا بلا خلیفہ بنائے مسجد سے نکل جانا یا ایسے آدمی کو خلیفہ بنانا جو امامت کا اہل نہ ہو یا حدث کے ساتھ کوئی رکن ادا کرنا یا رکن کی مقدار ٹھہرنا (تفصیل "خلیفہ کرنے کا بیان" میں درج ہے)،

۱۶۔ پوری ایک رکعت زیادہ کر دینا، رکن کی زیادتی سے نماز فاسد نہیں ہوتی (تفصیل عمدۃ الفقہ وغیرہ میں دیکھیں)۔

مکروہاتِ نماز

مکروہات کی دو قسمیں ہیں: اوّل مکروہ تحریمی، یہ واجب کے بالمقابل ہے اور حرام کے قریب ہے، دوم مکروہ تنزیہی، یہ سنت اور مستحب و اولیٰ کے بالمقابل ہے پس مکروہات کا علم واجبات و سنن و مستحبات کے علم سے آسانی ہو سکتا ہے یہاں بغرض وضاحت درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ سدل (کپڑے کو لٹکانا) یعنی کپڑے کو بغیر پہنے ہوئے سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ دونوں کنارے لٹکتے رہیں۔ کپڑے کو اہلِ تہذیب کے طریقے اور عام عادات کے خلاف استعمال

کرنا بھی سدل میں داخل ہے مثلاً چوغہ یا شیروانی یا کرتے کی آستینوں میں ہاتھ نہ ڈالے اور پہنے بغیر ہی اپنے مونڈھوں و پیٹھ پر ڈال لے یا چادر و کمبل وغیرہ اس طرح اوڑھے کہ اس کے دونوں سرے لٹکتے رہیں، اگر اس کا ایک سرا دوسرے کندھے پر ڈال لے اور دوسرا سرا لٹکتا رہے تو مکروہ نہیں۔

۲۔ چادر یا کسی اور کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ کوئی جانب ایسی نہ رہے، جس سے ہاتھ باہر نکل سکیں، نماز کے علاوہ بھی بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے اور خطرے کی جگہ سخت مکروہ ہے۔

۳۔ آستین کہنیوں تک چڑھا کر یا دامن چڑھا کر نماز پڑھنا یعنی اگر وضو وغیرہ کے لئے آستین چڑھائی تھی اور اسی طرح نماز پڑھنے لگا تو مکروہ ہے، اور اس کے لئے افضل یہ ہے کہ نماز کے اندر عملِ قلیل سے آستین اُتار لے، کسی نے نماز کے اندر آستین چڑھائی، اگر کہنیوں تک چڑھائی تو عملِ کثیر ہو جانے کی وجہ سے نماز ٹوٹ جائے گی اور اس سے کم ہو تو نماز نہیں ٹوٹے گی مگر مکروہ ہے، ایسی قمیص یا کرتہ وغیرہ پہن کر نماز پڑھنا جس کی آستین اتنی چھوٹی ہو کہ کہنیوں تک ہاتھ ننگے رہیں مکروہِ تحریمی ہے۔

۴۔ کرتہ ہوتے ہوئے صرف تہبند یا پاجامہ پہن کر نماز پڑھنا۔

۵۔ صافہ یا ٹوپی وغیرہ ہوتے ہوئے بلا عذر سستی یا بے پرواہی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

۶۔ صافہ یا رومال سر پر اس طرح باندھنا کہ درمیان میں سے سر کھلا رہے، یہ نماز کے علاوہ بھی مکروہ ہے۔

۷۔ جنگ کے علاوہ خود و زرہ پہن کر نماز پڑھنا۔

۸۔ کپڑے کو اس طرح پہننا کہ اس کو داہنی بغل کے نیچے سے لے کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال لے اس کو اضطباع کہتے ہیں جو احرام کی حالت میں طوافِ عمرہ و طوافِ حج کے لئے کرتے ہیں نماز میں اس طرح کرنا مکروہ ہے۔

۹۔ ایسے معمولی یا میلے کچیلے کپڑوں سے نماز پڑھنا جن کو پہن کر وہ دوسرے بڑے لوگوں کے پاس یا مجمع میں نہ جائے، اگر اس کے پاس اور کپڑے ہوں تو مکروہِ تنزیہی ہے اگر اور کپڑے نہ ہوں تو مکروہ نہیں۔

۱۰۔ نماز میں ناک اور منہ ڈھانپ لینا یعنی ڈھانٹا باندھ لینا۔

۱۱۔ نماز میں اپنے کپڑے یا ڈاڑھی یا بدن سے کھیلنا یا سجدے میں جاتے وقت کپڑوں کو سمیٹنا (اوپر اٹھانا) خواہ عادت کے طور پر ہو یا مٹی سے بچانے کے لئے ہو۔

۱۲۔ نماز میں ٹوپی یا کرتے کا اتارنا یا ان کو پہننا یا موزہ نکالنا اگر عملِ قلیل سے ہو تو بلا ضرورت مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو مکروہ نہیں مثلاً نماز میں ٹوپی یا صافہ گر پڑا تو اٹھا کر سر پر رکھ لینا افضل ہے جبکہ عملِ کثیر کی ضرورت نہ پڑے۔

۱۳۔ عمامے کے پیچ پر جو کہ پیشانی پر واقع ہو بلا عذر سجدہ کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اگر عذر ہو مثلاً گرمی یا سردی سے بچاؤ کے لئے ہو تو مکروہ نہیں اور اگر وہ پیچ اتنا موٹا اور ملائم ہے کہ اس کے نیچے زمین کی سختی معلوم نہیں ہوتی تو ہرگز نماز جائز نہیں اور اگر عمامے کے اس پیچ پر سجدہ کیا جو پیشانی پر نہیں ہے یعنی صرف سر کے پیچ پر سجدہ کیا اور پیشانی زمین پر نہ لگی تب بھی نماز جائز نہیں ہے۔

۱۴۔ صرف پیشانی پر سجدہ کرنا اور ناک نہ لگانا بلا عذر مکروہ ہے عذر کے ساتھ مکروہ نہیں۔

۱۵۔ بلا عذر اپنی آستین بچھا کر اس پر سجدہ کرنا، اگر اس لئے ہو کہ چہرہ کو خاک نہ لگے تو مکروہِ تنزیہی ہے اور تکبر کی وجہ سے ہو تو مکروہِ تحریمی ہے اور اگر عذر ہو مثلاً گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے ہو تو مکروہ نہیں۔

۱۶۔ سجدے میں پاؤں کو ڈھانپنا۔

۱۷۔ اسبال یعنی کپڑے کو عادت کی حد سے زیادہ بڑا رکھنا مکروہِ تحریمی ہے، دامن اور پائنچہ میں اسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو اور آستینوں میں انگلیوں سے آگے بڑھا ہوا ہو اور عمامہ میں یہ کہ بیٹھنے میں دبے۔

۱۸۔ ایسے کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا جس میں نجاست بقدرِ معافی ہو یعنی جبکہ نجاستِ غلیظہ ایک درہم سے زیادہ نہ ہو اور نجاستِ خفیفہ چوتھائی حصہ سے زیادہ نہ ہو۔

۱۹۔ نماز میں سجدے کی جگہ سے کنکریوں کا ہٹانا لیکن اگر سجدہ کرنا مشکل ہو تو ایک مرتبہ ہٹانے میں مضائقہ نہیں۔

۲۰۔ ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا یا انگلیاں چٹخانا۔

۲۱۔ بالوں کو سر پر جمع کر کے چٹلا (جوڑا) باندھ کر نماز پڑھنا یا عورتوں کی طرح مینڈھیاں گوندھ کر سر کے گرد باندھ لینا وغیرہ، اگر نماز کے اندر بالوں کا جوڑا باندھے گا تو عملِ کثیر کی وجہ سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

۲۲۔ نماز میں کولہے یا کوکھ یا کمر وغیرہ پر اپنا ہاتھ رکھنا۔

۲۳۔ دائیں بائیں اس طرح دیکھنا کہ تمام یا کچھ منہ قبلے کی طرف سے پھر جائے مکروہِ

تحریمی ہے جبکہ سینہ نہ پھرے لیکن اگر اتنی دیر تک منہ پھیرے رہا کہ دور سے دیکھنے والا سمجھے کہ یہ شخص نماز میں نہیں ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی، بلا منہ پھیرے گوشۂ چشم سے دیکھنا بلا ضرورت ہو تو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر ضرورت سے ہو تو بلا کراہت مباح ہے۔

۲۴۔ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھانا۔

۲۵۔ نماز میں قصداً جمائی لینا مکروہ تحریمی ہے اور خود آئے تو حرج نہیں مگر روکنا مستحب ہے اور جمائی روک سکنے کی حالت میں نہ روکنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۲۶۔ نماز میں انگڑائی لینا یعنی سستی اتارنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۲۷۔ آنکھوں کا بند کرنا مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر نماز میں دل لگنے کے لئے ہو تو مکروہ نہیں لیکن پھر بھی تمام نماز میں بند نہ رکھے۔

۲۸۔ پیشاب یا پاخانہ یا دونوں کی حاجت ہونے کی حالت میں یا غلبۂ ریح کے وقت نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے نماز کی حالت میں ان کا غلبہ ہو تب بھی نماز پڑھتے رہنا مکروہِ تحریمی ہے اس لئے وہ نماز کو توڑ دے اور بعد فراغت وضو کر کے نئے سرے سے پڑھے ورنہ گنہگار ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا واجب ہوگا خواہ وہ نماز فرض و واجب ہو یا نفل و سنت۔

۲۹۔ نماز میں دامن یا آستین سے اپنے آپ کو ہوا کرنا اور اگر عمل کثیر ہو گیا یعنی تین بار ہو گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی، پنکھا جھلنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

۳۰۔ نماز میں قصداً کھانسنا اور کھنکارنا۔

۳۱۔ نماز میں تھوکنا اور سنکنا۔

۳۲۔ نماز میں تشہد اور دونوں سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا یعنی رانیں کھڑی کر کے بیٹھنا اور رانوں کو پیٹ سے اور گھٹنوں کو سینے سے ملا لینا اور ہاتھوں کو زمین پر رکھ لینا۔

۳۳۔ نماز میں بلا عذر چار زانو (آلتی پالتی مار کر) بیٹھنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۳۴۔ مردوں کا سجدے کی حالت میں دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک زمین پر بچھا دینا۔

۳۵۔ ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا مکروہ تنزیہی ہے۔

۳۶۔ کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کئے ہوئے بیٹھا ہو جبکہ درمیان میں کوئی حائل نہ ہو اور اسی طرح نماز پڑھنے والے کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بھی مکروہ ہے، پس اگر کسی کے منہ کی طرف نماز پڑھنا نمازی کے فعل سے ہے تو کراہت نمازی پر ہے ورنہ اس

شخص پر ہے، جس نے نمازی کی طرف منہ کیا۔

۳۷۔ کسی بیٹھے یا کھڑے ہوئے شخص کی پیٹھ کی طرف یا سوئے ہوئے شخص کی طرف نماز پڑھنا مکروہ نہیں لیکن اس سے بچنا بہتر ہے (پس مکروہ تنزیہی ہونا چاہئے مؤلف)

۳۸۔ منہ میں روپیہ یا پیسہ یا کوئی اور چیز رکھ کر نماز پڑھنا جس کی وجہ سے قرأت کرنے میں رکاوٹ نہ ہو مکروہ تنزیہی ہے اور اگر اس سے قرأت میں رکاوٹ ہو یا حروف و الفاظ صحیح ادا نہ ہو سکیں تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

۳۹۔ نماز کے اندر آیتیں یا سورتیں یا تسبیحیں انگلیوں پر یا تسبیح ہاتھ میں لے کر شمار کرنا مکروہ تنزیہی ہے خواہ نماز نفل ہی ہو۔

۴۰۔ ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ نمازی کے سر کے اوپر چھت وغیرہ میں یا اس کے سامنے یا دائیں یا بائیں یا پیچھے یا سجدے کی جگہ کسی جاندار کی تصویر ہو خواہ وہ تصویر لٹکی ہوئی یا گڑی ہوئی ہو یا دیوار یا پردے وغیرہ پر منقوش ہو، سامنے ہونے میں سب سے زیادہ کراہت ہے پھر سر پر ہونے میں پھر داہنی طرف میں پھر بائیں طرف میں پھر پیچھے ہونے میں۔ ایسا کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جس پر کسی جاندار کی تصویر ہو، نماز کے علاوہ بھی اس کا پہننا مکروہ ہے۔

۴۱۔ تنور یا بھٹی جس میں آگ جل رہی ہو یا کوئی اور چیز جس کو کافر پوجتے ہوں نمازی کے سامنے ہونا، لیکن چراغ یا قندیل یا موم بتی کا سامنے ہونا مکروہ نہیں ہے۔

۴۲۔ اگر نمازی کے سامنے یا سر کے اوپر قرآن مجید یا تلوار یا کوئی اور ایسی چیز ہو جس کی پوجا نہیں کی جاتی تو کوئی کراہت نہیں۔

۴۳۔ امام کا محراب کے اندر اکیلا کھڑا ہونا جبکہ دونوں قدم بھی اندر ہوں اور اگر دونوں قدم باہر ہوں تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر امام کے ساتھ محراب کے اندر کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں۔

۴۴۔ امام کو دروازوں اور ستونوں کے درمیان کی جگہ میں اکیلا کھڑا ہونا اور امام کو بلا ضرورت محراب یعنی وسطِ صف سے ہٹ کر کھڑا ہونا۔

۴۵۔ امام کا ایک ہاتھ اونچی جگہ پر اکیلا کھڑا ہونا، اگر اس کے ساتھ کچھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں، اور ایک ہاتھ سے کم بلندی ہو تو اس پر امام کا اکیلا کھڑا ہونا مکروہ تنزیہی ہے، اسی طرح اس کے برعکس اکیلے امام کا نیچے کھڑا ہونا اور مقتدیوں کا بلندی پر کھڑا ہونا مکروہ ہے لیکن یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ اس کی نہی حدیث شریف میں وارد نہیں ہے۔

۴۶۔ مقتدی کا بلا عذر اکیلا بلند جگہ پر کھڑا ہونا اور مقتدی کا ایسی صف کے پیچھے اکیلا کھڑا ہونا جس میں جگہ خالی ہو۔

۴۷۔ تنہا یعنی جماعت کے بغیر نماز پڑھنے والے کو جماعت کی صفوں کے درمیان میں کھڑا ہونا

نمازی کے آگے سے گزرنے اور سترے کے مسائل

۱۔ نماز پڑھنے والے کی سجدے کی جگہ میں سے کسی کا گزرنا مکروہ تحریمی اور سخت گناہ ہے لیکن اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ میدان یا بہت بڑی مسجد میں سجدے کی جگہ تک گزرنا منع ہے یعنی جہاں تک قیام کی حالت میں سجدے کی جگہ پر نظر جمائے ہوئے نگاہ پھیلتی ہو، عام چھوٹی بڑی مسجدوں میں قبلے کی دیوار تک آگے سے گزرنا مکروہ و منع ہے۔

۲۔ چبوترے یا چھت یا تخت وغیرہ اونچی جگہ پر نمازی ہو، اگر وہ گزرنے والے کے قد سے زیادہ اونچی ہو تو مکروہ نہیں اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے۔

۳۔ اگر نمازی کے آگے سترہ ہو تو گزرنا مکروہ نہیں، سترے کی لمبائی کم از کم ایک ہاتھ شرعی اور موٹائی کم از کم ایک انگلی کے برابر ہو اس سے پتلی ہو تب بھی کافی ہے اور سترہ نمازی کے قدم سے تقریباً تین ہاتھ کے فاصلے پر ہونا سنت ہے زیادہ دور نہ ہو، بالکل سیدھ میں بھی نہ ہو کچھ دائیں یا بائیں ہو، داہنی ابرو کی سیدھ میں ہونا افضل ہے۔

۴۔ اگر لکڑی کا گاڑنا ممکن نہ ہو تو لمبائی میں زمین پر ڈال دے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو ایک خط ہی کھینچ دے۔

۵۔ اگر اگلی صف میں جگہ خالی ہو اور پیچھے صفیں ہوں تو نمازی کو خالی جگہ تک جانے کے لئے لوگوں کی گردن پھلانگ کر جانا اور آگے سے گزرنا جائز ہے مکروہ نہیں۔

۶۔ بڑی نہر یا بڑا حوض جبکہ چھوٹی مسجد میں ہوں سترہ نہیں بن سکتے اگر بہت بڑی مسجد یا میدان میں ہوں تو سترہ بن سکتے ہیں، کنواں چھوٹی مسجد میں سترہ بن سکتا ہے۔

۷۔ امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لئے کافی ہے پس جب امام کے آگے سترہ ہو تو صف کے سامنے سے گزرنا مکروہ نہیں، مسبوق کے لئے بھی امام کے سلام کے بعد یہی حکم ہے کہ اب بھی امام کا سترہ اس کے لئے کافی ہے کیونکہ نماز شروع کرتے وقت کا اعتبار ہے۔

۸۔ خانہ کعبہ کے اندر یا مقام ابراہیم کے پیچھے یا مطاف (طواف کی جگہ) کے حاشیہ کے

اندر نماز پڑھنے والے کے آگے سے گزرنا منع ومکروہ نہیں ہے۔

۹۔ بلاضرورت اپنے ہاتھ میں کوئی چیز تھام کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اگر ضرورت ہو مثلاً کوئی ایسی جگہ ہے کہ اس کے بغیر حفاظت ممکن نہیں تو مکروہ نہیں ہے۔

۱۰۔ ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں نجاست سامنے ہو یا نجاست کے ہونے کا گمان کیا جاتا ہو مثلاً قبرستان یا حمام وغیرہ ہو۔

۱۱۔ نمازی کے نزدیک سامنے یعنی جہاں تک بغیر سترہ گذرنا منع ہے قبریں ہوں اگر اس سے زیادہ دور ہوں یا سترہ حائل ہو یا قبریں دائیں یا بائیں یا پیچھے ہوں تو مکروہ نہیں، اسی طرح اگر قبرستان میں کوئی جگہ نماز کے لئے بنائی گئی ہو تو اس میں بھی نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔

۱۲۔ خانہ کعبہ کی چھت پر نماز پڑھنا اسی طرح مسجد کی چھت پر بلاضرورت نماز پڑھنا۔

۱۳۔ مسجد میں کوئی جگہ اپنی نماز کے لئے مقرر کر لینا۔

۱۴۔ نماز میں بلاعذر چند قدم چلنا جبکہ پے در پے نہ ہو اگر عذر سے ہو تو مکروہ نہیں اور پے در پے تین قدم چلنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

۱۵۔ بلاعذر جلدی میں صف سے پیچھے کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا اور پھر تھوڑا چل کر صف میں مل جانا اور عذر کے ساتھ ہو تو مکروہ نہیں۔

۱۶۔ بلاعذر رکوع میں گھٹنوں پر اور سجدے میں زمین پر ہاتھ نہ رکھنا یا نماز میں اور جس جس موقع پر جہاں جہاں ہاتھ رکھنے سنت ہیں وہاں نہ رکھنا۔

۱۷۔ تکبیر تحریمہ ورکوع کے وقت سر کو نیچے جھکانا یا اونچا کرنا۔

۱۸۔ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں سے اوپر اٹھانا یا کندھوں سے نیچے تک اٹھانا

۱۹۔ رکوع وسجود میں سنت کے خلاف کرنا مثلاً سجدے میں دونوں رانوں کو پیٹ سے الگ نہ رکھنا وغیرہ۔

۲۰۔ اقامت کے وقت امام کے آنے سے پہلے صفوں کا کھڑا ہونا۔

۲۱۔ امام کا نماز میں اسقدر جلدی کرنا کہ مقتدی رکوع وسجود وغیرہ میں مسنونہ اذکار کو پورا نہ کر سکے۔

۲۲۔ مقتدی کا امام کے پیچھے قرأت کرنا۔

۲۳۔ نماز میں بلاضرورت مکھیوں یا مچھروں کا ہٹانا، اگر ضرورت کے وقت عملِ قلیل کے

ساتھ ہو تو مکروہ نہیں۔

۲۴۔ نماز میں بلاضرورت عملِ قلیل بھی مکروہ ہے۔

۲۵۔ گلے میں ترکش یا کمان ڈال کر نماز پڑھنا مکروہ نہیں لیکن اگر اس کی حرکت سے نماز میں خلل آتا ہو تو مکروہ ہے۔

۲۶۔ نماز میں کسی خوشبودار چیز کا سونگھنا۔

۲۷۔ سجدے وغیرہ میں اپنے ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلے کی طرف نہ رکھنا۔

۲۸۔ پرائے کھیت میں جس میں فصل کاشت کی ہوئی ہو یا ہل چلایا ہوا ہو بلا اجازت نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۲۹۔ کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا۔

۳۰۔ عام راستے، کوڑا ڈالنے کی جگہ، مذبح، قبرستان، غسل خانے، حمام، نالے، مویشی خانے خصوصاً اونٹ باندھنے کی جگہ، اصطبل، پاخانے کی چھت، ان سب مواضع میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

۳۱۔ ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا مکروہ ہے جو دل کو مشغول رکھے مثلاً زینت و لہو و لعب وغیرہ۔

۳۲۔ نماز میں جوں یا مچھر کو پکڑنا جب کہ تکلیف نہ پہنچائے مکروہ ہے اور تکلیف پہنچاتے ہوں تو پکڑ کر مار ڈالنے میں مضائقہ و کراہت نہیں جبکہ مسجد کے اندر ہو اور عمل کثیر نہ کرنا پڑے، مسجد کے باہر ہو تو بھی مارنے میں مضائقہ نہیں لیکن دفن کرنا اولیٰ ہے اور مسجد کے باہر جوں کو پکڑ کر زندہ چھوڑ دینا بھی مکروہ ہے، مچھر کو زندہ چھوڑ دینے میں کراہت نہیں۔

۳۳۔ فرض نمازوں میں قصداً اُلٹا پڑھنا یعنی ترتیب کے خلاف قرآن مجید پڑھنا اگر بھول کر خلاف ترتیب ہو جائے تو مکروہ نہیں اب اسی کو پورا کر لے اب اس کو چھوڑ کر ترتیب صحیح کر کے پڑھنا مکروہ ہے، نفل نماز میں قصداً بھی خلاف ترتیب پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

۳۴۔ سجدے یا رکوع میں بلاضرورت تین تسبیح سے کم کہنا مکروہ تنزیہی ہے اگر ضرورتاً ہو تو مکروہ نہیں۔

۳۵۔ قالین اور بچھونوں پر نماز پڑھنا مکروہ نہیں، جبکہ پیشانی قرار پکڑ لے اور اگر اتنے نرم ہوں کہ پیشانی قرار نہ پکڑے تو نماز جائز نہ ہوگی۔

۳۶۔ نماز کے لئے دوڑ کر چلنا۔

۳۷۔ سجدے کی جگہ قدموں کی جگہ سے ایک بالشت سے زیادہ اونچی ہو تو نماز درست نہیں، ایک بالشت یا اس سے کم ہو تو نماز درست ہے لیکن بلاضرورت ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۳۸۔ فرض نماز میں دیوار یا عصا وغیرہ کسی چیز کے سہارے پر کھڑا ہونا مکروہ ہے نوافل میں مکروہ نہیں۔

۳۹۔ رکوع میں جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنا اسی طرح تکبیر اولیٰ اور تکبیراتِ عیدین و دعائے قنوت کے علاوہ کسی اور موقع پر نماز میں رفع یدین کرنا یعنی دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھانا۔

۴۰۔ فرض نماز میں ایک سورۃ کو بار بار پڑھنا مکروہ ہے نفل نماز میں مکروہ نہیں، ایک ہی آیت کو بار بار پڑھنا فرض نماز میں مکروہ ہے جبکہ عذر نہ ہو اگر عذر ہو تو مضائقہ نہیں اور تنہا نفل نماز پڑھنے میں مکروہ نہیں، نفل نماز کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورۃ کا تکرار مکروہ نہیں فرضوں میں بلا عذر ہو تو مکروہ ہے عذر کے ساتھ مکروہ نہیں۔

۴۱۔ ایک ہی سورۃ کی کچھ آیتیں ایک جگہ سے ایک رکعت میں پڑھنا اور دوسری جگہ سے دوسری رکعت میں پڑھنا جبکہ درمیان میں دو آیتوں سے کم فاصلہ ہو مکروہِ تنزیہی ہے اگر مسلسل پڑھی جائیں اور درمیان میں کوئی آیت نہ چھوڑی جائے یا دو آیتوں سے زیادہ چھوڑ دی جائیں تو مکروہ نہیں۔

۴۲۔ ثنا و اعوذ باللہ بسم اللہ و آمین و تسبیحاتِ رکوع و سجود و التحیات و درود و دعا کا جہر سے پڑھنا، قرأت کو رکوع کے اندر پورا کرنا۔ سجدے سے اٹھتے وقت سیدھا کھڑا ہونے سے پہلے ہی قرأت شروع کر دینا اور رکن تبدیل کرنے کی تکبیر وغیرہ کا رکن پوری طرح تبدیل کر لینے کے بعد کہنا یا تسبیحاتِ رکوع و سجود سر اٹھانے کے بعد پورا کرنا یہ سب امور مکروہِ تنزیہی ہیں۔

۴۳۔ بلا عذر بچے کو اٹھا کر نماز پڑھنا۔

۴۴۔ فرضوں میں اور جماعت کے ساتھ نفل نماز میں آیتِ رحمت پر رحمت کی دعا مانگنا اور آیت دوزخ و عذاب پر دوزخ و عذاب سے پناہ مانگنے کی دعا پڑھنا مکروہ ہے، اکیلا نفل پڑھے تو یہ مکروہ نہیں۔

۴۵۔ نماز میں کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف کو جھکنا اور بلا عذر کبھی ایک پاؤں پر اور کبھی دوسرے پاؤں پر زور دینا عذر کے ساتھ مثلاً نوافل میں طویل قرأت کی وجہ سے ہو تو مضائقہ نہیں، بلا عذر ایک پاؤں پر کھڑا ہونا بھی مکروہ ہے اور قیام کے لئے اٹھتے وقت پاؤں آگے بڑھانا

بھی مکروہ ہے، بیٹھتے وقت داہنے اعضا پر اُٹھتے وقت بائیں اعضا پر زور دینا مستحب ہے اور اس کے خلاف مکروہِ تنزیہی ہے۔

۴۶۔ امام کو رکوع میں شامل ہونے والے مقتدی کے لئے دیر کرنا تاکہ وہ شامل ہو جائے، اگر اس کو پہچانتا ہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر نہیں پہچانتا تو بقدر ایک یا دو تسبیح دیر کرنے میں مضائقہ نہیں پھر بھی اس کا ترک اولیٰ ہے۔

۴۷۔ جب بہت بھوک لگی ہو اور کھانا تیار ہو تو پہلے کھانا کھالے پھر نماز پڑھے پہلے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر وقت بالکل تنگ ہو کہ صرف فرض پڑھنے کی مقدار وقت ہے تو پہلے فرض ادا کرلے پھر کھانا کھائے اسی طرح اگر شدید بھوک ہو کہ خشوع خضوع قائم نہ رہ سکے گا تو جماعت ترک کردے اور کھانا کھا کر اکیلا نماز پڑھے اور اگر اسقدر شدید بھوک نہ ہو کہ بے چین کردے تو جماعت سے نماز پڑھے پھر کھانا کھائے۔

۴۸۔ صبح طلوع ہونے کے بعد ذکر خیر کے سوا اور کسی قسم کا کلام کرنا مکروہ ہے۔

۴۹۔ اپنے جوتے یا کسی اور چیز کا نماز میں اپنے پیچھے رکھنا مکروہ ہے کیونکہ دل اس کی طرف مشغول رہے گا۔

فائدہ:

ان مکروہات میں سے اگر کوئی مکروہ نماز میں پایا جائے تو نماز ادا ہو جاتی ہے لیکن چاہئے کہ نماز کو دوبارہ اس طرح پڑھیں کہ کوئی کراہت کی وجہ باقی نہ رہے پس اگر نماز کراہتِ تحریمی سے ادا ہوئی تھی تو اس کا لوٹانا واجب ہے اور اگر کراہت تنزیہی سے ادا ہوئی تو اس کا اعادہ مستحب ہے۔

مسائلِ مساجد کا بیان

۱۔ مسجد کا دروازہ بند کرنا اور قفل لگانا مکروہ تحریمی ہے لیکن اگر مسجد کا مال و اسباب جاتے رہنے کا خوف ہو تو مکروہ نہیں لیکن نماز کے اوقات میں بند کرنا اس صورت میں بھی مکروہ ہے۔

۲۔ مسجد کی چھت پر پیشاب یا پاخانہ کرنا یا جماع کرنا یا جنبی مرد و عورت یا حیض یا نفاس والی عورت کا مسجد کی چھت کے اوپر جانا مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ مسجد کے اندر مکروہ تحریمی ہے،

۳۔ مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا یا نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اس سے اعتکاف باطل

نہیں ہوتا۔

۴۔ مسجد کو بلا عذر راستہ بنالینا مکروہ ہے اگر کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں سے گزرتا ہے تو جائز ہے لیکن اس کو چاہئے کہ ہر روز جب وہ ایک یا کئی مرتبہ گزرے تو ایک مرتبہ اس میں تحیۃ المسجد پڑھ لیا کرے۔ بلا عذر گزرنے کی عادت والا بھی اگر اعتکاف کی نیت کرلیا کرے تو گناہ سے بچ جائے گا۔

۵۔ مسجد کو ہر قسم کی گندگی اور خرابی سے بچانا چاہئے اور نجاست کا مسجد میں لے جانا مکروہ ہے، مثلاً ناپاک تیل مسجد کے اندر جلانا یا ناپاک گارے سے لیپنا، کلی کرنا، وضو کرنا، وغیرہ۔

۶۔ ایسے بچوں اور پاگلوں کو جن سے مسجد کے ناپاک ہونے کا گمان غالب ہو مسجد میں لے جانا مکروہِ تحریمی ہے اور اگر یہ گمان غالب نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

۷۔ مسجد میں جوتیاں اور موزے لے جانے والے کو چاہئے کہ اچھی طرح صاف کر کے لے جائے۔

۸۔ مسجد میں کچا لہسن یا پیاز یا مولی وغیرہ کھانا یا کھا کر جانا جب تک اس کی بو باقی ہو مکروہِ تحریمی ہے۔ کوڑھ اور سفید داغ والے اور گندہ دہن و گندہ بغلی کی بیماری والے اور غیبت و چغلی کرنے والے وغیرہ کو مسجد میں آنے سے منع کیا جائے گا اسی طرح مٹی کا تیل اور وہ دیا سلائی جس کے رگڑنے سے بدبو اُڑتی ہو مسجد میں جلانا مکروہ ہے۔

۹۔ اگر کوئی اپنے مال سے مسجد میں نقش و نگار بنائے یا چونا گچ کرے اور مسجد کی تعظیم کی نیت ہو اور قبلے والی دیوار و محراب پر نہ ہو تو مکروہ نہیں اور اگر قبلے والی دیوار اور محراب پر ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے نمازیوں اور امام کے دل کو مشغولی ہوگی بلکہ دائیں بائیں کا بھی یہی حکم ہے۔ وقف کے مال سے نقش و نگار کرنا حرام ہے۔

۱۰۔ مسجد کی دیواروں اور محرابوں پر قرآن مجید کی آیتوں اور سورتوں کا لکھنا بہتر نہیں۔

۱۱۔ مسجد کے اندر کنواں نہیں کھودنا چاہئے اور اگر کنواں پہلے سے موجود ہو اور پھر وہ مسجد میں آجائے تو اس کو باقی رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

۱۲۔ مسجد میں درخت لگانا مکروہ ہے اگر مسجد کے فائدے کے لئے ہو تو مضائقہ نہیں۔

۱۳۔ مسجد بناتے وقت چٹائی وغیرہ سامان رکھنے کے لئے اس میں کوئی حجرہ بنالینے میں مضائقہ نہیں۔

۱۴۔ مسجد کا چراغ گھر نہ لے جائے گھر سے مسجد میں چراغ لے جائے، مسجد کا چراغ تہائی

رات گئے تک روشن رکھنے میں مضائقہ نہیں اس سے زیادہ نہ رکھے، لیکن اگر وقف کرنے والے نے یہ شرط کی ہو یا وہاں اس کی عادت ہو تو مضائقہ نہیں۔

۱۵۔ مسجد میں سوال کرنا مطلقاً حرام ہے اور اس سائل کو دینا ہر حال میں مکروہ ہے بعض کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر سائل لوگوں کی گردنیں پھلانگے تو مکروہ ہے ورنہ نہیں۔

۱۶۔ گم شدہ چیز کے متعلق مسجد میں پوچھ گچھ کرنا مکروہ ہے۔

۱۷۔ مسجد میں شعر پڑھنا اگر حمد و نعت و وعظ و نصیحت وغیرہ کے لئے ہو تو بہتر ہے اگر گزشتہ زمانوں اور امتوں کا ذکر ہو تو مباح ہے اگر کسی مسلمان کی ہجو یا بیوقوفی کی باتیں ہوں تو حرام ہے اگر خد و خال وغیرہ کا وصف ہو تو مکروہ ہے۔

۱۸۔ مسجد میں خرید و فروخت کرنا منع و مکروہ ہے البتہ اعتکاف کرنے والے کے لئے جائز ہے جبکہ اپنی اور اپنے بال بچوں کی ضرورت کے لئے ہو تجارت کے لئے نہ ہو اور وہ چیز مسجد میں نہ لائی گئی ہو، ضرورت سے زیادہ اس کے لئے بھی جائز نہیں۔

۱۹۔ بلند آواز سے ذکر کرنا اس وقت مکروہ ہے جبکہ اس میں ریا کا خوف ہو یا نمازیوں یا قاریوں کو یا سونے والوں کو تکلیف و خلل کا خوف ہو مگر ان باتوں کا خوف نہ ہو تو مکروہ نہیں۔

۲۰۔ مسجد میں باتوں کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ باتیں مباح ہوں، اگر عبادت کے لئے بیٹھا ہوا اور دنیا کا کلام بھی کر لیا تو مکروہ نہیں۔

۲۱۔ چمگادڑ و کبوتر وغیرہ کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لئے نوچ کر پھینکنے میں مضائقہ نہیں۔

۲۲۔ مسجد میں ماتم کے لئے بیٹھنا مکروہ ہے۔

۲۳۔ مسجد کا کوڑا جھاڑ دے کر ایسی جگہ نہ ڈالیں جہاں بے ادبی ہو۔

۲۴۔ مسجد میں مسافر اور اعتکاف کرنے والے کے سوا کسی اور کو کھانا پینا سونا جائز نہیں، اگر کسی کو ایسا کرنا ہی پڑے تو وہ اعتکاف کی نیت کر کے مسجد میں جائے پہلے کچھ ذکرِ الٰہی کر لے یا نماز پڑھ لے، پھر کھا پی لے یا سو جائے تو مکروہ نہیں، اور مسافر کے لئے بھی یہی بہتر ہے، اس طرح ان کو اعتکاف کا ثواب بھی ملے گا۔

۲۵۔ درزی یا کاتب یا کسی اور پیشہ ور کو مسجد میں بیٹھ کر سینا و کتابت وغیرہ اپنا پیشہ کرنا مکروہ ہے لیکن اگر مسجد کی حفاظت کے لئے وہاں بیٹھے اور ضمناً اپنا کام بھی کرتا جائے تو مکروہ نہیں ہے

۲۶۔ اگر مسجد کی چٹائی وغیرہ کا گھاس و تنکا وغیرہ نمازی کے کپڑے میں لپٹ کر آ گیا اور اس

نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا تو اس کا وہاں واپس لوٹانا اس پر واجب نہیں۔

۲۷۔نماز کے علاوہ مسجد میں بیٹھنے میں مضائقہ نہیں لیکن اگر اس سبب سے وہاں کی کوئی چیز خراب ہوگئی تو قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

۲۸۔اگر کسی نے غصب کی زمین میں مسجد بنائی تو اس میں نماز پڑھنا جائز ہے افضل نہیں ہے۔

۲۹۔قبلے کی طرف قصداً بلا عذر دونوں پاؤں یا ایک پاؤں پھیلانا مکروہ ہے خواہ سوتے میں ہو یا جاگتے میں۔اگر عذر سے یا بھول کر ایسا ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے نابالغ کے لئے بھی یہی حکم ہے اور بے سمجھ نابالغ کو اس طرح لٹانے کا گناہ لٹانے والے پر ہوگا۔اسی طرح قرآن مجید اور شرعی کتابوں کی طرف بھی پاؤں پھیلانا مکروہ ہے لیکن اگر کتابیں اونچی جگہ پر ہوں تو پھر ان کی طرف پاؤں پھیلانا مکروہ نہیں ہے۔

۳۰۔مسجد کی مرمت وعمارت اور بوریا و چٹائی بچھانے اور لوٹے، چراغ، بتی وغیرہ کا انتظام کرنے اور اذان و اقامت کہنے اور امامت کی لیاقت ہوتے ہوئے امامت کرانے کا حق اس شخص کو ہے جس نے مسجد بنا کر اللہ کے واسطے وقف کر دی ہو اور اگر وہ امامت کا اہل نہیں ہے تو اسی کی تجویز سے کوئی دوسرا شخص مقرر ہوگا۔اسی طرح اس کے بعد اس کی اولاد اور کنبے والے غیروں سے زیادہ حقدار ہیں۔

۳۱۔اگر مسجد میں وعظ اور تلاوتِ قرآن ہو رہی ہو تو عوام کے لئے وعظ کا سننا بہتر ہے۔

۳۲۔مسجد کی کسی جگہ کو اپنے لئے خاص کر لینا مکروہ ہے اگر کوئی شخص کسی ضرورت مثلاً وضو وغیرہ کے لئے اپنی جگہ سے اٹھ کر گیا اور اس کو جلدی ہی واپس آنا ہے تو اس کا حق فائق ہے اور دوسرے بیٹھنے والے کو وہاں سے اٹھا دینا اس کے لئے جائز ہے خاص طور پر جبکہ اپنا کپڑا وغیرہ وہاں رکھ گیا ہو۔

۳۳۔مسجدوں میں سب سے افضل مسجد مکۂ معظمہ کی مسجد ہے جس کو مسجد الحرام کہتے ہیں کیونکہ اس میں خانۂ کعبہ ہے،اس کے بعد مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام ہے پھر بیت المقدس کی مسجد ہے جس کو مسجدِ قدس بھی کہتے ہیں پھر مسجدِ قبا اس کے بعد ہر شہر کی جامع مسجدیں پھر محلے کی مسجد پھر راستے کی مسجد،اپنے محلّہ کی مسجد میں پنجوقتہ نماز پڑھنا اگرچہ وہاں جماعت تھوڑی ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں جماعت بڑی ہو بلکہ اگر محلے کی مسجد میں جماعت نہ ہوئی ہو تو وہاں تنہا جائے اور اذان و اقامت کہے اور نماز پڑھے خواہ وہ اکیلا ہی ہو اُس کی یہ نماز جامع مسجد کی جماعت سے افضل ہے۔

وتر کا بیان

۱۔ عشا کی نماز کے بعد تین رکعت نماز وتر پڑھنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے، یہی امام صاحبؒ کا آخری قول ہے اور یہی صحیح ہے، وتر کے واجب ہونے کا منکر کافر نہیں ہوتا لیکن اصل نمازِ وتر کا منکر کافر ہونا چاہئے۔

۲۔ اس کے پڑھنے کی تاکید فرض نمازوں کے برابر ہے۔ قصداً یا سہواً چھوٹ جائے تو اس کی قضا واجب ہے اور بلا عذر قصداً چھوڑنا بڑا گناہ ہے اور اس کا تارک بھی فرض نمازوں کے تارک کی طرح فاسق و گنہگار ہوتا ہے۔

۳۔ وتر کی نماز ہر زمانے میں یعنی خواہ رمضان المبارک ہو یا کوئی اور دن ہوں جہری نمازوں میں سے ہے اس لئے اگر وتر جماعت سے ادا کئے جائیں تو نمازِ وتر کی تینوں رکعتوں میں امام کو جہر کرنا واجب ہے اور اگر اکیلا پڑھے تو اس کو اختیار ہے کہ جہر کرے یا نہ کرے۔ رمضان المبارک کے علاوہ نمازِ وتر کا جماعت سے ادا کرنا اگر تداعی کے طور پر نہ ہو اور تین سے زیادہ کی جماعت نہ ہو تو جائز ہے ورنہ مکروہِ تحریمی ہے جیسا کہ اور نوافل کا حکم ہے، اس کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت پڑھی جاتی ہے اس لئے جماعت کی صورت میں اس کی تینوں رکعتوں میں جہر کرے۔

۴۔ وتر کی نماز کا وقت عشا کی نماز کے بعد سے لے کر صبح صادق سے پہلے تک ہے، جس کسی کو آخر شب میں اپنے جاگنے پر پورا بھروسہ ہو اس کو مستحب و افضل یہ ہے کہ نمازِ وتر آخر رات میں پڑھے اور اگر اُٹھنے میں شک ہو اور قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو عشا کی نماز کے بعد ہی پڑھ لینا چاہئے۔

۵۔ وتر اپنے وقت میں عشا کی نماز کا تابع نہیں ہے اور عشا کی نماز کو اس سے پہلے پڑھنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور بھولنے کے عذر سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے اس لئے اگر کوئی شخص بھول کر نمازِ وتر عشا سے پہلے پڑھ لے تو صحیح ہو جائے گی۔

۶۔ وتر کی نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ تین رکعتیں ایک سلام کے ساتھ پڑھی جائیں اس طرح پر کہ دو رکعتیں اور نمازوں کی طرح پڑھ کر قعدے میں بیٹھے اور التحیات پڑھ کر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے اور اس رکعت میں الحمد شریف اور سورت پڑھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا دونوں ہاتھ تکبیر تحریمہ کی طرح کانوں تک اٹھائے اور پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھے پھر اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں جائے اور باقی نماز معمول کے مطابق پوری کرے، اس کا پہلا قعدہ فرضوں کی طرح

واجب ہے پس اس قعدے میں درود و دعا نہ پڑھے اور جب تیسری رکعت میں کھڑا ہو تو ثنا و تعوذ نہ پڑھے اور اگر بھول کر قعدہ نہ کرے اور کھڑا ہو جائے تو واپس نہ لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے جیسا کہ فرضوں میں حکم ہے، وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد کے بعد کوئی سورت یا کم از کم تین چھوٹی آیتیں ملانا واجب ہے، تینوں رکعتوں میں اختیار ہے خواہ کوئی سی سورتیں پڑھے، لیکن کبھی کبھی پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلی اور دوسری میں قل یا ایہا الکافرون اور تیسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھنا مستحب ہے۔

۷۔ امام ہو یا مقتدی یا منفرد ہو سب کو دعائے قنوت آہستہ پڑھنی چاہئے خواہ وہ نماز وتر ادا ہو یا قضا اور خواہ رمضان المبارک میں ہو یا اور دنوں میں ہو سب جگہ یہی حکم ہے اور یہ آہستہ پڑھنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔

۸۔ قنوت کی کوئی دعا مقرر نہیں ہے لیکن مشہور دعا کا پڑھنا اولیٰ اور سنت ہے اور وہ یہ ہے

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

اس کے بعد یہ دعا بھی پڑھ لے تو بہتر و افضل ہے۔

اللهم اهدنی فیمن هدیت وعافنی فیمن عافیت وتولّنی فیمن تولّیت وبارك لی فیما اعطیت وقنی شرّ ماقضیت فانّك تقضی ولا یقضی علیك وانّه لا یذلّ من والیت ولا یعزّ من عادیت تباركت ربّنا وتعالیت نستغفرك ونتوب الیك ط

۹۔ اگر دعائے قنوت یاد نہ ہو تو یہ دعا پڑھ لیا کرے۔

ربنا اتنا فی الدّنیا حسنةً وّ فی الآ خیرةِ حسنةً وّ وقنا عذاب النّار ط یا اللهم اغفرلی تین دفعہ کہہ لے یا تین دفعہ یا ربّ کہہ لے تو نماز ہو جائے گی لیکن مشہور دعائے قنوت کو جلدی یاد کر لے۔

۱۰۔ مقتدی قنوت میں امام کی متابعت کرے پس اگر مقتدی نے دعائے قنوت پوری نہیں پڑھی کہ امام رکوع میں چلا گیا تو مقتدی دعائے قنوت کو چھوڑ دے اور رکوع میں چلا جائے، اور اگر

مقتدی نے قنوت بالکل نہیں پڑھی تو جلدی سے مختصر دعا مثلاً اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ تین بار کہہ کر رکوع میں مل جائے اور اگر اسقدر بھی نہ ہو سکے تو چھوڑ دے اور رکوع میں چلا جائے۔

۱۱۔ اگر دعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو صحیح یہ ہے کہ رکوع میں قنوت نہ پڑھے اور قیام کی طرف بھی نہ لوٹے اور آخر میں سجدۂ سہو کر لے اور اگر قیام کی طرف لوٹا اور قنوت پڑھی تو رکوع کا اعادہ نہ کرے اور سجدۂ سہو کر لے لیکن اُسے قیام کی طرف لوٹنا برا ہے اور اگر اس صورت میں رکوع کا اعادہ بھی کر لیا اور سجدۂ سہو کر لیا تب بھی نماز صحیح ہوگئی لیکن یہ دوبارہ رکوع کرنا لغو ہوگا اور اس حالت میں کوئی نیا مقتدی شامل ہونے والا اس رکعت کو پانے والا نہیں ہوگا خوب سمجھ لیجئے اور اگر رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یاد آیا کہ قنوت بھول گیا ہے تو بالاتفاق قنوت کی طرف نہ لوٹے اور سجدۂ سہو کر لے۔

۱۲۔ اگر الحمد کے بعد قنوت پڑھ کر رکوع کر دیا اور سورت ترک ہوگئی پھر رکوع میں یاد آیا تو رکوع سے واپس لوٹے اور سورت پڑھے اور قنوت در کوع کا اعادہ کرے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر الحمد چھوڑ دی تو بھی واپس لوٹے اور الحمد کے ساتھ سورت وقنوت و رکوع کا اعادہ کرے اور سجدۂ سہو کرے، ان صورتوں میں اگر رکوع کا اعادہ نہ کیا تو نماز درست نہیں ہوگی۔

۱۳۔ مسبوق کو چاہئے کہ امام کے ساتھ قنوت پڑھے پھر بعد میں نہ پڑھے اور اگر تیسری رکعت کے رکوع میں شامل ہوا اور امام کے ساتھ قنوت نہیں پڑھی تو اپنی بقیہ نماز میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ امام کا پڑھنا قرأت کی طرح اس مقتدی کے لئے کافی ہوگیا۔

۱۴۔ اگر وتر کسی ایسے امام کے پیچھے پڑھے جو رکوع کے بعد قومہ میں قنوت پڑھتا ہے جیسے شافعی المذہب امام کے پیچھے ہو تو حنفی مقتدی قنوت میں اس امام کی متابعت کرے اور قومہ میں اس کے ساتھ پڑھے لیکن اگر وہ امام تین وتر ایک سلام سے نہ پڑھتا ہو تو اس کے پیچھے وتر نہ پڑھے بلکہ اکیلا پڑھ لے۔

۱۵۔ اگر فجر کی نماز میں شافعی مذہب کے امام نے قنوت پڑھی تو حنفی مقتدی نہ پڑھے بلکہ ہاتھ لٹکائے ہوئے اتنی دیر چپکا کھڑا رہے یہی صحیح ہے۔

قنوتِ نازلہ

۱۔ جب مسلمانوں پر کوئی عام اور عالمگیر مصیبت نازل ہو جائے مثلاً غیر مسلم حکومتوں کی طرف

سے حملہ اور تشدد ہونے لگے اور دنیا کے سر پر خوفناک جنگ چھا جائے یا دیگر بلاؤں اور بربادیوں اور ہلاکت خیز طوفانوں میں مبتلا ہو جائے یا طاعون کی وبا پھیل جائے تو ایسی مصیبت کے دفعیہ کے لئے فرض نمازوں میں قنوتِ نازلہ پڑھی جائے اور جب تک وہ مصیبت دفع نہ ہو جائے یہ عمل برابر جاری رہے اس کا جواز جمہور ائمہ کے نزدیک عموماً اور حنفیہ کے نزدیک خصوصاً باقی ہے اور منسوخ نہیں ہے اور اس کے ساتھ توبہ واستغفار کی کثرت اور ہر قسم کے گناہوں سے پرہیز اور حقوق العباد کی ادائیگی کا پورا پورا لحاظ رکھیں اور ہر بات میں شریعتِ مقدسہ کی پابندی کا خیال رکھیں اور اخلاص وخشوع وخضوع سے دعا کریں اللہ پاک اس عام بلا ومصیبت سے نجات عطا فرمائے گا وما ذلك علی الله بعزیز

۲۔ احناف کے نزدیک تینوں جہری نمازوں میں قنوتِ نازلہ کا پڑھنا مذکور ہے دیگر ائمہ خصوصاً امام شافعیؒ پانچوں نمازوں میں اس کے جواز کے قائل ہیں اس لئے پانچوں نمازوں میں پڑھنے والوں پر اعتراض نہ کیا جائے۔

۳۔ اولیٰ ومختار یہ ہے کہ قنوتِ نازلہ رکوع کے بعد پڑھی جائے پس فجر کی دوسری رکعت، مغرب کی تیسری رکعت اور عشا کی چوتھی رکعت میں رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر امام دعائے قنوت پڑھے اور مقتدی آمین کہتے رہیں دعا سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں جائیں۔ اگر دعائے قنوت مقتدیوں کو یاد ہو تو بہتر یہ ہے کہ امام بھی آہستہ پڑھے اور سب مقتدی بھی آہستہ پڑھیں اور اگر مقتدیوں کو یاد نہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ امام دعائے قنوت جہر سے پڑھے اور سب مقتدی آہستہ آمین کہتے رہیں۔ دعائے قنوت کے وقت ہاتھ ناف پر باندھے رہیں یہی اولیٰ ہے اور اگر ہاتھ چھوڑ کر پڑھیں یا دعا کی طرح سینے کے سامنے ہاتھ اٹھا کر پڑھیں تب بھی جائز ہے۔

۴۔ دعائے قنوتِ نازلہ جماعت کے ساتھ فرض نماز میں پڑھی جائے، منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) نہ پڑھے۔

دعائے قنوتِ نازلہ یہ ہے!

اللهم اهدنا فیمن هدیت ط وعافنا فیمن عافیت ط وتولّنا فیمن تولّیت ط وبارك لنا فیما اعطیت ط وقنا شرَّ ماقضیت ط انّك تقضی ولا یقضی علیك ط وانه لا یذلّ من وّالیت ط ولا یعزُّ من عادیت ط تبارك ربَّنا وتعالیت ط نستغفرك و نتوب الیك ط وصلّی الله علی النّبیّ الکریم ط اللّٰهم اغفر لنا وللمؤ منین و المؤمنات والمسلمین والمسلمات ط

والّف بین قلوبھم ط واصلح ذات بینھم ط وانصرنا وانصرُھم علی عدوّك وعدوّ ھم ط اللّٰھم العن الکفرۃ الّذین یصدُّون عن سبیلك ویکذّبون رسلك ویقاتلون اولیاءك ط اللّٰھم خالف بین کلمتھم وزلزل اقدامھم وانزل بھم باسك الّذی لا تردُّہ عن القوم المجرمین ط اله الحقّ امین

- بعض بزرگوں نے اس کے ساتھ دوسری دعاؤں کا بھی اضافہ کیا ہے۔ مثلاً زلزل اقدامھم کے بعد یہ زیادہ کرے!

وفرق جمعھم وشتّت شملھم ط واھزم جندھم ط والق فی قلوبھم الرّعب ط اللّٰھمّ علیك باشدَّ انھم ط وخذھم اخذ عزیزٍ مقتدر ط

اس کے بعد وانزل بھم اخیر تک کہے۔

سنت اور نفل نمازوں کا بیان

سننِ مؤکدہ

۱۔ نمازِ فجر کے فرضوں سے پہلے دو۲ رکعتیں،

۲۔ نمازِ ظہر اور نماز جمعہ کے فرضوں سے پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے۔

۳۔ نماز ظہر کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں، نمازِ جمعہ کے فرضوں کے بعد امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک چار رکعتیں ایک سلام سے سنت مؤکدہ ہیں اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک چھ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں یعنی پہلے چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھے پھر دو رکعتیں پڑھے یہی افضل ہے۔

۴۔ مغرب کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں۔

۵۔ عشا کے فرضوں کے بعد دو رکعتیں، اس طرح روزانہ بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں اور جمعہ کے روز سولہ رکعتیں یا اٹھارہ رکعتیں ہیں۔

۶۔ رمضان شریف میں نمازِ تراویح کی بیس رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں، سب سے زیادہ تاکید فجر کی دو رکعت سنتوں کی ہے یہ سنتیں واجب کے قریب قریب ہیں۔ اگر فجر کی سنتیں فجر کے فرضوں کے ساتھ فوت ہو جائیں یعنی فجر کے نماز ہی قضا ہو جائے، اگر سورج نکلنے کے بعد دوپہر شرعی سے

پہلے اسے ادا کرے تو فرضوں کے ساتھ سنتوں کو بھی قضا کرے اور اگر زوال کے بعد قضا کرے تو اس سے سنتیں ساقط ہو جائیں گی صرف فرضوں کی قضا کرے اور اگر صرف سنتیں قضا ہوئی ہوں تو امام محمد کے نیزدیک ایک نزہ سورج بلند ہونے کے بعد سے دوپہر شرعی سے پہلے تک کسی وقت پڑھ لے یہی بہتر ہے اور طلوعِ آفتاب سے قبل بالاتفاق نہ پڑھے کیونکہ اس وقت پڑھنا مکروہِ تحریمی و منع ہے۔ سنتِ فجر کے علاوہ اور وقتوں کی مؤکدہ سنتیں اگر فرضوں کے ساتھ یا صرف سنتیں فوت ہوگئیں تو وقت نکلنے کے بعد ان کی قضا نہ کرے لیکن ظہر و جمعہ کے فرضوں سے پہلے مؤکدہ سنتیں اگر فرضوں سے پہلے نہیں پڑھیں تو وقت کے اندر فرضوں کے بعد پڑھ لے اور بہتر یہ ہے کہ فرضوں کے بعد کی مؤکدہ سنتوں کے بعد پڑھے۔ فجر کی سنتوں کا گھر پر اول وقت میں ادا کرنا سنت ہے اور ان کی پہلی رکعت میں سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھنا سنت ہے لیکن کبھی کبھی دوسری سورتیں بھی پڑھا کرے۔

سنن غیر مؤکدہ

ان کو سنن الزوائد اور مستحب و مندوب بھی کہتے ہیں۔

۱۔ عصر سے پہلے چار رکعت۔

۲۔ عشا سے پہلے چار رکعت۔

۳۔ عشا کے بعد کی سنتِ مؤکدہ کے بعد چار رکعت، عصر و عشا سے پہلے اور عشا کے بعد دو رکعت بھی جائز ہیں لیکن چار رکعت افضل ہیں۔

۴۔ مغرب کی سنتِ مؤکدہ کے بعد چھ رکعتیں مستحب ہیں ان کو صلوٰۃ الاوابین کہتے ہیں۔ اس نماز کو خواہ ایک سلام سے پڑھے یا دو سلام سے یا تین سلام سے تینوں طرح جائز ہے۔ لیکن تین سلام سے پڑھنا یعنی ہر دو رکعت پر سلام پھیرنا افضل ہے۔ نماز اوابین کی زیادہ سے زیادہ بیس رکعتیں ہیں اور دو یا چار رکعت بھی جائز ہیں۔

۵۔ جمعہ کے بعد کی سنتِ مؤکدہ کے بعد دو رکعتیں۔

۶۔ نمازِ وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا۔ یہ اُس شخص کے لئے مستحب ہے جو نماز وتر نمازِ عشا کے بعد ہی سونے سے پہلے پڑھے اور اگر نمازِ تہجد کے بعد نماز وتر ادا کرے تو اُس کے بعد بھی دو رکعت نفل پڑھنا جائز و ثابت ہے۔ ان کا بھی کھڑے ہو کر ہی پڑھنا افضل ہے تاکہ پورا ثواب

ملے، ان کے علاوہ اور بھی مستحب نمازیں ہیں ان کا ذکر الگ الگ عنوان سے درج کیا جاتا ہے۔

تحیۃ الوضو

(شکرانۂ وضو) وضو کے بعد اعضا خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا مستحب ہے اسی طرح غسل کے بعد بھی دو رکعت نماز مستحب ہے، اگر چار رکعتیں پڑھی جائیں تب بھی کچھ حرج نہیں، مکروہ وقت میں نہ پڑھے۔

تحیۃ المسجد

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھنا مستحب ہے اور مسجد کی تحیت وتعظیم سے مراد ربِّ مسجد کی تحیت وتعظیم ہے، اگر مسجد میں کسی ضرورت کی وجہ سے ایک وقت میں کئی مرتبہ جانے کا اتفاق ہو تو صرف ایک مرتبہ تحیۃ المسجد پڑھ لینا کافی ہے خواہ پہلی مرتبہ پڑھ لے یا آخر میں یا درمیان میں کسی مرتبہ پڑھ لے اگر مکروہ وقت ہو تو تحیۃ المسجد نہ پڑھے بلکہ یہ کلمات کہہ لے سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الاّ اللّٰہُ واللّٰہُ اکبر پھر درود شریف پڑھ لے، بے وضو ہو اور مسجد میں جانا ضروری ہو تب بھی یہی کلمات کہہ لے۔

نمازِ اشراق

نمازِ اشراق کی دو رکعت بھی ہیں اور چار بھی بلکہ چھ بھی ہیں۔ اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے شروع ہوتا ہے اور ایک پہر دن چڑھنے تک ہے، افضل یہ ہے کہ جب فجر کی نماز ہو چکے تو مصلے پر سے نہ اٹھے وہیں بیٹھا رہے اور درود شریف یا کلمہ شریف یا کسی اور ورد و وظیفہ یعنی ذکر و دعا یا تلاوت یا علمِ دین سیکھنے سکھانے وغیرہ میں مشغول رہے اور جب سورج نکل آئے اور ایک نیزہ بلند ہو جائے تو دو رکعت یا چار رکعت نماز اشراق پڑھ لے، اس کو ایک پورے حج اور ایک عمرے کا ثواب ملتا ہے اور اگر باہر چلا گیا اور کسی دنیاوی کام میں مشغول ہو گیا پھر سورج ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد اشراق کی نماز پڑھی تب بھی درست ہے لیکن ثواب کم ہو جائے گا۔

نمازِ چاشت

اس کو نماز ضحیٰ بھی کہتے ہیں اس کی کم سے کم دو رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعتیں ہیں اوسط درجہ آٹھ رکعتیں ہیں اور یہی عادت افضل ہے، اکثر علماء کے نزدیک افضل و مختار چار رکعت

ہیں ان میں کبھی کبھی سورۂ والشمس اور واللیل اور والضحیٰ اور الم نشرح پڑھنا یا ہر دوگانہ میں سورۂ والشمس و سورۂ والضحیٰ پڑھنا مستحب ہے لیکن کبھی کبھی اور سورتیں بھی پڑھا کرے، اس کا وقت سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے نصف النہار شرعی سے پہلے تک ہے مختار اور بہتر وقت یہ ہے کہ چوتھائی دن چڑھے پڑھے۔ اکثر صلحا کاروباری مصروفیت کے خیال سے اشراق کی کم سے کم دو رکعت اور چاشت کی چار رکعت یعنی کل چھ رکعت اشراق ہی کے وقت میں پڑھ لیتے ہیں بلکہ ایک دوگانہ استخارہ کا بھی ان کے ساتھ ہی پڑھ لیتے ہیں۔

نمازِ تہجد (صلوٰۃ اللیل)

صلوٰۃ اللیل یعنی رات کی نفل نماز کی ایک قسم عام ہے، نمازِ عشا کے بعد جو نفل نماز پڑھی جائے وہ صلوٰۃ اللیل عام ہے اس کی دوسری قسم صلوٰۃ اللیل خاص ہے اور یہ نمازِ تہجد ہے اور وہ یہ ہے کہ عشا کے بعد سو جائیں اور آدھی رات کے بعد اُٹھیں اور نوافل پڑھیں۔ سونے سے پہلے جو کچھ پڑھیں وہ تہجد نہیں، لیکن جو شخص سو کر اُٹھنے کا عادی نہ ہو وہ سونے سے پہلے کچھ نوافل پڑھ لیا کرے تو اس کو تہجد کا ثواب مل جائے گا اگرچہ ویسا ثواب نہ ہوگا جو سو کر اُٹھنے کے بعد تہجد پڑھنے سے ہوتا ہے۔ نمازِ تہجد کا وقت آدھی رات کے بعد سو کر اُٹھے سے شروع ہوتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ رات کے چھ حصے کرے پہلے تین حصے میں یعنی آدھی رات تک سوئے اور چوتھے و پانچویں حصے میں جاگے اور نماز تہجد پڑھے اور ذکر وغیرہ کرے اور پھر آخری چھٹے حصے میں سوئے۔ اس کی کم سے کم دو رکعتیں ہیں اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں اور اوسط درجہ چار رکعت ہیں، دس اور بارہ رکعت تک کا بھی ثبوت ملتا ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت آٹھ رکعت پڑھنے کی تھی اور حسبِ موقع کم و بیش بھی پڑھی ہیں پس یہی عادت ہونی چاہئے۔ جو شخص تہجد کا عادی ہو اُسے بلا عذر چھوڑنا مکروہ ہے۔ اس میں کوئی سورت پڑھنا معین نہیں ہے، حافظ کے لئے بہتر یہ ہے کہ قرآن شریف کی روزانہ کی منزل مقرر کر کے پڑھا کرے تاکہ چند دنوں میں پورا قرآن مجید ختم ہوتا رہے، جو حافظ نہ ہو لیکن بڑی سورتیں مثلاً سورۂ بقرہ، آلِ عمران یا سورۂ یٰسین وغیرہ یاد ہوں پڑھا کرے بعض مشائخ سورۂ یٰسین کو آٹھ رکعت میں تقسیم کر کے پڑھتے رہے ہیں، بعض سورۂ اخلاص کو ہر رکعت میں متعدد دفعہ مختلف طریقے سے پڑھتے ہیں صحیح یہ ہے کہ کوئی پابندی نہیں ہے، اس وقت کی ماثورہ دعائیں بھی پڑھا کرے۔

عیدین و پندرہویں شعبان و رمضان کی آخری راتوں اور ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں

جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے خواہ تنہا نفل پڑھے یا تلاوتِ قرآن پاک کرے یا ذکر و تسبیح و تحمید و تہلیل و درود شریف وغیرہ کا ورد کرے۔ اگر ساری رات کا جاگنا میسر نہ ہو تو جس قدر بھی ہو سکے اسی قدر شب بیداری کر لے۔

نمازِ استخارہ

جب کوئی جائز اہم کام درپیش ہو مثلاً کہیں منگنی یا شادی کرنے یا سفر میں جانے کا ارادہ ہو اور اس کے کرنے یا نہ کرنے میں تردد ہو یا اس بارے میں تردد ہو کہ وہ کام کس وقت کیا جائے تو استخارہ کرنا سنت ہے اس کی ترکیب یہ ہے کہ جب رات کو سونے لگے تو تازہ وضو کر کے دو رکعت نمازِ استخاہ پڑھے۔ بہتر یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ الکفرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الاخلاص پڑھے ان دو رکعت کا سلام پھیرنے کے بعد دعائے استخارہ پڑھے، اس دعا کے اول و آخر میں حمد و صلوٰۃ کا پڑھنا مستحب ہے پس سورۃ الحمد شریف یا صرف الحمدللہ اور درود شریف پڑھ لیا کرے، دعائے استخارہ یہ ہے!

اللّٰھمَّ انّی استخیرك بعلمك واستقدرك بقدرتك واسئلك من فضلك العظیم ط فانّك تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم وانت علّام الغیوب ط اللّٰھُمَّ ان كنت تعلم انَّ ھذا الامر خیر لّی فی دینی و معاشی و عاقبة امری و عاجلہٖ و اٰجلہٖ فاقدرہ لی ویسّرہ لی ثمّ بارك لی فیه وان كنت تعلم انَّ ھذا الامر شرّ لّی فی دینی و معاشی وعاقبة امری وعاجله واجله فاصرفه عنّی واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث كان ثمّ رضنی به

دونوں جگہ ھٰذا الامر کہتے وقت اپنے اُس کام کا دل میں خیال کرے یا زبان سے اپنے مقصد کا ذکر کرے مثلاً سفر کے لئے ھذا السّفرَ کہے اور کہیں ٹھہرنے کے لئے ھٰذہ الاقامة کہے اور نکاح کے لئے ھذا النّکاح کہے، کسی چیز کی خرید و فروخت کے لئے ھذا البیع کہے وغیرہ، اور یہ بھی جائز ہے کہ ھذا الامر کہے اور پھر اپنی ضرورت کا نام لے۔ دعائے استخارہ پڑھنے کے بعد پاک اور صاف بچھونے پر قبلے کی طرف مُنھ کر کے سو جائے، جب سو کر اُٹھے اس وقت جو بات دل میں مضبوطی سے آئے وہی بہتر ہے اس پر عمل کرے۔ استخارہ روزانہ اس وقت تک کرے جب تک رائے ایک طرف پوری طرح مضبوط نہ ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ سات روز تک استخارے کی تکرار کرے، اگر کسی وجہ سے نمازِ استخارہ نہ پڑھ سکے تو صرف دعائے استخارہ ہی پڑھ لیا کرے۔ حج

وجہاد و دیگر عبادات اور نیک کاموں یعنی فرض و واجب و سنت و مستحب کے کرنے اور حرام و مکروہ کے چھوڑنے کے لئے استخارہ نہ کرے کیونکہ ان کاموں کے کرنے کے لئے تو اس کو حکم دیا گیا ہے۔ البتہ تعین وقت اور حالتِ مخصوص کے لئے ان میں بھی استخارہ کرسکتا ہے، مثلاً یہ تردد ہو کہ حج وغیرہ کے لئے خشکی کے راستے سے سفر کرے یا سمندر کے راستہ سے، یا یہ کہ سواری مول لے یا کرایہ پر لے، یا یہ کہ فلاں شخص کو اپنا رفیق سفر بنائے یا نہ بنائے یا یہ کہ سفر آج کیا جائے یا کل وغیرہ۔

نمازِ حاجت

جب کوئی حاجت پیش آئے خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ ہو یعنی کسی بندے سے اس کام کا پورا ہونا متعلق ہو مثلاً نوکری کی خواہش ہو یا کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھے اور سلام پھیرنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے پھر یہ دعا پڑھے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الحلیم الکریم سبحان اللّٰہِ ربّ العرش العظیم ط الحمد للّٰہِ ربّ العلمین اسئلك موجبات رحمتك و عزآئم مغفرتك والغنیمة من كلّ برّو السّلامة من كلّ اثم لا تدع لی ذنبا اِلّا غفرته ولا همّا اِلّا فرّجته ولا حاجة هی لك رضا اِلّا قضیتها یآ ارحم الرّاحمین ط

اس کے بعد جو حاجت درپیش ہو اس کا سوال اللہ تعالیٰ سے کرے انشاء اللہ اس کی وہ حاجت روا ہوگی، نمازِ استخارہ اور نمازِ حاجت میں یہ فرق ہے کہ نمازِ استخارہ حاجتِ آئندہ کے لئے ہے اور نمازِ حاجت موجودہ حاجت کے لئے۔

صلوٰۃ التسبیح

اس نماز کا ثواب احادیث میں بہت زیادہ آیا ہے، اگر ہو سکے تو ہر روز ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرے ورنہ ہر ہفتے میں ایک بار (مثلاً ہر جمعہ کے روز) پڑھ لیا کرے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینے میں ایک بار ورنہ سال میں ایک بار پڑھ لے اور یہ بھی نہ کر سکے تو تمام عمر میں ایک بار پڑھ لے۔ صلوٰۃ التسبیح کی چار رکعتیں ہیں، بہتر یہ ہے کہ چاروں رکعتیں ایک سلام سے پڑھی جائیں اور اگر دو سلام سے پڑھی جائیں تب بھی درست ہے، یہ نماز سوائے اوقاتِ مکروہہ کے ہر وقت پڑھ سکتا ہے اور بہتر یہ ہے کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے پڑھے اور اعتدال کا درجہ یہ ہے کہ اس کو ہر جمعہ کے

روز زوال کے بعد نمازِ جمعہ سے پہلے پڑھا کرے اس نماز کے پڑھنے کا طریقہ جو حضرت عبداللہ بن مبارک سے ترمذی شریف میں مذکور ہے یہ ہے کہ تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا یعنی سبحانک اللّٰھم الخ پڑھے پھر کلماتِ تسبیح یعنی سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ پندرہ مرتبہ پڑھے پھر حسبِ دستور اعوذ باللّٰہ و بسم اللّٰہ و الحمد شریف اور سورۃ پڑھے پھر قیام میں ہی یعنی سورۃ کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے وہی کلماتِ تسبیح دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع کرے اور رکوع کی تسبیح کے بعد وہی کلمات دس بار کہے پھر رکوع سے اُٹھ کر قومہ میں سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کے بعد دس بار اور دونوں سجدوں میں سجدے کی تسبیح کے بعد دس دس بار اور دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کی حالت یعنی جلسے میں دس بار وہی کلماتِ تسبیح کہے، اسی طرح ہر رکعت میں الحمد شریف سے پہلے پندرہ مرتبہ اور سورۃ ملانے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے قیام ہی میں دس مرتبہ اور رکوع و قومہ اور دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیانی جلسے میں دس دس بار وہی کلمات کہے اس طرح ہر رکعت میں پچھتر ۷۵ مرتبہ اور چاروں رکعتوں میں تین سو مرتبہ یہ کلماتِ تسبیح ہو جائیں اور اگر ان کلمات کے بعد وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ بھی ملا لے تو بہتر ہے کیونکہ اس سے بہت ثواب ملتا ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ زیادہ آئے بھی ہیں۔

دوسرا طریقہ

جو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ترمذی شریف میں آیا ہے اس طرح ہے کہ ثنا کے بعد اور الحمد شریف سے پہلے کسی رکعت میں ان کلماتِ تسبیح کو نہ پڑھے بلکہ ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھنے کے بعد پندرہ مرتبہ پڑھے اور رکوع و قومہ اور دونوں سجدوں اور جلسے میں بدستور دس دس مرتبہ پڑھے اور دوسرے سجدے کے بعد بیٹھ کر یعنی جلسۂ استراحت میں دس مرتبہ پڑھے اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر ۷۵ مرتبہ پڑھے اور دونوں قعدوں میں التحیات سے پہلے پڑھ لے، یہ دونوں طریقے صحیح ہیں لیکن پہلا طریقہ حنفی مذہب کے زیادہ موافق ہے کیونکہ دوسرے طریقے میں جلسۂ استراحت میں پڑھنا آیا ہے اور جلسۂ استراحت احناف کے نزدیک مکروہ ہے لیکن بعض فقہا نے اسی کو ترجیح دی ہے کیونکہ یہ حدیثِ مرفوع سے ثابت ہے، بہتر یہ ہے کہ کبھی ایک روایت پر عمل کرے اور کبھی دوسری پر تاکہ دونوں پر عمل ہو جائے۔ اس نماز کی چاروں رکعتوں میں کوئی سورۃ

معین نہ کرے، لیکن کبھی کبھی استحباب کے لئے چاروں رکعتوں میں علی الترتیب الحکاثر، العصر، الکافرون اور اخلاص پڑھا کرے اور کبھی اذا زلزلت اور والعدیات اور اذا جاء اور سورۂ اخلاص پڑھے۔ اگر تسبیح کے کلمات بھول کر کسی جگہ دس سے کم پڑھے جائیں یا بالکل نہ پڑھے جائیں تو اس کو دوسری جگہ یعنی تسبیح پڑھنے کے آگے والے موقع میں پڑھ لے تاکہ تعداد پوری ہو جائے۔ لیکن رکوع میں بھولے ہوئے کلمات تسبیح قومہ میں نہ پڑھے بلکہ سجدے میں پڑھے اور سجدہ کے بھولے ہوئے کلماتِ تسبیح جلسے میں نہ پڑھے بلکہ دوسرے سجدے میں پڑھے کیونکہ قومہ اور جلسہ کا رکوع و سجدہ سے طویل کرنا مکروہ ہے، کلماتِ تسبیح کو انگلیوں پر شمار نہ کرے بلکہ اگر دل کے ساتھ شمار کر سکے اور نماز کی حضوری میں فرق نہ آئے تو یہی بہتر ہے ورنہ انگلیاں دبا کر شمار کرے۔

نماز بوقتِ سفر و واپسی سفر

جب کوئی شخص اپنے وطن سے سفر کرنے لگے تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز گھر میں پڑھ کر سفر کرے اور مزید دو رکعت مسجد میں پڑھ لینا بہتر ہے اور جب سفر سے واپس آئے تو مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز پڑھ لے اور کچھ دیر وہاں بیٹھے پھر اپنے گھر جائے اور اثنائے سفر میں جب کسی منزل پر پہنچے اور وہاں قیام کا ارادہ ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے۔

نمازِ توبہ

جس شخص سے کوئی گناہ صادر ہو جائے اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے اس گناہ سے توبہ اور اس کی بخشش و معافی کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

نمازِ قتل

جب کوئی مسلمان قتل کیا جانے والا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے تاکہ یہی نماز و استغفار دنیا میں اس کا آخری عمل رہے۔

نمازِ احرام

حج یا عمرے کا احرام باندھتے وقت دو رکعت نماز پڑھنا سنت ہے اس نماز کی پہلی رکعت میں قل یاایہا الکفرون اور دوسری میں قل ہو اللہ احد پڑھنا مستحب ہے۔

فائدہ

نماز کی دیگر اقسام مثلاً نمازِ نذر و تراویح و جمعہ و عیدین و کسوف و خسوف و استسقا کا بیان آگے الگ الگ عنوان سے آتا ہے۔

سنن ونوافل کے مخصوص مسائل

۱۔ عام نفل نماز جس میں کوئی تخصیص نہ ہو سوائے اوقاتِ مکروہہ کے ہر وقت پڑھنا مستحب ہے، دن کی نفلوں میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعتوں سے زیادہ پڑھنا اور رات کی نفلوں میں آٹھ رکعتوں سے زیادہ ایک سلام سے پڑھنا مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک افضل یہ ہے کہ خواہ دن ہو یا رات چار چار رکعت پر سلام پھیرے۔ بعض فقہا کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے اور صاحبین کے نزدیک افضل یہ ہے کہ دن کے وقت چار رکعت ایک سلام سے پڑھے اور رات کے وقت ہر دوگانے پر سلام پھیرتا جائے۔ بعض کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے، یہی روایات کے زیادہ مطابق ہے اور اکثر علما اسی طرف گئے ہیں۔

۲۔ سنتیں خواہ فرض نماز سے پہلے کی ہوں یا بعد کی اور نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے نو نمازیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اوّل نمازِ تراویح، دوم تحیۃ المسجد، سوم واپسی سفر کی نماز، چہارم احرام کی دو رکعتیں جبکہ میقات کے نزدیک کوئی مسجد ہو، پنجم طواف کی دو رکعتیں، ششم اعتکاف کرنے والے کی نفل نماز، ہفتم سورج گہن کی نماز، ہشتم جس کو گھر میں جا کر کاموں میں مشغول ہو جانے کے سبب سنن و نوافل فوت ہو جانے کا ڈر ہو یا گھر میں جی نہ لگے اور خشوع کم ہو جائے، نہم نماز جمعہ سے قبل کی سنتیں۔

۳۔ جماعت قائم ہو جانے کے بعد کسی نفل نماز کا شروع کرنا جائز نہیں، سوائے سنتِ فجر کے، پس اگر کوئی شخص گھر سے فجر کی سنتیں پڑھ کر نہیں آیا اور مسجد میں جماعت ہو رہی ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ سنتیں پڑھنے کے بعد اس کو جماعت مل جائے گی خواہ قعدہ ہی مل جائے تو وہ سنتیں پڑھ لے مگر صف کے برابر کھڑا ہو کر نہ پڑھے بلکہ جماعت سے الگ دُور پڑھے، مثلاً اگر مسجد میں اندر جماعت ہو رہی ہو تو باہر پڑھے، امام کے نماز شروع کرنے سے پہلے جہاں چاہے پڑھ لے خواہ وہ کوئی سی سنتیں ہوں، اگر یہ معلوم ہو کہ جماعت جلدی کھڑی ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک

سنتوں سے فارغ نہیں ہو سکے گا تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کی وجہ سے صف قطع ہوتی ہو، اگر فجر کی نماز میں امام کو رکوع میں پایا اور یہ معلوم نہیں کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری رکعت کا تو فجر کی سنتیں ترک کر دے اور جماعت میں مل جائے۔ جو سنتیں فرضوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں اُن کو مسجد میں اسی جگہ پڑھنا جائز ہے لیکن اولیٰ یہ ہے کہ وہاں سے کچھ ہٹ جائے اور امام کو اپنی جگہ سے ضرور ہٹنا چاہئے، اس کے لئے اسی جگہ پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۔ سنت خواہ مؤکدہ ہوں یا غیر مؤکدہ اور نوافل اور وتر کی ہر رکعت میں منفرد اور امام کے لئے الحمد کے ساتھ سورۃ ملانا واجب ہے۔

۵۔ چار رکعتی سنتِ مؤکدہ یعنی ظہر اور جمعہ سے پہلے کی اور جمعہ کے بعد کی چار رکعتوں کے پہلے قعدے میں التحیات کے بعد درود شریف نہ پڑھے اگر بھول کر پڑھ لیا تو اللّٰھم صلی علیٰ محمد کی مقدار پڑھنے سے سجدۂ سہو کرنا لازم آتا ہے اور جب ان سنتوں کی تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو سبحانك اللھم اور اعوذ نہ پڑھے کیونکہ یہ سنتیں مؤکدہ ہونے کی وجہ سے فرض کے مشابہ ہو گئیں۔ اگر چار رکعت والی سنتِ غیر مؤکدہ یا نفل نماز پڑھے تو اختیار ہے خواہ پہلے قعدے میں درود شریف و دعا بھی پڑھے اور تیسری رکعت میں ثنا اور اعوذ بھی پڑھے اور خواہ فرضوں کی طرح صرف التحیات پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور تیسری رکعت میں ثنا اور اعوذ بھی نہ پڑھے صحیح تر قول میں یہی دوسری صورت افضل ہے، چار سے زیادہ یعنی چھ یا آٹھ رکعت نوافل کا بھی یہی حکم ہے اور نمازِ نذر کا بھی یہی حکم ہے۔

نمازِ نفل توڑ دینے کے مسائل

۱۔ نفل نماز قصداً شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے پس اگر توڑ دے گا تو اس کی قضا واجب ہوگی اور اگر بلا عذر توڑ دے گا تو توڑ دینے کا گناہ بھی ہوگا اور اگر اپنے ارادے کے بغیر نماز نفل فاسد ہو گئی تب بھی اس کی قضا واجب ہے۔

۲۔ اوقاتِ مکروہ یہ میں شروع کرنے سے بھی نماز نفل شروع ہو جاتی ہے لیکن اس کو توڑ دینا اور غیر مکروہ وقت میں قضا کرنا واجب ہے اور اگر اس کو پورا کر لیا تو برا کیا وہ نفل نماز کراہتِ تحریمہ سے ادا ہوگی اس لئے کراہتِ تحریمہ سے نکلنے کے لئے اس کا اعادہ واجب ہے اور اگر اس نماز کو توڑ دیا تو اس کی قضا واجب ہے۔

۳۔ اگر کسی نے چار رکعت سنتِ غیر مؤکدہ یا نوافل کی نیت کی اور اس نے اوّل دوگانے کے درمیان میں یعنی قعدۂ اولیٰ پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا یا اوّل دوگانے میں بقدرِ تشہد بیٹھ کر دوسرے دوگانے میں کھڑا ہونے کے بعد دوسرا قعدہ پورا کرنے سے پہلے توڑ دیا تو صرف دو رکعت کی قضا کرے اور اگر پہلا قعدہ پورا کرنے کے بعد تیسری رکعت میں کھڑا ہونے سے پہلے توڑ دیا یعنی سلام پھیر دیا تو اس پر کسی دوگانے کی قضا واجب نہیں ہوگی کیونکہ پہلا دوگانہ پورا ہوگیا اور دوسرا دوگانہ شروع ہی نہیں ہوا۔

۴۔ اگر بلا قیدِ تعداد نفل نماز شروع کی یعنی دو یا چار رکعتوں کی تخصیص نہیں کی تو بالاتفاق دو رکعتوں سے زیادہ لازم نہیں ہوتیں۔

۵۔ اگر کسی شخص نے چار رکعت نفل نماز پڑھی اور بیچ کے قعدے میں نہیں بیٹھا تو قیاس یہ ہے کہ وہ نماز فاسد ہو جائے گی یہ امام محمدؒ کا قول ہے اور استحسان یہ ہے کہ اگر سجدۂ سہو کرلیا تو وہ نماز بلا کراہت درست ہو جائے گی اور یہ امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ وہ دو رکعتیں شمار ہوں گی یا چار، تو صحیح یہ ہے کہ یہ چار رکعتیں شمار ہوں گی اور اگر چھ یا آٹھ یا زیادہ رکعتیں نوافل ایک ہی قعدے سے پڑھیں تو اصح یہ ہے کہ جائز نہیں یعنی یہاں قیاس پر عمل ہوگا اور استحسان کا حکم جاری نہیں ہوگا اس لئے کہ فرض نماز چھ یا آٹھ یا زیادہ رکعت کی نہیں ہوتی، اس لئے یہ نوافل مشابہ بالفرض نہیں ہوسکتیں، پس اس کا کوئی دوگانہ بھی درست نہیں ہوگا اور صرف ایک دوگانے کی قضا واجب ہوگی اسی پر فتویٰ ہے لیکن تراویح کا حکم دو باتوں میں عام نوافل سے مختلف ہے۔ اوّل یہ کہ چار رکعت ایک قعدے سے ادا کرنے کی صورت میں عام نوافل میں چار رکعتیں شمار ہوں گی، لیکن تراویح میں وہ بمنزلہ ایک دوگانے کے ہوں گی، یعنی ایک دوگانہ شمار ہوگا۔ دوم یہ کہ عام نوافل میں چھ یا زیادہ رکعتیں ایک قعدے سے پڑھنے کی صورت میں تمام نماز فاسد ہو جائے گی کوئی دوگانہ بھی شمار میں نہیں آئے گا اور صرف ایک ہی دوگانے کی قضا واجب ہوگی، لیکن تراویح میں اگر چھ یا زیادہ رکعتیں حتیٰ کہ کل بیس ۲۰ رکعتیں بھی ایک قعدے اور ایک سلام سے پڑھیں تو صحیح یہ ہے کہ وہ ایک دوگانہ یعنی صرف دو رکعتیں شمار ہوں گی۔ رہی یہ بات کہ قعدۂ اولیٰ کا ترک عمداً ہو یا سہواً دونوں صورتوں میں سجدۂ سہو کرے یا نہیں، اس کا صحیح جواب یہ ہے کہ سہواً کی صورت میں سجدۂ سہو کرے اور عمداً کی صورت میں سجدۂ سہو نہیں ہے بلکہ اس نماز کا اعادہ واجب ہے تاکہ نماز بلا کراہت ادا ہو جائے۔

بیٹھ کر نفل وغیرہ نماز پڑھنے کے مسائل

۱۔ جو شخص کھڑا ہونے پر قادر ہے اس کو اصح قول کے بموجب بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے، مگر کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بلا عذر بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہوتا ہے۔

۲۔ اگر عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھے خواہ فرض ہو یا نفل وغیرہ تو ثواب میں کمی نہیں ہوگی، یعنی کھڑے ہونے کے مطابق ثواب ملے گا۔

۳۔ صحیح یہ ہے کہ وتر کے بعد کے نفلوں کا بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں آدھا ثواب ہے۔

۴۔ فرض و واجب نماز بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں، سنتِ فجر کا بھی یہی حکم ہے باقی سنتوں کو بلا عذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نمازِ تراویح ہو لیکن عملِ سلف اور توارث کے خلاف ہے نذر کی نماز جس کو کھڑا ہونے کے ساتھ متعین نہ کیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۵۔ جب نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کر دی پھر پہلی یا دوسری رکعت میں بلا عذر بیٹھ گیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلا عذر ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور اگر چار رکعت کی نیت کی اور پہلا دوگانہ کھڑے ہو کر پڑھا اور دوسرے دوگانے میں بیٹھ گیا تو بالاتفاق جائز ہے۔

۶۔ اگر نفل نماز کھڑے ہو کر شروع کی پھر تھک گیا تو لاٹھی یا دیوار وغیرہ پر سہارا لگانے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور بغیر تھکے ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۷۔ اگر نفل نماز بیٹھ کر شروع کی پھر کھڑا ہو گیا خواہ ایک رکعت بیٹھ کر پڑھی ہو اور ایک رکعت کھڑے ہو کر یا ایک ہی رکعت کا کچھ حصہ بیٹھ کر اور کچھ حصہ کھڑا ہو کر پڑھا ہو اس کی نماز بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔

۸۔ اگر کوئی شخص نفل بیٹھ کر پڑھے اور رکوع کے وقت کھڑا ہو کر رکوع کرے تو اس کے واسطے افضل یہ ہے کہ کھڑا ہو کر کچھ قرأت بھی کر لے پھر رکوع کرے تاکہ سنت کے موافق ہو جائے اور اگر سیدھا کھڑا ہو کر کچھ قرأت کئے بغیر رکوع کر دیا تو جائز ہے اور اگر سیدھا کھڑا نہیں ہوا اور رکوع کر دیا تو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا رکوع میں جانا نہ کھڑا ہونے کی حالت میں واقع ہوا نہ

بیٹھنے کی حالت میں۔

۹۔ نفل نماز بھی فرض نماز کی طرح بلا عذر لیٹ کر اشارے سے ادا کرنا جائز نہیں ہے اور عذر کی وجہ سے جائز ہے، اسی طرح اگر رکوع کے قریب جھکا ہوا ہونے کی حال میں نمازِ نفل شروع کی تو صحیح نہیں ہے۔

نمازِ نذر

۱۔ نمازِ نذر واجب ہے لیکن یہ واجب لغیرہ ہے یعنی اُن نوافل میں سے ہے جو بندے کے اپنے فعل سے اس پر واجب ہوتے ہیں اسی لئے اس کے بعض احکام فرضوں کے مشابہ ہیں اور بعض احکام نفلوں کے مطابق ہیں۔

۲۔ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے واسطے نذر کی کہ ایک دن کی نماز پڑھوں تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی اور اگر کسی نے مہینہ بھر کی نمازوں کی نذر کی تو ایک مہینہ کی جتنی فرض اور وتر نمازیں ہیں وہ اس پر لازم ہوں گی، سنتیں لازم نہ ہوں گی، لیکن اس کو چاہئے کہ مغرب کے فرض اور نمازِ وتر کے بدلے میں چار چار رکعتیں پڑھے۔

۳۔ اگر بغیر طہارت یا بغیر سترِ عورت یا بغیر قرأت دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کی تو امام محمدؒ کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا کیونکہ یہ نذر بالمعصیت ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دو رکعت طہارت اور سترِ عورت اور قرأت کے ساتھ ادا کرنا لازم ہوگا اور یہ شرط لغو ہو جائے گی۔

۴۔ اگر ایک یا آدھی رکعت نماز پڑھنے کی منت مانی تو اس پر دو رکعتیں لازم ہوں گی اور اگر تین رکعتوں کی منت مانی تو چار رکعتیں لازم ہوں گی۔

۵۔ اگر ظہر کی فرض نماز کے لئے آٹھ رکعتیں پڑھنے کی نذر کی تو اس پر صرف چار رکعتیں ہی ادا کرنا فرض ہے اس سے زیادہ کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ زائد رکعتوں کا التزام غیر مشروع و نذر بمعصیت ہے۔

۶۔ اگر دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کی اور ان کو کھڑے ہو کر پڑھنے کے ساتھ متعین نہیں کیا تو ان کا بیٹھ کر پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن سواری پر ادا کرنا جائز نہیں اور اگر کھڑے ہو کر ادا کرنے کی نذر کی تھی تو کھڑے ہو کر پڑھنا واجب ہے اور کسی چیز پر سہارا دے کر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

۷۔ اگر کسی معین دن کے لئے دو رکعت نماز پڑھنے کی نذر کی اور اس دن ادا نہ کی تو ان دو

رکعت کو قضا کرے اور اگر کسی معین دن کے لئے دو رکعت نماز پڑھنے کی قسم کھائی اور اس دن نہ پڑھی تو قسم کا کفارہ دے اس پر قضا لازم نہیں ہے اور قسم کا کفارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا ہے اگر یہ نہ ہو سکے تو تین روزے رکھنا ہے (مزید تفصیل کتبِ فقہ میں کفارۂ یمین میں ملاحظہ فرمائیں)

۸۔ اگر مسجد الحرام یا مسجدِ بیت المقدس میں نماز ادا کرنے کی نذر کی اور کسی اور کم درجے کی مسجد میں یا گھر کی مسجد میں ادا کی تو جائز ہے۔

۹۔ اگر کسی عورت نے کسی معین دن میں نماز ادا کرنے کی نذر کی اور اس دن اس کو حیض آ گیا تو اس کی قضا واجب ہوگی حیض وجوب کا مانع نہیں ادا کا مانع ہے اور اگر یہ نذر مانی کہ حالتِ حیض میں نماز پڑھے گی تو کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ نذر بمعصیت ہے۔

۱۰۔ اگر کسی نے چار رکعت ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کی منت مانی یا ان کو ایک سلام کے ساتھ پڑھنے کی قید نہیں لگائی تو اس کو چاروں رکعت ایک ہی سلام سے ادا کرنا واجب ہے دو تسلیموں سے ادا کرنے میں وہ نذر ادا نہیں ہوگی اور اگر اس کے برعکس چار رکعتیں دو تسلیموں سے ادا کرنے کی منت مانی تو ان چاروں کو ایک ہی سلام سے ادا کرنا بھی جائز ہے اور منت ادا ہو جائے گی اور اگر نذر کی چار رکعت ادا کرنے کی نیت سے نماز شروع کی پھر اس کو توڑ دیا تو اس پر بلا خلاف چار رکعت کی قضا لازم ہوگی۔

نمازِ تراویح

۱۔ ماہِ رمضان المبارک میں نمازِ عشا کے بعد بیس رکعت نماز تراویح پڑھنا مردوں اور عورتوں کے لئے بالاجماع سنتِ مؤکدہ علی العین ہے اگر کوئی شخص ترک کرے گا تو وہ ترکِ سنت کا گنہگار اور مکروہ کا مرتکب ہوگا۔

۲۔ یہ نماز دس سلاموں کے ساتھ مسنون ہے، یعنی دو دو رکعت کی نیت کرے اور ہر دوگانے پر سلام پھیرے اور ہر چار رکعت کے بعد بیٹھ کر آرام کرے، اس کو ترویحہ کہتے ہیں، اس طرح پانچ ترویحے ہوتے ہیں پانچ سے زیادہ ترویحے کرنا مکروہ ہے۔

۳۔ اس کا وقت عشا کے بعد سے شروع ہو کر طلوعِ صبح صادق سے پہلے تک ہے۔ خواہ وتروں سے پہلے پڑھے یا بعد میں دونوں طرح جائز ہے لیکن وتروں سے پہلے پڑھنا افضل ہے اور

تراویح کی نماز عشا کی نماز کے تابع ہے پس جو تراویح نماز عشا سے پہلے ادا کی اس کا شمار تراویح میں نہیں ہوگا اس کا اعادہ کیا جائے اور اگر نماز عشا و تراویح و وتر پڑھنے کے بعد ظاہر ہوا کہ عشا کی نماز وضو کے بغیر پڑھی اور تراویح و وتر وضو کے ساتھ پڑھے ہیں یا کوئی اور وجہ معلوم ہوئی جس سے صرف عشا کی نماز فاسد ہوئی تو عشا کے ساتھ تراویح کا بھی اعادہ کرے وتروں کا اعادہ نہ کرے کیونکہ وتر اپنے وقت میں عشا کے تابع نہیں اور عشا کی نماز کا اس پر مقدم کرنا ترتیب کی وجہ سے واجب ہے اور بھولنے وغیرہ سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

۴۔ نماز تراویح میں تہائی رات یا آدھی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات کے بعد بھی صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں بلکہ مستحب و افضل ہے لیکن اگر فوت ہونے کا خوف ہو تو احسن یہ ہے کہ تاخیر نہ کرے۔

۵۔ تراویح میں جماعت سنتِ کفایہ ہے یعنی اگر محلے کی مسجد میں نمازِ تراویح جماعت سے پڑھی گئی اور کوئی شخص گھر میں اکیلا نماز پڑھے تو گنہگار نہ ہوگا لیکن اگر تمام محلے والے نمازِ تراویح جماعت سے نہ پڑھیں تو سب ترکِ سنت کی وجہ سے گنہگار ہوں گے اور اگر کچھ لوگوں نے گھر میں جماعت سے نماز پڑھ لی تو ان لوگوں نے جماعت کی فضیلت پالی لیکن مسجد کی فضیلت نہیں پائی

۶۔ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا مستحب ہے جتنی دیر میں چار رکعتیں پڑھی گئی ہیں یا پڑھی جائیں اس کو ترویحہ کہتے ہیں، اگر اتنی دیر تک بیٹھنے میں لوگوں کو تکلیف ہو اور جماعت کم ہو جانے کا خوف ہو تو اس سے کم بیٹھے، اس بیٹھنے کے وقت میں اس کو اختیار ہے کہ چاہے تنہا نوافل پڑھے چاہے قرآن مجید آہستہ آہستہ پڑھے یا تسبیح وغیرہ پڑھے یا چپ بیٹھا رہے، اس وقفے میں جماعت سے نوافل پڑھنا مکروہ ہے بعض فقہا نے یہ تسبیح تین بار پڑھنے کے لئے لکھا ہے۔

سبحان ذی الملك والملكوت سبحان ذی العزة والعظمة والقدرة و الكبرياءِ والجبروت ط سبحان الملك الحیّ الّذی لا ینام ولایموت ط سبّوح قدّوس ربّنا وربُّ الملائكة والرُّوح ط لآ اله الّا اللّٰهُ نستغفر اللّٰهَ ونسئلك الجنّة ونعوذبك من النّارِ ط

۷۔ اگر عذر وغیرہ کسی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو اس کو بھی تراویح کا پڑھنا سنت ہے اگر نہیں پڑھے گا تو سنت کے ترک کا گناہ ہوگا۔

۸۔ گھر یا مسجد میں تراویح پڑھانے کے لئے کسی شخص کو اجرت پر مقرر کرنا مکروہ ہے، اگر

حافظ کے دل میں لینے کا خیال نہیں تھا اور لوگوں نے حافظ کی خدمت کے طور پر دیدیا تو اس کا لینا درست ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں، جو کچھ رواج وعُرف کے طور پر دیتے ہیں اور حافظ لینے کے خیال سے پڑھتا ہے اگرچہ زبان سے نہیں کہتا تو یہ بھی درست نہیں ہے۔

۹۔ ایک مسجد میں ایک ہی گروہ کے لئے دو مرتبہ تراویح کی جماعت مکروہ ہے اگر ایک امام دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھاتا ہے تو یہ ناجائز ہے اور اگر مقتدی دو مسجدوں میں پوری پوری تراویح پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اس کو وتر ایک ہی جگہ پڑھنے چاہئیں، اگر کسی شخص نے گھر میں تنہا نمازِ عشا وتراویح و وتر پڑھے پھر مسجد میں آ کر امامت کی نیت سے دوسرے لوگوں کو تراویح پڑھائی تو امام کے لئے مکروہ ہے اور جماعت کے لئے مکروہ نہیں۔

۱۰۔ افضل یہ ہے کہ سب تراویح ایک ہی امام پڑھائے اور اگر دو امام پڑھائیں تو مستحب یہ ہے کہ ہر ایک امام ترویحہ پورا کر کے الگ ہو مثلاً ایک امام آٹھ رکعت اور دوسرا امام بارہ رکعت پڑھائے اور اگر دس دس رکعت ہر ایک امام نے پڑھائی تو یہ مستحسن نہیں ہے، اگر عشا کے فرض اور وتر ایک شخص پڑھائے اور تراویح دوسرا شخص پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے اسی طرح اگر فرض ایک شخص پڑھائے اور وتر دوسرا شخص پڑھائے تو یہ بھی درست ہے۔

۱۱۔ نابالغ لڑکے کی امامت بالغوں کے لئے تراویح ونفلوں میں بھی جائز نہیں اور اگر وہ نابالغوں کی امامت کرے تو مضائقہ نہیں۔

۱۲۔ اگر کسی روز کی کل یا بعض تراویح فوت ہو جائیں تو سنتوں کی طرح ان کو بھی قضا نہ کرے، اگر اسی وقت کے اندر وتر پڑھنے کے بعد یاد آیا کہ دو رکعت رہ گئی ہیں تو پڑھ لے اور ان کو جماعت سے پڑھ لینا ہی اظہر ہے۔

۱۳۔ اگر سب لوگوں نے عشا کے فرض جماعت سے نہیں پڑھے تو ان کو تراویح کی نماز جماعت سے پڑھنا جائز نہیں ہے اس لئے کہ تراویح کی جماعت فرض نماز کی جماعت کے تابع ہے لیکن اگر لوگ عشا کی نماز جماعت سے پڑھ کر تراویح جماعت سے پڑھ رہے ہوں تو ایسے شخص کو جس نے عشا کی نماز علیحدہ پڑھی ہو اُن لوگوں کے ساتھ شریک ہو کر تراویح کا جماعت سے پڑھنا درست ہے پس اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں پہنچے کہ نمازِ عشا کی جماعت ہو چکی ہو بلکہ تراویح کی بھی کچھ رکعتیں ہو چکی ہوں تو اس کو چاہیئے کہ پہلے عشا کی فرض نماز پڑھ کر دو رکعت نماز سنت پڑھے پھر نمازِ تراویح میں جماعت کے ساتھ شریک ہو جا. وتر بھی جماعت کے ساتھ پڑھے

اور اس درمیان میں تراویح کی جتنی رکعتیں ہو چکی ہیں وہ ان کو نمازِ وتر کے بعد پڑھ لے۔

۱۴۔ اگر کسی شخص نے عشا کی فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور تراویح امام کے ساتھ نہ پڑھیں یا کچھ تراویح امام کے ساتھ پڑھیں تو اس کو وتر امام کے ساتھ جماعت سے پڑھنا جائز ہے لیکن اگر فرض وتراویح جماعت سے نہ پڑھے ہوں تو وتر جماعت سے نہ پڑھے اور اگر سب نے تراویح جماعت سے نہ پڑھی ہوں تو وہ سب لوگ وتر جماعت سے نہ پڑھیں۔

۱۵۔ وتر کی نماز جماعت سے ادا کرنا صرف رمضان المبارک میں مشروع ہے، رمضان المبارک کے علاوہ اور دنوں میں نمازِ وتر کا جماعت سے ادا کرنے کا حکم نفلوں کی طرح ہے، اور رمضان المبارک میں نمازِ وتر کا جماعت سے ادا کرنا گھر میں اکیلے ادا کرنے سے افضل ہے۔

۱۶۔ نمازِ فرض یا وتر یا نفل پڑھنے والے کے پیچھے نمازِ تراویح کی اقتدا صحیح نہیں ہے۔

۱۷۔ افضل یہ ہے کہ تراویح کے ہر دوگانے پر نئی نیت کرے اور تراویح کی نیت میں مطلق نیتِ نفل کافی ہے لیکن افضل یہ ہے کہ سنت و تراویح کا تعین بھی کرلیا کرے۔

۱۸۔ ماہِ رمضان المبارک میں تراویح میں ایک مرتبہ قرآن کا ترتیب وار پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے لوگوں کی کاہلی و سستی سے اس کو ترک نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر لوگ اس قدر سست ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ اگر پورا قرآن مجید پڑھا جائے گا تو لوگ نماز میں نہیں آئیں گے اور جماعت ٹوٹ جائے گی یا ان کو بہت ناگوار ہوگا تو بہتر یہ ہے کہ جس قدر پڑھنا لوگوں کو گراں نہ گزرے اسی قدر پڑھا جائے یا سورۂ الم ترکیف سے سورۃ الناس تک کی دس سورتوں میں سے ایک سورۃ ہر رکعت میں پڑھے، دو دفعہ ایسا کرنے سے بیس رکعتیں ہو جائیں گی یا اور جو سورتیں چاہے پڑھے، جماعت کی سستی کی وجہ سے طمانیت و تعدیلِ ارکان ترک نہ کرے قرأت میں جلدی نہ کرے تعوذ و تسمیہ پڑھے اور قعدے میں التحیات کے بعد درود شریف بھی ضرور پڑھ لیا کرے اگرچہ صرف اللّٰھمّ صلِّ علٰی محمّدٍ تک ہی پڑھ لے اور ترویحہ بھی ترک نہ کرے، تراویح میں ماہِ مبارک میں دو مرتبہ ختم کرنا افضل ہے اور تین مرتبہ ختم کرنا زیادہ افضل ہے لیکن یہ فضیلت اس وقت ہے جبکہ مقتدیوں کو دشواری نہ ہو۔

۱۹۔ ایک رات میں پورے قرآن مجید کا پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ لوگ سب ذوق و شوق والے ہوں ورنہ مکروہ ہے بعض اکابرِ امت سے ایک شب میں ختم قرآن کرنا ثابت ہے لیکن شبینۂ متعارفہ اس حکم میں داخل نہیں ہے کیونکہ اس میں بہت سے مکروہات و مفاسد کا ارتکاب ہوتا ہے اس لئے یہ ناجائز ہے۔

۲۰۔ افضل یہ ہے کہ تراویح کے سب دوگانوں میں قرأت برابر پڑھے اور اگر کم وبیش پڑھے تو مضائقہ نہیں لیکن اور نمازوں کی طرح اس میں بھی دوسری رکعت کی قرأت کو پہلی رکعت سے بڑھانا مکروہ ہے معمولی زیادتی کا مضائقہ نہیں۔

۲۱۔ تراویح کا بلاعذر بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہِ تنزیہی ہے اور دیگر نوافل کی طرح بلاعذر بیٹھ کر پڑھنے والے کو کھڑا ہو کر پڑھنے والے سے آدھا ثواب ہوتا ہے، اگر امام عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھے اور مقتدی کھڑے ہوں تو ان کی نماز صحیح ہوگی اور اس صورت میں جماعت کے لئے بھی بعض فقہا نے بیٹھ کر پڑھنا مستحب کہا ہے تاکہ امام کی مخالفت کی صورت نہ رہے۔

۲۲۔ اگر چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اور دوسری رکعت پر قعدہ نہ کیا تو استحساناً اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی لیکن اگر عمداً ایسا کیا ہو تو اس نماز کا اعادہ واجب ہے اور سہواً ایسا ہونے کی صورت میں اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اور وہ دو رکعتیں شمار ہوں گی یہی صحیح ومفتیٰ بہ ہے اور فتویٰ اس پر ہے کہ اُس کو اِن رکعتوں میں پڑھا ہوا قرآن پاک لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر مقتدیوں پر مشقت نہ ہو اور وہ رضامند ہوں تو اس قرأت کا لوٹانا احوط ہے اور اگر دوسری رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو گیا تو تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے یاد آ جانے پر لوٹ کر قعدہ کرے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا تو ایک رکعت اور پڑھ کر قعدہ کرے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیر دے پس یہ چاروں رکعتیں ایک دوگانہ شمار ہوں گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اگر دوسری رکعت کے بعد قعدہ کر کے تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا اور تیسری رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا اور ایک رکعت بڑھا کر چار رکعت پوری کر لیں اور سجدۂ سہو بھی کر لیا تو صحیح یہ ہے کہ چار رکعتیں شمار ہوں گی۔

۲۳۔ اگر تراویح میں چھ یا آٹھ یا دس رکعتیں ایک سلام سے پڑھیں اگر اُس نے ہر دوگانے میں قعدہ کیا ہے تو صحیح یہ ہے کہ جائز ہے لیکن عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور ایک ہی سلام سے بیس رکعتیں ادا کرنے اور ہر دوگانے پر قعدہ کرنے کا بھی یہی حکم ہے کہ سب تراویح ادا ہو جائیں گی لیکن عمداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر ہر دوگانے پر قعدہ نہیں کیا بلکہ صرف آخر میں قعدہ کیا تو استحساناً ایک دوگانہ شمار ہوگا یہ حکم تراویح کے لئے ہے عام نوافل میں اس صورت میں تمام نماز فاسد ہو جائے گی، ایک دوگانہ بھی صحیح نہیں ہوگا اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ نوافل میں بیان ہوا۔

۲۴۔ اگر کسی وجہ سے تمام نمازِ تراویح یا اس کا کوئی دوگانہ فاسد ہو جائے تو اس میں پڑھا ہوا قرآن مجید دوبارہ پڑھا جائے تا کہ تراویح میں ختمِ قرآن ناقص نہ رہے۔

۲۵۔ اگر تراویح میں قرأت میں غلطی ہوئی یا کوئی سورت یا آیت چھوٹ گئی تو معلوم ہونے پر صحیح کر کے پڑھے اور صرف چھوٹی ہوئی سورت یا آیت کو پڑھ لے تو کافی ہے اور اگر اس کے بعد کا قرآن مجید دوبارہ پڑھ لے تو بہتر ہے تا کہ ختم ترتیب کے موافق ہو۔

۲۶۔ اگر مقتدی بلا عذر بیٹھ کر تراویح پڑھے اور جب امام رکوع میں جانے لگے تو یہ کھڑا ہو جائے تو یہ فعل مکروہِ تحریمی ہے اگر بڑھاپے یا بیماری وغیرہ کے عذر کی وجہ سے ایسا کرے تو مکروہ نہیں ہے اسی طرح بعض لوگ رکعت کے شروع میں نماز میں شریک نہیں ہوتے اور جب امام رکوع میں جانے لگتا ہے تو شریک ہو جاتے ہیں یہ بھی مکروہِ تحریمی ہے، شروع سے نماز میں شریک ہونا چاہئے۔

۲۷۔ اگر نیند کا غلبہ ہو تو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا مکروہ ہے بلکہ اس کو علیحدہ ہو جانا چاہئے جب نیند دُور ہو جائے اور خوب ہشیار ہو جائے تو نماز میں شامل ہو جائے۔

۲۸۔ امام کو تراویح میں کسی سورۃ کے شروع پر ایک مرتبہ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ آواز سے پڑھنا چاہئے اس لئے کہ بسم اللہ بھی قرآن مجید کی ایک آیت ہے اور ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا مستحب ہے۔

۲۹۔ امام کے لئے تراویح میں ختم قرآن ستائیسویں شب کو کرنا افضل ہے اور اس سے پہلے بھی جائز ہے مگر ترکِ افضل ہے اور جب بھی تراویح میں قرآن پاک ختم کر لیا جائے تو رمضان المبارک کی باقی راتوں میں تراویح نہ چھوڑے کیونکہ تراویح کا تمام ماہِ رمضان المبارک میں پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے اور اس کا ترک مکروہِ تحریمی ہے۔

۳۰۔ ختم کے وقت آخری رکعت میں الٓمٓ سے مفلحون تک پڑھنا بہتر و مستحب ہے اور سورۂ اخلاص ایک ہی مرتبہ پڑھنی چاہئے اس کا تین مرتبہ پڑھنا جیسا کہ آج کل بعض لوگوں میں دستور ہے مکروہ ہے۔

۳۱۔ تراویح کی رکعتوں کو اس لئے شمار کرنا کہ کتنی باقی رہ گئی ہیں مکروہ ہے۔

نماز توڑ دینے کے احکام وعذرات

نماز توڑ دینے کے احکام

۱۔ نماز روزہ وغیرہ عبادات کو قصداً بلا عذر توڑ دینا حرام ہے، نماز کی اصلاح اور کمال حاصل کرنے کے لئے توڑ دینا مشروع ومطلوب ہے۔

۲۔ نماز کو توڑ دینا کبھی واجب ہوتا ہے مثلاً جان بچانے کے لئے اور کبھی مستحب ہوتا ہے مثلاً جماعت میں شامل ہونے کے لئے اور کبھی جائز ومباح ہوتا ہے مثلاً جب مال ضائع ہونے کا اندیشہ ہو۔

نماز توڑ دینے کے عذرات

۱۔ کسی شخص کا جانور بھاگ جائے یا چرواہے کو اپنی بکریوں میں بھیڑیے کا خوف ہو یا سانپ بچھو وغیرہ سامنے آ جائے اور اس سے ایذا کا خوف ہو، یا کھلی ہوئی مرغی کے پاس بلّی آ گئی جس سے مرغی کی جان کا خوف ہو۔

۲۔ کسی مال کے ضائع ہونے کا خوف ہو اور اس کی قیمت کم از کم ایک درہم یا اس سے زیادہ ہو خواہ مال اپنا ہو یا کسی دوسرے کا ہو، خواہ چوری کا خوف ہو یا ہنڈیا جل جانے یا اُبل جانے یا روٹی جل جانے کا خوف ہو، اسی طرح اگر ریل گاڑی سے اُتر کر نماز پڑھ رہا ہو اور سامان یا بال بچے ریل گاڑی میں ہوں اور ریل گاڑی روانہ ہو جائے تو نماز توڑ کر سوار ہو جائے۔

۳۔ کسی مصیبت زدہ کی پکار پر یا کسی کی ہلاکت کا خوف ہو یا کوئی اندھا جا رہا ہے اور آگے کنواں ہے جس میں اس اندھے کے گر جانے کا خوف ہے۔

۴۔ جب کسی شخص کو اس کا باپ، ماں، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ میں سے کوئی پکارے اور وہ فرض نماز پڑھ رہا ہو تو نماز نہ توڑے جبکہ وہ یونہی کسی فریاد کے بغیر پکاریں اور اگر فریاد خواہی کے لئے پکاریں تو جواب دے اور نماز توڑ دے اور اگر نفل یا سنت پڑھتا ہو اور ان میں سے کوئی پکارے اور اس کو اس کا نماز میں ہونا معلوم نہ ہو تو ہر حال میں نماز توڑ کر اس کی بات کا جواب دینا فرض ہے اور اگر اس کو اس کا نماز میں ہونا معلوم ہو تو جب تک اس کے لئے کسی تکلیف ونقصان کا ڈر نہ ہو تو نماز نہ توڑے اور تکلیف کا ڈر ہو تو نماز توڑ دینا فرض ہے۔

۵۔ اگر نماز میں پیشاب یا پاخانہ زور کرے یا ریح کا غلبہ ہو تو نماز توڑ دے خواہ نماز فرض ہو یا نفل اور فراغت حاصل کرنے کے بعد پڑھے خواہ جماعت جاتی رہے، اگر اسی حالت میں پوری کرے گا تو وہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی جس کا لوٹانا واجب ہے لیکن اگر وقت نکل جانے کا خوف ہو تو اسی حالت میں نماز پوری کرلے اور پھر لوٹانے یعنی قضا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

۶۔ اگر نماز میں ایسی حالت ہو جائے جس سے کسی دوسرے امام کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے اور احناف کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی اور جماعت یا وقت فوت ہونے کا خوف نہ ہو تو اختلافِ ائمہ سے بچنے کے لئے نماز کو توڑ کر نئے سرے سے اس طرح ادا کرنا کہ سب ائمہ کے نزدیک درست ہو جائے مستحب ہے، اگر جماعت یا وقت جاتے رہنے کا خوف ہو تو وہ نماز نہ توڑے۔

۷۔ جب کوئی ذمی کافر آکر نماز پڑھنے والے سے کہے کہ مجھے مسلمان کرلے تو نماز توڑ دینا فرض ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا نفل۔

۸۔ بچہ جنانے والی دائی کو اگر بچے کی جان کا یا اس کے کسی عضو کے ضائع ہونے کا یا بچے کی ماں کی جان کے نقصان کا خوف غالب ہو تو نماز توڑ دینا واجب ہے اور اگر خوف ہو لیکن گمان غالب نہ ہو تب بھی نماز توڑ دینا اور مؤخر کرنا جائز ہے۔

۹۔ جب کوئی شخص فرض و واجب یا سنت و نفل نماز پڑھ رہا ہو اور وقتی فرضوں کی جماعت کھڑی ہو جائے تب بھی نماز کو توڑ دینا مشروع ہے اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

جماعت میں شامل ہونے کے مسائل

تنہا فرض پڑھنے والے کا اسی فرض کی جماعت میں شامل ہونا

۱۔ اگر کوئی شخص فرض نماز کی پہلی رکعت پڑھ رہا ہے اور ابھی اس کا سجدہ نہیں کیا کہ وہاں اس نماز کی جماعت شروع ہوگئی تو اپنی نماز توڑ کر جماعت میں شریک ہو جائے، خواہ وہ کوئی سی فرض نماز ہو۔

۲۔ اگر وہ شخص ایک رکعت پڑھ چکا ہو اور دوسری رکعت میں ہو اور ابھی دوسری رکعت کا سجدہ نہیں کیا تو اگر وہ نماز دو رکعت یا تین رکعت والی ہے یعنی فجر و مغرب کی نماز ہے تو اس نماز کو توڑ دے اور جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر ان دونوں نمازوں میں دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تو پھر نہ توڑے بلکہ وہ اپنے فرض کو ہی پورا کرلے اور پھر امام کے ساتھ شریک نہ ہو اس لئے کہ وہ اپنی فرض نماز

ادا کر چکا ہے اور اب جماعت کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز نفل ہوگی جو مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ فجر کی فرض نماز کے بعد نفل پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اور مغرب میں تین رکعت ہوں گی اور تین رکعت نفل جائز نہیں۔

۳۔ اگر کسی شخص نے چار رکعتی فرض یعنی ظہر یا عصر یا عشا کی نماز کی ایک رکعت پڑھی اور دوسری رکعت میں تھا کہ جماعت قائم ہوگئی تو اس کو واجب ہے کہ دوسری رکعت پوری کر کے التحیات و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے پھر جماعت میں شامل ہو جائے تاکہ یہ دو رکعت نفل ہو جائیں اور فرض جماعت کے ساتھ ادا ہو جائیں اگر وہ دوسری رکعت کا سجدہ کر چکا ہے تب بھی یہی حکم ہے، اگر وہ تیسری رکعت میں تھا اور اس کا سجدہ نہیں کیا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا اس کے بعد جماعت کھڑی ہوئی تو اس کو واجب ہے کہ اپنی نماز پوری کرلے توڑے نہیں اگر وہ نماز توڑ دے گا تو تو گنہگار ہوگا اور اب ظہر و عشا کی نماز میں اس کو اختیار ہے کہ جماعت میں شامل ہو جائے اور یہ اس کے لئے افضل ہے کیونکہ یہ نفل ہو جائیں گے اور وہ جماعت کے ساتھ نفل پڑھنے کا ثواب پالے گا اور اگر چاہے تو جماعت میں شامل نہ ہو اور فجر و مغرب و عصر کی نماز پوری کر لینے کی صورت میں وہ جماعت میں شامل نہ ہو۔

۴۔ مذکورہ بالا احکام اس وقت ہیں جبکہ اسی جگہ جماعت قائم ہو جائے اور اگر کسی دوسری مسجد میں جماعت قائم ہوئی ہو تو نماز کسی حالت میں نہ توڑے اگرچہ پہلی رکعت کا سجدہ بھی نہ کیا ہو۔

۵۔ نماز توڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ حالتِ قیام میں ہو یا حالتِ رکوع و سجود میں ہو اسی حالت میں ایک طرف کا سلام پھیر دے پھر امام کا اقتدا کرلے اور بھی طریقے ہیں مثلاً قعدے کی طرف لوٹے اور بیٹھ کر سلام پھیرے اور بعض نے کہا کہ سلام نہ پھیرے بلکہ اسی حالت میں امام کے ساتھ شامل ہونے کی نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ لے یہ سب صورتیں جائز ہیں لیکن پہلی صورت اولیٰ ہے۔

نمازِ سنت و نفل وغیرہ پڑھتے ہوئے جماعتِ فرض کا قائم ہو جانا

۱۔ اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو اور وہاں فرض نماز کی جماعت ہونے لگے تو نفل نماز کو نہ توڑے خواہ اس نے پہلی رکعت کا سجدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ اس کو چاہئے کہ دوگانہ پورا کر کے سلام پھیر دے اگرچہ چار رکعت کی نیت کی ہو، پھر جماعت میں شامل ہو جائے۔

۲۔ اگر ظہر یا جمعہ کی فرضوں سے پہلے کی چار رکعت سنتِ مؤکدہ پڑھ رہا ہو اور نمازِ ظہر کی جماعت ہونے لگے یا جمعہ کا خطبہ شروع ہو جائے تو صحیح و راجح قول یہ ہے کہ چاروں رکعت پوری

کرلے خواہ پہلے دوگانے کے وقت جماعت کھڑی ہوجائے یا دوسرے دوگانے کے وقت، اسی پر فتویٰ ہے (لیکن اس بات کا خیال رکھے کہ جماعت نہ چلی جائے ورنہ دوگانہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور جماعت میں شامل ہوجائے، مؤلف) اگر تیسری رکعت شروع کردی ہو تو چار رکعت کا پورا کرنا ضروری ہے۔

۳۔ اگر فجر کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ جماعت کھڑی ہوگئی تو اگر قعدۂ اخیرہ کے ملنے کی توقع نہ ہو تو سنتوں کو توڑ کر جماعت میں شامل ہوجائے اور سورج نکلنے کے بعد ان کی قضا کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت مسجد میں آیا جبکہ وقتی فرضوں کی جماعت ہو رہی ہو اور ابھی اس نے فرضوں سے پہلے کی سنت مؤکدہ نہیں پڑھیں تو اگر وہ وقت ظہر یا جمعہ کا ہے اور اس کا یقین یا گمان غالب ہے کہ وہ امام کے رکوع میں جانے سے پہلے پوری کرلے گا اور جماعت کی کوئی رکعت نہیں جائے گی تو جماعت سے الگ جگہ میں پڑھ لے اور اگر رکعت جاتے رہنے کا گمان غالب ہو تو وہ سنتیں اس وقت نہ پڑھے بلکہ امام کے ساتھ شامل ہوجائے اور ان سنتوں کو فرضوں کے بعد پڑھے خواہ بعد کی سنتِ مؤکدہ سے پہلے پڑھے یا بعد میں دونوں طرح جائز و مفتی بہ ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ بعد والی سنتِ مؤکدہ پڑھ کر اُن کے بعد ان سنتوں کو پڑھے اور اگر وہ فجر کا وقت ہو تو فجر کی سنتیں چونکہ زیادہ مؤکدہ ہیں اس لئے ان کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر فرض نماز شروع ہوچکی ہو تب بھی پڑھ لے بشرطیکہ کم از کم ایک رکعت ملنے کی امید ہو اور اگر ایک رکعت ملنے کی بھی امید نہ ہو تو پھر نہ پڑھے بلکہ جماعت میں شامل ہوجائے ظاہر مذہب یہی ہے اور بدائع و درمختار میں ہے کہ راجح ظاہر مذہب ہے پھر اگر چاہے تو ان سنتوں کو سورج نکلنے کے بعد پڑھے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر ظنِ غالب یہ ہے کہ اخیر قعدہ مل جائے گا تو یہ سنتیں پڑھ کر جماعت میں شامل ہوجائے ورنہ ترک کردے، بحر و شامی وغیرہ میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔

۵۔ اگر یہ خوف ہو کہ فجر کی سنتیں نماز کی سنتوں اور مستحبات کی پابندی کرتے ہوئے ادا کرنے سے جماعت نہ ملے گی اور سنن و مستحبات کی پابندی نہ کرنے سے مل جائے گی تو ایسی حالت میں صرف فرائض و واجباتِ نماز پر اقتصار کرے اور سنن یعنی ثنا و تعوذ وغیرہ کو چھوڑ دے یہی حکم ظہر و جمعہ کی سنتوں کا بھی ہے۔

۶۔ اگر فرض نماز کی جماعت کھڑی ہو اور فجر یا کسی اور وقت کی سنتیں پڑھنا چاہے تو ایسی جگہ پڑھی جائیں جو مسجد سے علیحدہ ہو اگر ایسی جگہ نہ ملے تو مسجد کے اندر کسی گوشے میں یا کسی ستون وغیرہ کی آڑ میں پڑھے یا اگر جماعت اندر ہو رہی ہو تو سنتیں باہر پڑھے اور جماعت باہر ہو رہی ہو اور اندر

جا سکتا ہو تو اندر پڑھے اگر ایسا موقع نہ ہو تو جماعت کی صف سے جس قدر دُور ممکن ہو وہاں پڑھے۔

۷۔ اگر کسی شخص کی فجر کی سنت و فرض دونوں قضا ہو گئیں اور سورج نکلنے یعنی ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد دوپہر شرعی سے پہلے پہلے کسی وقت پڑھے تو سنت و فرض دونوں کی قضا کرے اور اگر زوالِ آفتاب کے بعد قضا کرے تو صرف فرض کی قضا کرے اور اگر صرف سنتیں قضا ہو جائیں تو آفتاب ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر سنتیں پڑھ لی تھیں صرف فرض قضا ہوئے تو صرف فرض قضا کرے سنتوں کا اعادہ نہ کرے، کسی اور وقت کی سنتیں قضا ہو جائیں تو قضا نہ کرے کیونکہ وقت کے بعد کسی سنت کی قضا نہیں ہے۔

مقتدی جماعت کا پانے والا کب ہوتا ہے

۱۔ جس شخص کو کسی بھی فرض نماز میں ایک رکعت امام کے ساتھ ملی وہ بالاتفاق جماعت سے نماز پڑھنے والا نہیں ہے لیکن اس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا اگرچہ اخیر قعدہ میں ہی مل جائے، چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پانے والے کا بھی بالاتفاق یہی حکم ہے۔

۲۔ چار رکعت والی نماز میں تین رکعت امام کے ساتھ پانے والا اور تین رکعتی نماز یعنی مغرب میں دو رکعت امام کے ساتھ پانے والا بعض کے نزدیک جماعت سے نماز پڑھنے والا ہے اور بعض کے نزدیک نہیں البتہ جماعت کا ثواب پانے والا ہے، یہی اظہر ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۳۔ جس رکعت کا رکوع امام کے ساتھ مل جائے اس کو وہ رکعت امام کے ساتھ مل گئی اور اگر رکوع امام کے ساتھ نہ ملے تو وہ رکعت ملنے میں شمار نہ ہوگی۔

۴۔ جب نمازی یعنی امام وغیرہ پہلا سلام پھیرتا ہے تو السلام کی میم کہنے سے نماز سے باہر ہوتا ہے اس سے پہلے نہیں پس اس سے پہلے تک امام کی اقتدا درست ہے بعد میں نہیں۔

اذان کے بعد مسجد سے باہر جانے کے مسائل

جب کسی مسجد میں اذان ہو جائے تو جو شخص مسجد میں موجود ہے یا اذان کے بعد مسجد میں آیا ہے اور اس نے ابھی اس وقت کی نماز نہیں پڑھی اس کو اس وقت کی نماز اس مسجد میں جماعت سے پڑھے بغیر جانا مکروہِ تحریمی ہے لیکن چند صورتیں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۱۔ وہ شخص کسی اور مسجد کا امام یا مؤذن ہے۔

۲۔ وہ شخص کسی دوسرے محلے کا رہنے والا ہو اور اس کے محلے میں ابھی جماعت نہ ہوئی ہو

لیکن اس کے لئے افضل یہی ہے کہ اسی مسجد کی جماعت میں شامل ہو جائے۔

۳۔ اپنے استاد کی مسجد میں سبق یا وعظ یا مسائل سننے کے لئے جانا بالاتفاق جائز ہے تاکہ دوہرا ثواب حاصل کرے یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کا کل یا بعض سبق فوت ہو جانے کا خوف ہو ورنہ وہاں سے نہ جائے۔

۴۔ اگر کسی ضرورت کے لئے نکلے اور گمان غالب ہو کہ جماعت قائم ہونے سے پہلے آ جائے گا تو اس کو مسجد سے باہر جانا بلا کراہت جائز ہے۔

۵۔ اگر اس وقت کی فرض نماز تنہا پڑھ چکا ہو اور وہ عصر یا مغرب یا فجر کی نماز کا وقت ہے تو وہ باہر چلا جائے خواہ تکبیر اقامت شروع ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، اور اگر عشا یا ظہر کی نماز کا وقت ہے تو مؤذن کے تکبیر اقامت شروع کرنے سے پہلے باہر جانے میں مضائقہ نہیں، تکبیر اقامت شروع ہونے کے بعد اس شخص کو مسجد سے باہر جانا مکروہ ہے اس کو چاہئے کہ نفل کی نیت سے ظہر یا عشا کی جماعت میں شامل ہو جائے تاکہ وہ نفل اور جماعت دونوں کو حاصل کر لے۔

قضا نمازوں کے پڑھنے کا بیان

۱۔ کسی عبادت کو اس کے مقررہ وقت کے اندر شروع کر دینے کو ادا کہتے ہیں اور فرض و واجب عبادت کو اس کا مقررہ وقت گزر جانے کے بعد شروع کرنے کو قضا کہتے ہیں مثلاً ظہر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھ لی تو ادا کہلائیگی اور ظہر کا وقت نکل جانے کے بعد پڑھی تو قضا کہلائیگی۔

۲۔ اگر نماز کے وقت کے اندر نماز کا تحریمہ باندھ لیا تو وہ نماز ادا ہوگی اگرچہ تحریمہ باندھنے کے بعد وقت نکل جائے سوائے نمازِ فجر و جمعہ و عیدین کے کہ اگر ان میں سلام سے پہلے بھی وقت نکل گیا تو نماز جاتی رہی۔

۳۔ تمام فرض نمازوں کی قضا فرض اور واجب کی قضا واجب ہے اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے۔

۴۔ کسی فرض یا واجب یا سنت نماز کو قصداً بلا عذر اس کے وقت پر ادا نہ کرنا گناہ ہے فرض و واجب کو وقت پر ادا نہ کرنے کا گناہ بہت بڑا ہے اس کے بعد سنت کا ہے، لیکن اگر بلا قصد یا کسی عذر کی وجہ سے قضا ہو جائے تو گناہ نہیں، عذرات کی تفصیل آگے آتی ہے۔

۵۔ اگر کسی کی فرض یا واجب نماز قضا ہو جائے تو جب یاد آ جائے یا جاگے یا وہ عذر دور ہو

جائے تو فوراً پڑھ لے قضا نماز پڑھنے میں کسی عذر کے بغیر دیر لگانا گناہ ہے لیکن اگر وہ وقت مکروہ ہو تو مکروہ وقت نکل جانے کے بعد پڑھے۔

۶۔ اگر کسی وقت کی سنتیں قضا ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں ہے سوائے سنت فجر کے کہ اگر فرضوں کے ساتھ قضا ہوئی ہوں تو طلوعِ آفتاب کے بعد دو پہر شرعی سے پہلے سنت و فرض دونوں کو ادا کرلے اور اگر زوال کے بعد پڑھے تو صرف فرض پڑھے سنتیں نہ پڑھے اور اگر فجر کی صرف سنتیں قضا ہوئیں تو ان کو طلوعِ آفتاب سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے اور آفتاب نکلنے کے بعد پڑھنا مکروہ نہیں بلکہ بہتر ہے لیکن وہ سنتیں نہ ہوں گی نفل ہو جائیں گی، ظہر اور جمعہ کی پہلی چار مؤکدہ سنتیں اگر فرض سے پہلے نہیں پڑھیں تو فرض نماز کے بعد کی مؤکدہ سنتوں سے پہلے یا بعد میں پڑھ لے بہتر ہے کہ ان سنتوں کے بعد میں پڑھے اور ان کو قضا کہنا مجازاً ہے حقیقۃً نہیں۔

جن صورتوں میں نماز کی قضا واجب نہیں

۱۔ جو نمازیں جنون کی حالت میں فوت ہوئیں اور جنون نماز کے چھ وقت کامل تک برابر رہا ہو تو جنون دور ہونے کے بعد ان نمازوں کی قضا واجب نہیں لیکن اگر جنون پانچ نمازوں تک رہے اور چھٹی نماز کا وقت ختم ہونے سے پہلے ہوش آجائے تو ان پانچ نمازوں کی قضا واجب ہوگی،

۲۔ اگر کوئی شخص بیہوش تھا یا اس کو مرگی کا دورہ تھا یا ایسا مریض تھا کہ اشارے سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا تھا اور اس حالت میں اس کو پورے چھ وقت گزر گئے تو ان نمازوں کی قضا لازم نہیں (ان دونوں مسئلوں کی تفصیل مریض کے بیان میں ہے)

۳۔ اگر کوئی مسلمان شخص معاذ اللہ مرتد ہو گیا اس کے بعد پھر اسلام لے آیا تو جو نمازیں مرتد رہنے کی حالت میں چھوٹ گئیں ان کی قضا اس پر واجب نہیں لیکن جو نمازیں مرتد ہونے سے پہلے اسلام کی حالت میں چھوٹ گئی تھیں ان کی قضا اس پر واجب ہے۔

۴۔ اگر کوئی کافر دارالحرب میں مسلمان ہوا لیکن اس کو نماز روزہ وغیرہ فرائض کا علم نہ ہوا اس لئے اس نے ادا نہیں کئے تو اس پر ان نمازوں اور روزوں کی قضا لازم نہیں اور اگر کوئی کافر دارالاسلام میں مسلمان ہوا یا مسلمان ہونے کے بعد دارالاسلام میں آگیا تو اب اس کی جو نمازیں فوت ہوں گی ان کی قضا اس پر فرض ہے کیونکہ دارالاسلام میں معلوم نہ ہونا عذر نہیں ہے۔

۵۔ حیض و نفاس کی حالت میں نماز معاف ہے اس لئے اس کی قضا بھی نہیں ہے۔

نماز قضا کر دینے کے عذرات

۱۔ دشمن کا خوف، مثلاً مسافر کو چور اور ڈاکوؤں کا صحیح اندیشہ ہو اور وہ کسی طرح نماز پڑھنے پر قادر نہ ہو، اگر سواری پر بیٹھ کر یا قبلے کی سمت کے سوا کسی اور طرف منھ کر کے دشمن کے خوف سے بچ سکتا ہے تو عذر نہیں بنے گا اور نماز قضا کر دینے سے گنہگار ہوگا۔

۲۔ بچہ جنانے والی دایہ کو اگر نماز میں مشغول ہونے سے بچہ مر جانے کا یا اس کے کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا یا زچہ (بچے کی ماں) کی موت یا نقصان کا خوف غالب ہو تو اس کو نماز میں تاخیر کرنا یا قضا کر دینا جائز ہے اور اگر نماز میں ہو تو نماز کا توڑ دینا واجب ہے۔

۳۔ زچہ پر نصف بچہ پیدا ہونے تک نماز فرض ہے اس حالت میں بھی اس کو نماز پڑھنی چاہئے اگر اشارہ سے پڑھ سکتی ہے تو اشارہ سے پڑھے لیکن اگر بچے کے مر جانے یا اس کا کوئی عضو ضائع ہو جانے یا اپنی جان یا عضو ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو قضا کر دینا جائز ہے وہ نفاس ختم ہونے کے بعد اس کو قضا کرے۔

۴۔ سو جانا یا بھول جانا بھی عذر ہے لیکن جاگنے اور یاد آنے پر اگر وقت مکروہ نہ ہو تو فوراً پڑھ لے اب تاخیر کرنا مکروہ ہے، نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد سونے کی اجازت نہیں ہے اس لئے اس وقت سو جانے سے نماز قضا کرنے پر گنہگار ہوگا۔

قضا نمازوں کا حکم اور پڑھنے کا طریقہ

۱۔ قضا نمازوں کا حکم یہ ہے کہ جس صفت کی نماز قضا ہوئی ہے اسی صفت کے ساتھ ادا کی جائے پس فرض کی قضا فرض ہے اور واجب کی قضا واجب اور بعض سنتوں کی قضا سنت ہے، فجر کی سنتیں اگر فرضوں کے ساتھ قضا ہو جائیں اور دوپہر شرعی سے پہلے قضا کرے تو ان سنتوں کو قضا کرنا سنت ہے، حالتِ اقامت کی قضا حالتِ اقامت کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالتِ اقامت میں قضا کرے یا حالتِ سفر میں، چار رکعت والی نماز پوری یعنی چار رکعت قضا کرے اور حالتِ سفر کی قضا حالتِ سفر کی طرح ہے پس خواہ اس کو حالتِ سفر میں قضا کرے یا حالتِ اقامت میں وہ چار رکعت والی نماز کو قصر یعنی دو رکعت ہی قضا کرے۔

۲۔ قضا نماز کی ادائیگی کے وقت اگر کوئی عذر ہوگا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا پس جس وقت کی نماز قضا ہوئی اگر اس وقت کھڑا ہو کر نماز پڑھ سکتا تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو وہ کھڑا ہو کر

پڑھنے پر قادر نہیں ہے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر پڑھنے پر قادر نہیں ہے اور اشارہ سے پڑھ سکتا ہے تو اشارہ ہی سے قضا کر لے اس کے بعد جب صحت اور قیام پر قدرت حاصل ہو جائے اس نماز کو لوٹانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر نماز قضا ہونے کے وقت قیام پر قادر نہیں تھا اور جب اس کو قضا کرنے کا ارادہ کیا تو قیام پر قادر ہو چکا ہے تو اب اس کو کھڑے ہو کر نمازِ قضا ادا کرنا واجب ہے۔

۳۔ اگر جہری قضا نمازوں کو جماعت سے پڑھے تو امام کو چاہئے کہ نماز میں جہر کرے اور اگر ان کو تنہا پڑھے تو جہر و آہستہ پڑھنے میں اختیار ہے مگر جہر افضل ہے اور آہستہ قرأت کی نمازوں کو امام و منفرد دونوں کے لئے آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسا کہ وقت کے اندر حکم ہے۔

۴۔ زندگی میں جب چاہے قضا نماز پڑھ سکتا ہے لیکن تین اوقاتِ مکروہہ یعنی طلوعِ آفتاب و نصف النہار شرعی سے زوال تک و غروب آفتاب کے وقت میں نہ پڑھے اس کی تفصیل اوقاتِ نماز کے بیان میں مذکور ہے۔ قضا نمازوں کے ادا کرنے میں جلدی کرنا چاہئے بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ و گناہ ہے، اگر بہت زیادہ قضا نمازیں جمع ہو گئی ہوں تو جس قدر فرصت ملے پڑھ لیا کرے، ایک وقت میں دو یا تین یا چار یا جس قدر قضا نمازیں پڑھ سکے پڑھ لیا کرے۔ ایک وقت میں کم از کم ایک ہی قضا نماز پڑھ لیا کرے، نوافل پڑھنے کی بجائے قضا نماز میں مشغول ہونا اولیٰ و افضل ہے بلکہ اہم ہے لیکن وہ مشہور مؤکدہ و غیر مؤکدہ سنّتیں جو فرضوں کے ساتھ ہیں اور نماز تراویح و نمازِ تہجد و اشراق و چاشت و اوابین و صلوۃ التسبیح و تحیۃ المسجد و تحیۃ الوضو جن کا ذکر احادیث میں ہے اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

۵۔ اگر قضا نماز کو ادا کی نیت سے پڑھ لیا تب بھی درست ہے قضا نمازوں کی نیت اس طرح کرنی چاہئے کہ میں فلاں دن کی فلاں نماز کی قضا پڑھتا ہوں، قضا کے وقت دن کا تعین ضروری ہے صرف یہ نیت کر لینا کہ ظہر یا فجر کی قضا پڑھتا ہوں کافی نہیں ہے، اور اگر مہینے و دن کا تعین یاد نہ ہو تو سہولت کے لئے اس طرح نیت کرے کہ مثلاً میرے ذمے جس قدر فجر کی نمازیں باقی ہیں ان میں سے پہلی فجر کی نماز پڑھتا ہوں۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت کے ساتھ یہ الفاظ دل میں خیال کرے اور زبان سے بھی کہہ لے یا یوں نیت کرے کہ میرے ذمے جس قدر فجر کی نمازیں ہیں ان میں سے آخری فجر کی نماز پڑھتا ہوں۔ ہر دفعہ اسی طرح نیت کر لیا کرے۔

قضا نمازوں میں ترتیب کا حکم

۱۔ صاحب ترتیب کے لئے قضا نمازوں میں اور قضا و وقتی نماز میں ترتیب واجب ہے اور

اسی طرح فرض اور وتر میں ترتیب واجب ہے پس اس کو چاہئے کہ پہلے قضا نمازوں کو ترتیب سے پڑھے یعنی جو سب سے پہلے قضا ہوئی ہے اس کو پہلے پڑھے پھر اس کے بعد والی پڑھے اسی ترتیب سے سب کو قضا کرے، وتروں کو بھی فجر کے فرضوں سے پہلے قضا کرے، اگر کسی کی وتر کی نماز قضا ہوگئی اور اس کے سوا اور کوئی قضا نماز اس کے ذمے نہیں ہے تو اس کو پہلے وتر کی قضا پڑھنی چاہئے، اس کے بعد فجر کی نماز ادا کرے اگر وتر کی قضا یاد ہو اور وقت میں گنجائش ہوتے ہوئے پہلے فجر کی نماز پڑھ لی تو یہ درست نہیں ہوئی، اب پہلے وتر کی قضا پڑھے پھر فجر کی نماز دوبارہ پڑھے، اور وقتی نماز ان سب کے بعد میں پڑھے، اگر کسی نے فجر کی نماز پڑھی اور اس کو یاد تھا کہ وتر نہیں پڑھے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی فجر کی نماز فاسد ہو جائے گی لیکن نفل وسنت کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔ (چند صورتوں میں ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، تفصیل آگے آتی ہے)۔

۲۔ صاحبِ ترتیب وہ ہے جس کے ذمہ کوئی قضا نماز نہ ہو یا پانچ نمازیں یا اس سے کم اس کے ذمے ہوں خواہ وہ پانچ نمازیں نئی ہوں یا پرانی یا دونوں طرح کی ہوں خواہ مسلسل ہوں یا متفرق، اگر کسی کے ذمے چھ یا زیادہ قضا نمازیں ہو جائیں تو وہ شخص صاحبِ ترتیب نہیں رہتا اس لئے اس کو ترتیب سے پڑھنا واجب نہیں ہے اس کو اختیار ہے جس نماز کو چاہے پہلے پڑھے جس کو چاہے بعد میں پڑھے۔

ترتیب ساقط ہونے کی صورتیں

ترتیب تین صورتوں میں ساقط ہو جاتی ہے۔

اول: تنگی وقت، اس کی چند صورتیں یہ ہیں۔

۱۔ تنگیٔ وقت کی وجہ سے قضا اور وقتی فرض کے درمیان ترتیب ساقط ہو جاتی ہے لیکن وقت کی تنگی قضا نمازوں کے درمیان ترتیب کو ساقط نہیں کرتی پس اگر اتنا وقت ہو کہ صرف ایک نماز پڑھ سکتا ہے تو وقتی نماز پڑھ لے اس کے بعد قضا نمازیں پڑھے اگر اس نے قضا نماز پڑھی اور وقتی نماز کو قضا کر دیا تو وہ قضا نماز جائز ہو جائے گی، لیکن وقتی نماز کو قضا کر دینے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

۲۔ اگر وقت اتنا تھوڑا ہو کہ وقتی اور قضا نماز دونوں کو سنن و مستحبات کی رعایت کے ساتھ نہیں پڑھ سکتا اور سنن و مستحبات ترک کر کے دونوں نمازیں پڑھ سکتا ہے تب بھی اس پر ترتیب فرض ہے۔

۳۔ ترتیب ساقط ہونے کے لئے وقت کی تنگی کا اعتبار نماز کے شروع کرتے وقت ہے۔

۴۔ تنگیٔ وقت کی وجہ سے ترتیب ساقط ہونے کے لئے اصل وقت کی تنگی کا اعتبار ہے مستحب وقت کا نہیں، لیکن عصر کے وقت میں امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اصل وقت کا اعتبار ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مستحب وقت کا اعتبار ہے۔

۵۔ وقت تنگ ہونے میں نماز پڑھنے والے کے گمان کا اعتبار نہیں بلکہ حقیقت میں تنگ ہونے سے ترتیب ساقط ہوگی۔

۶۔ اگر قضا نمازیں ایک سے زیادہ ہوں اور وقت میں اتنی گنجائش نہ ہو کہ سب قضا نمازوں اور وقتی نماز کو ترتیب سے پڑھ سکے بلکہ صرف اتنی گنجائش ہو کہ وقتی نماز سے پہلے بعض قضا نمازیں پڑھ سکے تو اس میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اس سے ترتیب ساقط ہے اور اس کو وقتی نماز پہلے پڑھ لینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جس قدر نمازوں کے ترتیب سے پڑھنے کی گنجائش ہے ان میں اور وقتی نماز میں ترتیب واجب ہے یعنی جب تک اُن بعض نمازوں کو نہ پڑھ لے وقتی نماز جائز نہ ہوگی بعض نے اس کو صحیح کہا اور ترجیح دی ہے۔

(دوم): نسیان، اس کی چند صورتیں یہ ہیں۔

۱۔ قضا نماز کے بھولنے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، جب تک یاد نہ آئے ترتیب لازم نہ ہوگی اور یاد آنے پر ترتیب لازم ہو جائے گی۔

۲۔ اگر وقتی نماز ادا کرنے کے بعد بھولی ہوئی قضا نماز یاد آئی تو وقتی نماز جائز ہوگی لیکن اگر سلام پھیرنے سے پہلے پہلے یاد آئی اور وقت میں گنجائش ہے تو اب اس پر ترتیب لازم ہو جائے گی اور وقتی نماز فاسد ہو جائے گی، پس پہلے قضا نمازیں ترتیب سے پڑھے پھر وقتی نماز ادا کرے، اگر وقت میں کل قضا نمازوں کی گنجائش نہیں ہے بلکہ کچھ کی گنجائش ہے تو جتنی گنجائش ہے اتنی قضا نمازیں پہلے پڑھ لے پھر وقتی نماز پڑھے اور اگر کسی قضا کی گنجائش نہیں ہے تو وقتی نماز کو نہ توڑے بلکہ پورا کر لے اور قضا نمازیں بعد میں پڑھے یہ حکم منفرد کا ہے اگر امام کو مثلاً ظہر کی نماز میں یاد آئے کہ اس پر فجر کی قضا باقی ہے تو اس کو چاہئے کہ سلام پھیر دے اور پہلے فجر کی قضا پڑھے پھر ظہر ادا کرے اور اگر مقتدی کو یہ صورت پیش آئے تو امام کے ساتھ نماز پوری کر لے تاکہ جماعت کا ثواب مل جائے یہ اس کے نفل ہو جائیں گے اس کے بعد پہلے فجر کی قضا پڑھے پھر ظہر کی وقتی نماز اکیلا پڑھے۔

۳۔ کوئی قضا نماز ذمے نہ ہونے کا ظنِ معتبر بھی ترتیب ساقط کرنے میں نسیان کے حکم میں ہے اور اسی طرح بعض کے نزدیک ترتیب کی فرضیت سے ناواقف ہونا بھی بھولنے کی مانند ہے اور

بعض کے نزدیک جہالت عذر نہیں ہے۔ لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ (تفصیل عمدہ الفقہ وغیرہ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

سوم: بہت سی قضا نمازوں کا جمع ہونا۔

۱۔ جب بہت سی نمازیں قضا ہو جائیں تو ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، بہت سی نمازوں سے مراد چھ یا زیادہ نمازیں ہیں یعنی چھ یا زیادہ نمازیں جمع ہو جایں خواہ وہ نئی ہوں یا پرانی یا دونوں طرح کی ہوں، متفرق ہوں یا متصل، حقیقتاً قضا ہوں یا حکماً، پس جب چھٹی نماز کا وقت نکل کر چھ نمازیں جمع ہو جائیں تو قضا نمازوں میں نیز قضاؤں اور وقتی نماز میں ترتیب واجب نہیں رہتی، لیکن وتر کی نماز کا شمار ان چھ نمازوں میں نہیں ہوگا بلکہ اس کو نمازِ عشاء کے ساتھ شمار کر کے دونوں کو ایک نماز شمار کیا جائے گا اور عشا و وتر میں ترتیب بھی ساقط نہیں ہوتی۔

۲۔ حکماً قضا ہونے کی مثال یہ ہے کہ کسی صاحبِ ترتیب شخص کی کوئی نماز قضا ہو گئی خواہ وہ نماز وتر ہی ہو اور اس قضا کے یاد ہوتے ہوئے وہ وقتی نمازیں پڑھتا رہا یہاں تک کہ اس نے پانچ یا زیادہ وقتی نمازیں پڑھ لیں اور اس عرصے میں اس قضا نماز کو یاد ہونے اور وقت میں گنجائش ہونے کے باوجود نہیں پڑھا تو وہ ایک نماز حقیقتاً و حکماً قضا ہے اور یہ پانچ نمازیں صرف حکماً قضا ہیں کیونکہ جب تک اس نے ترتیب کے مطابق قضا نماز پہلے ادا نہیں کی تو وہ وقتی نمازیں فاسد ہوتی رہیں لیکن ان کا فساد اس ایک حقیقتاً قضا نماز کو ان حکمی قضا نمازوں کے کثیر یعنی پانچ ہونے سے پہلے پہلے ادا کرنے پر ترتیب واجب ہونے کی وجہ سے موقوف ہے۔ پس جب یہ سب مل کر چھ نمازیں قضا ہو گئیں تو ترتیب ساقط ہو گئی اب ان کا فساد جو ترتیب تک موقوف تھا ترتیب ساقط ہونے سے جاتا رہا اور وہ پانچوں حکمی قضا نمازیں صحیح ہو گئیں، اب اس پر صرف وہی ایک نماز جو حقیقتاً قضا ہوئی تھی باقی ہے لیکن اگر اس نے پانچ نمازیں حکماً قضا ہونے سے پہلے یعنی دو یا تین یا چار وقت کے بعد وہ حقیقی قضا پڑھ لی تو یہ سب پڑھی ہوئی وقتی نمازیں فرض کی بجائے نہیں رہیں بلکہ نفل ہو گئیں لہٰذا ان سب نمازوں کی قضا واجب ہے۔

۳۔ جب چھ یا زیادہ قضا نمازیں جمع ہونے کی وجہ سے ترتیب ساقط ہو گئی تو اصح یہ ہے کہ اب ترتیب عود نہیں کرتی پس اگر کسی شخص نے ان قضا نمازوں میں سے کچھ نمازیں قضا کر لیں یہاں تک کہ اب چھ سے کم نمازیں اس کے ذمے باقی رہ گئیں تو اصح یہ ہے کہ ترتیب عود نہیں کرے گی اس لئے اب ان کو بھی وہ بے ترتیب ادا کر سکتا ہے، یعنی جس کو چاہے پہلے پڑھ سکتا ہے اور ان کے یاد ہوتے ہوئے پہلے وقتی نماز پڑھ سکتا ہے یہی معتمد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۴۔ اگر کسی کے ذمے چھ یا زیادہ نمازیں قضا تھیں اور اس نے سب کو ادا کرلیا اب نئی یا پرانی کوئی قضا نماز اس کے ذمے نہیں رہی تو اب وہ بالاتفاق نئے سرے سے صاحبِ ترتیب ہو جائے گا، پس ایک شخص زندگی میں کئی مرتبہ صاحبِ ترتیب ہو سکتا ہے اور کئی دفعہ اس سے ترتیب ساقط ہو سکتی ہے۔

قضا نماز کے متفرق مسائل

۱۔ کسی شخص کی ایک نماز قضا ہوگئی اور وہ یہ بھول گیا کہ وہ کونسی نماز تھی اور گمان غالب بھی کسی نماز پر نہیں ہوتا تو ایک دن رات کی نمازوں یعنی پانچوں نمازوں کا اعادہ کرے اسی طرح اگر دو دن کی دو نمازیں قضا ہوئیں اور یہ یاد نہیں کہ کونسی تھیں تو دونوں دن کی سب نمازوں کا اعادہ کرے علیٰ ہذا القیاس اور زیادہ دنوں کی ایک ایک نماز قضا ہونے اور بھول جانے پر بھی اتنے دنوں کی پانچوں نمازوں کا اعادہ کرے۔

۲۔ اگر ایک دن ظہر کی نماز اور ایک دن عصر کی نماز قضا ہوئی اور یہ یاد نہیں کہ کونسی نماز اول قضا ہوئی تھی اور کسی طرح گمان غالب نہیں ہوتا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں نمازیں پڑھ کر جس کو اول پڑھا ہے اس کو دوبارہ بھی پڑھے اس میں احتیاط ہے، پس مثال مذکور میں اگر اول ظہر پڑھی پھر عصر پڑھی پھر ظہر کا اعادہ کیا تو یہ افضل ہے اور اگر اول عصر پڑھ کر پھر ظہر پڑھی پھر عصر کی نماز کا اعادہ کیا تو یہ بھی جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک اس سے ترتیب ساقط ہے پس پہلی نماز کا اعادہ لازم نہیں ہے۔

۳۔ کسی نابالغ لڑکے نے عشا کی نماز پڑھی پھر سو گیا اور اس کو احتلام ہو گیا تو اب اس پر نماز فرض ہوگئی پس اگر وہ فجر کی طلوع سے پہلے جاگ گیا تو عشا کی نماز دوبارہ پڑھے اس کی پہلے پڑھی ہوئی نمازِ عشا نفل ہو جائے گی اور اگر وہ طلوعِ فجر کے بعد جاگا تو بعض کے نزدیک اس کو عشا کی نماز قضا کرنا لازم ہے یہی مختار ہے حیض کے ساتھ بالغ ہونے والی لڑکی کا حکم اس کے خلاف ہے پس اگر لڑکی فجر طلوع ہونے سے پہلے حیض کے ساتھ بالغ ہوئی تو اس پر نمازِ عشا کی قضا واجب نہیں لیکن اگر لڑکی بھی احتلام کے ساتھ بالغ ہوئی تو اس کا بھی وہی حکم ہے جو لڑکے کا ہے اور اگر لڑکا یا لڑکی عمر کے لحاظ سے پورے پندرہ سال کا ہو کر بالغ ہوا اور اس وقت تک بلوغ کی کوئی علامت ظاہر نہ ہو تو جس وقت میں وہ پندرہ سال کا ہوا ہے اگر اس وقت کی نماز پہلے پڑھ چکا ہے تو وہ نفل ہو جائے گی اور اس پر اس نماز کا اعادہ فرض ہوگا۔

۴۔ ایامِ حیض کا فاصلہ ترتیب کا مانع نہیں ہے خواہ کتنا ہی ہو پس اگر کسی ترتیب والی عورت کی ایک نماز قضا ہو گئی پھر اس کو حیض ہوا جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو اس کو پہلے قضا نماز پڑھنی چاہئے پھر وقتی نماز پڑھے اگر قضا نماز یاد ہونے اور وقت کی گنجائش کے باوجود اس کو قضا نہ کیا اور وقتی نماز پڑھ لی تو یہ درست نہیں ہے وہ پہلے قضا پڑھے پھر وقتی نماز کا اعادہ کرے۔

۵۔ جس شخص کو یاد نہ ہو کہ اس کے ذمے کتنی قضا نمازیں ہیں وہ گمانِ غالب پر عمل کرے اور احتیاطاً کچھ زیادہ ہی پڑھ لے۔

۶۔ جن نمازوں کے قضا ہونے یا مکروہِ تحریمی ادا ہونے کا شک ہے یا کراہتِ تنزیہی سے ادا ہوئی ہیں اُن کو قضا کرنا مستحب ہے وہ شخص ایسی نماز کی ہر رکعت میں الحمد اور سورۃ پڑھے اور مغرب کی نماز میں چار رکعتیں تین قعدوں سے پڑھے یعنی تیسری رکعت کے قعدے میں تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور ایک رکعت اور پڑھ کر چار پوری کرلے اور قعدہ کر کے سجدۂ سہو کرے پھر تشہد، درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے، وتر کی بھی چار رکعتیں تین قعدوں سے مغرب کی طرح ادا کرے اور دعاء قنوت تیسری رکعت میں بدستور پڑھے۔

۷۔ بعض لوگ قضائے عمری شبِ قدر یا اخیر جمعۂ رمضان میں جماعت سے پڑھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس ایک نماز سے تمام عمر کی قضا نمازیں ادا ہو جائیں گی یہ باطلِ محض ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔

۸۔ کسی بے نمازی نے اس فعل سے توبہ کی تو جتنی نمازیں عمر بھر میں قضا ہوئی ہیں سب کی قضا پڑھنی واجب ہے توبہ سے نمازیں معاف نہیں ہوتیں البتہ اب تک نہ پڑھنے کا گناہ معاف ہو جائے گا اگر اب ان کی قضا نہیں پڑھے گا تو پھر گنہگار ہوگا۔

فدیہ کے مسائل

۱۔ اگر کسی شخص کی کچھ نمازیں اور روزے قضا ہو گئے اور ان کو قضا کرنے کی مرتے وقت تک نوبت نہ آئی تو اس کو مرتے وقت ان قضا نمازوں اور روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے اس کی وصیت نہ کرنے پر گنہگار ہوگا۔

۲۔ قضا نمازوں اور روزوں وغیرہ کے فدیہ کی وصیت میت کے ترکے کے ایک تہائی مال میں جاری ہوگی، خواہ وصیت زیادہ کی ہی کی ہو۔

۳۔ ہر نماز کا فدیہ صدقۂ فطر کی مقدار یعنی نصف صاع (پونے دو سیر) گیہوں یا ایک صاع جو یا دونوں میں سے ایک کی قیمت دی جائے، ہر وتر نماز اور ہر روزے کے لئے بھی اسی قدر فدیہ دیا جائے۔

۴۔ اگر میت نے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا یا اس نے کچھ وصیت نہیں کی تو اس کے وارث پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن اگر وارث اپنی طرف سے اپنے مال میں سے یا تقسیم کے بعد یا اپنے حصے میں سے احسان کے طور پر ادا کرنا چاہے تو جائز ہے اور اگر وصیت کی لیکن اس کا تہائی حصہ قضا نمازوں اور روزوں کے فدیہ کے لئے کافی نہیں ہے تو جس قدر ادا ہوسکتا ہے اس قدر ایک تہائی میں سے دیا جائے اور باقی کے لئے وارث بطور احسان ادا کردے۔

۵۔ بہت سی یا کل نمازوں اور روزوں کا فدیہ ایک ہی فقیر کو دیدینا جائز ہے۔ لیکن قسم وظہار وغیرہ کے روزوں کا فدیہ ایک فقیر کو ایک دن میں ایک سے زیادہ کا دینا جائز نہیں ہے۔ (تفصیل روزوں کے بیان میں ہے)۔

۶۔ مرض الموت میں کسی شخص کو اپنی نمازوں کا فدیہ دینا جائز نہیں کیونکہ جب تک اشارہ سے نماز پڑھ سکتا ہے نماز پڑھنی چاہئے اور جب اس سے بھی عاجز ہوجائے تو اس زمانے کی نماز معاف ہے پس اگر اس کے ذمہ قضائیں رہ گئیں تو اس کے لئے وصیت ہی کرنی چاہئے لیکن بہت بڑھاپا آجانے اور روزہ رکھنے سے عاجز ہوجانے کے زمانے کے روزوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا جائز ہے اس کے علاوہ اور کسی کو روزوں کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا جائز نہیں۔

۷۔ بعض ناواقف لوگ نمازوں اور روزوں کے فدیہ میں سب کے بدلے میں ایک قرآن مجید دیدیتے ہیں یا کسی فقیر کو وہ نقد یا غلہ زبانی دے کر اپنے ذمے قرض کر لیتے ہیں اور اس قرض کے بدلے میں ایک قرآن مجید فقیر کو دیدیتے ہیں یہ محض بے اصل بات ہے اس طرح کل فدیہ ادا نہیں ہوگا بلکہ بازار کے حساب سے جس قیمت (ہدیہ) کا قرآن مجید اس نے دیا ہے اسی قدر ادا ہوگا اور بھی بہت سے غلط طریقے رائج ہیں، ان سب سے بچنا چاہئے۔

۸۔ نماز وروزہ بدنی عبادت ہے اس میں نیابت جاری نہیں ہوتی یعنی کسی دوسرے کے ادا کرنے سے اس کی ذمہ سے وہ فرض ادا نہیں ہوسکتا خواہ وصیت بھی کی ہو بخلاف حج کے کہ یہ بدنی د مالی دونوں طرح کی عبادت ہے اس لئے اس میں ایسے عجز کے وقت نیابت درست ہے جو موت تک دائمی ہو، زکوٰۃ محض مالی عبادت ہے اس میں حالتِ عجز میں نیابت صحیح ہے ورنہ نہیں۔ (مزید تفصیل دیگر کتبِ فقہ میں ملاحظہ فرمائیں)۔

سجدۂ سہو کا بیان

تعریف

سہو بھول جانے کو کہتے ہیں، جب کبھی نماز میں بھولے سے ایسی کمی یا زیادتی ہو جائے جس سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی لیکن ایسا نقصان آ جاتا ہے جس کی تلافی نماز میں ہی ہو سکتی ہے اس نقصان کی تلافی کے لئے شرع شریف نے یہ طریقہ مقرر کر دیا ہے کہ آخری قعدہ کے تشہد کے بعد دائیں طرف سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کئے جاتے ہیں ان کو سجدۂ سہو کہتے ہیں مفصل طریقہ آگے آتا ہے۔

حکم

سجدۂ سہو کی ضرورت کے وقت سجدۂ سہو کے لئے دو سجدے کرنا واجب ہے وقت کی گنجائش ہونے اور مکروہ وقت نہ ہونے کی صورت میں اس کے ترک پر گنہگار ہوگا اور اس نماز کا اعادہ واجب ہو جائے گا، نماز کا اعادہ کرنے سے وہ گناہ بھی دور ہو جائے گا۔ سجدۂ سہو کا یہ حکم فرض و واجب و سنت و نفل سب نمازوں کے لئے یکساں ہے، اگر نماز میں ایک سے زیادہ مرتبہ سہو ہوا ہو یعنی کئی باتیں ایسی ہو گئیں جن سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تب بھی ایک ہی دفعہ سہو کے دو سجدے واجب ہوں گے۔

سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ مع ضروری احکام

۱۔ سجدۂ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد (پوری التحیات) پڑھنے کے بعد صرف ایک طرف یعنی داہنی طرف سلام پھیر کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں چلا جائے اور نماز کے سجدے کی طرح تین بار سجدہ کی تسبیح پڑھے پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے اور اطمینان سے سیدھا بیٹھنے کے بعد پھر تکبیر کہتا ہوا دوسرے سجدہ میں جائے اور اسی طرح سجدے کرے پھر تکبیر کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے اور بیٹھ کر پھر سے تشہد (پوری التحیات) پڑھے اور درود شریف و دعا پڑھ کر نماز ختم کرنے کے لئے دونوں طرف کا سلام پھیر دے۔

۲۔ اگر کوئی بھول کر ایک طرف بھی سلام نہ پھیرے اور سجدہ سہو کر لے تب بھی ادا ہو جائے گا اگر سامنے ہی سلام کہہ کر سجدۂ سہو کر لے تب بھی جائز ہے، لیکن دانستہ ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۳۔ اگر دونوں طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کیا تو ایک روایت کے مطابق یہ بھی جائز ہے لیکن

قوی بات یہ ہے کہ ایک ہی طرف یعنی داہنی طرف سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اگر دونوں طرف سلام پھیر دیا تو اب سجدۂ سہو نہ کرے بلکہ نماز کا اعادہ کرے۔

۴۔ درود و دعا سجدۂ سہو کے بعد کے قعدے میں پڑھے یہی صحیح و مختار ہے لیکن بعض علماء نے سجدہ سہو سے پہلے بھی التحیات کے بعد درود شریف و دعا پڑھنا احتیاطاً پسند کیا ہے اس لئے احتیاط اسی میں ہے کہ سجدۂ سہو سے پہلے اور بعد دونوں قعدوں میں یہ تینوں چیزیں پڑھ لے۔

۵۔ سہو کے دونوں سجدوں کے بعد قعدہ کرنا نماز کا رکن نہیں ہے بلکہ نماز کا رکن وہی قعدہ ہے جو سجدۂ سہو سے پہلے کیا گیا ہے اور وہ قعدہ سجدۂ سہو سے باطل نہیں ہوتا کیونکہ وہ قوی ہے لیکن سجدۂ سہو کے بعد کا قعدہ کرنا اور سلام پھیرنا واجب ہے اگر اس کو ترک کر دے گا تو نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔

جن چیزوں سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے

جن چیزوں سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ جب نماز کے واجبات میں سے کوئی واجب بھولے سے چھوٹ جائے۔

۲۔ جب بھولے سے کسی واجب میں تاخیر ہو جائے۔

۳۔ جب بھولے سے کسی فرض میں تاخیر ہو جائے۔

۴۔ جب بھول کر کسی فرض کو مقدم کر دے۔

۵۔ جب بھول کر کسی فرض کو مکرر (دوبارہ) کر دے مثلاً دو رکوع کر دے۔

۶۔ جب بھول کر کسی واجب کی کیفیت بدل دے مثلاً آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر سے یا جہر کی جگہ آہستہ پڑھے۔ (دراصل ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہونے کا سبب ترکِ واجب ہی ہے)۔

جن صورتوں میں سجدۂ سہو سے تدارک ممکن نہیں ہے

بلکہ اعادہ ضروری ہے

جن امور کو بھول کر کرنے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اگر وہ امور قصداً کئے جائیں تو سجدۂ سہو سے اس کا تدارک نہیں ہو سکتا بلکہ اس نماز کو لوٹانا واجب ہے۔ اور اگر نماز کے فرائض میں سے کوئی فرض عمداً چھوٹ جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے اس کے لئے سجدۂ سہو جائز نہیں بلکہ اس کا لوٹانا فرض ہے۔ اگر سجدۂ سہو واجب ہونے کی صورت میں سجدۂ سہو نہ کیا تب بھی اس نماز کا اعادہ واجب ہے۔

جن صوتوں میں نہ سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے اور نہ اعادہ ضروری ہوتا ہے

۱۔ سنت و مستحب کے ترک پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا اور نہ ہی نماز کا اعادہ لازم آتا ہے خواہ ترکِ سنت و مستحب سہواً ہوا ہو یا قصداً البتہ اعادہ مستحب ہے۔

۲۔ اگر کوئی ایسا واجب ترک ہوا جو نماز کے واجبات میں سے نہیں ہے بلکہ اس کا وجوب خارجی امر سے ہے تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا، مثلاً خلافِ ترتیب قرآن مجید پڑھنا یہ واجباتِ تلاوت میں سے ہے واجباتِ نماز میں سے نہیں اس لئے اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا لیکن سجدۂ تلاوت کی تاخیر پر سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے کیونکہ یہ قرأت کے تابع ہو کر واجبات نماز میں بھی شمار ہوگا۔

جن صورتوں میں سجدۂ سہو ساقط ہو جاتا ہے

۱۔ وقت تنگ ہونا، پس اگر صبح کی نماز میں پہلا سلام پھیرا اور ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا کہ سورج نکل آیا، یا جمعہ و عیدین کی نماز میں ان کا وقت جاتا رہا تو سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا اور نماز کا اعادہ بھی لازم نہیں ہوگا۔

۲۔ مکروہ و ممنوع وقت ہو جانا، پس اگر کسی شخص کو عصر کی نماز میں سجدۂ سہو واجب ہوا اور پہلا سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرنے سے پہلے سورج متغیر ہو گیا یا فجر کی نماز میں اس وقت سورج نکل آیا یا نصف النہار کا وقت ہو گیا تو سجدۂ سہو ساقط ہو گیا اور پھر اس نماز کا اعادہ بھی لازم نہیں ہے۔

۳۔ اگر سلام کے بعد کوئی چیز نماز کو توڑنے والی پائی گئی مثلاً حدث یا کلام کرنا وغیرہ تو اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو جائے گا پھر اگر وہ امر نمازی کے اپنے فعل سے واقع ہوا تو اعادہ واجب ہے ورنہ نہیں۔

۴۔ اگر کسی پر فرض نماز میں سہو واجب ہوا اور سلام سے قبل اس نے عمداً اس پر نفل نماز کی بنا کر لی تو نفل کے آخر میں سجدۂ سہو نہ کرے کیونکہ اب اس سے سجدۂ سہو ساقط ہو گیا لیکن ان فرضوں کا لوٹانا واجب ہوگا اور اگر فرضوں پر نفلوں کی بنا بھول کر ہو گئی تو سجدۂ سہو ساقط نہیں ہوگا، نفلوں کے آخر میں سجدۂ سہو کرے اس کے فرض اور دوگانہ نفل صحیح ہو جائیں گے۔

سجدۂ سہو واجب ہونے کے مسائل

قبل ازیں اصول بیان ہوئے اور اب ان کی جزئیات بیان ہوتی ہیں۔

اول: الحمد اور سورۃ کی قرأت کے متعلق جزئیات:

۱۔ اگر فرض کی پہلی یا دوسری یا پہلی دونوں رکعتوں میں یا واجب یعنی وتر اور سنتوں ونفلوں کی کسی رکعت میں سورۂ الحمد چھوڑ دی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر سورۂ الحمد کی ایک آیت بھی چھوڑ دی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ اگر سورۃ پڑھنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے یا رکوع میں یا رکوع سے سر اٹھانے کے بعد یاد آیا کہ الحمد نہیں پڑھی تو واپس لوٹے اور پہلے الحمد پڑھے پھر سورۃ اور رکوع کا اعادہ کرے تاکہ یہ امور ترتیب وار ادا ہو جائیں اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے، اگر رکوع کا اعادہ نہیں کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ اگر فرضوں کی اخیر کی دو رکعتوں یا ایک رکعت میں الحمد چھوڑی تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر فرض کی پہلی دو رکعتوں میں سے کسی رکعت میں یا وتر و سنتوں ونفلوں کی کسی بھی رکعت میں سورۃ ملانے سے پہلے الحمد دوبارہ پڑھی یا دوسری دفعہ آدھی سے زیادہ پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا لیکن اگر سورۃ ملانے کے بعد الحمد دوبارہ پڑھی یا فرضوں کی اخیر کی رکعتوں میں الحمد دوبارہ پڑھی تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا۔

۳۔ اگر فرضوں کی پہلی دو رکعتوں یا ان دونوں میں سے ایک رکعت میں یا وتروں وسنت و نفل کی کسی رکعت میں الحمد پڑھی اور بھول کر سورۃ چھوڑ دی یا تین آیتوں کی مقدار سے کم قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔ اگر بغیر سورۃ پڑھے رکوع میں چلا گیا پھر یاد آیا تو رکوع سے واپس لوٹے اور سورت پڑھے پھر دوبارہ رکوع کرے اور اس پر سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا اگر صرف الحمد یا صرف سورۃ چھوٹ جائے اور رکوع میں یاد آنے کی صورت میں اس کو پڑھنے کے لئے رکوع سے واپس نہ لوٹے بلکہ اسی طرح نماز پوری کرلے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرلے تب بھی نماز صحیح ہو جائے گی۔

۴۔ اگر فرضوں کی اخیر کی دونوں یا ایک رکعت میں الحمد کے ساتھ سورۃ ملائی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اگرچہ قصداً ملائی ہو لیکن امام کو اس سے بچنا چاہئے۔

۵۔ اگر الحمد سے پہلے سورۃ پڑھی، اگر کم از کم ایک آیت پڑھی ہو تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اس سے کم پڑھی ہو تو سجدۂ سہو واجب نہیں۔

۶۔ اگر بھول کر رکوع یا سجدۂ یا پہلے قعدے میں قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر اخیر قعدہ میں تشہد سے پہلے قرأت کی تب بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر تشہد کے بعد قرأت کی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اور نماز درست ہوگی۔

۷۔ اگر سجدے کی آیت پڑھی اور سجدۂ تلاوت متصل کرنا بھول گیا پھر آگے زیادہ پڑھنے کے بعد یاد آیا اور سجدۂ تلاوت کیا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

دوم: فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں کو قرأت کے لئے معین کرنا واجب ہے، پس اگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ ملانا بھول گیا تو پچھلی دونوں رکعتوں میں سورۃ ملائے اور سجدۂ سہو کرے اور اگر پہلی رکعتوں میں سے ایک رکعت میں بھولے سے سورۃ نہ ملائی تو پچھلی ایک رکعت میں سورۃ ملالے اور سجدہ سہو کرے اور اگر پچھلی رکعتوں میں سورت ملانا یاد نہ رہا اور بالکل اخیر رکعت میں التحیات پڑھتے وقت یاد آیا تب بھی سجدۂ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی۔

سوم: نماز کی ہر رکعت میں جو فعل مکرر ہے اس میں ترتیب واجب ہے اس لئے اس کے خلافِ ترتیب واقع ہونے سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے، مثلاً اگر کسی سے کسی رکعت میں ایک سجدہ چھوٹ گیا اور آخر نماز میں یاد آیا تو وہ سجدۂ نماز ادا کرے اور پھر قعدہ کر کے سجدۂ سہو کرے پھر قعدہ کر کے سلام پھیرے اس سے پہلے جتنے ارکان کر چکا ہے ان کا اعادہ واجب نہیں ہے۔

چہارم: تعدیل ارکان، اگر بھولے سے تعدیلِ ارکان نہ کرے یعنی رکوع و قومہ و دونوں سجدوں میں اور دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں کم از کم ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار نہ ٹھہرے تو سجدۂ سہو واجب ہوگا اور اگر دانستہ ایسا کرے تو اس نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

پنجم: اگر فرض نماز کا پہلا قعدہ بھولے سے کھڑا ہونے لگے تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہو بیٹھ جائے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر کھڑا ہونے کے قریب ہو جائے تو قعدے کو چھوڑ دے اور کھڑا ہو جائے پھر آخر میں سجدۂ سہو کر لے نماز ہو جائے گی۔ (مزید تفصیل آگے آتی ہے۔)

ششم: تشہد (التحیات) پڑھنا۔

۱۔ پہلے یا دوسرے قعدہ میں تشہد بالکل نہ پڑھا یا کچھ تشہد پڑھا اور کچھ نہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہے خواہ وہ نماز فرض ہو یا واجب یا سنت یا نفل ہو۔

۲۔ اگر تشہد کی بجائے الحمد یا کوئی سورت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔

۳۔ اگر فرض نماز کی پہلی رکعت کے قیام میں الحمد سے پہلے تشہد یا دعائے قنوت پڑھی تو سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اور اگر فرض نماز کی دوسری رکعت میں الحمد سے پہلے تشہد پڑھا تو اس میں اختلاف ہے، صحیح یہ ہے کہ تب بھی سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا اور اگر تیسری و چوتھی رکعت میں الحمد سے پہلے تشہد پڑھا، یا تسبیح وغیرہ کچھ ذکر پڑھا، یا الحمد کے ساتھ قرأت کی تب بھی سجدۂ سہو واجب نہیں

ہوگا۔ فرضوں کے علاوہ باقی نمازوں کی سب رکعتوں کے لئے وہی حکم ہے جو فرض نماز کے پہلے دوگانے کا بیان ہوا، اور اگر فرض نماز کی پہلی ایک یا دو رکعتوں میں اور وتر و سنت و نفل کی کسی بھی رکعت میں الحمد کے بعد تشہد پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

۴۔ اگر فرض یا غیر فرض کسی نماز کے پہلے قعدے میں دو بار تشہد پڑھا، یا فرض و واجب و سنتِ مؤکدہ کے پہلے قعدے میں التحیات کے بعد درود شریف بقدر اللّٰھمّ صلّ علی محمدٍ یا اس سے زیادہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، اس مقدار سے کم پڑھا تو سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا، نفل و سنتِ غیر مؤکدہ کے پہلے قعدہ میں اسقدر یا زیادہ درود شریف پڑھ جانے سے بھی سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

ہفتم: اگر رکوع کی جگہ سجدہ کیا یا سجدے کی جگہ رکوع کیا یا کسی رکن کو دو بار کر دیا یا کسی رکن کو اس کے موقع سے آگے یا پیچھے کر دیا تو ان سب صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

ہشتم: کھڑا ہونے کی جگہ بیٹھنا یا بیٹھنے کی جگہ کھڑا ہونا۔

۱۔ اگر امام یا منفرد فرض یا وتر نماز کا پہلا قعدہ بھول کر کھڑا ہونے لگا تو جب تک بیٹھنے کے قریب ہے بیٹھ جائے اور تشہد پڑھے اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں اور اگر سیدھا کھڑا ہوگیا یا کھڑا ہونے کے قریب ہوگیا تو واپس نہ لوٹے قعدے کو ترک کر دے آخر میں سجدۂ سہو کر لے نماز ہو جائے گی اور اگر پھر بھی واپس قعدے کی طرف لوٹ گیا تو صحیح مذہب یہ ہے کہ اس کی نماز ادا ہو جائے گی، لیکن ایسا کرنے سے گنہگار ہوگا اور اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا۔

۲۔ فرضوں اور وتروں کے آخری قعدہ اور سنتوں و نفلوں کے ہر قعدہ کو بھولے سے ترک کر کے کھڑا ہونے کے بعد یاد آنے پر لوٹ آنا لازمی ہے اور اس پر سجدۂ سہو بھی واجب ہے۔

۳۔ اگر کسی مقتدی کو یہ صورتیں پیش آئیں تو وہ امام کی متابعت کرے۔

۴۔ اگر کوئی شخص چار رکعت والی فرض نماز میں چوتھی رکعت پر بیٹھنا بھول گیا اگر بیٹھنے کے قریب ہے تو بیٹھ جائے اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں اگر سیدھا کھڑا ہوگیا یا کھڑا ہونے کے قریب ہوگیا تو یاد آنے پر قعدے کی طرف لوٹ جائے اور سجدۂ سہو کر لے حتیٰ کہ اگر اس رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے کسی وقت بھی یاد آنے پر لوٹ جائے اور سجدہ سہو کر لے تو اس کی نماز درست ہو جائے گی اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تو اب نہ لوٹے بلکہ اگر چاہے تو ایک رکعت اور ملا کر دوگانہ پورا کر کے سلام پھیر دے اور سجدۂ سہو نہ کرے یہ سب نماز نفل ہو جائے گی لہذا فرض نماز کا اعادہ کرے اور اگر چاہے تو چھٹی رکعت نہ ملائے بلکہ پانچویں رکعت پر ہی سلام پھیر دے اس صورت

میں بھی یہ چار رکعت نفل ہوں گی اور اس پر فرض کا اعادہ لازم ہے، پہلی صورت یعنی چھ رکعت پوری کر لینا مندوب و بہتر ہے اور قعدۂ اخیرہ کو ترک کر کے کھڑا ہونا خواہ عمداً ہو یا سہواً دونوں کا حکم ایک ہی ہے کہ اگر زائد رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست ہو جائے گی اور زائد رکعت کا سجدہ کر لینے کے بعد فرض نماز نفل نماز کی طرف منتقل ہو جائے گی اور فرض کا اعادہ لازم ہوگا۔

۵۔ اگر فرضوں کی چوتھی رکعت پر بقدر تشہد بیٹھا اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو گیا تو پانچویں رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے جب یاد آ جائے بیٹھ جائے اور التحیات نہ پڑھے بلکہ بیٹھ کر اسی وقت سلام پھیر کر سجدۂ سہو کرے اور پھر قعدہ کر کے التحیات و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کر چکا تب یاد آیا تو ایک رکعت اور ملا کر چھ رکعت پوری کر لے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے اس کی چار رکعتیں فرض اور دو رکعت نفل ہو جائیں گی، اگر مغرب کی نماز میں ایسا ہو تو بھی یہی حکم ہے، اگر اس صورت میں چار رکعتی فرض میں پانچویں رکعت اور مغرب میں چوتھی رکعت پر سلام پھیر دیا اور دوسری رکعت نہ ملائی تب بھی اس کی نماز درست ہو جائے گی اور وہ ایک رکعت بیکار ہو جائے گی لیکن ایسا کرنا مسنون طریقہ کے خلاف اور برا فعل ہے۔

۶۔ چار رکعت سنتِ مؤکدہ کے بیچ کا قعدہ ترک کرنے کا حکم بھی چار رکعتی فرضوں کی مانند ہے۔

۷۔ اگر چار رکعت نماز نفل یا سنتِ غیر موکدہ پڑھی اور بیچ کے قعدے میں بیٹھنا بھول گیا تو جب تک تیسری رکعت کا سجدۂ نہ کیا ہو تب تک یاد آنے پر بیٹھ جانا چاہئے اخیر میں سجدۂ سہو کرے اور اگر تیسری رکعت کا سجدہ کر لیا تو وہ چار رکعت پوری کر کے سجدۂ سہو کر لے تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔

نہم: قنوتِ وتر،

اگر بھول کر دعائے قنوت چھوٹ گیا اور سورت پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو سجدۂ سہو لازم ہوگا اور اگر قنوت کی تکبیر چھوٹ گئی تب بھی سجدۂ سہو واجب ہے، بعض کے نزدیک یہ تکبیر واجب نہیں ہے اس لئے اس کے ترک پر سجدۂ سہو واجب نہیں۔ علامہ شامیؒ نے واجباتِ نماز کے بیان میں اسی کو ترجیح دی ہے، اگر بھولے سے وتر کی پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ دی تو تیسری رکعت میں پھر پڑھے اور سجدۂ سہو کرے، اگر نماز وتر میں دعائے قنوت کی جگہ سبحانک اللھم الخ پڑھ گیا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں ہے اگر اس وقت یاد آ جائے تو دعائے قنوت بھی پڑھ لینا بہتر ہے۔

دہم: عیدین کی تکبیریں۔

اگر عیدین کی زائد چھ تکبیریں بھولے سے چھوڑ دیں یا کم یا زیادہ کیں یا ان کو اپنی جگہ کے علاوہ دوسری جگہ ادا کیا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اگر امام عیدین کی تکبیریں بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو قیام کی طرف لوٹے اور تکبیریں کہہ کر رکوع کرے اور سجدۂ سہو کرے، لیکن جمعہ و عیدین میں جبکہ جماعتِ کثیرہ ہو تو امام کے لئے بہتر یہ ہے کہ سجدۂ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ (گڑبڑ) میں نہ پڑیں۔

یازدہم: جہر اور آہستہ پڑھنے میں سہو ہونا۔

۱۔ اگر امام نے آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کیا یا جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، اس کی مقدار امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک چھوٹی آیت ہے اور صاحبین کے نزدیک تین چھوٹی آیتیں ہیں یہی اصح ہے اور الحمد اور دیگر قرأت کا اس بارے میں یکساں حکم ہے۔

۲۔ اگر منفرد نمازی نے جہر کی جگہ آہستہ پڑھا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں اور آہستہ پڑھنے کی جگہ جہر کرنے پر سجدۂ سہو واجب ہونے میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اس پر سجدۂ سہو واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک سرّی نماز میں منفرد پر بھی آہستہ پڑھنا واجب ہے اور بعض کے نزدیک یہ واجب نہیں ہے اس لئے اس پر سجدۂ سہو بھی واجب نہیں ہے۔ یہ ظاہر الروایۃ ہے اور اکثر فقہا کا اسی پر فتویٰ ہے۔

دوازدہم: رکن کی مقدار تفکر کرنا۔

۱۔ اگر الحمد پڑھ کر سوچنے لگا کہ کونسی سورۃ پڑھوں اور ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار سوچتا رہا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اسی طرح اگر پڑھتے پڑھتے درمیان میں اتنی دیر رُک گیا یا پہلے یا دوسرے قعدہ میں فوراً التحیات شروع نہیں کی بلکہ اتنی دیر رکا رہا یا رکوع سے اُٹھ کر یا دونوں سجدوں کے درمیان کے جلسہ میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار سوچتا رہا تو سجدۂ سہو واجب ہوگا، اسی طرح اگر نماز میں یہ شک ہوا کہ تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار اور ایک رکن کی مقدار خاموش سوچتا رہا یا چوتھی رکعت کے لئے کھڑا ہونے میں تاخیر ہوگئی اس لئے اس پر بھی سجدۂ سہو واجب ہوگا، اگر تفکر سے ادائے فرض یا ادائے واجب میں کوئی تاخیر واقع نہیں ہوئی یعنی وہ ارکان و واجبات نماز ادا کرتا رہا اور سوچتا بھی رہا تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا۔ تفکر کی مقدار ہر جگہ ایک رکن ادا ہوسکنے یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکنے کی مقدار ہے لیکن قرأت میں جس قدر کم از کم قرأت سے نماز جائز ہوجاتی ہے اس کی مقدار اور تشہد کے بعد اللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمّدٍ کی مقدار معتبر

ہے کیونکہ یہ بھی اندازاً تین تسبیح کی مقدار ہی ہے۔
سیزدہم: تکرارِ رکن۔ اگر بھولے سے دو رکوع یا تین سجدے کر لئے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔

سجدۂ سہو کے متفرق مسائل

۱۔ امام کے سہو سے امام اور مقتدی سب پر سجدۂ سہو واجب ہے خواہ مقتدی مدرک یعنی امام کے ساتھ شروع سے پوری نماز پانے والا ہو یا لاحق ہو یا مسبوق ہو اور خواہ وہ امام کے سہو کے بعد شریک ہوا ہو، اگر کوئی شخص ایسے وقت میں جماعت میں شریک ہوا جبکہ امام سہو کا ایک سجدہ کر چکا ہے تو دوسرے سجدے میں اس کی متابعت کرے اور پہلے سجدے کو قضا نہ کرے اور گر امام کے سہو کے دونوں سجدے کر لینے کے بعد جماعت میں شریک ہوا تو دونوں سجدے اس سے ساقط ہو گئے وہ ان کو قضا نہ کرے۔

۲۔ اگر امام کے پیچھے مقتدی سے کوئی ایسا سہو ہو جائے جس سے سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے تو مقتدی پر اس کے اپنے سہو سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

۳۔ مسبوق سجدہ سہو میں امام کی متابعت کرے۔

۴۔ اگر مسبوق کو امام کے سلام کے بعد اپنی باقی (مسبوقانہ) نماز کے پڑھنے میں سہو ہو گیا تو وہ اس کے لئے اخیر نماز میں سجدۂ سہو کرے۔

۵۔ جب امام ختم نماز کا سلام پھیرے تو مسبوق امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے اگر وہ قصداً سلام پھیر دے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی، اگر مسئلہ معلوم نہیں تھا اور اس نے یہی سمجھا کہ اس کو بھی امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے تو یہ بھی قصداً سلام پھیرنا ہوا، اور اگر اس نے سہواً سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی لیکن اگر اس کا سلام امام کے سلام کے بالکل ساتھ واقع ہوا تو اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے اور اگر مسبوق نے امام کے سلام کے بعد سلام پھیرا تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہوگا اس لئے وہ کھڑا ہو کر مسبوقانہ نماز پوری کر کے آخر میں سجدۂ سہو کرے اور پھر قعدہ کر کے تشہد و درود و دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔

۶۔ مسبوق کو چاہئے کہ امام کے سلام کے وقت تھوڑی دیر ٹھہرا رہے یعنی جب امام دوسری طرف کا سلام پھیر لے تب اپنی بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہو تا کہ معلوم ہو جائے کہ امام پر کوئی سجدۂ سہو تو نہیں ہے۔

۷۔ اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہیں کیا اور اپنی بقیہ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا اس

سے سجدۂ سہو ساقط نہیں ہوگا پس وہ اپنی نماز کے اخیر میں سجدۂ سہو کرے، اور اگر اس کو اپنی بقیہ نماز میں بھی سہو ہو جائے تو دونوں سہوؤں کے لئے ایک ہی دفعہ سجدۂ سہو کے دو سجدے کر لینا کافی ہے۔

۸۔ امام کے سہو سے لاحق پر بھی سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے لیکن وہ اپنی لاحقانہ نماز پوری کرنے سے پہلے امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہ کرے اگر وہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے گا تو اس کا اعتبار نہیں اور اس کی نماز فاسد بھی نہیں ہوگی پس وہ پہلے اپنی لاحقانہ نماز پوری کرے اور اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کرے۔

۹۔ اگر لاحق کو اپنی لاحقانہ نماز میں سہو ہو جائے تو اس پر سجدۂ سہو لازم نہیں اس لئے کہ وہ حکماً مقتدی ہے۔

۱۰۔ نمازِ خوف میں پہلا گروہ لاحق کے حکم میں ہے اس لئے اگر امام سجدۂ سہو کرے تو یہ لوگ امام کے ساتھ سجدۂ سہو نہ کریں بلکہ جب اپنی نماز پوری کر چکیں اس وقت سجدۂ سہو کریں، اور دوسرا گروہ مسبوق کے حکم میں ہے اس لئے یہ لوگ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کریں (تفصیل نمازِ خوف کے بیان میں مذکور ہے)۔

۱۱۔ مقیم مقتدی مسافر امام کے پیچھے نماز پڑھے تو صرف قرأت کے حق میں وہ لاحق ہے اس لئے وہ اکیلا ہونے کے بعد باقی نماز میں قرأت نہ کرے لیکن سجدۂ سہو میں مسبوق کے حکم میں ہے۔ اس لئے امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے اور اگر اس کو اپنی نماز میں بھی سہو ہو جائے تو آخر میں بھی سجدۂ سہو کرے۔

۱۲۔ اگر سہو کے سجدے میں یا اس کے بعد سہو ہوا تو دوبارہ سجدۂ سہو واجب نہ ہوگا کیونکہ اس طرح یہ سلسلہ کبھی ختم نہ ہوگا اور نماز میں ایک ہی دفعہ سجدۂ سہو شروع ہے۔

۱۳۔ چار یا تین رکعت والی نماز میں بھولے سے یا اس خیال سے کہ وہ چار یا تین رکعتیں پوری ہوگئیں دو رکعت پر سلام پھیر دیا تو جب تک کوئی ایسی بات نہ کرے جس سے نماز ٹوٹ جاتی ہے کھڑا ہو کر اس نماز کو پورا کر لے اور سجدۂ سہو کر لے البتہ اگر سلام پھیرنے کے بعد کوئی ایسی بات ہوگئی جس سے نماز جاتی رہتی ہے تو نئے سرے سے نماز پڑھے۔

مسائلِ شک

۱۔ شک کی صورت میں کسی طرف گمان غالب ہو جائے تو اس کو اختیار کرنا لازمی ہے اور اس

پر سجدۂ سہو واجب نہیں لیکن اگر تفکر کرتے ہوئے ایک رکن (تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے) کی مقدار تاخیر ہو جائے تو اس کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور اگر کسی طرف گمان غالب نہ ہو سکے تو کمی کی جانب کو اختیار کرنا چاہئے تفصیل آگے آتی ہے، اور اس پر مطلقاً سجدۂ سہو واجب ہے خواہ ایک رکن مقدار تفکر کرے یا نہ کرے۔

۲۔ اگر کسی کو نماز میں شک ہوا کہ مثلاً تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار، اگر ایسا اتفاق پہلی دفعہ ہوا یعنی اس کی عادت بھولنے کی نہ ہو تو وہ پہلی نماز کو توڑ دے اور نئے سرے سے نماز پڑھے، اور اگر کسی کو شک کرنے کی عادت ہے اور اکثر اس کو شبہ پڑ جاتا ہے تو دل میں سوچ کر گمان غالب پر عمل کرے اور سجدۂ سہو نہ کرے اور اگر سوچنے کے بعد بھی دونوں طرف برابر خیال رہے تو کمی کی جانب کو مقرر کر لے کیونکہ یہ یقینی ہے مثلاً کسی کو شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری تو پہلی مقرر کر لے اور اگر یہ شک ہے کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تو دوسری مقرر کر لے اور اگر یہ شک ہو کہ تیسری ہے یا چوتھی تو تیسری رکعت مقرر کر لے اور شک کے بعد کی ہر رکعت پر قعدہ کرے تاکہ قعدے کا فرض یا واجب ترک نہ ہو اور آخری قعدہ میں سجدۂ سہو کرے، پس اگر چار رکعتی فرض نماز میں یہ شک ہوا کہ یہ پہلی رکعت ہے یا دوسری اور کسی طرف گمان غالب نہیں ہوا تو پہلی ہی سمجھے اور اس پہلی رکعت کو پڑھ کر قعدہ کرے اور التحیات پڑھے کہ شاید یہ دوسری رکعت ہو پھر دوسری رکعت پڑھے اور اس میں الحمد کے بعد سورۃ بھی پڑھے اور اس پر بھی بیٹھے اور التحیات پڑھ کر کھڑا ہو کر تیسری رکعت پڑھے اس میں صرف الحمد پڑھے اور قعدہ بھی کرے کہ شاید یہ چوتھی رکعت ہو پھر چوتھی رکعت پڑھے اور قعدہ کرے اس قعدہ میں سجدۂ سہو کر کے نماز ختم کرے۔ اور اگر یہ شک ہو کہ دوسری رکعت ہے یا تیسری تب بھی یہی حکم ہے کہ اس کو دوسری مقرر کر لے اور دوسری رکعت پر قعدہ کر کے تیسری رکعت پڑھے اور قعدہ بھی کرے کہ شاید یہ چوتھی ہو پھر چوتھی رکعت پڑھ کر قعدہ کرے اور سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے علیٰ ہذا القیاس تیسری اور چوتھی میں شک ہو تو تیسری مقرر کر لے اور دو رکعتی نماز میں پہلی یا دوسری رکعت ہونے کا شک ہو تو پہلی مقرر کر لے اور اس رکعت پر قعدہ کر کے ایک رکعت اور پڑھ کر نماز پوری کرے اور سجدۂ سہو بھی کرے۔

۳۔ اگر نماز پڑھنے کے بعد شک ہوا تو اس شک کا اعتبار نہیں لیکن اگر کوئی احتیاطاً نئے سرے سے نماز پڑھ لے تو اچھا ہے تاکہ دل کی کھٹک نکل جائے اور شبہ باقی نہ رہے لیکن اگر ٹھیک یاد آ جائے تو اس کے مطابق عمل کرے پس اگر تشہد سے فارغ ہونے کے بعد سلام سے پہلے یا سلام

پھیرنے کے بعد شک ہوا تو نماز کے جواز کا حکم دیا جائے گا اور اگر سلام پھیرنے سے پہلے یا سلام پھیرنے کے بعد نماز توڑنے والا کوئی فعل سرزد ہونے سے پہلے یقین ہوگیا کہ مثلاً تین ہی رکعتیں ہوئی ہیں تو پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کر لے۔

۴۔ اگر وتر کی نماز میں حالت قیام میں یہ شک ہوا کہ یہ دوسری رکعت ہے یا تیسری اور کسی طرف گمان غالب نہیں تو اس رکعت میں دعائے قنوت پڑھے اور رکعت پوری کر کے قعدہ کرے پھر کھڑا ہو کر ایک رکعت اور پڑھے اور اس میں بھی دعائے قنوت پڑھے اور اخیر میں سجدۂ سہو کرے۔

۵۔ نماز کے اندر شک ہوا کہ مسافر ہے یا مقیم تو چار رکعتیں پڑھے اور اس کو احتیاطاً دوسری رکعت پر قعدہ کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔

۶۔ امام کو دوسری رکعت کے سجدے کرنے کے بعد شک ہوا کہ پہلی رکعت ہے یا دوسری یا یہ شک ہوا کہ تیسری ہے یا چوتھی تو اپنے مقتدیوں کی طرف گوشۂ چشم سے دیکھ لے اور اس پر اعتماد کر لے پس اگر وہ کھڑے ہو جائیں تو یہ بھی کھڑا ہو جائے اور وہ بیٹھے ہوں تو یہ بھی بیٹھا رہے اور اس پر سجدۂ سہو واجب نہیں جبکہ شک باقی نہ رہے۔

۷۔ اگر کسی کو شک ہوا کہ نماز پڑھی ہے یا نہیں، اگر وقت باقی ہے تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے اور اگر وقت نکل گیا تو پھر کچھ واجب نہیں لیکن اگر یقین ہو جائے تو قضا کرے۔

سجدۂ تلاوت کا بیان

تمام قرآن مجید میں چودہ مقام ایسے ہیں جن کو پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہو جاتا ہے وہ یہ ہیں۔ ۱۔ سورۂ اعراف کے اخیر میں، ۲۔ سورۂ رعد کے دوسرے رکوع میں، ۳۔ سورۂ النحل کے پانچویں رکوع میں، ۴۔ سورۂ بنی اسرائیل کے بارہویں رکوع میں، ۵۔ سورۂ مریم کے چوتھے رکوع میں، ۶۔ سورۂ الحج کے دوسرے رکوع میں، ۷۔ سورۂ فرقان کے پانچویں رکوع میں، ۸۔ سورۂ نمل کے دوسرے رکوع میں، ۹۔ سورۂ الم تنزیل السجدہ کے دوسرے رکوع میں، ۱۰۔ سورۂ ص کے دوسرے رکوع میں، ۱۱۔ سورۂ حم سجدہ کے پانچویں رکوع میں، ۱۲۔ سورۂ النجم کے اخیر میں، ۱۳۔ سورۂ اذا السماء انشقت میں، ۱۴۔ سورہ اقراء میں، آیتِ سجدہ کے مقام پر عوام کی سہولت کے لئے قرآن مجید کے حاشیہ پر لفظ سجدہ لکھا ہوا رہتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کا مسنون طریقہ

جس طرح نماز کا سجدہ کیا جاتا ہے سجدۂ تلاوت بھی اسی طرح کرنا چاہئے، بعض لوگ قرآن شریف پر ہی سجدہ کر لیتے ہیں اس سے سجدہ ادا نہیں ہوتا، پس جب سجدۂ تلاوت کرے تو کھڑا ہو کر سجدۂ تلاوت کی نیت دل میں کرے اور زبان سے بھی یہ کہہ لینا بہتر ہے۔ نویت ان اسجد للّٰہ تعالیٰ عن تلاوۃ القران (اردو میں یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سجدۂ تلاوت کرتا ہوں) پھر ہاتھ اٹھائے بغیر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور کم سے کم تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے اور کھڑا ہو جائے، سجدۂ تلاوت میں تشہد پڑھنے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں، اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں چلا جائے اور سجدہ کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے سے سر اٹھائے اور بیٹھ جائے کھڑا نہ ہو تب بھی درست ہے لیکن کھڑا ہو کر پھر سجدے میں جانا اور پھر کھڑا ہو جانا بہتر ہے اگر نماز میں آیتِ تلاوت کے بعد فی الفور سجدۂ تلاوت کرے تو نیت ضروری نہیں ہے۔

شرائط فرائض وسنن ومستحبات ومفسداتِ سجدۂ تلاوت

۱۔ سجدۂ تلاوت کے لئے بھی سب وہی شرطیں ہیں جو نماز کی شرطیں ہیں، مثلاً طہارت و استقبالِ قبلہ ونیت وستر عورت وغیرہ سوائے تکبیر تحریمہ کے کہ یہ سنت ہے، یہ نیت کرنا شرط نہیں کہ فلاں آیت کا سجدہ ہے مطلقاً سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا کافی ہے۔

۲۔ اس کا فرض پیشانی کا زمین پر رکھنا ہے، نماز میں آیتِ سجدہ کے متصل رکوع کرنا اس کا قائم مقام ہے اور معذور کے لئے اشارے سے ادا کرنا کافی ہے۔

۳۔ سجدۂ تلاوت کے لئے دو تکبیریں کہنا سنت ہے اور امام کے لئے ان کا جہر سے کہنا سنت ہے، سجدے میں تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہنا سنت ہے۔

۴۔ کھڑا ہو کر سجدے میں جانا اور سجدے کے بعد کھڑا ہونا یہ دونوں قیام مستحب و افضل ہیں، سجدۂ تلاوت کے لئے اللہ اکبر کہتے وقت ہاتھ اٹھانا، التحیات پڑھنا اور سلام نہیں ہے۔

۵۔ جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے انہی چیزوں سے سجدہ تلاوت بھی فاسد ہو جاتا ہے لہٰذا اس سجدے کا اعادہ واجب ہوگا لیکن سجدۂ تلاوت میں قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا البتہ سجدہ باطل ہو جاتا ہے اور عورت کی محاذات سے سجدۂ تلاوت فاسد نہیں ہوتا۔

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے اسباب

سجدۂ تلاوت واجب ہونے کے تین سبب ہیں۔

ا۔ آیتِ سجدہ کو خود تلاوت کرنا، جس طرح پوری آیتِ سجدہ کی تلاوت سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے آیتِ سجدہ کا بعض حصہ تلاوت کرنے سے بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ جو لفظ سجدے پر دلالت کرتا ہے اس کے ساتھ ایک کلمہ شروع میں یا بعد میں ملا کر پڑھا ہو، آیتِ سجدہ لکھنے یا اس پر نظر کرنے یا زبان کے بغیر صرف دل میں پڑھنے یا بچوں کو ہجے کرانے کی طرح ایک ایک حرف کرکے پڑھنے سے سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہوتا۔ اگر سجدہ کی آیت کا ترجمہ اردو، فارسی وغیرہ کسی زبان میں پڑھا تو پڑھنے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا خواہ اس کو معلوم ہو کہ یہ آیتِ سجدہ کا ترجمہ ہے یا معلوم نہ ہو، لیکن سننے والے پر آیتِ سجدہ کے ترجمے سے اس وقت سجدۂ تلاوت واجب ہوگا جبکہ اس کو معلوم ہوجائے کہ یہ آیت سجدہ کا ترجمہ ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ اگر بہرے آدمی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے، کسی نے سوتے ہوئے آیتِ سجدہ پڑھی اگر کسی نے اس کو جاگنے پر خبر دیدی تو سجدۂ تلاوت واجب ہوگا ورنہ نہیں۔

۲۔ آیت سجدہ کا کسی انسان سے سننا، خواہ قصداً اس نے یا بغیر قصد کے سننے میں آجائے اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، کسی پرندے سے آیتِ سجدہ سنی یا گنبد کے اندر یا پہاڑ یا جنگل میں بلند آواز سے پڑھنے والے کی آواز ٹکرا کر جب واپس لوٹی تو آیتِ سجدہ اس گونج کی آواز سے سنی تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں ہے، اگر کسی نے نشے کی حالت میں آیتِ سجدہ پڑھی تو پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، اگر بے وضو آیت سجدہ پڑھی یا سنی تو اس پر بھی سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔ اگر کسی نے سوتے ہوئے آدمی سے آیتِ سجدہ سنی تو اصح یہ ہے کہ اس پر سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔

۳۔ ایسے شخص کی اقتدا کرنا جس نے آیتِ سجدہ تلاوت کی ہو خواہ اس کی اقتدا سے پہلے تلاوت کی ہو یا اقتدا کے بعد کی ہو، خواہ امام نے آہستہ تلاوت کی ہو، سب مقتدیوں پر امام کے ساتھ سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے، عورت نے اگر اپنی نماز میں سجدہ کی آیت پڑھی اور ابھی سجدہ نہیں کیا تھا کہ اس کو حیض آگیا تو وہ سجدہ اس سے ساقط ہوگیا۔

نماز میں آیتِ سجدہ پڑھنے کے مسائل

ا۔ اگر امام سجدہ کی آیت پڑھے تو اسی وقت سجدہ کرے اور مقتدی بھی اس کے ساتھ سجدہ

کریں خواہ وہ آیتِ سجدہ سنیں یا نہ سنیں، اور خواہ جہری نماز ہو یا سری، لیکن سری نماز میں مستحب یہ ہے کہ امام ایسا رکوع یا سورۃ یا اس کا حصہ تلاوت نہ کرے جس میں سجدہ والی آیت ہو۔

۲۔ اگر امام کے آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد اور سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے پہلے کوئی شخص اس نماز میں شریک ہوا تو وہ بھی امام کے ساتھ سجدہ کرے اور امام کے سجدۂ تلاوت کر لینے کے بعد شامل ہوا تو اب یہ سجدۂ تلاوت نہ کرے نہ نماز میں اور نہ نماز کے بعد، امام کا سجدہ اس کے لئے بھی کافی ہے۔

۳۔ اگر مقتدی نے آیتِ سجدہ پڑھی تو نہ خود اس پر سجدہ واجب ہوگا اور نہ اُس کے امام اور دوسرے مقتدیوں پر، نہ نماز میں اور نہ نماز کے بعد۔

۴۔ لیکن اگر اُس مقتدی سے آیتِ سجدہ سننے والا اُس مقتدی کی نماز میں شریک نہیں ہے تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا، خواہ سننے والا کوئی دوسری نماز اکیلا پڑھ رہا ہو یا کسی دوسری نماز کا امام یا مقتدی ہو، یا بالکل نماز میں نہ ہو لیکن دوسری نماز میں سننے کی صورت میں نماز کے بعد اس پر سجدۂ تلاوت کرنا واجب ہے، اگر نماز میں کیا تو ادا نہیں ہوگا بلکہ نماز کے بعد اس کا اعادہ کرنا واجب ہوگا اور اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لیکن کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا ہونے کی وجہ سے اس نماز کا بھی اعادہ واجب ہوگا۔

۵۔ سجدۂ تلاوت نماز کے اندر رکوع کرنے سے یا سجدہ کرنے سے ادا ہو جاتا ہے۔ لیکن سجدہ کرنا افضل ہے اور رکوع سے سجدۂ تلاوت ادا ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ فوراً بلا تاخیر ہو، اگر تاخیر کرے گا تو رکوع سے ادا نہیں ہوگا بلکہ اس کو سجدہ کرنا ہی متعین ہو جائے گا تاخیر سے مراد آیتِ سجدہ کے بعد تین آیت یا اس سے زیادہ پڑھ لینا ایک یا دو آیت کے پڑھ لینے سے تاخیر لازم نہیں آتی بلکہ وہ فی الفور ہی کے حکم میں ہے۔

۶۔ سجدہ کی آیت پڑھ کر رکوع کر دے تو رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا ہونے کے لئے رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت کی نیت کرنا بھی ضروری ہے اگر نیت نہ کی تو رکوع میں سجدۂ تلاوت ادا نہیں ہوگا اور اگر رکوع میں جانے کے بعد سجدۂ تلاوت کی نیت کی تو اظہر یہ ہے کہ جائز نہیں اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد نیت کی تو بالا جماع جائز نہیں، مقتدی کے لئے بھی یہی حکم ہے

۷۔ رکوع کرتے وقت سجدۂ تلاوت کی نیت کرتے ہوئے نماز کے رکوع کی بھی نیت کرے ورنہ نماز کا رکوع ادا نہیں ہوگا۔

۸۔ نماز کے سجدہ سے بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جاتا ہے جبکہ آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد فوراً رکوع کر کے پھر سجدہ کرے اور اس کے لئے نیت کرنا بھی ضروری نہیں ہے پس اگر امام نے رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کی ہو تو نماز کے سجدہ سے سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا اور مقتدیوں کے سجدۂ نماز سے مقتدیوں کا بھی سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا خواہ امام اور مقتدیوں نے سجدۂ تلاوت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو، اس لئے امام کو چاہئے کہ اگر آیتِ سجدہ کے بعد فوراً رکوع کرے تو اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے تاکہ سجدہ نماز میں سب کا سجدہ تلاوت بھی ادا ہو جائے۔

۹۔ اگر امام نے جہری نماز میں آیتِ سجدہ پڑھی تو سجدۂ تلاوت کرنا اولیٰ ہے اور اگر سرّی نماز میں پڑھی تو آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد رکوع کرنا اور اس میں سجدہ تلاوت کی نیت نہ کرنا اولیٰ ہے تاکہ مقتدیوں کو دھوکا نہ لگے اور نماز کے سجدہ سے سب کا سجدۂ تلاوت ادا ہو جائے گا۔

۱۰۔ جمعہ و عیدین و سری نمازوں میں اور جس نماز میں جماعت عظیم ہو امام کو سجدے کی آیت پڑھنا مکروہ ہے لیکن اگر آیت کے فوراً بعد نماز کے رکوع و سجود کر دے اور رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے تو کراہت نہیں ہے۔

۱۱۔ کسی نے نماز کے اندر سجدے کی آیت پڑھی اگر وہ آیت سورۃ کے بیچ میں ہے تو افضل یہ ہے کہ آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد سجدۂ تلاوت کرے پھر کھڑا ہو کر سورۃ ختم کرے اور رکوع کرے اور اگر اس وقت سجدۂ تلاوت نہ کیا بلکہ نماز کے لئے رکوع کر دیا اور اس میں سجدۂ تلاوت کی نیت بھی کر لی تب بھی جائز ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور اگر اسی وقت سجدہ یا رکوع نہ کیا اور سورت پوری کرنے کے بعد رکوع کیا تو اب رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت سے ادا نہیں ہوگا اب اس کو سجدۂ تلاوت الگ سے کرنا ہی متعین ہوگا اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو کرنا بھی واجب ہے اور اگر آیتِ سجدہ سورت کے آخر میں ہے تو افضل یہ ہے کہ اس کے پڑھنے کے بعد رکوع کر دے اور منفرد ہو تو رکوع میں سجدۂ تلاوت کی بھی نیت کر لے اور اگر امام ہو تو بہتر یہ ہے کہ رکوع میں سجدۂ تلاوت کی نیت نہ کرے کیونکہ نماز کے سجدہ میں امام اور مقتدیوں سب کا سجدۂ تلاوت بھی ادا ہو جائے گا اور اگر وہ آیتِ سجدہ کی تلاوت کے بعد سجدۂ تلاوت کرے تو اس کو چاہئے کہ سجدہ سے سر اٹھانے اور کھڑا ہونے کے بعد اگلی سورت میں سے کچھ پڑھے پھر رکعت کا رکوع کرے اگر سجدۂ تلاوت سے کھڑا ہونے کے بعد اگلی سورت میں سے کچھ نہ پڑھا اور رکوع کر دیا تب بھی جائز ہے۔

۱۲۔ اگر سجدۂ تلاوت فوراً یا ایک دو آیت پڑھنے کے بعد ادا نہیں کیا بلکہ اس سے آگے تین

آیت یا اس سے زیادہ تلاوت کر گیا تو اب نماز کے اندر جب بھی سجدۂ تلاوت کرے تاخیر کی وجہ سے آخر میں سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا حتیٰ کہ اگر قعدۂ اخیرہ میں بیٹھنے کے بعد یاد آئے تو سجدۂ تلاوت ادا کر کے قعدہ کرے پھر سجدۂ سہو کرے پھر قعدۂ اخیرہ کرے اس پر قعدہ اخیرہ کا اعادہ کرنا فرض ہے، اگر نماز کا سلام پھیرنے کے بعد یاد آیا تو جب تک اس سے کوئی منافی نماز فعل سرزد نہیں ہوا اس پر سجدۂ تلاوت ادا کرنا واجب ہے اور تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو بھی واجب ہوگا۔ اگر سورت کے ختم ہونے سے دو تین آیتیں پہلے آیتِ سجدہ ہو تو اختیار ہے کہ اسی وقت سجدۂ تلاوت کرے یا ختم سورۃ کے بعد کرے اور اگر وہ ختم سورت کے بعد سجدۂ تلاوت کرے تو پھر کھڑے ہو کر دوسری سورت سے کچھ پڑھ کر رکعت کا رکوع کرنا افضل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

۱۳۔ اگر نماز میں سجدۂ تلاوت اس کی جگہ پر کرنا بھول گیا اور تین آیت یا زیادہ آگے بڑھنے کے بعد یاد آیا، یا رکوع یا سجدہ یا قعدہ میں یاد آیا تو جس وقت یاد آیا اسی وقت سجدۂ تلاوت کر لے پھر جس رکن میں تھا اسی رکن میں آجائے اور استحساناً اس رکن کا اعادہ کرے اگر اس رکن کا اعادہ نہ کیا تب بھی اس کی نماز جائز ہوگی، سوائے قعدۂ اخیرہ کے کہ اس کا اعادہ فرض ہے اور ان سب صورتوں میں اس پر تاخیر کی وجہ سے سجدۂ سہو واجب ہوگا، عمداً تاخیر کرنے کی صورت میں بھی سلام سے پہلے تک یہی حکم ہے اور عمداً تاخیر کرنے کا گناہ بھی ہوگا۔ اگر نماز میں پڑھی ہوئی آیتِ سجدہ کا سجدۂ تلاوت نماز میں ادا نہ کیا تو سلام پھیرنے اور منافی نماز فعل سرزد ہونے کے بعد اب ادا نہیں کر سکتا اور سوائے توبہ واستغفار کے اس کی اور کوئی معافی کی صورت نہیں ہے۔

۱۴۔ جو سجدۂ تلاوت نماز سے باہر واجب ہوا ہے وہ نماز میں ادا نہیں ہوگا اور جو سجدۂ تلاوت نماز میں واجب ہوا ہے وہ نماز سے باہر ادا نہیں ہوگا بلکہ دوسری نماز میں بھی ادا نہیں ہوگا اس کے لئے توبہ واستغفار کرتا رہے۔

۱۵۔ اگر نماز میں پڑھی ہوئی آیتِ سجدہ کا سجدۂ تلاوت ادا کرنے سے پہلے حیض ونفاس کے علاوہ کسی اور وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی تو اب یہ سجدہ نماز سے باہر ادا کرنا واجب ہے۔ حیض و نفاس کی وجہ سے عورت کی نماز فاسد ہونے کی صورت میں سجدۂ تلاوت اس سے ساقط ہو جائے گا۔

۱۶۔ اگر امام نے سجدہ کی آیت پڑھی اور سجدۂ تلاوت نہ کیا تو مقتدی بھی نہ کرے۔

تداخلِ سجودِ تلاوت وتبدیل واتحادِ مجلس کا بیان

۱۔ تداخل کا مطلب یہ ہے کہ ایک سجدۂ تلاوت دوسرے کے تابع ہوکر ایک ہی سجدۂ تلاوت کافی ہو جائے اور اس کی بنا آیت و مجلس کا متحد ہونا ہے پس ایک ہی آیت کو ایک ہی مجلس میں مکرر پڑھنے یا مکرر سننے سے ہر پڑھنے یا سننے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک آیت کو خود پڑھا اور اسی آیت کو اسی مجلس میں کسی دوسرے سے سنا تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور جہاں ایک سجدہ کافی ہوتا ہے اس کا مکرر کرنا مندوب بھی نہیں ہے۔

۲۔ کئی سجدوں کے لئے ایک سجدہ کافی ہونے کی شرط یہ ہے کہ ایک ہی آیت ایک ہی مجلس میں متعدد مرتبہ پڑھی جائے، خواہ جتنی دفعہ پڑھی ہو ایک ہی سجدہ کافی ہے، خواہ اخیر میں سجدۂ تلاوت کر لے یا پہلی دفعہ پڑھنے کے بعد سجدہ کر لے اور پھر اُسی آیت کو بار بار پڑھتا رہے اور درمیان میں کسی وقت سجدہ کر لے اور اس کے بعد بھی اسی آیت کو پڑھتا رہے ان سب صورتوں میں وہی ایک ہی سجدۂ تلاوت کافی ہے۔ اگر نماز میں سجدے کی ایک ہی آیت کو کئی دفعہ پڑھے تب بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا خواہ سب دفعہ پڑھنے کے بعد اخیر میں سجدہ کرے یا پہلی دفعہ یا بیچ میں سجدہ کر لے۔

۳۔ سجدے کے مکرر ہونے کے لئے تین باتوں میں سے ایک بات کا پایا جانا ضروری ہے، اولؔ اختلافِ تلاوت یعنی ایک ہی مجلس میں سجدہ کی مختلف آیتیں تلاوت کرنا۔ دومؔ اختلاف سماعت یعنی ایک ہی مجلس میں مختلف آیاتِ سجدہ کا سننا، سومؔ اختلاف مجلس یعنی ایک ہی آیت کا مختلف مجلسوں میں سننا، اس سے معلوم ہوا کہ ایک سجدہ کافی ہونے کے لئے آیت و مجلس کا متحد ہونا شرط ہے پس اگر ایک ہی آیت مختلف مجلسوں میں پڑھی یا سنی یا مختلف آیتیں ایک ہی مجلس میں پڑھی یا سنی ہوں تو اُتنے ہی تلاوت کے سجدے واجب ہوں گے، اگر سننے والے کی مجلس بدل گئی اور پڑھنے والے کی نہ بدلی تو ایک آیت کے مکرر سننے سے سننے والے پر مکرر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا اور پڑھنے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا اور اگر پڑھنے والے کی مجلس بدل گئی سننے والے کی نہ بدلی تو پڑھنے والے پر مکرر سجدہ واجب ہوگا سننے والے پر ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

۴۔ مجلس بدلنے کی دو قسمیں ہیں۔

اولؔ حقیقی یعنی ایک مجلس سے دوسری مجلس میں دو قدم سے زیادہ چل کر جانا، اب اگر وہ اسی جگہ آ کر دوبارہ وہی آیتِ سجدہ پڑھے تب بھی دو سجدے واجب ہوں گے اور بعض کے نزدیک تین

قدم سے زیادہ چل کر جانا ہے لیکن اگر وہ جگہ مکان واحد کے حکم میں ہو مثلاً چھوٹی مسجد ہو یا چھوٹا گھر یا کمرہ یا کوٹھڑی ہو تو اس میں مختلف جگہ تلاوت سے ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، یہی حکم کشتی پر تلاوت کرنے والے کا ہے اگرچہ چل رہی ہو اور یہی حکم سواری پر نماز پڑھنے والے کا ہے جبکہ وہ جنگل میں گزر رہا ہو اور ایک ہی آیتِ سجدہ چند بار تلاوت کرے کہ اس پر بھی ایک ہی سجدہ واجب ہوگا، بڑی مسجد یا بڑے مکان میں جگہ بدل جانے سے مکرر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا۔

دوم حکمی یعنی ایک ہی آیتِ سجدہ دو دفعہ پڑھنے کے درمیان میں عملِ کثیر کرنا مثلاً خرید و فروخت کرنا ایک دو لقمے سے زیادہ کھانا، لیٹ کر سونا، عورت کا بچہ کو دودھ پلانا وغیرہ تو اس صورت میں بھی سجدۂ تلاوت مکرر واجب ہوگا، اگر عمل قلیل کیا ہو مثلاً ایک دو لقمہ کھایا یا ایک دو گھونٹ پیا یا بیٹھ کر سویا یا بیٹھا ہوا آدمی کھڑا ہو گیا وغیرہ تو ان صورتوں میں ایک ہی سجدۂ تلاوت کافی ہوگا۔

سجدۂ تلاوت کے متفرق مسائل

۱۔ اگر غیر مکروہ، مباح وقت میں آیتِ سجدہ پڑھی اور مکروہ وقت میں سجدہ کیا تو جائز نہیں ہے اور اگر مکروہ وقت میں پڑھی اور اسی وقت میں سجدہ کیا تو جائز ہے۔

۲۔ اگر آیتِ سجدہ نماز سے باہر پڑھی تو فوراً سجدہ کرنا واجب نہیں ہاں بہتر و افضل ہے اور تاخیر کرنا مکروہِ تنزیہی ہے کیونکہ شاید بعد میں یاد نہ رہے لیکن جب بھی سجدۂ تلاوت کرے گا وہ ادا ہوگا قضا نہیں کہلائے گا، اگر اس وقت سجدہ نہ کر سکے تو تلاوت کرنے اور سننے والے کو یہ کہہ لینا مستحب ہے۔ سمعنا واطعنا غفرانك ربّنا واليك المصير لیکن عمر بھر میں کسی بھی وقت وہ سجدہ کر لینا چاہئے ورنہ گنہگار ہوگا۔

۳۔ اگر تلاوت کرنے والے کے پاس ایسے لوگ ہوں جن کو سجدہ کرنے کی عادت ہو اور وہ وضو سے ہوں تو وہ آیتِ سجدہ جہر سے تلاوت کرے اور اگر وہ لوگ بے وضو ہوں یا یہ گمان ہو کہ یہ لوگ سجدہ نہیں کریں گے یا اُن پر سجدہ کرنا گراں ہوگا یا ان کا حال معلوم نہ ہو تو آیتِ سجدہ آہستہ سے تلاوت کرے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر تلاوت کر رہا ہو۔

۴۔ قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت صرف آیتِ سجدہ کی تلاوت چھوڑ دینا اور باقی سورت کو آگے پیچھے سے پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ سجدہ سے بچنا گویا سجدے سے انکار ہے اور اگر سورۃ میں کوئی اور آیت نہ پڑھے صرف سجدہ کی آیت پڑھے تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن نماز میں

ایسا کرنا اس وقت جائز ہے جبکہ وہ آیت اتنی بڑی ہو کہ تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو ورنہ جائز نہیں اور بہتر یہ ہے کہ سجدہ کی آیت کو ایک دو آیت کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

۵۔ اگر کسی عورت نے حیض یا نفاس کی حالت میں سجدے کی آیت سنی تو اس پر سجدہ تلاوت واجب ہی نہیں ہوگا اور اگر کسی جنبی مرد یا عورت نے آیتِ سجدہ سنی تو اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہوگا لیکن اس کا ادا کرنا نہانے کے بعد واجب ہوگا۔

۶۔ اگر نماز سے باہر آیتِ سجدہ تلاوت کرنے کے بعد سجدہ نہیں کیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت پھر نماز میں پڑھی اور نماز میں سجدۂ تلاوت کیا تو یہی سجدہ دونوں دفعہ کی تلاوت کے لئے کافی ہے لیکن اگر اس جگہ کی بجائے کسی اور جگہ نماز کی نیت باندھی اور وہی آیت پھر نماز میں پڑھی تو اس کا سجدہ نماز میں ادا کرے اور نماز سے باہر کی تلاوت کا سجدہ نماز سے باہر الگ ادا کرنا واجب ہے اور اگر سجدہ کی آیت پڑھ کر سجدہ کر لیا پھر اسی جگہ نماز کی نیت باندھ لی اور وہی آیت نماز میں پڑھی تو اب نماز میں پھر سجدہ کرے۔

سجدۂ شکر کا بیان

۱۔ سجدۂ شکر عبادت ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

۲۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جس شخص پر کوئی خاص انعامِ الٰہی ہو مثلاً اللہ تعالیٰ فرزند، یا مال دے یا گم شدہ شخص یا چیز مل جائے یا کوئی مصیبت دور ہو جائے تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ تکبیر یعنی اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کے واسطے قبلے کی طرف کو شکر کا سجدہ کرے اور اس میں اللہ کی حمد و تسبیح پڑھے پھر دوسری تکبیر کہہ کر سر اُٹھا دے۔ پس جیسا کہ سجدۂ تلاوت کا طریقہ بیان ہوا ہے اس کا بھی وہی طریقہ اور آداب ہیں۔

۳۔ مکروہ اوقات میں سجدہ شکر کرنا بھی مکروہ ہے۔

۴۔ کسی سبب کے بغیر سجدۂ شکر کرنا عبادت نہیں لیکن مکروہ بھی نہیں۔

۵۔ بعض لوگ نماز کے بعد جو ایک یا دو سجدے کیا کرتے ہیں وہ مکروہ ہے۔

۶۔ بعض ناواقف لوگ نمازِ وتر کے بعد دو سجدے کرتے ہیں اور اس کو مسنون سمجھتے ہیں ان کو سنت سمجھ کر ادا کرنا مکروہِ تحریمی ہے لہذا ہر حال میں ان کو ترک ہی کرنا چاہئے۔

مریض و معذور کی نماز کا بیان

۱۔ نماز کسی حالت میں ترک نہ کرے جب تک کھڑا ہو کر نماز پڑھنے کی قوت ہے کھڑے ہو کر نماز پڑھے اور جس شخص کو بیماری یا کسی اور عذر کی وجہ سے بالکل کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو یا کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہوتی ہو یا مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا سر میں چکر آ کر گر جانے کا خوف ہو تو ان سب صورتوں میں فرض و واجب نماز بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ پڑھنا چاہئے اور رکوع کے لئے اتنا جھکے کہ پیشانی گھٹنوں کے مقابل ہو جائے۔

۲۔ اگر کسی شخص کو قیام کی طاقت تو ہے لیکن رکوع و سجود سے عاجز ہے یا قیام و رکوع و سجود تینوں کی طاقت نہیں ہے اور بیٹھنے پر قادر ہے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھے، سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ نیچے تک کرے یعنی رکوع کے لئے تھوڑا جھکے اور سجدے میں اس سے زیادہ جھکے اگر دونوں برابر کرے گا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

۳۔ اگر کوئی شخص قیام کے پورے وقت قیام نہیں کر سکتا لیکن تھوڑی دیر کھڑا ہو سکتا ہے تو جس قدر قیام کر سکتا ہے اسی قدر قیام کرنا فرض ہے۔

۴۔ اگر دیوار وغیرہ کا سہارا لگا کر کھڑا ہونے پر قادر ہے تو صحیح یہ ہے کہ سہارا لگا کر کھڑا ہو کر نماز پڑھے ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ اگر کوئی شخص طویل قرأت کے سبب سے کھڑا ہوا تھک جائے اور تکلیف ہونے لگے تو اس کو کسی دیوار یا درخت یا لکڑی وغیرہ کا سہارا لینا مکروہ نہیں ہے لیکن بلا ضرورت ایسا کرنا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۵۔ اگر گھر میں قیام کر کے نماز پڑھ سکتا ہے اور مسجد میں جماعت کے لئے جانے کے بعد قیام پر قادر نہیں رہتا تو اپنے گھر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھے پس اگر گھر میں جماعت میسر ہو تو جماعت سے پڑھے ورنہ اکیلا پڑھ لے، اگر رمضان المبارک کے روزے رکھنے کی صورت میں کھڑا ہونے پر قادر نہیں رہتا اور روزہ نہ رکھنے کی صورت میں قیام کر سکتا ہے تو رمضان المبارک کے روزے رکھے اور بیٹھ کر نماز پڑھے۔

۶۔ بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورت میں کسی خاص وضع پر بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ جس طرح پر آسانی ہو اسی طرح بیٹھے لیکن اگر دو زانو یعنی تشہد میں بیٹھنے کی طرح بیٹھنا آسان ہو یا دوسری طرح بیٹھنے کے برابر ہو تو دو زانو بیٹھنا بہتر ہے۔

۷۔ سجدے کے لئے تکیہ یا اینٹ یا تختی وغیرہ کوئی چیز پیشانی کے قریب تک اٹھا کر اس پر سجدہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے خواہ خود اٹھائی ہو یا کسی دوسرے نے اس کے لئے اٹھائی ہو اور اگر تکیہ یا اینٹ وغیرہ کوئی اونچی چیز زمین یا چوکی وغیرہ پر رکھی ہو اس پر سجدہ کرے اور رکوع کے لئے بھی صرف اشارہ نہ ہو بلکہ پیٹھ جھکائی گئی ہو تو رکوع وسجود کرنے والے کی نماز صحیح ہے۔

۸۔ اگر پیشانی پر زخم ہو تو ناک پر سجدہ کرنا فرض ہے اس کو اشارہ سے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔

۹۔ اگر مریض یا معذور بیٹھنے پر قادر نہیں تو لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھے اس کی صورت یہ ہے کہ چت لیٹ جائے اور اپنے دونوں پاؤں قبلے کی طرف کرے یعنی ہمارے ملک میں اس کا سر مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف ہوں، اگر ہو سکے تو دونوں گھٹنوں کو کھڑا کر لے قبلے کی طرف پاؤں نہ پھیلائے، اور اگر ایسا نہ کر سکے تو پاؤں پھیلا لے اور سر کے نیچے تکیہ وغیرہ رکھ کر سر کو ذرا اونچا کر دیا جائے اور رکوع وسجود کے لئے سر جھکا کر اشارے سے نماز پڑھے اور سجدے کا اشارہ زیادہ نیچا کرے۔ یہ صورت افضل ہے اور جائز یہ بھی ہے کہ شمال کی جانب سر کرکے داہنی کروٹ پر لیٹے یا جنوب کی جانب سر کرکے بائیں کروٹ پر لیٹے اور اشارے سے نماز پڑھے اور دونوں صورتوں میں سے داہنی کروٹ پر لیٹنا افضل ہے۔

۱۰۔ اگر تندرست آدمی نے کھڑے ہو کر نماز شروع کی پھر اس کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو گیا کہ قیام نہیں کر سکتا مثلاً رگ چڑھ گئی تو باقی نماز بیٹھ کر پڑھ لے نئے سرے سے پڑھنے کی ضرورت نہیں اور اگر وہ رکوع وسجود پر بھی قادر نہ رہے تو بیٹھ کر اشارے سے باقی نماز پڑھے اور اگر بیٹھنے پر بھی قادر نہیں رہا تو لیٹ کر اشارے سے باقی نماز پڑھے۔

۱۱۔ اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا کہ نماز میں ہی تندرست ہو گیا اور قیام پر قادر ہو گیا تو باقی نماز کھڑے ہو کر پوری ادا کرے اور اگر بیماری کی وجہ سے رکوع وسجود کی قوت نہ تھی اس لئے سر کے اشارہ سے رکوع وسجود کیا پھر جب کچھ نماز پڑھ چکا تو رکوع وسجود پر قادر ہو گیا تو اب یہ نماز جاتی رہی اس کو پورا نہ کرے بلکہ نئے سرے سے رکوع وسجود کے ساتھ پڑھے، اور اگر ابھی اشارے سے رکوع وسجود نہ کیا ہو کہ تندرست ہو گیا تو نماز کا وہ ادا کیا ہوا حصہ صحیح ہے اسی کو رکوع وسجود کے ساتھ ادا کر لے۔

۱۲۔ جو نمازیں عذر کی وجہ سے اشارے سے پڑھی ہیں صحت کے بعد ان کا اعادہ نہیں ہے جبکہ وہ عذر سماوی یعنی قدرتی ہو اور اگر وہ عذر بندے کی طرف سے ہو تو عذر دور ہونے کے بعد اس

کا اعادہ لازمی ہے۔

۱۳۔ جب مریض سر کے ساتھ اشارہ کرنے سے بھی عاجز ہو جائے تو اس وقت نماز پڑھنا اس پر فرض نہیں ہے اور اس کو آنکھ یا ابرو یا دل کے اشارہ سے نماز پڑھنا ضروری نہیں ہے کیونکہ ان چیزوں کے اشارے کا کچھ اعتبار نہیں ہے، ان نمازوں کی قضا واجب ہونے یا نہ ہونے کے متعلق چار صورتیں ہیں۔

اول: اگر ایسا مرض ایک دن رات یعنی پانچ نمازوں سے زیادہ رہا ہو اور اس کی عقل بھی قائم نہ رہی تو بالاتفاق حالتِ مرض کی نمازوں کی قضا نہیں ہے۔ دوم اگر ایک دن رات سے کم مرض رہا اور عقل قائم رہی تو ان نمازوں کی قضا بالاجماع لازمی ہے، پس اگر ایک دن رات میں پھر اس قدر صحت ہوگئی کہ سر کے اشارہ سے ادا کرسکتا ہے تو ان نمازوں کو اشارہ سے ادا کرلے اور یہ خیال نہ کرے کہ جب بالکل اچھا ہو جاؤں گا تب پڑھوں گا کہ شاید مر جائے تو گنہگار ہوگا اور ان نمازوں کے فدیے کی وصیت کرنی لازمی ہوگی۔ سوم اگر ایک دن رات سے زیادہ مرض رہا اور عقل قائم رہی اور چہارم اگر مرض دن رات سے کم رہا لیکن عقل قائم نہ رہی تو ان دونوں صورتوں میں اختلاف ہے ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ ان کی قضا لازم ہے۔

۱۴۔ اگر کوئی شخص پانچ نمازوں کے وقت تک بیہوش رہا تو ان نمازوں کی قضا کرے، اگر بیہوشی پانچ نمازوں سے بڑھ جائے اور درمیان میں کچھ افاقہ نہ ہو تو اب ان نمازوں کی قضا نہ کرے کیونکہ اب نماز اس سے ساقط ہوگئی، جنون کا حکم بھی بیہوشی کی مانند ہے اور اگر کسی نشہ آور چیز کے استعمال سے ایک دن رات سے زیادہ عقل جاتی رہی تو اس سے نماز ساقط نہیں ہوگی خواہ خود اپنی مرضی سے استعمال کرے یا کوئی مجبور کر کے استعمال کرادے کیونکہ بندوں کے فعل سے اللہ تعالیٰ کا حق ساقط نہیں ہوتا۔

۱۵۔ جو نمازیں حالتِ مرض میں قضا ہوگئیں جب صحت ہونے پر ان کو قضا کرے تو صحت کی حالت کی طرح ادا کرے بیماری کی حالت کی طرح بیٹھ کر یا اشارہ سے ادا کرے گا تو ادا نہ ہوگی اور اگر صحت کی حالت میں کچھ نمازیں قضا ہوگئیں تھیں پھر بیمار ہوگیا اور ان کو بیماری کی حالت میں قضا کرنا چاہتا ہے تو بیٹھ کر یا اشارے سے اس طرح پڑھے جس طرح پڑھنے پر اب قادر ہے اور یہ انتظار نہ کرے کہ جب قیام یا قعود اور رکوع وسجود کی طاقت آجائے گی تب پڑھوں گا یہ سب شیطانی خیالات ہیں، قضا کرنے میں دیر نہ کرے ایسا نہ ہو کہ موت آجائے اور یہ توفیق نہ ہوسکے۔

۱۶۔ اگر فالج وغیرہ کی وجہ سے ایسا بیمار ہوگیا کہ پانی سے استنجا نہیں کرسکتا تو کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھ ڈالے اور اسی طرح نماز پڑھ لے اگر خود تیمم نہ کرسکے تو کوئی دوسرا تیمم کرادے، اگر کپڑے یا ڈھیلے سے پونچھنے کی بھی طاقت نہیں ہے تب بھی نماز قضا نہ کرے اسی طرح پڑھ لے ہاں اگر وہ خاوند والی عورت یا بیوی والا خاوند ہو تو ایک دوسرے کا بدن پونچھ دے اور اگر دھونا ضرر نہ کرے تو دھو دے، دوسرا کوئی ایسا نہ کرے خواہ ماں باپ اور لڑکا، لڑکی ہی ہو۔

۱۷۔ تندرست آدمی کو نفل نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن بلا عذر ایسا کرنے میں نصف ثواب ملتا ہے اگر عذر کے ساتھ نفل نماز بیٹھ کر پڑھے تو پورا ثواب ملتا ہے۔

مسافر کی نماز کا بیان

مسافر و سفرِ شرعی کی تعریف

۱۔ شریعت میں مسافر اس کو کہتے ہیں جو تین منزل تک جانے کا ارادہ کرکے گھر سے نکلے اس بارے میں عوام کی آسانی کے لئے ہمارے اکثر فقہائے کرام نے اڑتالیس میل انگریزی کی مسافت متعین کردی ہے اور اکثر علمائے کرام کا اسی پر فتویٰ ہے۔

۲۔ سمندری سفر اور پہاڑی راستوں میں وہاں کی رفتار کے مطابق کم وبیش مسافت مقرر کرنی پڑے گی۔

۳۔ اس مسافت کا اعتبار اس راستے سے ہوگا جس سے وہ جارہا ہے پس اگر کسی جگہ کے لئے دو راستے ہیں ایک راستہ تین منزل کا ہے اور دوسرا راستہ تین منزل سے کم تو اگر وہ بعید کے راستے سے جائے گا تو مسافر ہوگا اور تین منزل سے کم والے راستہ سے جائے گا تو مسافر نہیں ہوگا۔

۴۔ اگر کوئی جگہ عام عادت کے مطابق پیدل آدمی کے لئے تین منزل ہے اور کوئی شخص اس کو ریل گاڑی یا موٹر یا گھوڑا گاڑی وغیرہ پر جلدی طے کرلیتا ہے تب بھی وہ مسافر ہے خواہ کتنی ہی جلدی طے کرلیتا ہے تب بھی وہ مسافر ہے خواہ کتنی ہی جلدی پہنچ جائے۔

احکامِ سفر

۱۔ وہ احکام جو سفر سے بدل جاتے ہیں یہ ہیں۔ ۱۔ نماز کا قصر ہونا، ۲۔ روزہ نہ رکھنے کی اجازت، ۳۔ مسح موزہ کی مدت کا تین دن رات ہو جانا، ۴۔ مسافر پر جمعہ و عیدین و قربانی واجب نہ

ہونا، ۵۔ آزاد عورت کو محرم کے بغیر سفر پر جانا حرام ہونا۔ اس بیان میں نماز قصر ہونے کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

۲۔ نماز قصر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شرعی مسافر پر چار رکعتوں والی فرض نماز یعنی ظہر و عصر و عشا میں دو رکعتیں فرض ہیں اور فجر و مغرب اور وتر کی نماز میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

۳۔ مسافر کو قصر کرنا واجب ہے اور پوری چار رکعتیں پڑھنا گناہ ہے۔

۴۔ اگر مسافر نے قصر نماز میں چار رکعتیں پڑھ لیں اور دوسری رکعت پر بقدر تشہد قعدہ کیا تو اخیر میں سجدۂ سہو کر لینے سے نماز جائز ہو جائے گی اس کی پہلی دو رکعتیں فرض اور آخری دو رکعتیں نفل ہو جائیں گی لیکن قصداً ایسا کرنے سے گنہگار ہو گا یعنی وہ مکروہ تحریمی کا مرتکب ہو گا اگر بھولے سے ایسا ہو گیا تو گناہ نہیں اور اگر دوسری رکعت پر بقدر تشہد قعدہ نہ کیا تو اس کی فرض نماز باطل ہو گئی اس لئے نئے سرے سے پڑھے اور یہ نماز نفل ہو جائے گی۔

۵۔ سنتوں میں قصر نہیں ہے پس جہاں چار سنتیں پڑھی جاتی ہیں مسافر بھی چار ہی پڑھے اور مختار یہ ہے کہ سفر میں خوف اور جلدی کی حالت ہو تو سنتیں نہ پڑھے اگر امن و بے خوفی ہو مثلاً منزل پر ٹھہرا ہوا ہو تو پڑھ لے، فجر کی سنتیں خاص طور پر پڑھے بعض کے نزدیک مغرب کے بعد کی دو رکعت سنتِ مؤکدہ کا بھی یہی حکم ہے۔

۶۔ جب سفرِ شرعی کی نیت کر کے اپنے شہر یا بستی کی آبادی سے باہر نکل جائے اس وقت سے نماز قصر کرنے لگے، شہر سے متصل شہر کی ضروریات مثلاً قبرستان و گھوڑ دوڑ کا میدان، مٹی کوڑا ڈالنے کی جگہ وغیرہ بھی آبادی کے حکم میں ہیں ان سے بھی باہر نکل کر قصر کرنے لگے، جس طرف سے شہر سے نکلتا ہے اسی طرف کی آبادی سے باہر نکلنے کا اعتبار ہے۔

۷۔ اسی طرح جب اپنے شہر کو واپس آئے تو جب تک آبادی کے اندر داخل نہ ہو جائے تب تک وہ مسافر ہے اور قصر نماز پڑھے گا اور جب اس آبادی میں داخل ہو جائے گا جس سے باہر نکلنے پر قصر نماز شروع ہوتی ہے وہ مقیم ہو جائے گا اور اس پر پوری نماز پڑھنی لازم ہو جائے گی۔

۸۔ مسافر جب تک تین منزل پوری نہ ہو جائے صرف نیت سے مقیم ہو جاتا ہے پس اگر تین منزل کا ارادہ کر کے چلا پھر کچھ دور جا کر ارادہ بدل گیا اور واپس ہو گیا تو جب سے لوٹنے کا ارادہ ہوا تب ہی سے مسافر نہیں رہا اگرچہ وہ جنگل میں ہو اور اگر تین منزل طے کرنے کے بعد واپسی کی نیت کرے تو اب اپنے شہر میں داخل ہونے سے پہلے تک نماز قصر کرتا ہے۔

نیتِ اقامت کے مسائل

۱۔ جب تک سفر کرتا رہے اور جب تک تین منزل طے کرنے کے بعد کسی شہر یا قصبے یا گاؤں (آبادی) میں ایک ساتھ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے تب تک برابر سفر کا حکم رہے گا اور نماز قصر کرتا رہے گا اور جب کسی آبادی میں پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کر لے گا تو نیت کرتے ہی پوری نماز پڑھنی لازم ہوگی اور اگر تین منزل چلنے سے پہلے واپسی کا ارادہ کیا یا اقامت کی نیت کی تو جنگل میں ہی مقیم ہو جائے گا اور نیت کرتے ہی اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی

۲۔ مسافر کے مقیم ہونے اور پوری نماز پڑھنے کے لئے چھ شرطیں ہیں ۔ ۱۔ اقامت کی نیت کرنا، ۲۔ ایک ہی جگہ پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرنا، ۳۔ اپنا ارادہ مستقل رکھتا ہو یعنی کسی کے تابع نہ ہو، ۴۔ چلنا موقوف کرنا، ۵۔ وہ جگہ اقامت کے لائق ہو یعنی بستی ہو جنگل یا دریا وغیرہ نہ ہو، ۶۔ ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے۔

۳۔ کشتی و جہاز میں اقامت کی نیت معتبر نہیں جب تک کہ اس کے کھڑے ہونے کی جگہ آبادی سے متصل نہ ہو، جہاز اور کشتی کے ملازمین ملاح وغیرہ مسافر ہی ہیں خواہ اُن کے اہل و عیال و مال ومتاع ہمراہ ہوں، اگر کشتی یا جہاز کی بندرگاہ آبادی کے ساتھ متصل ہو اور کشتی یا جہاز بندرگاہ سے روانہ نہ ہوئی ہو تو اس میں سوار مسافر ابھی تک اپنے اصلی وطن میں ہونے کی وجہ سے مقیم ہوں گے اور پوری نماز پڑھیں گے۔ اسی طرح اگر کشتی یا جہاز سفر کے دوران کسی شہر یا بستی سے متصل کنارے پر لنگر انداز ہو جائے اور پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو اقامت کی نیت کرنے سے وہ لوگ مقیم ہو جائیں گے اور پوری نماز پڑھیں گے۔

۴۔ اگر ایک ساتھ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے تو نماز قصر پڑھے خواہ اس حالت میں پندرہ دن سے زیادہ گزر جائیں مثلاً یہ نیت ہے کہ دو چار دن میں کام ہو جائے گا تو چلا جائے گا لیکن کام پورا نہ ہوا اور پھر دو چار دن میں کام ہو جائے گا تو چلا جائے گا لیکن کام پورا نہ ہوا اور پھر دو چار دن کی نیت کر لی پھر بھی کام پورا نہ ہوا اور ارادہ بدلتا رہا اس طرح خواہ پندرہ دن یا اس سے بھی زیادہ کتنے ہی دن گزر جائیں اور خواہ برسوں اسی ارادہ پر رہے اس کو نماز قصر ہی پڑھنا چاہئے۔

۵۔ نیت اقامت کے لئے شرط ہے کہ ایک ہی جگہ پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا پس اگر کوئی شخص دو مستقل جدا جدا مقامات میں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کرے تو وہ

مقیم نہیں ہو گا بلکہ مسافر ہی رہے گا اور نماز قصر پڑھے گا اور اگر ایک مقام دوسرے مقام کے تابع ہو تو دونوں مقامات میں مجموعی طور پر پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت سے مقیم ہو جائے گا۔

۶۔ اور اگر دو جدا جدا بستیوں میں پسندرہ دن ٹھہرنے کی نیت اس طرح کرے کہ دن میں ایک بستی میں رہوں گا اور رات کو دوسری بستی میں تو یہ نیتِ اقامت درست ہے پس جہاں رات کو رہنے کا قصد ہے وہاں کے حساب سے پندرہ دن کی نیت سے مقیم ہو جائے گا اور دونوں جگہ پوری نماز پڑھے گا۔

۷۔ اگر حج کو جانے والے لوگ ایسے دن مکہ معظمہ میں داخل ہوں کہ منیٰ میں جانے تک ان کو مکہ معظمہ میں پندرہ دن یا زیادہ مل جائیں تو وہ مکہ میں مقیم ہو جائیں گے اور پوری نماز پڑھیں گے اور اگر ایسے وقت پہنچیں کہ پندرہ دن پورے ہونے سے پہلے ہی منیٰ کو جانا پڑے گا تو اب وہ نیتِ اقامت سے مقیم نہیں ہوں گے، ان کی نیتِ اقامت معتبر نہیں ہے۔

تابع و متبوع کی نیت کے مسائل

۱۔ جو شخص کسی کے تابع ہو وہ اسی کی نیتِ اقامت سے مقیم ہو گا اور اسی کے نیت سفر سے سفر پر روانہ ہونے سے مسافر ہو گا۔

۲۔ عورت اپنے شوہر کے ساتھ، غلام اپنے مالک کے ساتھ، شاگرد اپنے استاد کے ساتھ، نوکر اپنے آقا کے ساتھ، سپاہی اپنے امیر کے ساتھ سفر کرے تو وہ اپنی نیت سے مقیم نہیں ہو گا بلکہ یہ اپنے متبوع کی نیت سے مقیم ہوں گے لیکن عورت اپنے شوہر کے تابع اس وقت ہوتی ہے جب وہ اس کا مہر معجّل ادا کر دے، اگر ادا نہ کرے تو وہ شوہر کے تابع نہیں ہو گی اور مہر مؤجل والی عورت ہر حال میں اپنے خاوند کے تابع ہے۔

۳۔ نابالغ بیٹا اگر باپ کی خدمت کرتا جاتا ہو تو وہ باپ کے تابع ہے۔

۴۔ قیدی کی اپنی نیت معتبر نہیں بلکہ وہ قید کرنے والے کے تابع ہے اور جو شخص قرض کے بدلے قرضخواہ کی قید میں ہو وہ قرض خواہ کے تابع ہے۔

۵۔ تابع کو اپنے متبوع کی نیت کا جاننا ضروری ہے اس لئے ہر تابع کو اپنے متبوع سے پوچھ لینا چاہئے اور اس کے کہنے کے مطابق عمل کرنا چاہئے اگر وہ کچھ نہ بتائے تو اس کے عمل سے معلوم کر لے۔

مسافر و مقیم کی امامت و اقتداء کے مسائل

۱۔ مسافر کی اقتداء مقیم کے پیچھے وقت کے اندر درست ہے اور مقیم کی اقتداء کی وجہ سے مقتدی مسافر پر بھی چاروں رکعتیں فرض ہو جاتی ہیں۔

۲۔ مقیم کی اقتداء مسافر کے پیچھے ادا و قضا دونوں صورتوں میں درست ہے جبکہ دونوں ایک ہی نماز قضا کریں۔ پس اگر مسافر امام ہے اور مقتدی مقیم ہے تو جب مسافر امام اپنی دو رکعتیں پوری کر کے سلام پھیر دے تو جو مقتدی ہوں وہ امام کے ساتھ سلام نہ پھیریں بلکہ اپنی نماز پوری کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اور انفرادی طور پر اپنی اپنی دو رکعتیں پوری کر کے قعدہ کریں اور سلام پھیر دیں لیکن یہ ان دو رکعتوں میں فاتحہ و سورت نہ پڑھیں کیونکہ وہ لاحق کی مثل ہیں پس وہ سورۂ الحمد کی مقدار اندازاً چپ کھڑے ہونے کے بعد رکوع و سجود کریں ہر شخص اپنے اپنے اندازے کے مطابق قیام کرے، اگر ان دو رکعتوں میں کوئی سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو بھی نہ کریں۔

۳۔ مسافر امام کے لئے یہ مستحب ہے کہ دونوں طرف سلام پھیرنے کے بعد فوراً اپنے مقتدیوں کو کہدے کہ ''میں مسافر ہوں آپ اپنی نماز پوری کر لیں۔'' زیادہ بہتر یہ ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے کہدے ورنہ سلام پھیرنے کے بعد فوراً کہہ دے اگر شروع میں کہہ دیا ہے تب بھی بعد میں کہہ دینا بہتر ہے تاکہ بعد میں شامل ہونے والوں کو بھی معلوم ہو جائے۔

نماز کے اندر نیت بدلنے کے مسائل

۱۔ اگر مسافر وقتی نماز پڑھنے کی حالت میں اقامت کی نیت کر لے خواہ اول میں یا درمیان میں یا اخیر میں تو وہ پوری نماز پڑھے مثلاً اگر کسی مسافر نے ظہر کی نماز شروع کی اور ایک رکعت پڑھنے کے بعد اقامت کی نیت کر لی تو وہ چار رکعت پوری کرے لیکن اگر وقت گزر جانے کے بعد یا مسافر لاحق نے مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد لاحق ہونے کی حالت میں اقامت کی نیت کی تو اس نیت کا اثر اس نماز میں ظاہر نہ ہوگا مثلاً کسی مسافر نے ایسے وقت ظہر کی نماز شروع کی کہ ایک رکعت پڑھنے کے بعد ظہر کا وقت ختم ہو گیا اس کے بعد اس نے اقامت کی نیت کی تو یہ نیت اس نماز میں اثر نہ کرے گی اس لئے اس کو یہ نماز قصر ہی پڑھنی ہوگی لیکن اگر ایک رکعت پڑھنے کے بعد وقت کے اندر اقامت کی نیت کر لی اور نیت کرنے کے بعد ظہر کا وقت نکل گیا تو اس کو پوری نماز یعنی چار رکعت پڑھنی ہوگی اسی طرح اگر کوئی مسافر ظہر کی نماز میں کسی مسافر کا مقتدی ہوا اور پھر لاحق ہو گیا

اور اپنی لاحقانہ نماز ادا کرنے لگا اور مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد اس لاحق مقتدی نے اقامت کی نیت کر لی تو اس نیت کا اثر اس کی نماز پر نہیں پڑے گا اور اس کو نماز قصر ہی پڑھنی ہوگی اور اگر امام کے فارغ ہونے سے پہلے اقامت کی نیت کر لی تو پوری نماز یعنی چار رکعتیں پڑھے۔

۲۔ اگر کسی نماز کے اول وقت میں کوئی شخص مسافر تھا وہ نماز اس نے قصر پڑھ لی پھر اسی وقت میں اقامت کی نیت کر لی یا اپنے وطن واپس آ گیا تو اس کا اثر اس نماز میں ظاہر نہیں ہوا اور وہ قصر پڑھی ہوئی نماز کافی ہوگی اور اگر ابھی نماز نہیں پڑھی کہ وقت کے اندر اقامت کی نیت کر لی یا اپنے وطن واپس آ گیا تو اب پوری نماز پڑھے گا اسی طرح اگر کسی مقیم نے وقتی نماز نہیں پڑھی تھی کہ اس وقت میں وہ مسافر ہو گیا تو اب قصر نماز پڑھے گا اور اگر پوری نماز پڑھنے کے بعد اس وقت میں مسافر ہو گیا تو وہی پڑھی ہوئی نماز کافی ہے غرض کہ وقتی فرض ادا کر چکنے کے بعد نیت و حالت بدلنے سے اس وقتی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ اس کا اثر اگلے وقتوں پر پڑے گا

۳۔ اگر وقتی نماز نہیں پڑھی اور اس کا وقت نکل گیا اور اس کے بعد مسافر نے اقامت کی نیت کی تو وہ قصر نماز قضا پڑھے گا اور اگر مقیم نے وقتی نماز نہیں پڑھی اور وقت نکل جانے کے بعد سفر شروع کر دیا تو وہ پوری نماز قضا کرے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر سفر میں قصر نماز قضا ہوگئی تو اس کو قصر ہی پڑھے خواہ سفر کی حالت میں قضا کرے یا اقامت کی حالت میں، اور اگر اقامت کی حالت میں کوئی نماز قضا ہوئی ہو تو اس کو پوری یعنی چار رکعتیں ہی قضا کرے خواہ سفر میں قضا کرے یا حالتِ اقامت میں۔

وطنِ اصلی و وطنِ اقامت کی تشریح

۱۔ وطن دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول وطن اصلی اور وہ اس کے پیدا ہونے کی جگہ ہے جبکہ وہ وہاں رہتا ہو یا وہ جگہ ہے جہاں اس کے اہل و عیال رہتے ہوں اور اس نے اس کو گھر بنالیا ہو۔

دوم ۲۔ وطن اصلی وطنِ اصلی سے باطل ہو جاتا ہے خواہ اس کے درمیان مسافتِ سفر ہو یا نہ ہو، پس اگر کسی شخص نے اپنا شہر بالکل چھوڑ دیا اور کسی دوسری جگہ اپنا گھر بنالیا اور اپنے بیوی بچوں سمیت وہاں رہنے لگا، پہلے شہر اور پہلے گھر سے کچھ مطلب نہیں رکھا تو اب یہ دوسرا شہر اس کا وطنِ اصلی بن گیا اور پہلا شہر اس کے لئے پردیس ہو گیا۔

۳۔ وطنِ اصلی سفر کرنے سے باطل نہیں ہوتا اور وطنِ اقامت سے بھی باطل نہیں ہوتا، اس لئے جب بھی اپنے وطنِ اصلی میں آ جائے گا وہ پوری نماز پڑھے گا اگر چہ ایک ہی نماز کے وقت کے لئے

آیا ہو اور خواہ اپنے اختیار سے آیا ہو ۔ ئے سفر میں کسی ضرورت کے لئے یا وہاں سے گزرنے کی نیت سے اس میں داخل ہوا ہو اور خواہ اقامت کی نیت کرے یا نہ کرے ہر حال میں پوری نماز پڑھے۔

۴۔ ایک وطنِ اقامت دوسرے وطنِ اقامت سے باطل ہو جاتا ہے، نیز شرعی سفر کرنے یا وطنِ اصلی میں پہنچ جانے سے بھی باطل ہو جاتا ہے پس اگر ایک وطن اقامت کو ترک کر کے دوسری جگہ وطن اقامت بنالیا یعنی دوسری جگہ پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلی تو پہلا وطن اقامت ختم ہو گیا خواہ ان دونوں جگہوں کے درمیان مسافت سفر ہو یا نہ ہو، اسی طرح اگر وطن اقامت سے سفر شرعی یعنی تین منزل پر روانہ ہو جائے تو اقامت باطل ہو جائے گا اور دوبارہ اس جگہ آتے پر قصر نماز ادا کرے گا اور اگر وطنِ اقامت سے سفر شرعی سے کم مقدار پر روانہ ہوگا تو وطنِ اقامت باطل نہیں ہوگا اور دوبارہ یہاں آنے پر پوری نماز پڑھے گا اسی طرح اگر اپنے وطن اصلی میں داخل ہو گیا تب بھی وطنِ اقامت باطل ہو جائے گا اور وہ دوبارہ یہاں آنے پر قصر کرے گا لیکن اگر ان صورتوں میں دوبارہ اس مقام پر آکر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرلے گا تو اب یہ دوبارہ وطنِ اقامت ہو جا گا۔

متفرق مسائل

۱۔ جمعہ کے روز زوال سے پہلے سفر کے واسطے نکلنا مکروہ نہیں، اگرچہ ایسی جگہ جائے جہاں جمعہ فرض نہ ہو۔

۲۔ جمعہ کے روز زوال کے بعد جمعہ ادا کرنے سے پہلے نکلنا مکروہِ تحریمی ہے کیونکہ اس کو نمازِ جمعہ میں حاضر ہونا واجب ہے۔ پس وہ جمعہ ادا کر کے سفر کرے۔

۳۔ عورت شرعی سفر یعنی تین منزل یا اس سے زیادہ سفر بالغ محرم یعنی شوہر، بھائی، باپ وغیرہ کے بغیر نہ کرے اور محرم کے لئے بھی یہ شرط ہے کہ وہ فاسق بیباک اور غیر مامون نہ ہو پس جس محرم کو خدا اور رسول ﷺ کا ڈر نہ ہو اور جو شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو ایسے محرم کے ساتھ بھی سفر کرنا درست نہیں ہے، ایک یا دو دن کا سفر بھی بغیر محرم کے کرنا بہتر نہیں ہے لیکن اگر قافلے کے ساتھ ہو تو تین دن سے کم کی راہ بغیر محرم کے جانا جائز ہے۔ (فی زمانہ اس سے حتی الامکان بچنا چاہئے، مؤلف)

۴۔ دوشنبہ (پیر) اور پنجشنبہ (جمعرات) کو سفر کرنا مستحب و بہتر ہے، سفر پر جانے سے پہلے دو رکعت نماز نفل گھر پر پڑھنا اور سفر سے واپسی پر محلے کی مسجد میں دو رکعت نماز نفل پڑھنا مستحب ہے۔

۵۔ اگر مسافر کو چوروں، ڈاکوؤں یا کسی دشمن یا بلا کا خوف ہو یا قافلہ نماز پڑھنے کی مقدار نہ

ٹھہرے تو نماز کو مؤخر یا قضا کر سکتا ہے جبکہ نماز پڑھنے پر کسی طرح قادر نہ ہو مثلاً سواری پر نہیں ہے، پس قدرت ہوتے ہوئے قضا کر دینے سے گنہگار ہوگا اگر قادر نہ ہو تو گنہگار نہیں ہوگا

سواری پر اور کشتی میں نماز پڑھنے کے مسائل

سواری پر نفل نماز پڑھنے کے مسائل

۱۔ شہر یا بستی سے باہر گھوڑے وغیرہ جانور پر سوار ہو کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے، خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو، اور جدھر کو جانور جاتا ہو اُدھر ہی کو نماز پڑھے کیونکہ سواری پر نماز میں قبلے کی طرف منھ کرنا شرط نہیں ہے۔ لیکن اگر شروع کرتے وقت ممکن ہو تو استقبالِ قبلہ مستحب ہے۔ جانور کے رخ کے خلاف سمت کو نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ شہر (بادی) کے اندر جانور پر سوار ہو کر نفل نماز پڑھنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک کراہت کے ساتھ جائز ہے۔

۳۔ شہر سے باہر نکلنے کے بعد مسافر اور غیر مسافر اس حکم میں برابر ہیں اس لئے اگر کوئی شخص اپنے کھیتوں وغیرہ کی طرف یا گردونواح میں جاتا ہو اور شرعی مسافر نہ ہو تب بھی سواری پر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔

۴۔ سنتِ مؤکدہ وغیرہ مؤکدہ سب نفل کے حکم میں ہیں لیکن سنتِ فجر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بلا عذر سواری پر پڑھنا جائز نہیں۔

۵۔ سواری پر نماز پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اشاروں سے نماز پڑھے یعنی جس طرح سواری پر بیٹھا ہو نیت باندھ کر قرأت وغیرہ بدستور پڑھ کر رکوع وسجدہ اشارے سے کرے اور سجدے کا اشارہ رکوع سے زیادہ جھکا ہوا ہو اور بدستور قعدے میں تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرے اور سجدہ میں کسی چیز پر اپنا سر نہ رکھے خواہ جانور چلتا ہو یا کھڑا ہو اس لئے کہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۶۔ شہر سے باہر سواری پر نماز پڑھنے میں اگر جانور اپنے آپ چلتا ہو تو ہانکنا جائز نہیں اور اگر اپنے آپ نہ چلتا ہو تو عملِ قلیل سے ہانکنے میں نماز فاسد نہیں ہوگی اور عملِ کثیر سے ہانکنے میں نماز فاسد ہو جائے گی۔

۷۔ اگر نفل نماز زمین پر شروع کی پھر جانور پر سوار ہو کر اس کو پورا کیا تو جائز نہیں اور اگر

سواری پر شروع کی اور زمین پر اُتر کر پورا کیا تو جائز ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ عملِ قلیل سے اُترا ہو مثلاً پاؤں ایک طرف کو لٹکا کر پھسل جائے۔

۸۔ اگر سواری کے جانور پر نجاست ہو تو وہ مانع نماز نہیں، خواہ قلیل ہو یا کثیر لیکن اگر نمازی کے بدن یا لباس پر ناپاکی ہو گی تو نماز جائز نہ ہو گی۔

۹۔ ہر شخص کو اپنی اپنی سواری پر اکیلے اکیلے نماز پڑھنی چاہئے اگر وہ جماعت سے پڑھیں گے تو امام کی نماز جائز ہو گی جماعت کی جائز نہ ہو گی اور اگر امام اور مقتدی سب ایک ہی جانور پر سوار ہوں تو سب کی نماز جائز ہو جائے گی۔

۱۰۔ جانور پر محمل (عماری) میں اور گاڑی میں نفل نماز پڑھنے کا وہی حکم ہے جو جانور پر پڑھنے کا بیان ہوا۔

۱۱۔ پیدل چلنے کی حالت میں بالاجماع نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔

فرض نماز سواری پر پڑھنے کے مسائل

۱۔ جانور پر سواری کی حالت میں فرض نماز پڑھنا بلا عذر جائز نہیں اور عذر کے ساتھ جائز ہے۔ نماز جنازہ، نماز وتر، ونذر اور وہ نفل وسنت نماز جس کو شروع کر کے توڑ دینے کی وجہ سے قضا کرنا واجب ہے اور سوار نہ ہونے کی حالت میں پڑھی ہوئی آیتِ سجدہ ان کا حکم بھی فرض نماز کی طرح ہے۔

۲۔ وہ عذرات جن سے فرض نماز سواری پر پڑھنا جائز ہے، یہ ہیں۔ جانور سے اترنے میں اپنی جان یا مال واسباب یا جانور کے حق میں چور ڈاکو درندہ یا دشمن کا خوف ہو یا ساتھیوں کے چلے جانے کا خوف ہو یا جانور شریر ہو کہ اترنے کے بعد پھر اس پر نہ چڑھ سکے گا یا بیماری یا ضعیفی کی وجہ سے دوبارہ نہ چڑھ سکے گا اور کوئی دوسرا آدمی چڑھانے والا بھی موجود نہ ہو یا عورت ہو جو بغیر مدد کے اُتر چڑھ نہ سکتی ہو اور محرم موجود نہ ہو، یا عورت کو کسی فاسق سے خوف ہو، یا تمام زمین میں کیچڑ ہو کہیں خشک جگہ نماز کے لئے نہ ہو، عذر کی حالت میں سواری پر پڑھی ہوئی فرض وواجب نماز کا عذر دور ہونے کے بعد اعادہ لازم نہیں۔

۳۔ اگر سواری کو ٹھہرا کر قبلے کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ممکن ہو تو فرض وواجب نماز کے لئے سواری کو ٹھہرانا اور قبلے کی طرف منہ کرنا لازمی ہے ورنہ نماز جائز نہیں ہو گی اور اگر ٹھہرانا ممکن ہے لیکن استقبال قبلہ ممکن نہیں تو ٹھہرانا لازمی ہے اور استقبال قبلہ معاف ہے اور اگر ٹھہرانا

ممکن نہ ہو لیکن استقبالِ قبلہ ممکن ہو تو استقبالِ قبلہ لازمی ہے اور ٹھہرانا معاف ہے

۴۔ فرض و واجب نمازوں کے سواری پر ادا کرنے کے باقی مسائل وہی ہیں جو نوافل کے سواری پر ادا کرنے کے بیان ہوئے ہیں۔

۵۔ اگر محمل یا گاڑی (بہلی یکہ وغیرہ) کا ایک سرا (جوا) جانور کے اوپر رکھا ہو تو خواہ وہ گاڑی چلتی ہو یا ٹھہری ہوئی ہو اس میں نماز پڑھنے کا حکم وہی ہے جو جانور پر نماز پڑھنے کا ہے یعنی فرض و واجب بلا عذر جائز نہیں اور سنت و نفل بلا عذر بھی جائز ہیں اور گاڑی کا جوا جانور پر نہ ہو تو وہ زمین یا تخت کے حکم میں ہے پس اس میں نماز فرض بلا عذر بھی جائز ہے مگر قیام پر قدرت ہوتے ہوئے کھڑے ہو کر پڑھے اور اگر قیام پر قدرت نہ ہو اور اترنا بھی ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھے۔

کشتی و جہاز میں نماز پڑھنے کے مسائل

۱۔ اگر کشتی یا جہاز پانی پر چل رہا ہو تو فرض و واجب نماز عذر کے ساتھ بیٹھ کر پڑھنا بالاتفاق جائز ہے اور صاحبین کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں یہی مختار و معتبر ہے، عذرات یہ ہیں، سر چکرانا، گر پڑنا اور قدم نہ جمنا، کشتی سے باہر نکلنے پر قادر نہ ہونا۔

۲۔ اگر کشتی پانی پر چل نہ رہی ہو بلکہ کنارے پر بندھی ہوئی ہو تو اس میں قیام پر قادر ہوتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں کیونکہ یہ زمین کی مثل ہے لیکن جس عذر کی وجہ سے زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے اسی عذر سے کشتی و جہاز میں بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے

۳۔ کشتی و جہاز میں نماز شروع کرتے وقت قبلے کی طرف منھ کرنا لازمی ہے، خواہ وہ نماز فرض و واجب ہو یا سنت و نفل ہو اور جب کشتی گھومے تو نماز پڑھنے والا بھی اپنا منھ قبلے کی طرف پھیر لے اور ہر دفعہ کشتی کے گھومنے کے ساتھ قبلے کی طرف گھومتا جائے یہاں تک کہ تمام نماز قبلے کی طرف پوری کر لے، اگر قدرت کے باوجود قبلے کی طرف نہیں گھومے گا تو اس کی نماز بالاتفاق جائز نہ ہوگی۔

۴۔ کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کی صورتوں میں رکوع و سجود پر قادر ہوتے ہوئے اشاروں سے نماز پڑھنا بالاجماع جائز نہیں، اور اگر رکوع و سجود پر قادر نہ ہو تو اشارہ سے نماز پڑھنا جائز ہے۔

۵۔ ایک کشتی میں جماعت سے نماز پڑھنے کے وہی مسائل ہیں جو زمین پر جماعت کرنے کے ہیں، ایک کشتی میں سوار آدمی کے اقتدا دوسری کشتی میں سوار آدمی کے پیچھے جائز نہیں، یعنی امام کی نماز ہو جائے گی مقتدی کی جائز نہیں ہوگی لیکن اگر دونوں کشتیاں ملی ہوئی ہوں خواہ بندھی ہوئی

ہوں یا ویسے ہی قریب قریب ہوں تو اقتدا جائز ہے۔

ریل گاڑی میں نماز پڑھنے کے مسائل

۱۔ ریل گاڑی میں نماز پڑھنا جائز ہے خواہ وہ نماز فرض و واجب ہو یا سنت و نفل ہو اور خواہ کوئی عذر ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ ریل گاڑی چل رہی ہو یا ٹھہری ہوئی ہو اس لئے کہ ریل گاڑی زمین پر رکھے ہوئے تخت کی مانند ہے اور اگر جانور پر رکھی ہوئی گاڑی کے مانند بھی مان لیا جائے تب بھی عذر کی وجہ سے اُترنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ چلتی ریل میں سے اُترنا ممکن نہیں اور کھڑی ریل میں سے اگر اترے گا تو اس کے چل دینے یا مال و اسباب کے جاتے رہنے کا اندیشہ ہے اور اگر یہ امید ہو کہ نماز کا وقت باقی رہنے تک اترنے کا موقع مل جائے گا تب بھی ریل گاڑی میں نماز پڑھنا جائز ہے کیونکہ نماز شروع کرتے وقت عذر کا ہونا معتبر ہے اگرچہ آخر وقت میں اس عذر کے دور ہو جانے کی امید ہو لیکن آخر وقت تک انتظار کرنا مستحب ہے۔

۲۔ ریل گاڑی میں نماز پڑھنے والے کے لئے استقبالِ قبلہ پر قادر ہوتے ہوئے قبلے کی طرف منہ کرنا ضروری ہے اور اگر ریل گاڑی گھومے تو نمازی بھی گھوم کر قبلے کی طرف منہ کر لے، اس طرح قیام پر قدرت ہوتے ہوئے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا ضروری ہے ورنہ نماز نہ ہوگی اور قیام پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے، اسی طرح اگر قبلے کی طرف منہ کرنے پر قادر نہ ہو تو اخیر وقت تک انتظار کرے پھر بھی قادر نہ ہو تو جس طرف کو ہو سکے نماز پڑھ لے۔ اگر ریل گاڑی اسقدر ہلتی ہو کہ چکر کھانے یا گر جانے کا خوف ہو تو یہ عذر ہے اس کو بیٹھ کر نماز پڑھنا درست ہے، اگر یہ ممکن ہے کہ ریل گاڑی کے ڈبہ کے فرش پر ایک ایک تختہ پر کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور دوسرے تختہ پر سجدہ کرے تو اسی طرح کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اگرچہ اس صورت میں گھٹنے زمین پر نہیں لگتے پس ایسی صورت پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر پڑھے گا تو نماز نہ ہوگی اسی طرح اگر اس شکل سے قبلے کی طرف منہ کرنے پر قادر ہو تو استقبالِ قبلہ ضروری ہے اس کے بغیر نماز نہ ہوگی۔

نمازِ جمعہ کا بیان

فضائل یوم جمعہ

۱۔ یہ دن ہفتہ کے دنوں میں سب سے افضل دن ہے۔

۲۔ اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں داخل کیا گیا، اسی دن آپؑ کو جنت سے زمین پر اُتارا گیا جو تمام بنی آدم، اولیاء وانبیاء وعوام وخواص کی پیدائش کا سبب بنا اور اسی دن آپؑ کی توبہ قبول ہوئی۔

۳۔ یہ دن مسلمانوں کے لئے عید یعنی خوشی کا دن ہے۔

۴۔ اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

۵۔ اسی دن اہلِ جنت کو دیدارِ الٰہی ہوا کرے گا لیکن بعض کو اس سے کم مدت میں اور بعض کو اس سے دیر میں بھی ہوا کرے گا۔

۶۔ اس روز دوزخ گرم نہیں کی جاتی۔

۷۔ اس روز مردے عذابِ قبر سے محفوظ رہتے ہیں۔

۸۔ جو مسلمان مرد عورت اس دن یا اس کی رات میں مرتا ہے وہ عذابِ قبر وفتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے اور اس کے لئے شہید کا اجر لکھا جاتا ہے۔

۹۔ اس دن روحیں اکٹھی ہوتی ہیں۔

۱۰۔ جو شخص جمعہ کے دن آداب کے ساتھ اول وقت مسجد میں جا کر خطبہ سنے اور جمعہ ادا کرے اس شخص کے گزشتہ جمعہ سے اس وقت تک کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور ہر قدم کے عوض ایک سال کامل کی عبادت یعنی نمازوں اور روزوں کا ثواب ملے گا تفصیل احادیث میں ہے۔

۱۱۔ تارکِ جمعہ کے لئے سخت وعیدیں احادیث میں آئی ہیں۔

۱۲۔ اس دن میں ایک ساعت ایسی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے یہ متعین نہیں ہے بلکہ اس کے بارے میں مختلف اقوال ہیں ان میں سے دو قول قوی ہیں۔ ایک یہ کہ امام کے خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھنے سے ختم نماز تک کسی وقت ہے، دوسرا یہ کہ جمعہ کی پچھلی ساعت یعنی عصر سے غروب تک کسی وقت ہے، ہر دن میں ایک ساعت قبولیت کی ہوتی ہے پس جمعہ میں دو ساعتیں ہوگئیں۔

۱۳۔ جمعہ کا دن جمعہ کی رات سے افضل ہے۔

نمازِ جمعہ کا حکم

جمعہ کی نماز فرضِ عین ہے اور اس کی فرضیت کی تاکید ظہر کی نماز سے زیادہ ہے۔ جمعہ کے دن نمازِ جمعہ نماز ظہر کے قائم مقام کر دی گئی ہے اس لئے نماز جمعہ ادا کرنے سے ظہر اس کے ذمے سے

ساقط ہو جاتی ہے۔

نمازِ جمعہ واجب ہونے کی شرطیں

نماز واجب ہونے کی شرطوں کے علاوہ نمازِ جمعہ واجب ہونے کی کچھ اور بھی شرطیں ہیں جب تک یہ سب شرطیں نمازی میں نہ پائی جائیں اس وقت تک اس پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہوتی، لیکن اگر ایسا شخص نمازِ جمعہ پڑھ لے تو اس کی نمازِ جمعہ ادا ہو جائے گی اور ظہر کا فرض اس کے ذمے سے اتر جائے گا مثلاً کوئی مسافر یا کوئی عورت نماز جمعہ پڑھے تو نمازِ ظہر اس کے ذمے سے اُتر جائے گی بلکہ مسافر مرد مکلّف کے لئے نماز جمعہ پڑھنا افضل ہے البتہ عورت کے لئے اپنے گھر میں نمازِ ظہر پڑھنا افضل ہے وہ شرطیں یہ ہیں۔

۱۔ آزاد ہونا پس غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ البتہ مکاتب غلام پر یا جس غلام کا کچھ حصہ آزاد ہو اور باقی کے لئے کما کر مالک کو دیتا ہو اس پر جمعہ فرض ہے۔

۲۔ مرد ہونا، عورت اور خنثیٰ مشکل پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

۳۔ شہر میں مقیم ہونا، مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

۴۔ تندرست ہونا، مریض پر جمعہ فرض نہیں ہے، جو مرض جامع مسجد تک پیدل جانے سے مانع ہو اس کا اعتبار ہے، بڑھاپے کی کمزوری کی وجہ سے مسجد تک نہ جا سکے تو یہ مریض کے حکم میں ہے۔

۵۔ چلنے پر قادر ہونا، اپاہج پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

۶۔ بینا یعنی آنکھوں والا یا ایک آنکھ والا ہونا، جو نابینا خود مسجدِ جمعہ تک بلا تکلف نہ جا سکتا ہو اس پر جمعہ فرض نہیں ہے بعض نابینا بلا تکلف اور بلا مدد بازاروں محلوں وغیرہ میں چلتے پھرتے ہیں اور جامع مسجد میں بلا تکلف جا سکتے ہیں اُن پر جمعہ فرض ہے۔

۷۔ جماعت ترک کرنے کے جو عذرات بیان ہو چکے ہیں ان میں سے کوئی عذر موجود نہ ہونا، اگر ان عذر وروں سے کوئی عذر پایا جائے تو نمازِ جمعہ فرض نہیں ہوگی۔

نمازِ جمعہ صحیح ہونے کی شرطیں

۱۔ مصر یعنی شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا، پس چھوٹے گاؤں یا جنگل میں نمازِ جمعہ درست نہیں ہے، قصبہ یا بڑا گاؤں وہ ہے جس کی آبادی مثلاً تین چار ہزار کی ہو یا اپنے آس پاس کے علاقے میں

وہ بڑا گاؤں یا قصبہ کہلاتا ہو اور اس میں ایسی دو کانیں ہوں جن میں روزمرہ کی ضروریات بالعموم میسر آ جاتی ہوں اور کوئی حاکم یا پنچایت وغیرہ بھی ایسی ہو جو اُن کے معاملات میں فیصلہ کرتی ہو نیز کوئی ایسا عالمِ دین بھی وہاں رہتا ہو جو روزمرہ کے ضروری مسائل ان لوگوں کو بتا سکے اور جمعہ میں خطبہ پڑھ سکے اور نمازِ جمعہ پڑھا سکے، پس ایسے گاؤں میں نمازِ جمعہ درست و فرض ہے، شہر کے آس پاس کی ایسی آبادی جو شہر کی مصلحتوں اور ضرورتوں کے لئے شہر سے ملی ہوئی ہو مثلاً قبرستان، چھاؤنی، کچہریاں اور اسٹیشن وغیرہ یہ سب فنائے مصر کہلاتی ہیں اور شہر کے حکم میں ہیں ان میں نماز جمعہ ادا کرنا صحیح ہے۔

۲۔ بادشاہِ اسلام کا ہونا خواہ وہ عادل ہو یا ظالم یا بادشاہ کا نائب ہونا یعنی جس کو بادشاہ نے حکم دیا ہو اور وہ امیر یا قاضی یا خطیب ہو ان کے بغیر جمعہ ادا کرنا صحیح نہیں ہے، بادشاہ کا نائب موجود ہو اور وہ کسی دوسرے شخص سے نماز پڑھوائے تو جائز و درست ہے، اگر کسی شہر یا قصبہ میں ان میں سے کوئی موجود نہ ہو اور وہ بادشاہ سے اجازت نہ لے سکتے ہوں تو شہر کے لوگ ایک شخص کو مقرر کرلیں اور وہ خطبہ و نمازِ جمعہ پڑھائے یہ جائز و درست ہے چونکہ ہمارے زمانے میں حکومت کو ان امور کی طرف توجہ نہیں ہے لہٰذا لوگ خود کسی شخص کو مقرر کرلیں وہ ان کو خطبہ دے اور نماز پڑھائے یہ جائز و درست ہے۔

۳۔ دارالاسلام ہونا، دارالحرب میں نماز جمعہ درست نہیں ہے۔ (بعض فقہا نے دارالاسلام کو شرائط جمعہ میں نہیں لکھا غالباً اس لئے کہ بادشاہِ اسلام ہونے میں یہ شرط خود ہی داخل ہے اور بعض نے بادشاہِ اسلام یا اس کے نائب کا ہونا بھی شرط قرار نہیں دیا کیونکہ یہ شرط عقلی احتیاط کے درجہ میں ہے نہ یہ کہ اس کے بغیر شرعاً نمازِ جمعہ درست نہیں ہوتی اسی لئے بعض فقہا کے نزدیک بادشاہ کا مسلمان ہونا بھی شرط نہیں ہے، واللّٰہ اعلم بالصواب)

۴۔ ظہر کا وقت ہونا، پس وقتِ ظہر سے پہلے یا اس کے نکل جانے کے بعد نمازِ جمعہ درست نہیں حتیٰ کہ اگر نماز پڑھنے کی حالت میں وقت جاتا رہا تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ قعدۂ اخیرہ بقدرِ تشہد ادا کر چکا ہو یعنی یہ نماز نفل ہو جائے گی اور اس کو نمازِ ظہر کی قضا دینی ہوگی جمعہ کی قضا نہیں پڑھی جاتی بلکہ اب ظہر ہی کی قضا واجب ہوگی اور اسی نیتِ جمعہ پر ظہر کی بنا نہ کرے کیونکہ دونوں مختلف نمازیں ہیں بلکہ نئے سرے سے ظہر قضا کرے۔

۵۔ وقت کے اندر نماز سے پہلے بلا فصل خطبہ پڑھنا، اگر بغیر خطبہ کے نماز جمعہ پڑھی گئی یا وقت سے پہلے خطبہ پڑھا یا نماز کے بعد پڑھا، یا خطبہ پڑھنے میں خطبہ پڑھنے کا ارادہ نہ ہو یا خطبہ و نماز میں زیادہ فاصلہ ہو جائے تو نمازِ جمعہ درست و جائز نہیں ہے۔

۶۔ جماعت کا ہونا، یعنی امام کے علاوہ کم از کم تین آدمی خطبہ کے شروع سے پہلی رکعت کے سجدہ تک موجود ہوں ورنہ نمازِ جمعہ صحیح نہیں ہوگی، یہ ضروری نہیں کہ جو تین آدمی خطبہ کے وقت حاضر تھے وہی نماز میں بھی ہوں پس اگر خطبہ کے وقت موجود آدمی درمیان میں کسی وقت چلے گئے ان کی بجائے اور تین آدمی آ گئے اس طرح امام کے ساتھ خطبہ کے شروع سے پہلی رکعت کے سجدہ تک ہر حال میں تین آدمی موجود رہے تو نماز جمعہ درست ہے مگر شرط یہ ہے کہ یہ تین آدمی ایسے ہوں جو امامت کر سکیں پس اگر عورتیں یا نابالغ لڑکے ہوں تو نمازِ جمعہ درست نہ ہوگی اسی طرح اگر پہلی رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے لوگ چلے جائیں اور تین آدمیوں سے کم باقی رہ جائیں یا کوئی نہ رہے تو نمازِ جمعہ فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اگر سجدہ کرنے کے بعد چلے جائیں تو کچھ حرج نہیں نماز جمعہ درست ہو جائے گی۔

۷۔ اذنِ عام، یعنی عام اجازت کے ساتھ علی الاعلان نمازِ جمعہ ادا کرنا، اس کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کے دروازے کھول دیئے جائیں اور ایسے سب لوگوں کو آنے کی اجازت ہو جن پر جمعہ ادا کرنا فرض ہے پس ایسی جگہ جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوگی جہاں خاص لوگ آ سکتے ہوں اور ہر شخص کو آنے کی اجازت نہ ہو، اگر کچھ لوگ مسجد میں جمع ہو کر مسجد کے دروازے بند کر لیں اور نمازِ جمعہ پڑھیں تو جائز نہیں ہے۔

فائدہ: اگر شرائطِ صحتِ جمعہ میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے اس کے باوجود کچھ لوگ نمازِ جمعہ پڑھیں تو ان کی نمازِ جمعہ ادا نہ ہوگی، اُن پر نمازِ ظہر ادا کرنا فرض ہے اور یہ نماز نفل ہو جائے گی، چونکہ نمازِ نفل کا اہتمام سے پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اس لئے اس حالت میں نمازِ جمعہ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

مسائل خطبۂ جمعہ

جمعہ کے خطبہ کے فرائض

۱۔ وقت اور وہ زوال کے بعد ہے یعنی ظہر کی نماز کا وقت ہے، اگر زوال سے پہلے خطبہ پڑھا تو جائز نہیں۔

۲۔ خطبہ کا نمازِ جمعہ سے پہلے ہونا پس اگر نمازِ جمعہ کے بعد خطبہ پڑھا تو جائز نہیں ہے۔

۳۔ خطبہ کی نیت سے لوگوں کے سامنے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اگر صرف الحمد للہ یا سبحان

الله یا لا اله الا الله کہہ دے تو خطبہ کا فرض ادا ہو جائے گا۔ لیکن صرف اسقدر پر اکتفا کرنا مخالفت سنت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ یہ کراہت بعض کے نزدیک تحریمی اور بعض کے نزدیک تنزیہی ہے۔ صاحبین کے نزدیک ذکرِ طویل یعنی کم از کم تشہد کی مقدار ہونا ضروری ہے اس سے کم جائز نہیں۔

۴۔ خطبہ ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا جن کے موجود ہونے سے جمعہ درست ہوتا ہے یعنی کم از کم تین بالغ و عاقل مرد ہوں خواہ وہ معذور ہوں یعنی مسافر یا مریض یا غلام ہوں اور خواہ بہرے یا سوئے ہوئے ہوں یا دور ہوں، آواز وہاں تک نہ پہنچتی ہو تب بھی خطبہ جائز و درست ہے بعض کے نزدیک ایک دو آدمیوں کے سامنے خطبہ پڑھنے اور تین آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے خطبہ و نمازِ جمعہ درست ہے لیکن پہلے قول میں احتیاط زیادہ ہے، اگر امام نے تنہا خطبہ پڑھا یا صرف عورتوں اور بچوں کے سامنے خطبہ پڑھا تو صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں اور جمعہ درست نہیں ہوگا۔

۵۔ خطبہ کا جہر سے ہونا یعنی اتنی آواز سے ہو کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو پاس والے لوگ سن سکیں۔

۶۔ خطبے اور نماز کے درمیان زیادہ وقفہ نہ ہونا۔

خطبے کی سنتیں و مستحبات

۱۔ طہارت یعنی خطیب کا حدثِ اکبر و اصغر سے پاک ہونا محدث و جنبی کو خطبہ پڑھنا مکروہ ہے اور اس کا لوٹانا مستحب ہے۔

۲۔ سترِ عورت ہونا، یہ اگرچہ فی حدذاتہ فرض ہے خواہ نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو لیکن خطبے کے لئے سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بغیر خطبہ پڑھا تو کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گا اگرچہ بلاستر ہونے کا گناہ اس پر الگ لازم آئے گا اسی طرح مسجد میں داخل ہونے کے لئے حدثِ اکبر سے طہارت ہونا واجب ہے لیکن خطبے کے لئے سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ خطبہ کراہت کے ساتھ ادا ہو جائے گا لیکن مسجد میں حدث اکبر کی حالت میں داخل ہونے کا گناہ الگ ہوگا۔

۳۔ خطبہ شروع کرنے سے پہلے خطیب کا منبر پر بیٹھنا۔

۴۔ خطیب کا منبر پر ہونا اور منبر کا محراب کے بائیں جانب ہونا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی نیت سے خطبہ پڑھنا۔

۵۔ اگر منبر نہ ہو تو عصا (لاٹھی) ہاتھ میں لینا، اور منبر ہو تو عصا ہو ہاتھ میں لینا سنتِ غیر مؤکدہ ہے۔

۶۔ جو شہر تلوار سے فتح ہوا ہو اس میں اگر خطیب امام المسلمین یا اس کا نائب ہو تو خطبے کے وقت تلوار گردن میں لٹکائے، بادشاہِ اسلام یا اس کے نائب کے علاوہ اور کوئی ایسا نہ کرے اور جو شہر تلوار سے فتح نہیں ہوا وہاں ایسا نہ کرے۔

۷۔ جب خطیب منبر پر بیٹھ جائے تو دوسری اذان اس کے سامنے دینا، یہ اذان خطیب کے سامنے ہونی چاہئے خواہ منبر کے پاس پہلی صف میں ہو یا ایک دو صفوں کے بعد یا ساری صفوں کے بعد مسجد میں ہو یا باہر ہر طرح جائز ہے۔

۸۔ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا عذر کی حالت میں بیٹھ کر خطبہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے اور بلا عذر کراہت کے ساتھ جائز ہے، خطبہ کا کسی کتاب وغیرہ سے دیکھ کر پڑھنا جائز ہے۔

۹۔ حاضرین کی طرف منھ اور قبلے کی طرف پیٹھ کرنا اور حاضرین کا قبلہ رو ہو کر بیٹھنا۔

۱۰۔ خطبہ شروع کرنے سے پہلے اپنے دل میں اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم پڑھنا۔

۱۱۔ خطبہ جہر سے یعنی ایسی آواز سے پڑھنا کہ لوگ سن سکیں لیکن صحیح روایت کی بنا پر اتنی آواز سے پڑھنا کہ پاس والے سن سکیں فرض ہے جیسا کہ فرائضِ خطبہ میں بیان ہوا اور مناسب درجہ تک بلند آواز سے پڑھنا دونوں خطبوں میں سنت ہے لیکن دوسرے خطبے میں پہلے کی نسبت آواز پست ہو۔

۱۲۔ دو خطبے پڑھنا۔

۱۳۔ دونوں خطبے عربی میں پڑھنا۔

۱۴۔ خطبہ الحمدللہ سے شروع کرنا۔

۱۵۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا جو اس کے لائق ہے۔

۱۶۔ شہادتین یعنی اشھدان لا الہ الا اللہ و اشھدان محمدا رسول اللہ کہنا۔

۱۷۔ درود شریف پڑھنا۔

۱۸۔ وعظ و نصیحت کرنا۔

۱۹۔ قرآن مجید کی کچھ آیتوں یا کسی سورت کا پڑھنا اس کی کم سے کم مقدار ایک آیت ہے اور یہ دونوں خطبوں کے لئے الگ الگ سنت ہے۔

۲۰۔ دونوں خطبوں کے درمیان اتنی دیر بیٹھنا کہ تین مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکیں یا حسب ضرورت زیادہ وقفہ کرے اس جلسہ کا چھوڑنا برا ہے۔

۲۱۔ دوسرے خطبے میں مذکورہ امور یعنی حمد و ثنا و درود شریف و کلمہ شہادتین کا اعادہ کرنا۔

۲۲۔ دوسرے خطبے میں وعظ و نصیحت کی بجائے مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا۔

۲۳۔ خطبے کو زیادہ طویل نہ کرنا بلکہ نماز سے کم رکھنا، دونوں خطبے طوال مفصل کی کسی سورت کے برابر ہوں، اس سے زیادہ کرنا مکروہ ہے۔

۲۴۔ دوسرے خطبے میں نبی ﷺ کے آل و اصحاب و ازواج مطہرات خصوصاً خلفائے راشدینؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں چچا حضرت حمزہ وحضرت عباس رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر اور ان کے لئے دعا کرنا مستحسن ہے، صدرِ اول سے اس پر عمل چلا آرہا ہے، بادشاہِ وقت کے لئے عدل وانصاف وغیرہ کی دعا کرنا لیکن ان کی غلط تعریف کرنا مکروہِ تحریمی ہے بلکہ حرام تک ہے۔

۲۵۔ دوسرا خطبہ الفاظِ مسنونہ الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہ الخ سے شروع کرنا مستحب و بہتر ہے۔

۲۶۔ خطبے کے وقت حاضرین کا تشہد میں بیٹھنے کی طرح دو زانو بیٹھنا مستحب ہے، چوکڑی مار کر یا دونوں گھٹنے کھڑے کر کے بیٹھنا بھی جائز ہے، یا جس طرح آسانی سے بیٹھ سکے بیٹھ جائے۔

۲۷۔ خطبہ ختم ہونے کے متصل ہی اقامت کہہ کر نماز شروع کرنا۔

ممنوعات ومکروہاتِ خطبہ

۱۔ جو چیزیں نماز کی حالت میں حرام وممنوع ہیں وہ خطبے میں بھی حرام وممنوع ہیں، پس جب امام خطبے کے لئے کھڑا ہو اس وقت سے کھانا پینا، کلام کرنا، تسبیح وغیرہ پڑھنا، سلام کرنا، سلام و چھینک کا جواب دینا وغیرہ سب امور منع وحرام ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ مبارک سننے پر زبان سے درود شریف نہ پڑھے البتہ دل میں پڑھ لے، اسی طرح صحابہٴ کرامؓ کے نام پر رضی اللہ عنہ یا چھینک کا جواب الحمد للّٰہ وغیرہ بھی دل میں کہہ لے، قریب و دور سب کے لئے یہی حکم ہے۔ خطیب کے لئے بھی خطبے میں کلام وغیرہ کرنا مکروہِ تحریمی ہے لیکن نیکی کا امر کرنا اور برائی سے روکنا اور کوئی شرعی مسئلہ بتا دینا جائز ہے۔

۲۔ ہر قسم کی نماز پڑھنا وسجدہ کرنا وقرآن مجید وغیرہ پڑھنا منع ہے سوائے صاحب ترتیب کے کہ اس کو قضا نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے، اگر کسی نے خطبہ شروع ہونے سے پہلے سنتِ مؤکدہ قبل جمعہ شروع کی ہوئی ہے تو راجح یہ ہے کہ وہ خطبہ شروع ہونے پر بھی پڑھتا رہے اور اس کو پورا کر لے۔

۳۔ اوّل سے آخر تک خطبہ سننا حاضرین پر واجب ہے، امام سے قریب ہونا دور ہونے کی بہ نسبت افضل ہے لیکن قریب ہونے کے لئے خطبہ شروع ہونے پر لوگوں کی گردنیں

پھلانگ کر جانا مکروہِ تحریمی ہے، خطبہ شروع ہونے سے پہلے اگر آگے جگہ ہو تو اس طرح جانا جائز ہے۔

۴۔ خطیب کے دعا کرتے وقت سامعین کا ہاتھ اٹھانا اور زبان سے آمین کہنا جائز نہیں ہے ایسا کریں گے تو گنہگار ہوں گے، بغیر ہاتھ اُٹھائے دل میں دعا مانگنا جائز ہے۔

۵۔ خطبے میں درود شریف پڑھتے وقت خطیب کا دائیں بائیں منھ کرنا بدعت ہے اور اس کا ترک لازمی ہے۔

۶۔ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے خطبے میں وداع و فراق کے مضامین پڑھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم و سلفِ صالحینؒ سے ثابت نہیں ہے اگرچہ فی نفسہ مباح ہے لیکن اس کے پڑھنے کو ضروری سمجھنا اور نہ پڑھنے والے کو مطعون کرنا برا ہے اور بھی کئی برائیاں ہیں ان خرابیوں کی وجہ سے ان کلمات کا ترک لازمی ہے تاکہ ان خرابیوں کی اصلاح ہو جائے۔

۷۔ جب خطیب خطبے کے لئے منبر پر کھڑا ہو تو لوگوں کو سلام نہ کرے یہی راجح ہے۔

۸۔ خطبے کی سنتوں کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔

۹۔ جمعہ کی پہلی اذان ہوتے ہی خطبہ اور جمعہ کے لئے سعی (تیاری) واجب ہے اور خرید و فروخت یا کسی اور کام میں مشغول ہونا مکروہِ تحریمی ہے اور مسجد کے اندر یا اس کے دروازے پر خرید و فروخت کرنا سخت گناہ ہے، سعی سے مراد اطمینان و وقار کے ساتھ جانا اور ان امور کو ترک کرنا ہے جو خطبہ اور نماز میں حاضر ہونے کے منافی ہیں۔

۱۰۔ عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں خطبہ پڑھنا یا عربی کے ساتھ کسی اور زبان کے اشعار یا تقریر وغیرہ ملانا خلافِ سنتِ متوارثہ اور مکروہِ تحریمی ہے اور اگر کبھی کبھی ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے۔

خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ

نماز سے پہلے خطیب منبر پر بیٹھے اور اس کے سامنے مؤذن اذان کہے جب اذان ہو چکے تو امام نمازیوں کی طرف منھ کر کے کھڑا ہو اور خطبہ پڑھے پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو کر دوسرا خطبہ پڑھے جب دوسرا خطبہ ختم ہو تو امام منبر سے اُتر کر محراب کے سامنے کھڑا ہو جائے اور مؤذن حسبِ دستور تکبیر کہے اور حاضرین کھڑے ہو کر امام کے ساتھ نماز ادا کریں۔

نمازِ جمعہ کے متفرق مسائل

۱۔ بہتر یہ ہے کہ جو شخص خطبہ پڑھے وہی نماز پڑھائے اگر نماز کوئی دوسرا شخص پڑھائے تب بھی جائز ہے۔

۲۔ اگر امام کو خطبے کے بعد حدث ہوگیا تو اس شخص کو خلیفہ بنانا جائز ہے جو خطبے میں حاضر تھا جو حاضر نہیں تھا اس کو خلیفہ بنانا جائز نہیں، اگر نماز میں حدث ہو تو ہر شخص کو خلیفہ بنانا جائز ہے۔ خواہ وہ خطبے میں حاضر تھا یا نہیں۔

۳۔ اگر کسی سمجھ دار نابالغ نے بادشاہ کے حکم سے خطبہ پڑھا اور بالغ نے نماز پڑھائی تو جائز ہے یہی مختار ہے۔

۴۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد متصل ہی تکبیرِ اقامت کہہ کر نماز شروع کر دینا سنت ہے، یعنی خطبہ اور تکبیرِ اقامت کے درمیان کوئی دنیاوی کام کرنا مکروہِ تحریمی ہے اگر فاصلہ زیادہ ہو جائے تو دوبارہ خطبہ پڑھا جائے لیکن دینی کام مثلاً کسی کو مسئلہ بتانے یا نیکی کا امر کرنے یا برائی سے روکنے یا وضو نہ رہے تو وضو کے لئے جانے سے کوئی کراہت نہیں اور خطبہ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ نماز جمعہ کی نیت کے لئے عربی میں اس طرح کہے!

نویت ان اصلی رکعتی الفرض صلوٰۃ الجمعۃ

اردو میں یہ کہے: ''میں نے ارادہ کیا کہ دو رکعت فرض نمازِ جمعہ پڑھوں'' باقی الفاظ دوسری نیتوں کی طرح کہے۔

۶۔ فرض نمازِ جمعہ دو رکعت ہیں امام ہر رکعت میں الحمد کے بعد جو سورت چاہے پڑھے اور ہر رکعت میں قرأت جہر کے ساتھ کرے۔ کبھی کبھی پہلی رکعت میں سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقون یا پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور دوسری میں ہل اتٰک حدیث الغاشیہ پڑھا کرے لیکن ان پر ہمیشگی نہ کرے۔

۷۔ اگر نمازِ جمعہ میں عذر سے یعنی ہجوم کی وجہ سے کسی دوسرے شخص کی پیٹھ پر سجدہ کرے تو جائز ہے۔

۸۔ جو شخص جمعہ کی نماز میں تشہد یا سجدہ سہو میں یا سجدۂ سہو کے بعد تشہد میں شامل ہوا تو وہ نماز

جمعہ ہی کی نیت کر کے شامل ہو اور شیخین کے نزدیک وہ جمعہ کی نماز پوری کرے خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم، مسبوق کو اپنی مسبوقانہ نماز میں اختیار ہے کہ قرأت جہر سے پڑھے یا آہستہ پڑھے۔

۹۔ جو شخص دوسری نمازوں میں امام ہونے کے لائق ہے وہ نمازِ جمعہ کا امام ہونے کے بھی لائق ہے پس مسافر یا غلام یا مریض نماز جمعہ کا امام ہو سکتا ہے۔

۱۰۔ جس شخص پر جمعہ فرض ہے اسے شہر میں نمازِ جمعہ ہو جانے سے پہلے نمازِ ظہر پڑھ لینا مکروہِ تحریمی اور بعض کے نزدیک حرام ہے اور اس کو ظہر پڑھ لینے کے بعد بھی جمعہ کے لئے جانا فرض ہے۔ لیکن اگر کسی کو نماز جمعہ نہ ملی تو اب اس کو ظہر کی نماز پڑھنا فرض ہے جبکہ دوسری جگہ جمعہ نہ مل سکے لیکن جمعہ ترک کرنے کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا جو معذور ہیں مثلاً مریض و مسافر وغیرہ ان کو امام کے نمازِ جمعہ سے فارغ ہونے تک ظہر کی نماز ادا نہ کرنا مستحب ہے اور اس سے پہلے پڑھ لینا مکروہِ تنزیہی ہے۔

۱۱۔ اگر کوئی گاؤں کا آدمی جمعہ پڑھنے کے لئے شہر میں آیا اور اس کا زیادہ تر مقصد جمعہ پڑھنا ہے اگرچہ دوسری ضروریات کا بھی ارادہ ہو تو اس کو جمعہ پڑھنے کا ثواب ملے گا۔

۱۲۔ ایک شہر کی متعدد مسجدوں میں نمازِ جمعہ جائز ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ایک شہر میں ایک ہی مسجد میں سب لوگ جمع ہو کر نمازِ جمعہ ادا کریں۔

۱۳۔ ایک مسجد میں دوبارہ نماز جمعہ کی جماعت کرنا جائز نہیں ہے خواہ بہت سے لوگوں ہی کا جمعہ کیوں نہ فوت ہو جائے، کسی دوسری ایسی مسجد میں جہاں ہمیشہ نماز جمعہ ہوتی ہو اور وہاں نمازِ جمعہ مل سکتی ہو تو وہاں جا کر شامل ہو جائیں اور اگر ایسی کسی مسجد میں نمازِ جمعہ نہ مل سکے تو نئی جگہ یعنی کسی ایسی مسجد میں جہاں پہلے سے نماز جمعہ نہ ہوتی ہو جمعہ نہ پڑھیں بلکہ الگ الگ ظہر کی نماز پڑھیں ظہر کی نماز بھی جماعت سے نہ پڑھیں۔

جمعہ کے سنن و آداب

۱۔ ہر مسلمان کو جمعہ کا اہتمام پنجشنبہ (جمعرات) سے کرنا چاہئے یعنی اس دن عصر کے وقت سے استغفار وغیرہ زیادہ کرے، صاف کپڑے اور خوشبو وغیرہ مہیا کر کے رکھے۔

۲۔ جمعہ کے دن زیرِ ناف اور بغلوں کے بال صاف کرے، سر کے بال لیں ناخن ٹھیک کرائے اگر یہ بہت زیادہ بڑھے ہوئے نہ ہوں تو بہتر یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے بعد ٹھیک کرائے ورنہ نماز جمعہ سے قبل ٹھیک کرانا افضل ہے اور بعض کے نزدیک ہر حال میں جمعہ سے پہلے ہی ان کو ٹھیک

کرانا افضل ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب، مسواک کرے اور غسل کرے، غسل کے وضو سے ہی نماز جمعہ ادا کرنا افضل ہے اور اگر غسل کرنے کے بعد وضو جاتا رہا اور نیا وضو کر کے نماز ادا کی تب بھی سنتِ غسل ادا ہوگئی، اچھے کپڑے پہنے، بہتر ہے کہ سفید ہوں جمعہ اور عیدین کے کپڑے عام دنوں کے لباس سے الگ ہوں تو مستحب ہے یہ زہد کے منافی نہیں ہے ممکن ہو تو تیل و خوشبو وغیرہ لگائے افضل خوشبو وہ ہے جس میں مشک کے ساتھ گلاب ملا ہوا ہو۔

۳۔ جامع مسجد میں بہت سویرے جائے اور پہلی صف میں جگہ لینے کی ہمت کرے جو شخص جتنا سویرے جائے گا اسی قدر ثواب پائے گا لیکن جگہ روکنے کے لئے سویرے سے مصلی بچھا کر چلے جانا ٹھیک نہیں ہے البتہ اگر پہلے سے آ کر ذکر و اوراد میں مشغول تھا پھر کسی ضرورت کے لئے جانا پڑا اور کپڑا وغیرہ اپنی جگہ پر چھوڑ گیا تو مضائقہ نہیں۔

۴۔ مستحب یہ ہے کہ نمازِ جمعہ کے لئے پیدل چل کر جائے، سواری پر جانا بھی جائز ہے۔

۵۔ جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے مین بہت ثواب ہے خواہ نماز سے پہلے پڑھے یا پیچھے یا جمعہ کی رات میں پڑھے، اور رات یا دن کے اول حصے میں پڑھنا افضل ہے، جمعہ کے دن یا رات میں سورۂ دخان اور سورۂ یٰسین پڑھنے کی فضیلت بھی آئی ہے۔

۶۔ جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے میں اور دنوں سے زیادہ ثواب ملتا ہے اس لئے کثرت سے درود شریف پڑھے۔

۷۔ جمعہ کے روز زیارتِ قبور کرنا مستحب ہے۔

عیدین کی نماز کا بیان

نمازِ عیدین کا حکم وغیرہ

شوال کے مہینے کی پہلی تاریخ کو عید الفطر اور ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کہتے ہیں یہ دونوں دن اسلام میں عید اور خوشی کے دن ہیں ان دونوں عیدوں میں دو دو رکعت نماز شکرانے کے طور پر پڑھنا واجب ہے اور یہ اُنہی لوگوں پر واجب ہے جن پر جمعہ فرض ہے جمعہ کی نماز کے فرض ہونے اور صحیح ہونے کے لئے جو شرطیں بیان ہو چکی ہیں وہی سب شرطیں عیدین کی نماز کے لئے بھی ہیں سوائے خطبے کے کہ جمعہ کی نماز میں خطبہ فرض اور شرط ہے اور

اس کا نماز سے پہلے پڑھنا ضروری ہے عیدین کی نماز میں خطبہ شرط یعنی فرض نہیں بلکہ سنت ہے اور نماز کے بعد پڑھا جاتا ہے، اگر عیدین کا خطبہ نماز سے پہلے پڑھ لیا یا بالکل ترک کر دیا تو برا کیا مگر نماز ہوگئی۔ عیدین کے خطبے کا بلکہ تمام خطبوں کا سننا جمعہ کے خطبوں کی طرح واجب ہے اور بولنا، کھانا پینا، سلام و جواب سلام وغیرہ سب امور ممنوع و حرام اور مکروہِ تحریمی ہیں تفصیل جمعہ کے خطبہ میں بیان ہو چکی ہے، نمازِ عیدین کے لئے اذان و اقامت نہیں ہے بلا وجہ عیدین کی نماز چھوڑنا گمراہی و بدعت ہے۔ چھوٹے گاؤں میں جہاں جمعہ پڑھنا صحیح نہیں ہے نمازِ عیدین پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے یعنی وہ نفل ہوں گے اور نفلوں کا جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، اگر جمعہ کے روز عید الفطر یا عید الاضحیٰ ہو تو نمازِ جمعہ اور نمازِ عید دونوں کا ادا کرنا لازمی ہے۔

عید کے دن کے سنن و مستحبات

۱۔ عید کے دن جلدی جاگنا اور صبح کی نماز اپنے محلے کی مسجد میں پڑھنا۔

۲۔ غسل کرنا، اگر کسی نے رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو سر کے بال ولبیں و ناخن وغیرہ نہ کٹائے ہوں تو عید الفطر کے دن کٹانا سنت ہے، اور عید الاضحیٰ میں قربانی کرنے والے کو نماز و قربانی کرنے کے بعد بال بنوانا و ناخن کتروانا مستحب ہے اور اس کو جب ذی الحجہ شروع ہو اس وقت سے پہلے بال و ناخن کتروالینا چاہئے، ان دنوں میں مستحب یہ ہے کہ نہ کٹوائے بلکہ حاجیوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرے لیکن اگر ذی الحجہ شروع ہونے سے پہلے نہ کترواسکا اور اب زیادہ بڑے ہو گئے ہوں تو کتروالینا چاہئے۔

۳۔ مسواک کرنا۔

۴۔ اپنے پاس موجود کپڑوں میں سے اچھے کپڑے پہننا خواہ نئے ہوں یا دھلے ہوئے سفید ہوں یا دوسری طرح کے ہوں۔

۵۔ خوشبو لگانا۔

۶۔ انگوٹھی پہننا۔

۷۔ عید الفطر کے روز عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا چھوہارا یا کھجور کھانا افضل ہے، عید اضحیٰ میں نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے، اگر کھائے گا تو کوئی کراہت نہیں ہے اور مستحب یہ

ہے کہ اس روز سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے۔

۸۔ جن پر صدقۂ فطر واجب ہے نمازِ عید الفطر سے پہلے اس کو ادا کرنا۔ (صدقہ فطر کے مسائل کتاب الصوم میں مذکور ہیں) عید الفطر میں اہلِ وسعت پر صدقہ فطر واجب ہے عید الاضحیٰ میں نہیں بلکہ اہلِ وسعت پر بعد میں قربانی کرنا واجب ہے۔

۹۔ فرحت وخوشی کا اظہار کرنا۔

۱۰۔ حسبِ استطاعت صدقہ وخیرات میں کثرت کرنا۔

۱۱۔ عیدگاہ کی طرف جلدی جانا۔

۱۲۔ پیدل چل کر جانا افضل ہے سواری پر جانا بھی جائز ہے۔

۱۳۔ اگر کئی جگہ نمازِ عید ہوتی ہو تب بھی عیدگاہ میں جانا سنت ہے۔

۱۴۔ وقار واطمینان کے ساتھ جانا جن چیزوں کو دیکھنا جائز نہیں ان سے آنکھیں ہٹانا اور نیچی نگاہ رکھنا۔

۱۵۔ نمازِ عید الفطر کے لئے جاتے ہوئے راستے میں آہستہ یعنی سری طور پر تکبیر کہتے جانا اور نماز عید الاضحیٰ کے لئے جاتے ہوئے جہر (بلند آواز) سے تکبیر کہتے جانا، جب عیدگاہ میں پہنچ جائے تو تکبیر بند کر دے۔ تکبیر یہ ہے!

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر وللّٰہ الحمد

۱۶۔ نماز کے بعد دوسرے راستے سے واپس آنا۔

۱۷۔ آپس میں مبارکباد دینا مثلاً یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے اور آپ سے قبول فرمائے یا یہ کہنا کہ عید مبارک ہو۔

۱۸۔ عید کی نماز سے پہلے گھر یا عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا اور عید کی نماز کے بعد عیدگاہ میں نفل نہ پڑھنا اور عیدین کی نماز سے واپس آنے کے بعد گھر پر چار رکعت یا دو رکعت نفل پڑھنا، چار رکعت افضل ہے۔

مکروہاتِ عیدین

۱۔ سنن ومستحبات کی رعایت نہ کرنا۔

۲۔ عیدین کے روز منبر عیدگاہ میں لے جانا مکروہ تنزیہی وخلافِ اولیٰ ہے، عیدگاہ میں منبر

بنانا مکروہ نہیں یہی صحیح ہے بلکہ فی زمانہ نہ بنانا بہتر ہے۔

۳۔ عیدین کی نماز سے قبل نفل نماز پڑھنا ہر ایک کے لئے مطلقاً مکروہ ہے خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ میں، نمازِ عیدین کے بعد عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے گھر میں پڑھنا مستحب ہے

۴۔ عید کی نماز سے پہلے نمازِ فجر کی قضا پڑھے تو مضائقہ نہیں اگر فجر کی قضا نہ پڑھی تو عید کی نماز ہو جائے گی خواہ وہ صاحبِ ترتیب ہو۔

۵۔ نمازِ عید کے بعد مصافحہ و معانقہ کرنا ہر حال میں بدعت و مکروہ ہے اس سے بچنا چاہئے۔

عیدین کی نماز کا وقت

۱۔ سورج کے ایک نیزہ بلند ہونے سے نصف النہار شرعی سے پہلے تک عیدین کی نماز کا وقت ہے۔

۲۔ افضل یہ ہے کہ نمازِ عیدالاضحیٰ میں جلدی کی جائے تاکہ قربانی میں جلدی کریں اور نمازِ عید الفطر میں دیر کی جائے تاکہ صدقۂ فطر ادا کر سکیں۔

۳۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے عیدالفطر کی نماز عید کے روز ادا نہ ہوئی تو دوسرے روز اسی وقت پڑھی جائے جو اوپر بیان ہوا لیکن یہ قضا ہوگی ادا نہ ہوگی بلا عذر دوسرے دن اور عذر کے ساتھ تیسرے دن نمازِ عیدالفطر جائز نہیں ہے۔

۴۔ عیدالاضحیٰ کی نماز عذر کی وجہ سے بارہویں تاریخ تک بلا کراہت مؤخر کر سکتے ہیں پہلے دن کے بعد یہ بھی قضا ہوگی اور بلا عذر بارہویں تاریخ تک کراہت و اساءت کے ساتھ ادا ہو سکتی ہے عیدالفطر دوسرے دن ادا ہونے کے لئے عذر شرط ہے ورنہ جائز نہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

عیدین کی نماز کا طریقہ

نمازِ عیدالفطر کی نیت کے عربی الفاظ یہ ہیں۔

نویت ان اصلّی رکعتی الواجب صلوٰۃ عید الفطر مع ستّ تکبیرات واجبۃ

اردو میں یوں کہے! ''میں نے نیت کی کہ دو رکعت واجب نماز عیدالفطر چھ واجب تکبیروں کے ساتھ پڑھوں۔''

عیدالاضحیٰ کی نیت میں صلوٰۃ عیدالفطر کی بجائے صلوٰۃ عیدالاضحیٰ کہے باقی الفاظ دوسری نیتوں کی طرح کہے واجب کا لفظ کہنا شرط نہیں ہے لیکن بہتر ہے، امام اور مقتدی یہ نیت کر کے تکبیر تحریمہ کہہ کر بدستور ہاتھ باندھ لیں اور ثنا (سبحانك اللهم الخ) پڑھیں پھر دونوں ہاتھ کانوں تک

اٹھاتے ہوئے اللہ اکبر کہیں اور ہاتھ لٹکتے ہوئے چھوڑ دیں اس طرح تین مرتبہ کہیں لیکن تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ نہ لٹکائیں بلکہ حسبِ دستور ناف پر باندھ لیں، امام ان تینوں تکبیروں میں تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار یا حسبِ ضرورت زیادہ وقفہ کرے پھر امام اعوذ و بسم اللہ آہستہ پڑھ کر الحمد شریف اور اس کے بعد کوئی سورۃ جہر سے پڑھے۔ مستحب یہ ہے کہ سورۃ الاعلیٰ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں پھر رکوع و سجود کریں اور جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں تو امام پہلے الحمد و سورت کی قرأت جہر سے کرے بہتر یہ ہے کہ سورۃ الغاشیہ پڑھے اور مقتدی خاموش رہیں قرأت ختم کرنے کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں پہلی رکعت کی طرح کہے، اب تیسری تکبیر پر بھی ہاتھ چھوڑ دیں پھر بغیر ہاتھ اٹھائے چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور دستور کے موافق نماز پوری کرلیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں کہنا واجب ہے تین تکبیریں پہلی رکعت میں تحریمہ وثنا کے بعد تعوذ و بسم اللہ والحمد سے پہلے اور تین تکبیریں دوسری رکعت میں الحمد و قرأت سورۃ کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے کہے یہی افضل و اولیٰ ہے لیکن اگر دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی مانند تعوذ و بسم اللہ والحمد سے پہلے کہہ لے گا تب بھی جائز ہے۔

خطبۂ عیدین کے مسائل

نماز پوری کرنے کے بعد امام دو خطبے پڑھے، دونوں خطبوں کے درمیان خطبۂ جمعہ کی طرح تسبیح کی مقدار بیٹھے، جو چیزیں جمعہ کے خطبے میں سنت یا مکروہ ہیں وہی عیدین کے خطبے میں بھی سنت یا مکروہ ہیں مگر دو باتوں کا فرق ہے ایک یہ کہ عیدین میں خطبے کے قبل تکبیر کہنا سنت ہے جمعہ میں نہیں (پانچ خطبوں کو تکبیر سے شروع کرنا سنت ہے خطبۂ عیدین، حج کے تین خطبے) دوسرے یہ کہ جمعہ میں خطبے سے پہلے منبر پر بیٹھنا خطیب کے لئے سنت ہے عیدین میں سنت نہیں پس جب خطیب منبر پر چڑھے تو بیٹھے نہیں بلکہ کھڑا ہو کر خطبہ شروع کردے عید الفطر کے خطبے میں تکبیر و تسبیح ولا الہ الا اللہ والحمد للہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ مستحب یہ ہے کہ خطبہ کے شروع میں لگاتار نو مرتبہ اللہ اکبر کہے اور دوسرے خطبے کے شروع میں لگاتار سات مرتبہ اور منبر سے اترنے سے پہلے مسلسل چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہے، خطبے میں لوگوں کو صدقۂ فطر کے احکام بتائے اور رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں بھی یہ احکام بیان کرے، عید الاضحیٰ کے خطبے میں بھی خطبۂ عید الفطر کی طرح پہلے خطبے کے شروع میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبے کے شروع میں سات مرتبہ اور منبر سے اترنے کے وقت چودہ مرتبہ اللہ اکبر کہنا مستحب

ہے اور تسبیح و تہلیل و تحمید و درود شریف بھی پڑھے اور وعظ و نصیحت کرے، ذبح و قربانی کے احکام اور تکبیراتِ تشریق سکھائے جمعہ کے خطبے کے تمام آداب و سنن پر ان خطبوں میں بھی عمل کرے۔

عیدین کی نماز کے متفرق مسائل

۱۔ اگر ایسے امام کے پیچھے عیدین کی نماز پڑھی جس کے نزدیک زائد تکبیروں میں رفع یدین نہیں ہے تو مقتدی رفع یدین کرلیں۔

۲۔ اگر امام نے چھ سے زیادہ تکبریں کہیں تو تیرہ تکبیروں تک مقتدی امام کی پیروی کرے جبکہ امام کے قریب ہو اور خود سنتا ہو، تیرہ سے زیادہ میں پیروی نہ کرے کیونکہ تیرہ تکبیروں سے زائد صحابہ کرامؓ سے منقول نہیں اور کسی فقیہ کا مذہب بھی نہیں ہے۔ اگر امام سے دور ہو اور تکبیریں دوسرے تکبیر کہنے والوں سے سنے تو جتنی سنے سب کی پیروی کرے کیونکہ اس میں تکبیروں کی غلطی کا امکان ہے اس لئے امام کی تکبیروں کا متعین کرنا ممکن نہیں ہے۔

۳۔ اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں ایسے وقت پہنچا کہ امام عید کی زائد تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی قیام میں ہے اگرچہ قرأت شروع کرچکا ہو تو یہ شخص نیت باندھ کر اسی وقت عید کی تین تکبیریں کہہ لے۔

۴۔ اگر عید کی نماز میں کوئی شخص اس وقت پہنچا جب امام رکوع میں ہے تو یہ تکبیر تحریمہ کہے پھر اگر اس کو گمان غالب ہے کہ تین زائد تکبیریں کہنے کے بعد رکوع مل سکتا ہے تو کہہ لے پھر رکوع میں جائے اور اگر تکبیریں کہہ کر رکوع ملنے کا گمان غالب نہیں ہے تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے اور رکوع کی تسبیح کی بجائے یہ تین زائد تکبیریں کہہ لے اور ان میں ہاتھ نہ اٹھائے اگر تین تکبیریں پوری نہ کہہ سکا کہ امام نے رکوع سے سر اٹھا دیا تو یہ بھی باقی تکبیریں چھوڑ کر امام کی متابعت کرے اور رکوع سے اٹھ جائے باقی تکبیریں اس سے ساقط ہو جائیں گی اور اگر امام کو قومہ میں پایا تو اس وقت تکبیریں نہ کہے اور جب امام کے سلام کے بعد اپنی پہلی رکعت مسبوقانہ پڑھے اس میں ان تکبیروں کو ادا کرے لیکن اس مسبوقانہ رکعت میں ثنا کے بعد اور الحمد سے پہلے نہ کہے بلکہ الحمد اور سورۃ کی قرأت سے فارغ ہو کر رکوع میں جانے سے پہلے کہے۔

۵۔ اگر عید کی نماز میں اس وقت شریک ہوا جبکہ امام تشہد پڑھ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا یا سجدۂ سہو کے لئے سلام پھیر چکا ہے لیکن ابھی سجدۂ سہو نہیں کیا یا سجدۂ سہو کرچکا ہے لیکن اس کے بعد کے تشہد میں ہے اور ابھی ختم کا سلام نہیں پھیرا تو وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد عید کی

مسبوقانہ نماز پوری کرے اور تکبیرات دونوں رکعتوں میں اپنے مقام پر کہے اس کی عید کی نماز میں شمولیت صحیح ہوگئی یہی صحیح ہے۔

۶۔ اگر مقتدی دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کی تکبیریں اب نہ کہے بلکہ جب اپنی فوت شدہ رکعت پڑھے اس وقت قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے کہے جیسا کہ اوپر نمبر ۴ میں بیان ہوا اور اگر دوسری رکعت کی تکبیریں امام کے ساتھ نہ ملیں یعنی وہ دوسری رکعت کے رکوع کے بعد شامل ہوا اور دوسری رکعت امام کے ساتھ نہیں ملی تو دونوں رکعتیں مسبوقانہ پڑھے اور زائد تکبیریں ہر رکعت میں اپنے اپنے موقع پر پڑھے جیسا کہ نمبر ۵ میں بیان ہوا۔

۷۔ لاحق امام کے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے یعنی جب اپنی لاحقانہ نماز میں تکبیریں کہے تو جتنی امام نے کہی میں اتنی کہے اس لئے کہ وہ امام کے پیچھے ہے اور مسبوق اپنے مذہب کے مطابق تکبیریں کہے۔

۸۔ اگر امام عیدین کی نماز میں پہلی رکعت میں زائد تکبیریں کہنا بھول گیا اور الحمد شروع کر دی تو وہ قرأت کے بعد تکبیریں کہہ لے اور اگر رکوع میں یاد آئے تو رکوع میں سر اٹھانے سے پہلے کہہ لے اور قرأت کا اعادہ نہ کرے اور اگر دوسری رکعت میں تکبیریں بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تب بھی رکوع میں کہہ لے اور قیام کی طرف نہ لوٹے اگر قیام کی طرف لوٹ جائے گا تب بھی جائز ہے نماز فاسد نہ ہوگی لیکن رکوع کا اعادہ کرے قرأت کا اعادہ نہ کرے۔

۹۔ عیدین کی نماز میں دوسری رکعت کے رکوع میں جاتے وقت کی تکبیر واجب ہے پس اگر امام سے زائد تکبیریں کل یا بعض یا رکوع میں جانے کی تکبیر فوت ہوگئی تو سجدۂ سہو لازم آتا ہے اگر کرلے تو جائز ہے لیکن جمعہ وعیدین میں کثرتِ ہجوم کی وجہ سے سجدۂ سہو کا ترک افضل ہے خواہ کسی وجہ سے لازم ہوا ہو اگر ان واجب تکبیروں کو قصداً ترک کرے گا تو مکروہِ تحریمی ہوگا۔

۱۰۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو یا شامل ہوا اور اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا عید کی نماز نہیں پڑھ سکتا، کیونکہ اس میں جماعت شرط ہے، اور فاسد ہو جانے کی صورت میں قضا بھی لازم نہیں ہے، لیکن اگر دوسری جگہ عید کی نماز مل سکتی ہو تو وہاں جا کر شامل ہو جائے کیونکہ عید کی نماز بالاتفاق ایک شہر میں متعدد جگہ جائز ہے اور اگر کئی آدمیوں کو عید کی نماز نہ ملی ہو تو وہ دوسری مسجد میں جہاں عید کی نماز نہ پڑھی گئی ہو نمازِ عید کی جماعت کرلیں اور ان میں کوئی ایک شخص امام ہو جائے یہ جائز ہے اور اگر یہ صورت بھی ممکن نہیں اور دوسری جگہ بھی نماز نہ ملے تو

گھر آ کر چار رکعت نمازِ چاشت پڑھ لے اور ان میں زائد تکبیریں نہ کہے کیونکہ یہ نماز عید کی قضا نہیں بلکہ چاشت کے نوافل ہیں۔

۱۱۔ اگر امام نے عید الفطر کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد زوال سے پہلے نیز لوگوں کے متفرق ہونے سے پہلے معلوم ہوا کہ امام نے بے وضو نماز پڑھائی تھی تو نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال سے پہلے لیکن لوگوں کے متفرق ہونے کے بعد معلوم ہوا تو اب اعادہ نہ کریں نہ اُس روز اور نہ دوسرے روز، اور اگر زوال کے بعد معلوم ہوا تو دوسرے دن نماز کا اعادہ کریں اور اگر دوسرے دن زوال کے بعد معلوم ہو تو اعادہ نہ کریں اور اگر عید الاضحیٰ میں ایسا ہو تو اگر اسی روز زوال سے پہلے معلوم ہو گیا تو سب آدمیوں میں نماز کے اعادے کے لئے منادی کرا دیں اور اعادہ کریں اور جس نے معلوم ہونے سے پہلے قربانی کر لی ہے اس کی قربانی جائز ہے، معلوم ہونے کے بعد سے زوال تک قربانی جائز نہیں اور اگر زوال کے بعد معلوم ہوا اور لوگوں نے قربانیاں کر لیں تو وہ قربانیاں جائز ہیں، دوسرے روز نماز کا اعادہ کریں، دوسرے روز معلوم ہو تو زوال سے پہلے نماز کا اعادہ کریں اور اگر زوال ہو چکا تو تیسرے دن (بارہویں ذی الحجہ کو) زوال سے پہلے پڑھ لیں اگر تیسرے روز زوال کے بعد معلوم ہو تو اعادہ نہ کریں۔

۱۲۔ اگر عید کی نماز کے وقت جنازہ بھی حاضر ہو تو عید کی نماز کو مقدم کریں گے اور عید کے خطبے پر نمازِ جنازہ کو مقدم کریں گے۔

۱۳۔ عیدین کی نماز کے بعد یا خطبے کے بعد دعا مانگنا منقول نہیں ہے لیکن عموماً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا سنت ہے اس لئے عیدین میں بھی نماز کے بعد دعا مانگنا بہتر و افضل ہونا چاہئے نماز کے بعد کی بجائے خطبے کے بعد دعا مانگنا خلافِ اولیٰ ہونا چاہئے اور اگر دونوں جگہ ترک کرے تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

ایامِ تشریق کی تکبیروں کا بیان

۱۔ یوم عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ و یومِ قربانی یعنی ۱۰ ذی الحجہ اور ایامِ تشریق یعنی ۱۱ر ذی الحجہ تا ۱۳ر ذی الحجہ، ان پانچ دن میں تکبیراتِ تشریق کہی جاتی ہیں۔

۲۔ یہ تکبیر کہنا واجب ہے۔

۳۔ ان تکبیرات کا وقت عرفہ یعنی ۹ ذی الحجہ کی نمازِ فجر سے شروع ہوتا ہے اور تیرہویں ذی

الحجہ (ایامِ تشریق کے آخری دن) کی نمازِ عصر تک ہے یہ سب تئیس ۲۳ نمازیں ہوئیں جن کے بعد یہ تکبیر واجب ہے۔

۴۔ اس تکبیر کا بلند آواز (جہر) سے ایک بار کہنا واجب ہے ذکر سمجھ کر دو یا تین بار کہنا افضل ہے اگر عورتیں کہیں تو آہستہ آواز سے کہیں۔

۵۔ اس تکبیر کا کہنا نماز کا سلام پھیرنے کے بعد فوراً متصل ہونا واجب ہے اگر جان بوجھ کر یا بھول کر مسجد سے نکل گیا یا حدث کیا تو یہ تکبیر ساقط ہو جائے گی۔ مقتدی کو امام سے پہلے تکبیر کہنا جائز ہے لیکن مستحب یہ ہے کہ امام کے بعد کہے اور اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدی فوراً کہہ دیں امام کا انتظار نہ کریں۔

۶۔ اس تکبیر کے الفاظ یہ ہیں۔

اللّٰہُ اکبر اللّٰہُ اکبر لَآ الٰہ الّا اللّٰہُ واللّٰہُ اکبر اللّٰہُ اکبر ولِلّٰہ الحمد

۷۔ اس کی شرائط یہ ہیں، ا۔ مقیم ہونا، ۲۔ شہر میں ہونا، ۳۔ فرض نماز جماعتِ مستحبہ سے پڑھنا، پس یہ تکبیر مسافر اور گاؤں کے رہنے والے اور عورت پر واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ لوگ ایسے شخص کے مقتدی ہوں جس پر تکبیر واجب ہے تو ان پر بھی واجب ہو جائے گی، اکیلے نماز پڑھنے والے پر بھی یہ تکبیر واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ کہہ لے تو بہتر ہے اسی طرح مسافر اور عورت بھی کہہ لے تو بہتر ہے۔

۸۔ یہ تکبیر مذکورہ وقتوں میں فرض عین نماز کے بعد واجب ہے پس نمازِ وتر و عید الاضحیٰ و نفل و سنت و نماز جنازہ وغیرہ کے بعد کہنا واجب نہیں ہے لیکن عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد بھی یہ تکبیر کہہ لے کیونکہ بعض کے نزدیک واجب ہے۔

۹۔ مسبوق اور لاحق پر بھی یہ تکبیر واجب ہے مگر اپنی نماز پوری کر کے سلام پھیرنے کے بعد کہیں اگر امام کے ساتھ کہہ لی تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ یہ ذکر ہے اور پھر نماز ختم کرنے کے بعد اس کا اعادہ بھی نہیں ہے۔

نمازِ کسوف کا بیان

ا۔ کسوف یعنی سورج گہن کے وقت دو رکعت نماز ادا کرنا سنتِ مؤکدہ ہے چار رکعت پڑھنا افضل ہے اس سے زیادہ پڑھنا بھی جائز ہے اور اسکا جماعت سے ادا کرنا مستحب و افضل ہے۔ بشرطیکہ

امام بادشاہِ وقت یا اس کا نائب ہو یعنی وہ شخص امام ہو جو جمعہ وعیدین کا امام ہو، امام کی تفصیل جمعہ کے بیان میں دیکھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ہر امامِ مسجد اپنی مسجد میں نمازِ کسوف پڑھا سکتا ہے۔ عورتیں اپنے گھروں میں علیحدہ علیحدہ پڑھیں نیز چھوٹے گاؤں میں لوگ اکیلے اکیلے یہ نماز پڑھیں۔

۲۔ سورج گہن کی نماز عام نوافل کی طرح ہے کہ ہر رکعت میں ایک رکوع اور دو سجدے ہیں اور اس میں اذان و اقامت نہیں ہے اور مشہور و صحیح قول یہ ہے کہ اس میں خطبہ بھی نہیں ہے، اگر لوگوں کو جمع کرنا مقصود ہو تو ان لفظوں سے پکاریں الصلوٰۃُ جامعۃٌ

۳۔ اس نماز میں قرأت جہر (بلند آواز) سے نہ کریں بلکہ آہستہ پڑھیں یہی صحیح ہے۔

۴۔ اس نماز میں قرأت جس قدر چاہے کرے افضل یہ ہے کہ دونوں رکعتوں میں طویل قرأت کرے اگر یاد ہو تو سورۂ بقرو آل عمران وغیرہ بڑی سورتیں پڑھے رکوع وسجود بھی طویل کرے۔

۵۔ نماز کے بعد آفتاب صاف ہونے تک دعا میں مشغول رہے امام دعا مانگے اور مقتدی آمین آمین کہیں، نماز میں طول کرنا اور دعا میں تخفیف کرنا یا دعا میں طول کرنا اور نماز میں تخفیف کرنا دونوں جائز ہیں۔

۶۔ اس نماز کو عیدگاہ یا جامع مسجد میں پڑھنا افضل ہے اگر کہیں اور پڑھیں تب بھی جائز ہے۔ اگر سب جمع ہو کر نماز نہ پڑھیں اور صرف دعا مانگ لیں تب بھی جائز ہے لیکن نماز پڑھنا افضل ہے، امام دعا کے لئے منبر پر نہ چڑھے۔

۷۔ اس نماز کا وقت وہ ہے جب سورج گہن ہو رہا ہو، اگر گہن کے وقت یہ نماز نہ پڑھی اور سورج صاف ہو گیا تو پھر نہ پڑھیں اور وہ وقت ایسا ہو جس میں نمازِ نفل پڑھنا مباح و جائز ہو پس اگر ایسے وقت گہن لگا کہ اس وقت نمازِ نفل کا پڑھنا ممنوع و مکروہ ہے تو نماز نہ پڑھیں بلکہ دعا میں مشغول رہیں اور اگر گہن کی حالت میں سورج غروب ہو جائے تو دعا ختم کر کے مغرب کی نماز پڑھیں اسی طرح جس نماز کا وقت آ جائے دعا ختم کر کے اس کو ادا کریں۔

۸۔ اگر کسوف کے وقت کوئی جنازہ آ جائے تو نمازِ جنازہ ادا کریں۔

نمازِ خسوف کا بیان

۱۔ خسوف (چاند گہن) کے وقت دو رکعت نماز پڑھنا مستحب ہے اس کو جماعت سے پڑھنا نہیں ہے خواہ جمعہ وعیدین کا امام موجود ہو یا نہ ہو ہر حال میں اکیلے اکیلے پڑھیں مسجد میں جانا بھی

مسنون نہیں ہے اپنے اپنے گھروں میں پڑھ لیں۔ اگر امام کے علاوہ دو یا تین آدمی ہوں تو جماعت سے ادا کرنا بلا کراہت جائز ہے اس سے زیادہ کی جماعت مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ دیگر نوافل کا حکم ہے۔ باقی مسائل وہی ہیں جو سورج گہن کی نماز کے بیان ہوئے ہیں۔

۲۔ اگر ہولناک اور دل کو پریشان کرنے والے حادثات پیش آئیں مثلاً دن یا رات میں بہت سخت آندھی آئے یا لگاتار بارش ہوتی رہے اور بند نہ ہو یا اولے یا برف بکثرت پڑے اور اس کا گرنا بند نہ ہو یا آسمان سرخ ہو جائے یا دن میں سخت تاریکی ہو یا زلزلے آئیں یا بجلیاں بکثرت کڑکیں یا گریں یا ستارے بکثرت چھوٹنے لگیں یا کوئی مرض طاعون ہیضے وغیرہ کا زور عام ہو جائے یا دشمن کا خوف غالب ہو وغیرہ تو مستحب ہے کہ ان حوادث کے دفعیہ کے لئے دو رکعت نماز اکیلے اکیلے اپنے گھروں میں یا مساجد میں پڑھیں جماعت سے ادا نہ کریں اور نماز کے بعد اس کے دفعیہ کے لئے دعا کریں ان موقعوں کے لئے احادیث میں جو دعائیں آئی ہیں ان کا پڑھنا مستحب ہے۔

نمازِ استسقا کا بیان

۱۔ استسقا کے معنی خشک سالی کے وقت اللہ تعالیٰ سے بارش طلب کرنے کے لئے کیفیتِ مسنونہ کے ساتھ نماز پڑھنا و استغفار و دعا کرنا ہے، یہ نماز و دعا ایسے مقام میں مشروع ہے جہاں جھیلیں تالاب نہریں اور ایسے کنوئیں نہ ہوں جن سے لوگ پانی پئیں اور اپنے جانوروں کو پلائیں اور کھیتوں کو پانی دیں یا اگر ہوں تو کافی نہ ہوں۔

۲۔ نمازِ استسقا کا جماعت کے ساتھ پڑھنا سنتِ موکدہ نہیں ہے البتہ جائز بلکہ مستحب ہے اور اس میں خطبہ بھی نہیں ہے لیکن دعا و استغفار ہے، اگر جدا جدا نفل پڑھیں تب بھی مضائقہ نہیں، اگر جماعت سے ادا کریں تو امام عید کی نماز کی طرح اذان اور اقامت کے بغیر دو رکعت نماز استسقا پڑھائے دونوں رکعتوں میں جہر سے قرأت کرے افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورۂ قٓ اور دوسری رکعت میں سورۃ القمر پڑھے یا پہلی رکعت میں سورۃ الاعلیٰ اور دوسری میں الغاشیہ پڑھے نمازِ عید کی طرح تکبیراتِ زائد کہنے میں اختلاف ہے لیکن مشہور روایت کی بنا پر نہ کہے۔

۳۔ نماز کے بعد امام لوگوں کی طرف منہ کر کے زمین پر کھڑا ہو اور امام محمدؒ کے نزدیک دو خطبے پڑھے جن میں اللہ تعالیٰ کا ذکر و تسبیح و تہلیل وغیرہ کے بعد دعا و استغفار زیادہ ہو، دونوں خطبوں کے درمیان جلسہ کرے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ایک ہی خطبہ پڑھے جب کچھ خطبہ

پڑھ چکے تو اپنی چادر کو پلٹ لے اس کا طریقہ یہ ہے کہ اوپر کی جانب نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر کی جانب کر لے اس طرح پر کہ دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے لے جا کر اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑ لے اور بائیں ہاتھ سے دائیں جانب کے نیچے کا کونہ پکڑ لے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنی پیٹھ کے پیچھے اس طرح پھیرے کہ دائیں ہاتھ والا سرا دائیں کندھے پر آ جائے اور بائیں ہاتھ والا سرا بائیں کندھے پر آ جائے، اس میں حال بدلنے کی نیک فال کی طرف اشارہ ہے مقتدی چادر نہ پلٹیں۔

۴۔ جب امام خطبہ سے فارغ ہو تو جماعت کی طرف پیٹھ کر کے قبلے کی طرف کو منھ کر لے اور پھر اپنی چادر کو پلٹے اور کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ خوب بلند اٹھا کر استسقا کی دعا میں مشغول ہو، مقتدی امام کی دعا پر آمین کہتے رہیں جو دعائیں احادیث میں آئی ہیں بہتر ہے کہ ان کو پڑھے، اپنے الفاظ میں بھی دعائیں کرنا جائز ہے، دعا کا عربی میں ہونا ضروری نہیں، اگر احادیث کی دعائیں یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں اس مطلب کی دعائیں مانگے۔

۵۔ مستحب یہ ہے کہ امام لوگوں کے ساتھ برابر تین دن تک نمازِ استسقاء کے لئے باہر نکلے تین روز سے زیادہ نہیں کیونکہ اس سے زیادہ ثابت نہیں ہے، منبر نہ لے جائیں، مستحب ہے کہ نماز استسقا کے لئے باہر نکلنے سے پیشتر لوگ تین دن تک روزہ رکھیں اور گناہوں سے خالص توبہ و استغفار کریں اور چوتھے روز امام ان کے ساتھ نکلے سب پیدل ہوں، بغیر دھلے یعنی معمولی یا پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلت کی صورت بنائیں عاجزی و انکساری و تواضع کرتے ہوئے سروں کو جھکائے ہوئے چلیں، پاؤں ننگے ہوں تو بہتر ہے، ہر روز نکلنے سے پہلے صدقہ وخیرات کرنا مستحب ہے، ہر روز نئے سرے سے دل سے توبہ واستغفار کریں، حقوق والوں کے حقوق ادا کریں یا معاف کرائیں مسلمانوں کے لئے دعائے مغفرت کریں، بوڑھے مرد و عورت اور بچوں کو ساتھ لے جائیں ان کو آگے کر دیں تا کہ وہ دعا مانگیں اور جوان آمین کہیں، بچے اپنی ماؤں سے جدا رکھے جائیں تا کہ ان کے بلبلانے سے رحمت الٰہی جوش میں آئے، اپنے جانوروں کو بھی ہمراہ لے جانا مستحب ہے، غرض کہ رحمتِ الٰہی کے متوجہ ہونے کے تمام اسباب مہیا کریں۔

۶۔ اگر امام نہ نکلے تو لوگوں کو نکلنے کے لئے کہے اور اگر اس کی اجازت کے بغیر نکلیں تب بھی جائز ہے، کسی کافر کو اس وقت اپنے ہمراہ نہ لے جائیں۔

۷۔ مکۂ معظمہ کے لوگ نمازِ استقاء کے لئے مسجد الحرام میں جمع ہوں، بیت المقدس کے لوگ مسجد الاقصیٰ میں اور مدینہ منورہ کے لوگ مسجد نبوی (ﷺ) میں جمع ہوں اور اپنے جانوروں کو ان مساجد کے دروازوں پر کھڑا کریں، باقی جگہوں کے لوگ بستیکے باہر میدان میں نکلیں۔

۸۔ اگر باہر نکلنے سے پہلے یا ایک دن نماز پڑھ کر بارش ہو جائے تب بھی تین دن پورے کریں اور اس انعام پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔

۹۔ مستحب ہے کہ سرسبز جگہ کے لوگ قحط زدہ لوگوں کے لئے دعا کریں، (طلبِ بارش اور دیگر ہر موقع کی دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں عمدۃ السلوک میں درج ہیں۔)

نمازِ خوف کا بیان

۱۔ یہ کوئی الگ نماز نہیں ہے۔ بلکہ جہاد کرتے وقت جب فرض دواجب نماز کا وقت آجائے اور سب کو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں دشمن کے حملہ کرنے کا خطرہ ہو یا کسی اور دشمن سے یہ خطرہ ہو تو جماعت کے دو گروہ کر کے ایک گروہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا گروہ دشمن کے مقابل رہے جس کی ترکیب آگے آتی ہے یہ نماز کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

۲۔ اس نماز کا سبب خوف ہے اور دشمن کا یقیناً موجود ہونا شرط ہے، دشمن خواہ انسان ہو جیسے کفار وغیرہ یا درندہ جانور یا اژدہا وغیرہ بڑا سانپ ہو یا آتشزدگی یا ڈوبنے وغیرہ کا خوف ہو سب کے لئے اس نماز کا حکم برابر ہے۔

۳۔ دشمن یقیناً موجود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا قریب اور سامنے ہو کہ نظر آرہا ہو اور یقین کے ساتھ یہ خوف ہو کہ اگر سب جماعت میں مشغول ہوں گے تو وہ حملہ کر دے گا اگر دشمن دور ہو تو نمازِ خوف جائز نہیں۔

۴۔ نمازِ خوف کی کیفیت یہ ہے کہ اگر سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر ضد نہ کریں بلکہ اس بات پر راضی ہوں کہ کچھ لوگ بعد میں دوسرے امام کے پیچھے پڑھ لیں گے تو امام کے لئے افضل یہ ہے کہ دو گروہ کرے ایک گروہ کو دشمن کے مقابلے پر بھیج دے اور خود دوسرے گروہ کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے، پھر یہ گروہ دشمن کے مقابلے پر چلا جائے اور پہلا گروہ مقابلے سے واپس آجائے اور امام ان میں سے کسی آدمی کو حکم کرے کہ امامت کر کے اس گروہ کو پوری نماز پڑھائے اور اگر سب لوگ ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر اصرار کریں تو پھر دو گروہ کر کے نماز پڑھنے کے متعدد طریقے

حدیثوں میں آئے ہیں وہ سب معتبر و جائز ہیں لیکن اس میں فقہا کا اختلاف ہے کہ کونسا طریقہ اولیٰ و بہتر ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کرنا بہتر ہے کیونکہ یہ قرآن مجید میں مذکورہ کیفیت سے زیادہ ملتی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک گروہ دشمن کے مقابلے میں کھڑا ہو اور دوسرا گروہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اگر وہ نماز دو رکعت والی ہو یعنی نماز فجر یا جمعہ یا عیدین یا نمازِ قصر ہو تو جب دوسرا گروہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے اور سجدہ سے سر اٹھائے تو یہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروہ مقابلہ سے واپس آ جائے اور امام اتنی دیر بیٹھا ان کا انتظار کرتا رہے اور ان کے آنے پر کھڑا ہو کر دوسری رکعت شروع کرے، یہ گروہ امام کے پیچھے دوسری رکعت ادا کرے اور امام کے ساتھ تشہد میں بیٹھے جب امام سلام پھیر دے تو یہ گروہ سلام نہ پھیرے بلکہ اُٹھ کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور دوسرا گروہ نماز کی جگہ پر واپس آ کر دوسری رکعت لاحقانہ یعنی بغیر قرأت کے پڑھے کیونکہ وہ اس رکعت میں لاحق ہے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروہ نماز کی جگہ پر واپس آ کر ایک رکعت فرداً فرداً قرأت کے ساتھ مسبوقانہ پڑھے کیونکہ وہ سب مسبوق ہیں اور مسبوق منفرد کے حکم میں ہوتا ہے پھر تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیں، اگر عیدین کی نماز ہو تو دوسرے گروہ کا ہر شخص اپنی دوسری رکعت میں قرأت کی مقدار اندازاً قیام کرنے کے بعد اپنی زائد تین تکبیریں کہہ لے پھر چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع کرے اور جب پہلا گروہ اپنی مسبوقانہ پہلی رکعت ادا کرے تو وہ بھی قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے تین زائد تکبیریں کہے اور چوتھی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے۔ اگر امام اور قوم دونوں مقیم ہوں اور نماز چار رکعت والی ہو تو پہلا گروہ دشمن کے مقابلہ پر جائے اور دوسرا گروہ امام کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اس گروہ کے لئے دو رکعتوں کا امام کے ساتھ پڑھنا واجب ہے اگر یہ گروہ ایک رکعت پڑھے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی پھر قعدہ کرے اور تشہد پڑھے تشہد پڑھنے کے بعد یہ گروہ دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروہ واپس آ جائے، امام اتنی دیر بیٹھ کر ان کا انتظار کرے پھر ان کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور تشہد، درود دعا پڑھ کر سلام پھیر دے، پہلے گروہ کے مقتدی امام کے ساتھ سلام نہ پھیریں اور دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں اور دوسرا گروہ نماز کی جگہ واپس آ کر دو رکعت قرأت کے بغیر یعنی لاحقانہ پڑھے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے پھر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور پہلا گروہ واپس آ کر دو رکعتیں قرأت کے ساتھ مسبوقانہ پڑھے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے، یہ طریقہ مستحب و افضل ہے اس کے علاوہ اور بھی طریقے ہیں، اگر امام مقیم ہو اور جماعت کے لوگ مسافر ہوں یا بعض مقیم اور بعض مسافر

ہوں تو وہی طریقہ ہے جو سب کے مقیم ہونے کی صورت میں بیان ہوا ہے، اور اگر امام مسافر ہو اور مقتدی مقیم ہوں تو ایک گروہ ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے پھر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور دوسرا دشمن کے مقابلہ والا گروہ واپس آ کر ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے اور دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے امام تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے اور پہلا گروہ واپس آ کر تین رکعت لاحقانہ بغیر قرأت کے پڑھے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر کر دشمن کے مقابلہ پر چلا جائے اور دوسرا گروہ واپس آ کر تین رکعتیں مسبوقانہ پڑھے یعنی پہلی رکعت میں الحمد وسورۃ پڑھے اور دوسری وتیسری رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اگر چار رکعتی نماز میں امام نے پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے پھر دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے پھر پہلا گروہ آیا اور امام نے ان کے ساتھ یعنی تیسری رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے پھر دوسرا گروہ آیا اور امام نے ان کے ساتھ چوتھی رکعت پڑھی اور وہ چلے گئے تو سب مقتدیوں کی نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر قوم کے چار گروہ کر کے امام ہر گروہ کے ساتھ ایک ایک رکعت پڑھے تو پہلے اور تیسرے گروہ کی نماز فاسد ہو گی اور دوسرے اور چوتھے گروہ کی نماز صحیح ہو جائے گی پس دوسرا گروہ اپنی بقیہ نماز تین رکعتیں اس طرح پڑھے کہ پہلی دو رکعتوں میں قرأت نہ پڑھے اور ان میں وہ لاحق یعنی حکماً امام کے پیچھے ہے اور تیسری رکعت میں الحمد اور سورت پڑھے کہ اس میں وہ مسبوق ہے اور چوتھا پھر قعدہ کرے پھر دوسری رکعت میں بھی الحمد اور سورۃ پڑھے اور اس پر قعدہ نہ کرے پھر تیسری رکعت میں صرف الحمد پڑھے اور قعدہ کر کے تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اگر نماز تین رکعت کی ہو تو پہلے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھے اور دوسرے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اگر پہلے گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھی اور دوسرے گروہ کے ساتھ دو رکعتیں پڑھیں تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (مزید تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ فرمائیں)

۵۔ نمازِ خوف میں حالتِ نماز میں دشمن کے مقابل جاتے وقت یا نماز پوری کرنے کے لئے وہاں سے واپس آتے وقت یا وضو نہ رہا ہو تو وضو کے لئے جانے آنے میں پیدل چلنا واجب ہے اور یہ چلنا عملِ کثیر ہونے کے باوجود معاف ہے اگر ان حالتوں میں سوار ہو کر چلیں گے تو نماز فاسد ہو جائے گی ان حالتوں کے علاوہ نماز میں کسی اور وجہ سے پیدل چلنے پر بھی نماز فاسد ہو جائے گی۔

۶۔ نماز کی حالت میں قتال کرنے سے نماز فاسد ہو جائے گی پس اگر نماز میں ایسی صورت پیش آ جائے تو نماز توڑ کر قتال کریں اور نماز بعد میں وقت ہو تو ادا ورنہ قضا پڑھیں۔

۷۔ نمازِ خوف میں اگر سجدۂ سہو لازم ہو جائے تو جو مقتدی اس وقت امام کے پیچھے ہیں وہ یعنی دوسرا گروہ، سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کریں اور لاحق (یعنی پہلا گروہ) اپنی نماز کے آخر میں سجدۂ سہو کریں۔

۸۔ اگر دشمن کے خوف سے بھاگ کر پیدل چل رہا ہو اور نماز کا وقت آ جائے تو پیدل چلتا ہوا نماز نہ پڑھے بلکہ تاخیر کرے اور وقت جاتا رہے تو قضا پڑھے۔

۹۔ خوف کی وجہ سے نماز میں قصر کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۰۔ اگر خوف اس قدر شدید ہو کہ مذکورہ طریقے پر بھی جماعت سے نماز نہ پڑھ سکیں اور دشمن سواریوں سے اُترنے کی بھی مہلت نہ دے تو سواری پر بیٹھے بیٹھے اکیلے نماز پڑھ لیں اور رکوع وسجود اشارہ سے ادا کریں اگر قبلے کی طرف رخ نہیں کر سکتے تو جدھر کو ممکن ہو سکے نماز پڑھ لیں، سوار ہو کر جماعت سے نماز نہ پڑھیں لیکن اگر دو یا زیادہ آدمی ایک سواری پر ہوں تو اقتدا صحیح ہو جائے گا سواری پر پڑھی ہوئی نماز کا بعد میں اعادہ واجب نہیں ہوگا سواری پر فرض و واجب نماز اس وقت جائز ہے جبکہ دشمن اُن کا پیچھا کر رہا ہو اور اگر مسلمان دشمن کا پیچھا کر رہے ہوں تو سواری پر فرض نماز جائز نہ ہوگی۔

۱۱۔ اگر نماز کے اندر امن حاصل ہو گیا مثلاً دشمن چلا گیا تو نمازِ خوف کو پورا کرنا جائز نہیں بلکہ جس قدر نماز باقی ہے اس کو حالتِ امن کی طرح پڑھیں مثلاً اگر خوف کی وجہ سے قبلے کی طرف منھ نہیں کر سکا تھا تو اب باقی نماز قبلے کی طرف منھ کر کے پوری کرے ورنہ نماز فاسد ہو جائے گی یا جو گروہ اس وقت چل رہا تھا امن ہونے کی صورت میں اب اس کو چلنا درست نہیں ہے ہر گروہ جہاں ہے، وہیں اپنی نماز پوری کر لے۔

۱۲۔ جن لوگوں کا سفر کسی معصیت کے لئے ہو ان کو نمازِ خوف پڑھنا درست و جائز نہیں ہے

۱۳۔ نماز شروع کرنے سے پہلے جو لوگ جنگ میں مصروف ہیں مثلاً تلوار چلا رہے ہیں اور اب نماز کا وقت ختم ہونے کو ہے تو نماز کو مؤخر کریں اور لڑائی سے فارغ ہو کر نماز پڑھیں۔

۱۴۔ تیرتے والا شخص تیرتا ہوا نماز نہ پڑھے اگر نماز کا وقت اخیر ہو جائے اور اس کے لئے یہ ممکن ہے کہ کچھ دیر ہاتھ پیروں کو حرکت نہ دے اور ڈھیلے کر دے تو اشارے سے نماز پڑھ لے نماز صحیح ہو جائے گی اگر یہ ممکن نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی۔

نمازِ جنازہ اور اس کے ملحقات کا بیان

قریب الموت (جانکنی والے) کے احکام

۱۔ روح نکلنے سے پہلے کی وہ حالت جس میں انسان پر ایک بیہوشی سی طاری ہو جاتی ہے اس کو جانکنی یا سکرات یا عالمِ نزع یا نزع کی حالت کہتے ہیں۔

۲۔ جانکنی (سکرات) کی علامات یہ ہیں: منھ کی کھال تن جاتی ہے اور اس میں نرمی معلوم نہیں ہوتی، جسم کی تمام رگیں کھنچنے لگتی ہیں، سانس اُکھڑ جاتا ہے اور جلدی جلدی چلنے لگتا ہے حلق اور سینہ میں غرغرہ یعنی گھڑ گھڑاہٹ کی آواز سنائی دیتی ہے، ہاتھ پاؤں سرد اور بے حس ہونے لگتے ہیں، دونوں پاؤں (قدم) سست ہو جاتے ہیں اور کھڑے نہیں رہ سکتے رنگ بدل کر میلا ہو جاتا ہے، ناک ٹیڑھی ہو جاتی ہے، ہونٹ خشک ہو جاتے ہیں، آنکھ کے ڈھیلے اوپر چڑھنے لگتے ہیں، دونوں کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں یعنی اندر کو دھنس جاتی ہیں اور ان میں گڑھے پڑ جاتے ہیں

۳۔ جب کسی شخص پر جانکنی یعنی موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو مستحب یہ ہے کہ اس کا منھ قبلے کی طرف کر دیا جائے اور اس کو دہنی کروٹ پر لٹا دیا جائے، پیٹھ کے بل یعنی چت لٹانا بھی جائز ہے اس کی صورت یہ ہے کہ اس کے دونوں پیر قبلہ کی طرف ہوں اور سر کے نیچے تکیہ یا کوئی اور چیز رکھ کر سر کو ذرا اونچا کر دیں تاکہ اس کا منھ قبلہ کی طرف ہو جائے، آسمان کی طرف نہ رہے، آج کل یہی صورت رائج ہے کیونکہ اس سے روح نکلنے میں آسانی ہے اور یہ دونوں مذکورہ صورتیں اس وقت ہیں جبکہ مریض کو تکلیف نہ ہو اور جگہ میں گنجائش ہو ورنہ جس طرح اس کو آرام ملتا ہو یا جگہ کے لحاظ سے جس طرح مناسب ہو اسی طرح لیٹا رہنے دیں اپنے حال پر چھوڑ دیں۔

۴۔ اس وقت مستحب یہ ہے کہ اس کو کلمۂ شہادتین!

اشھدُ ان لّآ الٰہ الّا اللّٰہُ واشھد انّ محمّدا عبدہ و رسولہ

یا کلمہ طیب لا الٰہ الّا اللّٰہُ محمّد رّسول اللّٰہ تلقین کریں اس طرح سے کہ اس کے قریب بیٹھ کر اتنی آواز سے اس کلمہ کو پڑھتے رہیں کہ وہ مریض سن کر خود بھی پڑھے اس کو یہ نہ کہیں کہ تو پڑھ اور اس سے کہلوانے میں اصرار نہ کریں اور جب مرنے والا شخص ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے یا اشارہ سے پڑھنے کی تصدیق کر دے تو تلقین کرنے والا چپ ہو جائے، یہ کوشش نہ کرے کہ وہ بار بار کہتا

رہے کیونکہ مقصد یہ ہے کہ آخری کلام جو اُس کے منہ سے نکلے وہ کلمۂ مبارکہ ہو لیکن اگر اس کے بعد مرنے والا کوئی دنیا کی بات چیت کرے تو دوبارہ تلقین کرے اور جب دوبارہ پھر پڑھ لے تو پھر تلقین بند کردے حتیٰ کہ جان نکلنے سے پہلے اس کا آخری کلام کلمۂ طیبہ یا کلمۂ شہادت ہو، یہ تلقین بالاجماع مستحب ہے۔

۵۔ تلقین کرنے والا نیک شخص ہو اور مرنے والے کے ساتھ نیک گمان رکھنے والا ہو۔

۶۔ تلقینِ کلمہ کے علاوہ مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسٓ اور سورۂ رعد پڑھنا بھی مستحب ہے۔

۷۔ اس وقت اس کے پاس ایسی بات نہ کریں کہ جس سے اس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو جائے بلکہ ایسے کام اور ایسی باتیں کی جائیں کہ دنیا سے دل پھر کر اللہ تعالیٰ کی طرف مائل ہو جائے اس وقت نیک و صالح لوگوں کا حاضر ہونا اچھا ہے اس کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کا اس کے پاس آنا مستحب ہے اس مکان میں تصویر یا کتا نہ ہو اگر ہوں تو نکال دیا جائے، اپنے اور اس کے لئے دعائے خیر کرتے رہیں کوئی برا کلمہ زبان سے نہ نکالیں۔

۸۔ اس وقت اس کے پاس خوشبو رکھیں یا آگ میں خوشبو مثلاً لوبان یا اگربتیاں سلگا دیں

۹۔ اگر مرتے وقت کسی مسلمان کے منہ سے خدانخواستہ کوئی کفر کی بات نکل جائے (معاذ اللہ) تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور اس کے کفر کا حکم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا معاملہ اللہ کریم کے سپرد کیا جائے کیونکہ اس وقت اس کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہے ہیں اس لئے اللہ پاک کی کریمی و رحیمی پر بھروسہ کیا جائے کہ اس نے رحم فرما کر اس کو ایمان و یقین پر موت دی ہے، ہر لحاظ سے مسلمان میت کی طرح اس کی تجہیز و تکفین کی جائے، اور اس بات کا چرچا نہ کریں اور اللہ تعالیٰ سے اس کی مغفرت کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔

روح نکل جانے کے بعد کے احکام

۱۔ جب کوئی مر جائے اور روح اس کے بدن سے نکل جائے تو اس کے سب اعضا درست کر دیں، آنکھیں کھلی رہ گئی ہوں تو جس قدر آسانی و نرمی سے ہو سکے آنکھیں بند کر دیں، آنکھیں وہ شخص بند کرے جو اس کے عزیزوں میں سب سے زیادہ مہربان ہو اور آنکھیں بند کرتے ہوئے یہ پڑھے:

بسم اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم ط بسم اللّٰہ و علی ملّۃ رسول اللّٰہ (صلّی اللّٰہُ علیہ وسلم) اللّٰھم یسّر علیہ امرہ وسھّل علیہ مابعدہ واسعدہ

بلقائك واجعل ماخرج الیہ خیرا ممّا خرج عنہ ؔط

پھر کپڑے کی ایک چوڑی پٹی لے کر ٹھوڑی کے نیچے سے نکال کر اس کے دونوں سرے سر پر لے جا کر گرہ لگا دے تاکہ منھ کھلا (پھیلا) نہ رہے پھر اس کے اعضا پھیلا دیئے جائیں اور جوڑ بند ڈھیلے کر دیئے جائیں اور پاؤں کے دونوں انگوٹھے ملا کر باندھ دیئے جائیں تاکہ ٹانگیں پھیلنے نہ پائیں۔

۲۔ مستحب یہ ہے کہ جب روح نکل جانے کا یقین ہو جائے تو جو کپڑے مرتے وقت اس کے بدن پر ہوں ان کو جلدی ہی نرمی و آسانی کے ساتھ اتار لیا جائے اور تمام بدن ایک کپڑے چادر وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے بعض کے نزدیک غسل دینے کے وقت کپڑے اتارے جائیں اور ایک بلند تخت یا چارپائی پر رہنے دیں اور اس کے پیٹ پر لوہا یا تر مٹی یا کوئی اور بھاری چیز رکھدی جائے تاکہ پیٹ پھول نہ جائے مگر ضرورت سے زیادہ وزن نہ رکھیں، نہلانے، کفنانے دفنانے میں حتی الامکان جلدی کریں۔

۳۔ اگر کوئی ناگہانی موت سے یکا یک مرے تو نہلانے وغیرہ میں اتنی دیر کریں کہ اس کی موت کا یقین ہو جائے کیونکہ بعض وقت سکتہ یا بیہوشی وغیرہ ہوتی ہے اور وہ ابھی زندہ ہوتا ہے۔

۴۔ مستحب یہ ہے کہ جلدی سے اس کے مرنے کی خبر اس کے رشتہ داروں پڑوسیوں اور دوستوں کو کر دیں تاکہ وہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ کر اور اس کے لئے دعا کر کے اس کا حق ادا کریں بازاروں اور شارعِ عام پر اس کی موت کی خبر دینے کے لئے بلند آواز سے اعلان کرنا جائز بلکہ مستحب ہے خصوصاً جبکہ وہ میت عالم زاہد اور بابرکت شخصیت ہو لیکن اعلان فخر ومباہات کے طور پر نہ ہو۔

۵۔ مستحب ہے کہ میت کا قرض ادا کرنے میں جلدی کریں اور اس کو بری الذمہ کر دیں

۶۔ غسل دینے سے پہلے میت کے پاس بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا مکروہ ہے یہی قول اکثر فقہاء کا مختار ہے، اگر آہستہ (سری طور پر) پڑھا جائے یا میت سے دور بلند آواز سے پڑھا جائے تو سب کے نزدیک کوئی کراہت نہیں ہے اور روح نکلنے سے پہلے تک اس کے پاس بالاتفاق بلا کراہت قرأت جائز ہے۔

۷۔ اگر حاملہ عورت مر گئی اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ حرکت کرتا ہے تو اس عورت کا پیٹ بائیں طرف سے چیر کر بچہ کو نکال لیں اور اگر اس کے برعکس حاملہ عورت کے پیٹ میں بچہ مر گیا ہے

اور عورت زندہ ہے اور اس سے عورت کے مرجانے کا خوف ہے تو بچہ کو کاٹ کر نکال دیا جائے (آج کل تو ہسپتالوں میں عمل جراحی وٹیکوں وغیرہ سے بآسانی نکلوا سکتے ہیں)

۸۔ میت کی چارپائی کے اطراف پر عطر چھڑک کر یا لوبان جلا کر خوشبو مہکا دی جائے، میت کے پاس ناپاکی کی حالت میں مرد و عورت نہ آئیں بعض علماء کے نزدیک حیض و نفاس والی عورت کے پاس بیٹھ جانے میں مضائقہ نہیں ہے۔

غسلِ میت کا بیان

۱۔ میت کو غسل دینا زندہ مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے اسی طرح تجہیز و تکفین و نماز جنازہ پڑھنا و تدفین بھی فرض کفایہ ہے۔

۲۔ ایک بار غسل دینا فرض ہے اور تین بار مسنون ہے۔

۳۔ میت کے غسل کا مسنون و مستحب طریقہ یہ ہے کہ لکڑی کا بڑا تختہ جس پر میت کو غسل دینا چاہیں غسل دینے کی جگہ پر لمبائی میں مشرق و مغرب سمت رکھ دیا جائے اور بعض کے نزدیک شمالاً جنوباً رکھیں جیسا کہ قبر میں رکھتے ہیں، اصح یہ ہے کہ جس طرح آسان ہو اس طرح رکھیں اگر دوسری صورت میں آسانی ہو تو یہ زیادہ مستحسن ہے پھر میت کو اس تختہ پر رکھنے سے پہلے انگیٹھی وغیرہ میں صندل یا لوبان یا اگر سلگا کر طاق مرتبہ یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات مرتبہ اس تختہ کے گرد پھرا کر اس کی دھونی دی جائے اس سے زیادہ نہ کریں، مستحب ہے کہ جہاں میت کو غسل دیں وہاں پردہ کر لیں تاکہ سوائے غسل دینے والے اور اس کے معاون کے اور کوئی نہ آئے پھر میت کو اس تختہ پر لٹا دیں اور اس کا ستر ناف سے گھٹنے تک کسی کپڑے سے ڈھانک لیں، میت کے کپڑے اگر پہلے نہیں اتارے جیسا کہ بعض کے نزدیک غسل کے وقت تخت پر لٹا کر اُتارنا ہی بہتر ہے تو اب نرمی سے اتار دے پاجامہ یا تہبند وغیرہ احتیاط سے اُتارے تاکہ ستر نہ کھلنے پائے یعنی ناف سے گھٹنوں تک ایک کپڑا ڈال کر پھر پاجامہ یا تہبند کھینچ لے، غسل کے لئے پانی پہلے تیار کیا ہوا ہو، گرم پانی سے غسل دینا افضل ہے لیکن اوسط درجہ کا گرم ہو، غسل کے لئے پانی بیری کے پتے یا اشنان (ایک بوٹی ہے) یا خطمی یا نیم کے پتے ڈال کر گرم کریں اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو تو سادہ گرم پانی ہی کافی ہے اس سے صابن لگا کر غسل دے سکتے ہیں، اب پہلے مٹی کے تین یا پانچ ڈھیلوں سے میت کی نجاست دور کر کے پانی سے استنجا کرائے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دھونے والا اپنے بائیں ہاتھ پر کپڑے کی

تھیلی وغیرہ لپیٹ کر اس کپڑے کے اندر سے جو ناف سے زانو تک میت کے اوپر ہے نجاست کے مقام کو دھو دے کیونکہ میت کا ستر دیکھنا حرام ہے اور اس کے ستر کو بغیر حائل کے چھونا بھی حرام ہے لیکن بچوں کے لئے تھیلی پہننا ضروری نہیں ہے، مرد غسل کے وقت مرد کی ران کو بے پردہ نہ دیکھے اور اسی طرح عورت بھی عورت کی ران کو بے پردہ نہ دیکھے، پھر ہاتھ سے تھیلی نکال کر پھینک دے اور ہاتھ دھو کر اس میت کو نماز کے وضو کی طرح وضو کرائے لیکن اس وضو میں کلی نہ کرائے نہ ناک میں پانی ڈالے بلکہ اپنی انگشتِ شہادت پر کپڑا لپیٹ کر تر کر لے یا روئی تر کر کے اس کے منھ میں دانتوں لبوں مسوڑھوں اور تالو پر ملے اس طرح تین مرتبہ کرے اور روئی یا کپڑے کی بتی بنا کر اس کو تر کر کے ناک کے سوارخوں میں پھرا دے یہ بھی تین مرتبہ کرے، اُس کے منھ ناک کان میں روئی رکھدے کہ نہلاتے وقت اُن میں پانی نہ جائے پھر اس کا منھ دھو دے پھر کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھو کر سر کا مسح کر دے اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھو دے، پھر اگر میت کے سر پر بال اور ڈاڑھی ہو تو خطمی یا ملتانی مٹی یا صابن وغیرہ یا خالص پانی سے مل کر دھوئے اب میت کو بائیں کروٹ پر لٹا دے اور سر سے پاؤں تک تین مرتبہ پانی ڈال کر نہلائے حتیٰ کہ تخت سے ملے ہوئے حصہ تک پہنچ جائے ہر دفعہ بدن کو ملتا جائے مگر ستر کی جگہ کو کپڑے کی تھیلی پہنے بغیر ہاتھ نہ لگائے پھر میت کو داہنی کروٹ پر لٹا کر اسی طرح تین مرتبہ بدن ملتے ہوئے پانی ڈالے حتیٰ کہ پانی تخت سے ملے ہوئے حصہ تک پہنچ جائے، اس کے بعد میت کو اپنے ہاتھوں یا گھٹنوں یا سینہ کا سہارا دے کر ذرا بٹھا دے اور اس کے پیٹ پر نرمی سے ہاتھ پھیرے اگر کچھ غلاظت نکلے تو اس کو دھو ڈالے مگر دوبارہ وضو کرانے یا غسل دینے کی ضرورت نہیں صرف نجاست نکلنے کے مقام کا دھونا کافی ہے پھر میت کو بائیں کروٹ پر لٹا کر کافور ملا ہوا پانی سر سے پاؤں تک تین مرتبہ بہا دے، اب غسل پورا ہو گیا، اس طرح بدن تین مرتبہ دھل جائے گا جو کہ عدد مسنون ہے یعنی ایک دفعہ بائیں کروٹ پر دوسری مرتبہ داہنی کروٹ پر بیری وغیرہ کے پتوں کے پانی سے اور تیسری مرتبہ بائیں کروٹ پر کافور کے پانی سے، یہی طریقہ اولیٰ ہے، ہر کروٹ پر ایک مرتبہ سارے بدن پر پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ بہانا سنت ہے، اس سے زیادہ بلا ضرورت ہو تو مکروہ ہے اور اگر ضرورت کی وجہ سے ہو تو جائز ہے، اب تمام بدن کپڑے سے پونچھ دے، اگر اس کے بعد بھی بدن سے کوئی غلاظت نکلے تو اس کو دھو ڈالے دوبارہ غسل کی ضرورت نہیں، اب تہبند بدل دیا جائے اور کفن پہنایا جائے جس کی تفصیل آگے درج ہے۔

۴۔ غسل دیتے وقت میت کے چہرہ پر روئی رکھ دی جائے اور سوراخوں یعنی پیشاب و پاخانہ کے مقام و دونوں کانوں و دونوں نتھنوں اور منہ میں روئی داخل کر دی جائے تا کہ ان میں پانی نہ جانے پائے تو مضائقہ نہیں ہے۔

۵۔ اگر مردہ پھول یا سڑ گیا ہو تو اس کو ہاتھ نہ لگائیں اس پر پانی بہالینا کافی ہے اور یہ پانی بہانا واجب ہے۔

۶۔ عورت کے غسل کا وہی طریقہ ہے جو مرد کے غسل کا بیان ہوا، عورت کے بال اکھٹے کر کے سینہ پر ڈال دیں پیٹھ پر نہ چھوڑیں۔

۷۔ میت کے سر یا ڈاڑھی میں کنگھی نہ کریں ناخن بال اور لبیں نہ تراشیں بغلوں کے بال نہ اُکھاڑیں زیر ناف کے بال نہ مونڈیں ختنہ نہ کریں کوئی اور زینت سرمہ لگانا وغیرہ بھی نہ کریں یہ سب امور کرنا ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے۔ اگر ناخن یا بال تراش دیئے تو اس کے ساتھ کفن میں رکھ دیں، خوشبو لگانا جائز ہے جو ناخن ٹوٹا ہوا ہو اس کے جدا کر دینے میں مضائقہ نہیں۔

۸۔ بندوں پر غسل کا فرض ادا ہونے کے لئے بندوں کی طرف سے اس فعل کا ہونا ضروری ہے نیت شرط نہیں ہے لیکن ثواب حاصل کرنے کے لئے کر لینی چاہئے، پس اگر مردہ بہت سے پانی میں مثلاً دریا میں سے نکالا گیا تب بھی اس کو غسل دینا فرض ہے لیکن اگر پانی سے نکالتے وقت غسل کی نیت سے پانی میں حرکت دیدی تو غسل ادا ہو جائے گا اور تین مرتبہ حرکت دینے سے غسل مسنون ادا ہو جائے گا، غسل دینے والے کا مکلف ہونا بھی شرط نہیں ہے، پس نابالغ یا کافر کے غسل دینے سے غسل ادا ہو جائے گا اسی طرح اگر کسی اجنبی مرد نے عورت کو یا اجنبیہ عورت نے مرد کو غسل دیا تو فرض ادا ہو جائے گا اگرچہ اس کو اس کا نہلانا جائز نہیں تھا۔

۹۔ مردہ دو قسم پر ہے اول وہ جس کو غسل دیا جاتا ہے دوم وہ جس کو غسل نہیں دیا جاتا۔ اول کی دو قسم ہیں ایک وہ جن پر نماز پڑھنے کے لئے غسل دیا جاتا ہے اور یہ وہ ہے جو زندہ پیدا ہو کر مر جائے دوسرا وہ جس کو غسل دیا جاتا ہے مگر اس پر نماز نہیں پڑھی جاتی، یہ وہ ہے جو مردہ پیدا ہوا ہو، وہ کافر حربی بھی اسی حکم میں ہے جس کا ولی مسلمان ہو، جس کو غسل نہیں دیا جاتا اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس کو اہانت کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا مثلاً باغی، مقتول اور ڈاکو دوسرا وہ جس کو اکرام و فضیلت کی وجہ سے غسل نہیں دیا جاتا جیسے شہید (شہید کی تفصیل آگے آئے گی)۔

۱۰۔ جس بچہ سے پیدا ہوتے وقت اس کا اکثر حصہ باہر آجانے کے بعد کوئی آواز یا سانس یا کسی عضو کی حرکت یا آنکھ جھپکنے وغیرہ کی کوئی علامت ایسی پائی جائے جس سے اس کی زندگی معلوم ہو تو اس کا نام رکھیں، اس کو غسل وکفن دیں اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھیں اور اگر اکثر حصہ پیدا ہونے کے بعد زندگی کی کوئی علامت نہ پائی جائے تو غسل دیں اس کا نام رکھیں، اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں اور اس پر نمازِ جنازہ نہ پڑھیں، اگر بچہ سر کی طرف سے پیدا ہو تو سینہ تک نکلنا اکثر حصہ بدن کا نکلنا ہے اور اگر پاؤں کی طرف سے پیدا ہو تو ناف تک نکلنے سے اکثر حصہ نکلنا سمجھا جائے گا بچہ جنانے والی دائی یا بچہ کی ماں کا قول اس کی زندگی کے بارے میں مقبول ہوگا، اگر بچہ کے سب اعضا ہاتھ پاؤں منھ ناک وغیرہ کچھ بھی نہ بنے ہوں اور حمل ساقط ہوگیا تو اس پر نماز نہ پڑھیں اس کے غسل کے متعلق مختار وصحیح تر یہ ہے کہ اس کو غسل مسنون نہ دیا جائے بلکہ یونہی پانی ڈال کر نہلا دیا جائے اور اس کا نام بھی رکھا جائے، اگر اس میں لڑکا یا لڑکی ہونے کی کوئی علامت نہ ہو تو ایسا نام رکھیں جو مرد وعورت کے لئے مشترک ہو مثلاً بسم اللہ، رحمت وغیرہ پھر اس کو کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں کفنِ سنت کی رعایت نہ کریں۔

۱۱۔ اگر کسی مردے کا نصف سے زیادہ بدن ملے خواہ وہ بغیر سر کے ہو تو اس کو غسل وکفن دیں اور نماز پڑھیں نصف بدن مع سر ملنے کا بھی یہی حکم ہے اگر اس کے بعد باقی بدن بھی مل جائے تو اس پر نماز نہ پڑھیں، اگر نصف بدن سر کے بغیر ملے یا نصف سے کم بدن ملے خواہ سر کے ساتھ ہو یا بغیر سر کے یا نصف بدن طول میں چرا ہوا ہو تو اس کو غسل نہ دیں اور اس پر نماز نہ پڑھیں بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

۱۲۔ کافر مردے کے لئے مسلمانوں پر غسل وکفن ودفن فرض نہیں ہے۔

۱۳۔ اگر مردہ شخص ملا اور یہ معلوم نہیں کہ مسلمان ہے یا کافر، اگر اس پر کوئی علامت مسلمان ہونے کی ہو مثلاً ختنہ ہونا لبوں کا کترانا وغیرہ تو اس کو غسل دیں اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں۔

۱۴۔ جب مسلمانوں اور کافروں کے مردے مل جائیں اگر کسی علامت سے مسلمان پہنچانے جاسکیں تو ان کو غسل وکفن دیں اور ان پر نمازِ جنازہ پڑھیں اگر کوئی علامت نہ ہو کہ جس سے پہچان سکیں تو اعتبار اکثر کا ہوگا اگر مسلمان زیادہ ہیں تو سب مردوں کو غسل وکفن دیں اور سب

پر نمازِ جنازہ پڑھیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں یہ صورت جہاد میں ممکن ہے کہ مسلمانوں کی کل تعداد میں زندہ بچنے والوں کی تعداد نفی کر کے معلوم کر سکتے ہیں مزید تفصیل کتابوں میں ہے۔

۱۵۔ جو شخص جہاز یا کشتی میں مرجائے اس کو غسل و کفن دیں اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھیں اور کہیں دفن میسر نہ ہو یعنی زمین کا کنارہ دور ہو اور نعش کے خراب ہونے کا خوف ہو تو کچھ وزن باندھ کر دریا یا سمندر میں جہاں چل رہے ہوں ڈال دیں، اگر کنارہ اس قدر دور نہ ہو اور جلدی اترنے کی امید ہو تو نعش کو رکھ چھوڑیں اور زمین میں دفن کریں۔

۱۶۔ اگر کوئی مسلمان آگ میں جل کر کوئلہ ہو گیا اس کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اس کا غسل اور نمازِ جنازہ نہیں ہے۔

۱۷۔ چار قسم کے لوگوں کے لئے غسل و نمازِ جنازہ نہیں ہے، ۱۔ اول باغی، ۲۔ دوم رہزن (ڈاکو)، ۳۔ سوم وہ لوگ جو شہر کے اندر رات کو ہتھیار لگا کر یا بلا ہتھیار اور دن میں ہتھیار لگا کر غارت گری کریں کہ یہ رہزن کے حکم میں ہیں، ۴۔ چہارم لوگوں کا گلا گھونٹ کر مارنے والا جبکہ اس نے ایک مرتبہ سے زیادہ ایسا کیا ہو، یہ باغی کے حکم میں ہے۔

۱۸۔ جو شخص خودکشی کرے یعنی پھانسی لے کر یا کسی اوزار یا ہتھیار سے یا زہر کھا کر یا کسی اور طرح اپنے آپ کو مار ڈالے تو اس کو غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے۔

غسل دینے والے کیلئے احکام

۱۔ مستحب یہ ہے کہ غسل دینے والا میت کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہو، اگر وہ نہلانا نہ جانتا ہو یا اچھی طرح غسل نہ دے سکتا ہو تو پھر کوئی نیک پرہیز گار امین آدمی جو غسل کے مسائل سے واقف ہو غسل دے اور مستحب یہ ہے کہ غسل دینے والا ثقہ (قابلِ اعتماد) شخص ہو کہ غسل اچھی طرح دے، اگر میت سے کوئی پسندیدہ علامت دیکھے جیسے چہرہ کا نور یا مسکراہٹ یا خوشبو وغیرہ تو اس کے لئے مستحب ہے کہ لوگوں میں بیان کر دے اگر ناپسندیدہ علامات دیکھے مثلاً منہ کا سیاہ ہونا، بدبو ہونا، صورت بدل جانا وغیرہ تو کسی ایک شخص کے سامنے بھی اس کو بیان کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر میت علانیہ بدعتی ہو اور کھلم کھلا گناہ ناچ گانا یا طوائف کا پیشہ وغیرہ کرتی ہو تو ایسی بات لوگوں کے سامنے بیان کرنے میں مضائقہ نہیں تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں، نہلانے والے کو بلا

ضرورت میت کے کسی عضو کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے اور اگر اس کے کسی عضو میں کوئی عیب دیکھے جس کو وہ زندگی میں چھپاتا تھا تو یہ بھی اس کو کسی سے ذکر نہ کرے۔

۲۔ نہلانے والا باطہارت ہونا چاہئے اگر نہلانے والا جنبی یا حیض یا نفاس والی عورت یا کافر ہو تو جائز مگر مکروہ ہے اور اگر بے وضو ہو تو مکروہ نہیں لیکن باوضو ہونا مستحب ہے۔

۳۔ مستحب یہ ہے کہ نہلانے والے کے پاس انگیٹھی میں خوشبو سلگتی ہو۔

۴۔ افضل یہ ہے کہ میت کو بلا اجرت غسل دے اگر اس کے سوا اور کوئی نہلانے والا ہو تو اُس کو اجرت لے کر نہلانا جائز ہے اور اگر کوئی نہلانے والا موجود نہ ہو تو اس کو اجرت لینا جائز نہیں کیونکہ اب میت کو غسل دینا اس ہی پر واجب ہوگیا ہے یہی تفصیل کفن پہنے، جنازہ اٹھانے، قبر کھودنے اور دفن کرنے والوں کی اجرت کے لئے بھی ہے۔

۵۔ غسل دینے والے کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کو اس میت کی طرف دیکھنا حلال ہو پس مردوں کو مرد اور عورتوں کو عورتیں غسل دیں، اس کے برعکس یعنی مرد عورتوں کو اور عورتیں مردوں کو غسل نہ دیں لیکن اگر دیں گے تو غسل درست ہو جائے گا کیونکہ یہ شرط صحتِ غسل کی مانع نہیں ہے اگر ایسی ضرورت پڑ جائے تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔

۶۔ شوہر اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا اور نہ چھو سکتا ہے کیونکہ مرنے کے بعد اب وہ شوہر اس کے حق میں اجنبی ہے۔

۷۔ بیوی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ عدت تک وہ اس کے نکاح میں باقی ہے

۸۔ اگر جوان یا بوڑھی عورت سفر میں مردوں کے درمیان فوت ہو جائے اور کوئی مسلمان یا عورت موجود نہ ہو نہ کوئی چھوٹا لڑکا ہو تو اگر اس کا کوئی محرم موجود ہو تو وہ اس کو اپنے ہاتھ سے تیمم کرادے اس کو اس کے اعضائے تیمم کا چھونا جائز ہے اس لئے اس کے ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی ضرورت نہیں اور اگر کوئی محرم موجود نہ ہو تو اجنبی شخص اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرائے اور اس کے بازوؤں پر نظر پڑتے وقت آنکھیں بند کرلے اگر مرد اپنی عورت کو تیمم کرائے تب بھی ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر کرائے لیکن اس کے لئے آنکھیں بند کرنے کا حکم نہیں ہے اسی طرح اگر کوئی مرد عورتوں کے درمیان فوت ہو جائے ان میں کوئی مسلمان یا کافر مرد نہ ہو، نہ اس کی بیوی ہو اور نہ کوئی چھوٹی لڑکی ہو تو محرم عورت ہاتھ پر کپڑا لپیٹے بغیر تیمم کرادے اور اگر محرم عورت بھی نہ ہو تو اجنبی عورت ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرادے مرد کے غسل کی صورت میں اگر کافر مرد

موجود ہو اور مسلمان مرد نہ ہو تو وہ عورتیں کافر مرد کو غسل کا طریقہ سکھا دیں اور وہ کافر مرد اکیلا پردے میں اس کو غسل دے اور اگر کافر مرد تو نہیں لیکن چھوٹی لڑکی ہے تو عورتیں اس کو غسل کا طریقہ سکھا دیں اور وہ لڑکی اکیلی پردے میں مرد کو غسل دے، اسی طرح مردوں میں عورت کی میت ہو اور کوئی مسلمان عورت نہ ہو تو کافرہ عورت کو سکھا کر ورنہ چھوٹے لڑکے کو سکھا کر غسل دلایا جائے۔

۹۔ اگر کوئی لڑکی یا لڑکا مر گیا جو شہوت کی حد کو نہیں پہنچا تو اس کو مرد یا عورت کوئی بھی غسل دے سکتا ہے، لیکن جو نابالغ لڑکا یا لڑکی حدِ شہوت کو پہنچ گئے ہوں وہ بالغ کے حکم میں ہیں۔

۱۰۔ عضو مخصوص کٹا ہوا اور خصی، مرد کے حکم میں ہے۔

۱۱۔ اگر کوئی شخص سفر میں مر گیا اور وہاں پاک پانی نہیں ہے تو میت کو تیمم کرا کر نمازِ جنازہ پڑھیں پھر اگر دفن کرنے سے پہلے پانی مل جائے تو غسل دے کر دوبارہ پڑھنے کا حکم امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ہے، امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک غسل دیا جائے اور نماز کا اعادہ نہ کریں۔

۱۲۔ اگر جنبی یا حیض یا نفاس والی عورت فوت ہو جائے تو ایک ہی غسل کافی ہے۔

۱۳۔ غسل دینے والے پر غسل میت کے بعد نہ غسل واجب ہے نہ وضو وہی وضو جو غسل کرانے سے پہلے کیا تھا نمازِ جنازہ کے لئے کافی ہے لیکن اس کو غسل کر لینا مستحب ہے۔

۱۴۔ اگر میت کو غسل کے بعد کفن پہنا دیا اور اس کا کوئی عضو غسل کے بغیر رہ گیا تو صرف اس عضو کو غسل دیا جائے اور اگر ایک انگلی کی مثل رہ گیا تو اس کو غسل نہ دیا جائے۔

میّت کی تجہیز و تکفین کا بیان

کفن کا حکم و تفصیل

۱۔ میت کو کفن دینا فرضِ کفایہ ہے۔

۲۔ کفن کے تین درجے ہیں: ۱۔ کفن سنت، ۲۔ کفن کفایت، ۳۔ کفنِ ضرورت،

۳۔ مرد کے لئے کفن سنت تین کپڑے ہیں: ۱۔ ازار (تہبند)، ۲۔ کفنی (قمیض، کرتہ)، ۳۔ لفافہ (لپیٹنے کے لئے چادر)۔ عورت کے لئے کفنِ سنت پانچ کپڑے ہیں تین کپڑے وہی جو مرد کے لئے بیان ہوئے ان کے علاوہ ۴۔ اوڑھنی (دوپٹہ) و ۵۔ سینہ بند۔

۴۔ کفنِ کفایت مرد کر لئے دو کپڑے ازار و لفافہ عورت کے لئے تین کپڑے ازار، لفافہ اور اوڑھنی، یا یہ تین کپڑے کفنی، لفافہ اور اوڑھنی، اختیاری حالت میں اس قدر کفن واجب ہے، بلا ضرورت اس سے کم کرنا یعنی مرد کے لئے ایک کپڑا اور عورت کے لئے دو کپڑے کرنا مکروہ ہے اور ضرورت کے وقت بلا کراہت جائز ہے۔

۵۔ کفنِ ضرورت دونوں کے لئے وہ ہے جو میسر آ جائے اور کم از کم اتنا ہو کہ سارا بدن ڈھک جائے خواہ نیا کپڑا ہو یا پرانا اگر اس قدر بھی نہ ہو تو لوگوں سے مانگ کر پورا کیا جائے۔ اگر یہ بھی نہ ہو سکے اور کپڑا کم ہو تو سر کی طرف سے اوڑھا کر پاؤں کی طرف سے جس قدر کھلا رہے اس کو گھاس وغیرہ سے چھپا دینا واجب ہے۔

۷۔ لفافہ یعنی لپیٹنے کی چادر میت کے قد سے اسقدر زیادہ ہو کہ سر اور پاؤں کی طرف باندھ سکیں پس تقریباً ایک ہاتھ بڑی ہو، ازار (تہبند) میت کے قد کی برابر یعنی سر سے پاؤں تک لمبی ہو، کفنی گلے سے پاؤں تک ہو اور آگے اور پیچھے دونوں طرف برابر ہو، مرد و عورت دونوں کے لئے ایک مقدار ہے البتہ مرد کی کفنی مونڈھے پر سے چیریں اور عورت کی سینے کی طرف سے، عورت کے لئے اوڑھنی (سر بند) تین ہاتھ (ڈیڑھ گز) ہو اور سینہ بند کے لئے افضل یہ ہے کہ چھاتیوں سے گھٹنوں تک چوڑا ہو، ناف تک ہو تب بھی درست ہے اور اتنا لمبا ہو کہ بندھ جائے۔

۸۔ قریب البلوغ لڑکا، لڑکی یعنی جو حدِ شہوت کو پہنچ چکا ہو اس کے کفن کا حکم مثل بالغ مرد و عورت کے ہے اس سے کم عمر کے لئے کفن میں ایک کپڑا ہونا جائز ہے اور دو کپڑے دیئے جائیں تو اچھا ہے احسن یہ ہے کہ چھوٹا لڑکا ہو یا لڑکی پورا کفن دیا جائے خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو جس کی خلقت پوری نہ ہوئی ہو اور حمل گر جائے تو اس کو کفنِ مسنون نہ دیا جائے بلکہ معمولی طور پر نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے۔

۹۔ مرد کے تین کپڑوں سے زیادہ پانچ کپڑے تک کرنا مکروہ نہیں ہے اور بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔

۱۰۔ کفن اچھا ہونا چاہئے، مرد کو تقریباً ایسی قیمت کے کپڑے کا دینا چاہئے جیسا وہ جمعہ و عیدین میں اپنی زندگی میں پہنتا تھا اور عورت کو ایسا دینا چاہئے جیسے کپڑے پہن کر وہ اپنے میکے میں جایا کرتی تھی۔ بہتر یہ ہے کہ روئی کے سوتی کپڑے کا اور سفید ہو، پرانا ہو تو دھلا ہوا ہو، عورتوں کے

لئے ریشمی کپڑے اور زعفران وکسم میں رنگے ہوئے کپڑے کا کفن جائز ہے، مردوں کے لئے جائز نہیں جیسا کہ زندگی میں حکم ہے۔

کفن کون دے اور اس کے متعلقات

۱۔ اگر میت نے مال چھوڑا ہو اور وہ مال حق غیر سے فارغ ہو تو کفن اس کے مال میں سے دیا جائے، مقدار سنت کفن کو قرض و وصیت و وراثت پر مقدم کیا جائے، اگر ترکہ قرضے کی برابر ہو تو پہلے ترکہ میں سے کفنِ کفایت دیا جائے پھر قرض ادا کیا جائے اگر مال زیادہ ہو کفنِ سنت دینا اولیٰ ہے۔

۲۔ جس میت کا کچھ مال نہ ہو اس کا کفن اس شخص پر واجب ہے جس پر اس کا نفقہ واجب تھا، صحیح یہ ہے کہ بیوی کا کفن خاوند پر واجب ہے خواہ بیوی نے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو اور خواہ شوہر مالدار ہو یا مفلس، اگر خاوند مرا اور کچھ مال نہیں چھوڑا تو بیوی پر اس کا کفن دینا بالاجماع واجب نہیں ہے خواہ بیوی مالدار ہو۔

۳۔ اگر ایسا شخص موجود نہ ہو جس پر میت کا نفقہ واجب تھا تو اس کو بیت المال سے کفن دیا جائے اور اگر بیت المال نہ ہو یا اس میں نقدی یا جنس نہ ہو تو اس کو کفن دینا مسلمانوں پر واجب ہے یعنی جن کو حال معلوم ہوگا ان پر فرضِ کفایہ ہے اور یہ لوگ بھی عاجز و مفلس ہوں تو دوسرے لوگوں سے بقدرِ کفایت کفن سے کپڑا یا نقدی مانگیں اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو بقدرِ ضرورت کے لئے سوال کریں اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کو نہلا کر گھاس میں لپیٹ کر دفن کر دیں اور اس کی قبر پر نمازِ جنازہ پڑھیں۔

۴۔ اگر لوگوں سے مانگے ہوئے کپڑے یا نقدی میں سے کچھ بچ رہے اور صدقہ دینے والے کو پہچانتا ہو تو اس کو واپس دیدے اگر نہ پہچانتا ہو تو کسی دوسرے محتاج کے کفن میں خرچ کر دے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو فقیروں کو صدقہ کر دے۔

فائدہ

جو چادر جنازہ کے اوپر ڈالی جاتی ہے وہ کفن میں شامل نہیں ہے اسی طرح بعض جگہ کے رواج میں ایک جانماز کا کپڑا ہوتا ہے یہ بھی کفن میں شامل نہیں ہے ان دونوں کو میت کے مال میں سے نہیں ہونا چاہئے لیکن اگر وارث سب بالغ ہوں اور سب کی اجازت ہو تو جائز ہے۔ اسی طرح

جب تک سب وارث بالغ نہ ہوں اوران سب کی اجازت نہ ہومیت کے مال سے دوسرے زائد اخراجات بھی نہیں کرنے چاہئیں۔ اس مسئلہ کوخوب سمجھ لینا چاہئے اکثر جگہ مسئلہ کے خلاف عمل ہو رہا ہے اس سے بچنا چاہئے۔

کفن پہنانے کا طریقہ

پہلے کفن کولوبان وغیرہ سے ایک مرتبہ یا تین مرتبہ یاپانچ یا سات مرتبہ دھونی دینی چاہئے اس سے زیادہ نہ کریں پھر مرد کے لئے پہلے لفافہ (اوپر لپیٹنے کی چادر) چارپائی (مسہری) پر بچھائیں اس کے اوپر ازار بچھائی جائے پھر میت کو غسل دینے اور پونچھنے کے بعد کفنی پہنا کر ازار کے اوپر لٹادیں یا ازار کے اوپر کفنی کو پہلے دوہرا کر کے بیچ میں چاک کھول دیں اور اس طرح بچھائیں کہ اس کا آدھا اوپر کا حصہ اکٹھا کر کے سرہانے کی طرف رکھ دیں پھر میت کو بچھے ہوئے کفن پر لٹا کر کفنی یعنی کرتے کا گریبان سر میں ڈال کر اس کا اوپر کا حصہ جو اکٹھا کیا ہوا تھا بدن پر پھیلا دیں تا کہ کندھوں سے پنڈلیوں تک آجائے اب تہبند آہستہ سے کھینچ لیں، یہ طریقہ آسان ہے اور عام طور پر سب جگہ رائج ہے۔ پھر اس کے سر، ڈاڑھی اور تمام بدن کو خوشبو لگائی جائے یہ مستحب ہے مرد کے لئے سوائے زعفران اور ورس کے ہر قسم کی خوشبو جائز ہے۔ مرکب خوشبو ہونا اچھا ہے پھر اس کے اعضائے سجود یعنی پیشانی ناک دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں پر کافور لگائیں خواہ احرام کی حالت میں مرا ہو یا بغیر احرام کے خوشبو و کافور لگانا دونوں صورتوں میں جائز بلکہ مستحب ہے اور احرام والے کا سر بھی ڈھانپ دیا جائے پھر ازار کو بائیں طرف سے اس پر لپیٹیں پھر داہنی طرف سے لپیٹیں تا کہ داہنی جانب اوپر رہے پھر لفافہ یعنی پوٹ کی چادر اسی طرح پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے لپیٹیں، اگر کفن کھل جانے کا خوف ہوتو کپڑے کی دھجی سے سر اور پاؤں کی طرف سے باندھ دیں، میت کے دونوں ہاتھ اس کے دونوں پہلوؤں میں رکھے جائیں اس کے سینے پر نہ رکھیں۔ عورت کے کفن کو بھی مرد کے کفن کی طرح پہلے لوبان وغیرہ سے دھونی دینے کے بعد پہلے سینہ بند بچھائیں پھر اس کے اوپر لفافہ پھر اس کے اوپر ازار بچھائیں اور میت کو کفنی پہنا کر اس پر لٹادیں یا اس پر کفنی بچھا کر اور کفنی کا اوپر کا حصہ لپیٹ کر سرہانے پر رکھ کر اس پر میت کو رکھدیں اور گریبان سر میں ڈال کر کفنی پہنا کر تہبند کھینچ لیں، یہاں تک وہی طریقہ ہے جیسا کہ مرد کے لئے بیان ہوا پھر اس کے بالوں کے دو حصے کر کے سینے

پر کفنی کے اندر رکھدیں ایک حصہ دائیں طرف اور ایک حصہ بائیں طرف اور اس کے اوپر اوڑھنی (سر بند سر پر اور بالوں پر ڈال دیں اس طرح کہ نصف پشت کے نیچے سے بچھا کر سر پر لا کر نقاب کی طرح سینہ پر ڈالدیں اس کو باندھنا اور لپیٹنا نہیں چاہئے، اس کا طول سینے سے پشت تک یعنی تقریباً دو ہاتھ ہے اور عرض ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک یعنی تقریباً دو بالشت ہے پھر ازار کو پہلے بائیں جانب سے پھر دائیں جانب سے لپیٹیں پھر لفافے کو اسی طرح لپیٹیں جیسا کہ مرد کے لئے بیان ہوا، پھر سب کفنوں کے اوپر سینہ بند کو بغلوں سے نکال کر گھٹنے کے نیچے تک چھاتیوں کے اوپر پہلے بائیں طرف سے پھر داہنی طرف سے لپیٹ کر اس کے کناروں کو گرہ دے کر باندھیں تاکہ کفن رانوں کے اوپر سے اڑنے نہ پائے، بعض کے نزدیک ناف تک باندھے اگر سینہ بند کو اوڑھنی کے بعد ازار لپیٹنے سے پہلے ہی باندھ دیا تب بھی جائز ہے اور اگر ازار لپیٹنے کے بعد لفافہ یعنی اوپر کی چادر لپیٹنے سے پہلے باندھ دیا تب بھی جائز ہے اور یہی ظاہر ہے پھر کسی دھجی سے سر اور پیر کی طرف سے کفن کو باندھ دیں اور ایک بند کمر کے پاس بھی باندھ دیں تاکہ راستے میں کہیں سے کھل نہ جائے۔

اگر ازار لپیٹنے کے بعد لفافہ یعنی اوپر کی چادر لپیٹنے سے پہلے باندھ دیا تب بھی جائز ہے اور یہی ظاہر ہے پھر کسی دھجی سے سر اور پیر کی طرف سے کفن کو باندھ دیں اور ایک بند کمر کے پاس بھی باندھ دیں تاکہ راستے میں کہیں سے کھل نہ جائے۔

نقشہ تفصیل کفن مع متعلقات

نمبر شمار	مرد و عورت	نام پارچہ	طول	عرض	انداز پیمائش	کیفیت
۱۔	مرد و عورت کے لئے	ازار	اڑھائی گز	ایک گز سے دو گز تک	سر سے پاؤں تک	چودہ یا پندرہ یا سولہ گرہ عرض کا کپڑا ہو تو ڈیڑھ پاٹ میں ہوگا
۲۔	//	لفافہ	پونے تین گز	////	ازار سے چار گرہ زیادہ	//////

۳	״	قمیص (کفنی)	اڑھائی یا پونے تین گز	ایک گز	کندھے سے نصف پنڈلی تک اوپر نیچے (دوہرا)	چودہ گرہ یا ایک گز عرض کی تیار ہوتی ہے دو برابر حصے کرکے گلے کا چاک کھول کر گلے میں ڈالتے
۴۔	صرف عورت کے لئے	سینہ بند	دو گز	سوا	زیر بغل سے گھٹنوں تک	
۵۔	״	سر بند	ڈیڑھ	بارہ گرہ (پون گز)	جہاں تک آجائے	سر کے بال کے دو حصے کرکے دائیں اور بائیں جان سینے پر رکھے جائیں اور اوپر سے سر بند ڈال دیا جائے
۶۔	لڑکا قریب البلوغ یعنی جو حدِ شہوت کو پہنچ چکا ہو مردانہ کفن کی طرح اور بہت چھوٹا ہو تو صرف ایک کپڑا۔ لڑکی جو حدِ شہوت کو پہنچ چکی ہو زنانہ کفن کی طرح اور بہت چھوٹی ہو تو صرف دو کپڑے، مردہ بچے صرف ایک کپڑا۔					

متعلقاتِ کفن

غسل کے لئے تہبند بدن کی موٹائی سے تین گرہ زائد یعنی بڑے آدمی کے لئے سوا گز کافی ہے اور عرض میں ناف سے پنڈلی تک یعنی چودہ گرہ کافی ہے۔ یہ دو عدد ہونے چاہئیں، دستانے کے لئے چھ گرہ طول اور تین گرہ عرض ہو بقدر پنجۂ دست بنالیں، یہ بھی دو عدد ہوں، عورت کے گہوارے کی چادر بڑی عورت کے لئے ساڑھے تین گز طول دو گز عرض کافی ہے، باقی سامان گھڑے دو عدد لوٹا، تختۂ غسل، لوبان ایک تولہ، روئی آدھی چھٹانک، گل خیرو (خطمی) ایک چھٹانک، کافور چھ ماشہ، قبر کے پٹاؤ کے لئے کچی اینٹیں وغیرہ بقدر ضرورت، مرد کے کفن میں کل کپڑا اندازاً دس گیارہ گز لگتا ہے اور عورت کے لئے مع چادر گہوارہ ساڑھے اکیس گز۔

جنازہ اٹھا کر چلنے کا بیان

۱۔ جنازے کا اٹھانا مسلمانوں پر فرضِ کفایہ ہے، اجرت دے کر جنازہ لے جانا جائز ہے لیکن اجرت لینے والے کو جنازہ لے چلنے کا ثواب نہیں ملے گا۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے آدمی جنازہ لے چلیں۔

۲۔ جنازے کو کندھا دینا عبادات ہے ہر شخص کو اس میں سبقت کرنی چاہئے سنت یہ ہے کہ چار مرد چار پائی یا مسہری کے چاروں پاؤں کو کندھوں پر رکھ کر چلیں۔

۳۔ اگر جنازہ اٹھانے والے لوگ بہت ہوں تو باری باری اُٹھاتے چلیں باری باری اٹھانے میں دو چیزیں ہیں ایک سنت دوسرے کمال سنت، اصل سنت یہ ہے کہ خواہ کسی طرف سے شروع کرے اور ہر شخص اس کے چاروں پایوں کو باری باری کندھے پر رکھے اور ہر جانب سے دس قدم چلے اور کمالِ سنت یہ ہے کہ پہلے میت کے سرہانے کا داہنا پایہ پکڑے، اپنے داہنے کندھے پر اس کی پٹی اُٹھائے اور دس قدم چلے پھر پائینتی کے داہنے پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی کو اپنے داہنے کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر سرہانے کے بائیں پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے پھر پائینتی کے بائیں پایہ کو پکڑ کر اس کی پٹی اپنے بائیں کندھے پر رکھ کر دس قدم چلے اس طرح کل چالیس قدم چلے، یہ کمالِ سنت کا طریقہ ہر شخص سے ادا نہیں ہو سکے گا اس لئے جس قدر جو کچھ ادا کر سکے مستحب ہے، اٹھانے والے کی داہنی جانب وہی ہے جو میت کے داہنی جانب ہے اور وہ چار پائی کی بائیں جانب ہوگی اور بائیں جانب اس کے برعکس ہوگی یعنی میت اور اس کے اٹھانے والے کی بائیں جانب چار پائی کی داہنی جانب ہوگی یا یوں سمجھ لیجئے کہ اگر چار پائی کے آگے اس کی طرف پیٹھ کر کے وسط میں کھڑا ہو تو اس کے داہنی جانب چار پائی کی دائیں جانب اور میت کی بائیں جانب ہوگی کیونکہ اس طرف کی پٹی کے پاس میت کا بایاں ہاتھ ہوگا اور اس شخص کی بائیں جانب چار پائی کی بائیں جانب اور میت کی داہنی جانب ہوگی کیونکہ اس طرف میت کا داہنا ہاتھ ہوگا پس پہلے اس طرف کے سرہانے سے اٹھانا سنت ہے اور اٹھاتے وقت اٹھانے والے کا بھی داہنا کندھا اس طرف ہوگا۔

۴۔ اگر کثرتِ ہجوم کی صورت میں ہر شخص کندھا دینا چاہتا ہو تو ضرورت کی وجہ سے چاروں سروں پر بانس وغیرہ باندھ کر بیک وقت زیادہ لوگ کندھا دے سکتے ہیں، بلا ضرورت ایسا کرنا خلافِ سنت و مکروہ ہے، اگر ضرورت ہو مثلاً قبرستان دور ہو تو جانور یا گاڑی پر رکھ کر لے جانا

بلا کراہت جائز ہے بلا عذر اس طرح لے جانا مکروہ ہے۔

۵۔ بالکل چھوٹا بچہ مر گیا ہو اس کو ایک شخص اپنے دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر لے جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، اس طرح باری باری لوگ اس کو اپنے ہاتھوں پر لیتے رہیں اگر سوار ہو کر اپنے ہاتھوں پر اٹھائے تب بھی مضائقہ نہیں۔

۶۔ سنت یہ ہے کہ جنازہ لے کر وقار کے ساتھ تیز قدم چلیں مگر دوڑیں نہیں اور اس قدر تیز نہ چلیں کہ چارپائی کو جھٹکے لگیں کہ یہ مکروہ ہے۔

۷۔ ساتھ چلنے والے لوگوں کے لئے افضل یہ ہے کہ جنازے کے پیچھے چلیں جنازے کے دائیں بائیں چلنے میں مضائقہ نہیں، لیکن یہ خلافِ اولیٰ ہے اس لئے پیچھے چلنا بہتر ہے۔

۸۔ جنازہ لے جاتے وقت اس کا سرہانہ آگے کریں۔

۹۔ اگر جنازہ پڑوسی یا رشتہ دار یا کسی مشہور نیک صالح شخص کا ہو تو اس کے ساتھ جانا نفل پڑھنے سے افضل ہے۔

۱۰۔ جنازے کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہئے، قبر کے احوال کا خیال کریں دنیا کی باتیں نہ کریں، قرأتِ قرآن و ذکر وغیرہ بلند آواز سے کرنا مکروہ ہے، دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کریں چہروں پر غم کا اثر اور دل میں خوفِ خدا ہو۔

۱۱۔ جنازے کے ساتھ انگیٹھی میں آگ اور شمع نہ لے جائیں۔

۱۲۔ جنازے کے ساتھ اور میت کے گھر میں نوحہ کرنا، گریبان پھاڑنا، چلا کر مصیبت کا بیان کرنا وغیرہ امور مکروہِ تحریمی و ممنوع ہیں، طبعی رونا بغیر چیخے اور بلند آواز سے ہو تو مضائقہ نہیں اور صبر کرنا افضل ہے۔

۱۳۔ جنازے کو کندھے سے اُتار کر زمین پر رکھنے سے پہلے ساتھ والے لوگوں کا بلا ضرورت بیٹھنا مکروہِ تحریمی ہے ضرورت مند کے لئے مضائقہ نہیں۔

۱۴۔ جب جنازے کو نماز کے لئے زمین پر رکھیں تو ہمارے ملک میں شمالاً جنوباً رکھیں یعنی سرہانا شمال کی جانب ہو۔

۱۵۔ جو لوگ جنازے کے ساتھ ہوں جب تک نمازِ جنازہ نہ پڑھ لیں واپس نہ ہوں اور نماز کے بعد اولیائے میت کی اجازت کے بغیر نہ لوٹیں اور دفن کے بعد اجازت کے بغیر لوٹنے کا اختیار ہے۔

نمازِ جنازہ کا بیان

نمازِ جنازہ کا حکم

نماز جنازہ فرضِ کفایہ ہے اگر ایک مسلمان شخص نے ادا کر لی تو سب کے ذمے سے فرض اُتر جائے گا خواہ وہ نماز پڑھنے والا مرد ہو یا عورت اور خواہ غلام ہو یا لونڈی اگر ایک شخص نے بھی نمازِ جنازہ نہ پڑھی تو جن کو اس میت کا علم ہوگا وہ سب گنہگار ہوں گے، جو اس نماز کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

نمازِ جنازہ واجب ہونے کی شرطیں

نمازِ جنازہ کے واجب ہونے کی شرطیں وہی ہیں جو اور نمازوں کے واجب ہونے کی ہیں یعنی قادر ہونا، بالغ ہونا، عاقل ہونا، مسلمان ہونا وغیرہ، اس میں ایک شرط اور زیادہ ہے یعنی اس شخص کی موت کا علم ہونا پس جس کو خبر نہ ہو اس پر نمازِ جنازہ فرض علی الکفایہ نہیں ہے۔

صحت نمازِ جنازہ کی شرطیں

نماز جنازہ کے صحیح ہونے کی شرطیں دو قسم کی ہیں۔

۱۔ ایک قسم کی شرطیں وہ ہیں جو نماز پڑھنے والے سے متعلق ہیں اور وہ سوائے وقت کے وہی ہیں جو اور نمازوں کے لئے ہیں یعنی طہارتِ حقیقی و حکمی، سترِ عورت، استقبالِ قبلہ، نیت، اس نماز میں تکبیرِ تحریمہ بھی شرط نہیں بلکہ رکن ہے اور نماز نہ ملنے کے گمان سے اس کے لئے تیمم جائز ہے، جو شخص جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھے اس کے لئے جوتا اور اس کے نیچے کی زمین دونوں پاک ہونے چاہئیں ورنہ نماز نہ ہوگی اور اگر کوئی جوتا پاؤں سے نکال کر جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو صرف جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے خواہ اس کے نیچے کی زمین پاک ہو یا نہ ہو۔

۲۔ دوسری قسم کی شرطیں وہ ہیں جو میت سے تعلق رکھتی ہیں وہ چھ ہیں۔

۱۔ میت کا مسلمان ہونا جبکہ وہ زندہ پیدا ہونے کے بعد مرا ہو، مسلمان خواہ فاسق یا بدعتی بھی ہو اور خواہ اس نے خودکشی کی ہو، اس کی نمازِ جنازہ صحیح ہے سوائے ان لوگوں کے جن کا ذکر غسل کے بیان میں گزر چکا اور آگے بھی آتا ہے کافر اور مرتد کی نمازِ جنازہ صحیح نہیں ہے۔ ۲۔ طہارت یعنی

میت کے بدن وکفن اور جگہ کا نجاستِ حقیقیہ سے پاک ہونا اور میت کے بدن کا نجاستِ حکمیہ سے پاک ہونا۔ میت کے بدن کا نجاست سے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُسے غسل دیا گیا ہو اور غسل ناممکن ہونے کی صورت میں تیمم کرایا گیا ہو، اگر غسل دینے کے بعد کفن پہنانے سے پہلے میت کے بدن سے نجاست نکلے تو اس کو دھو دیا جائے، غسل اور وضو کو لوٹانے کی ضرورت نہیں اور اگر کفن پہنانے کے بعد نجاست نکلے تو وہ معاف ہے اس کے دھونے کی ضرورت نہیں چاہے سارا بدن نجس ہو جائے۔ کفن پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاک کپڑے کا کفن دیا گیا ہو پھر اگر بعد میں میت سے نجاست خارج ہو کر کفن نجس ہو گیا تو معاف ہے اور نماز درست ہے۔ جگہ پاک ہونے سے مراد یہ ہے کہ میت پاک پلنگ یا تخت پر ہو، وہ جگہ جس پر پلنگ یا تخت رکھا ہوا ہو اُس کا پاک ہونا شرط نہیں اور پلنگ یا تخت وغیرہ کے بغیر میت کو ناپاک زمین پر رکھ دیا جائے تو بعض کے نزدیک نماز درست ہو جائے گی اور بعض کے نزدیک درست نہیں ہوگی۔ ۳۔ سترِ عورت یعنی جس حصہ بدن کا زندگی میں چھپانا فرض ہے میت کا بھی وہ حصہ بدن چھپا ہوا ہو ورنہ نمازِ جنازہ درست نہیں ہوگی۔ ۴۔ میت کا کل جسم یا اکثر حصہ جسم امام کے آگے قبلہ کی جانب ہونا ورنہ نمازِ جنازہ درست نہ ہوگی اگر جنازہ اُلٹا رکھا یعنی امام کے داہنی طرف میت کے پاؤں اور امام کے بائیں طرف میت کا سر ہوا تو نماز ہو جائے گی، لیکن قصداً ایسا کرنے سے سنتِ متوارثہ کے خلاف کرنے کا گناہ ہوگا اور میت کے بدن کا کوئی حصہ امام کے بالمقابل ہونا بھی شرط ہے خواہ تھوڑا سا ہی ہو۔ ۵۔ میت کا کل جسم یا اکثر حصہ جسم سر کے ساتھ یا بغیر سر کے یا نصف حصہ جسم مع سر کے موجود ہونا ورنہ نمازِ جنازہ صحیح نہیں ہوگی۔ ۶۔ میت کا یا میت والے پلنگ یا تخت وغیرہ کا زمین پر رکھا ہوا ہونا، اگر میت گاڑی یا جانور پر ہو یا لوگوں کے ہاتھ پر ہو تو نماز صحیح نہ ہوگی لیکن اگر عذر ہو مثلاً زمین پر کیچڑ ہو تو جائز و درست ہے۔

فائدہ

نمازِ جنازہ میں جماعت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ اکیلے شخص کے نمازِ جنازہ پڑھ لینے سے بھی اس کی فرضیت سب کے ذمہ سے ادا ہو جائے گی اگرچہ وہ اکیلی عورت ہی ہو اور خواہ وہ عورت لونڈی ہی ہو لیکن جماعت سے پڑھنے کی صورت میں ہر مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے ہر مقتدی میں اس کے متعلق شرائطِ صحت نماز کا پایا جانا ضروری ہے اور نمازِ جنازہ کی فرضیت ادا ہونے کے

لئے صرف امام میں ان شرطوں کا پایا جانا کافی ہے، بالغ کا امام ہونا بھی بعض کے نزدیک شرط ہے پس نابالغ کے پیچھے نماز جنازہ درست نہیں ہے اور لوگوں کے ذمہ سے یہ فرض کفایہ ادا نہیں ہوگا اکیلا نابالغ نمازِ جنازہ پڑھے تب بھی یہ فرض کفایہ ادا نہیں ہوگا۔

ارکانِ نمازِ جنازہ

نمازِ جنازہ میں دو رکن ہیں:

۱۔ تکبیر تحریمہ سمیت چار تکبیریں کہنا پس تکبیر تحریمہ بھی اس میں رکن ہے شرط نہیں ہے۔

۲۔ قیام یعنی کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا، بلاعذر بیٹھ کر یا سواری پر نمازِ جنازہ پڑھی تو نہ ہوئی لیکن اگر عذر ہو تو جائز ہے۔

نمازِ جنازہ کی سنتیں

نمازِ جنازہ میں تین چیزیں سنتِ مؤکدہ ہیں:

۱۔ پہلی تکبیر کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا یعنی سبحانک اللھم الخ پڑھنا۔

۲۔ دوسری تکبیر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔

۳۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا، ان تینوں سنتوں میں ترتیب بھی سنت ہے۔

نمازِ جنازہ کا وقت

جب جنازہ حاضر ہو جائے وہی اس کا وقت ہے لیکن نماز کے اوقاتِ مکروہۂ ثلاثہ (طلوعِ آفتاب ونصف النہار وغروبِ آفتاب) میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہِ تحریمی ہے اس لئے ان وقتوں کو گزار کر پڑھے البتہ عصر کے مکروہ وقت میں جو جنازہ اسی وقت تیار ہوا ہو اس کی نمازِ جنازہ اسی وقت پڑھی جائے یہ مکروہ نہیں ہے۔

مفسداتِ نماز

جن چیزوں سے اور نمازیں فاسد ہو جاتی ہیں ان سے نمازِ جنازہ بھی فاسد ہو جاتی ہے لیکن عورت کی محاذات (برابر میں کھڑا ہونے) سے یہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔

نمازِ جنازہ کا مفصل طریقہ

میت کو صفوں کے آگے وسط میں رکھا جائے اور امام میت کے سینے کے مقابل قبلہ رخ کھڑا ہو اور لوگ پیچھے صفیں بنائیں جیسا کہ تفصیل آگے آتی ہے، امام اور قوم نمازِ جنازہ کی نیت اس طرح کریں کہ!

''میں نمازِ جنازہ پڑھنے کی نیت کرتا ہوں اور خانۂ کعبہ کی طرف متوجہ ہوں نماز خدا کے لئے ہے اور دعا میّت کے لئے''

مقتدی امام کی اقتدا کی نیت بھی کرے پھر دونوں ہاتھ کانوں کی لو تک اُٹھا کر امام بلند آواز سے تکبیر (اللہ اکبر) کہے اور مقتدی آہستہ آواز سے کہیں اور امام و مقتدی سب عام نمازوں کی طرح ناف کے نیچے ہاتھ باندھ لیں اور دوسری نمازوں کی طرح ثناء (سبحانک اللہم) آہستہ پڑھیں لیکن اس ثنا میں ! وتعالیٰ جدّک کے بعد وجلّ ثناءک زیادہ کرنا بہتر ہے پھر بغیر ہاتھ اٹھائے امام بلند آواز سے اس کے بعد مقتدی آہستہ اللہ اکبر کہیں اور درود شریف پڑھیں، بہتر وہی درود شریف ہے جو دوسری نمازوں میں آخری قعدہ میں پڑھتے ہیں پھر تیسری تکبیر اسی طرح بلا ہاتھ اٹھائے امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ کہیں اور اپنے اور میت اور تمام مؤمنین و مومنات کے لئے دعا کریں جو دعائیں احادیث میں آئی ہیں، اُن میں سے پڑھنا بہتر ہے مشہور دعا جو عام طور پر پڑھی جاتی ہے یہ ہے!

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَ مَيِّتِنَا وَشَاهِدِ نَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَ اُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ط

اگر یہ دعا یاد نہ ہو تو جو دعا یاد ہو وہی پڑھ لے لیکن وہ دعا اور آخرت سے متعلق ہو، اگر کوئی یاد نہ ہو تو یہ پڑھ لینا کافی ہے:

اَللّٰهُمَّ اغفر للمؤمنين والمؤمنات۔

اگر میت ایسے مجنوں مرد کی ہو جو بالغ ہونے سے پہلے مجنوں ہوا ہو یا نابالغ لڑکے کی ہو تو مذکورہ بالا دعا کی بجائے یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اجعله لنا فرطاً واجعله لنا اجراً و ذخراً و اجعله لنا شافعاً و

مشفعاً

اگر میت ایسی مجنون عورت یا نابالغ لڑکی کی ہو تو یہی دعا مؤنث کا صیغہ بدل کر یوں پڑھیں:

اللّٰھم اجعلھا لنا فرطاً و اجعلھا لنا اجراً و ذخراً و اجعلھا لنا شافعۃً و مشفعۃً

دعا کے بعد ہاتھ اٹھائے بغیر چوتھی تکبیر امام بلند آواز سے اور مقتدی آہستہ کہیں اس کے بعد اور کوئی دعا نہ پڑھیں بلکہ سلام پھیر دیں جیسا کہ اور نمازوں میں پھیرتے ہیں اور دوسرے سلام کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں، دائیں طرف کے سلام میں دائیں طرف کے حاضرین اور فرشتوں کی نیت کرے اور بائیں طرف کے سلام میں بائیں طرف کے حاضرین اور فرشتوں کی، اور امام و میت جس طرف ہوں اس طرف کے سلام میں ان کی بھی نیت کرے میت کے سلام کی نیت کرنے میں اختلاف ہے اور دونوں قول صحیح ہیں لیکن نیت میں میت کو شامل کرنے کے قول کو ترجیح معلوم ہوتی ہے، چاروں تکبیریں اور سلام، امام جہر کے ساتھ کہے اور دوسرا سلام پہلے سے کچھ آہستہ ہو اور مقتدی سب کچھ آہستہ کہیں، امام اور مقتدی صرف پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھائیں پھر ہاتھ نہ اٹھائیں، نمازِ جنازہ میں نہ قرأتِ قرآن ہے اور نہ رکوع و سجود و تشہد ہے۔

مسبوق و لاحق کی نمازِ جنازہ کا طریقہ

۱۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا کہ امام پہلی تکبیر کہہ چکا تو انتظار کرے اور جب امام دوسری تکبیر کہے یہ اس کے ساتھ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے اور جب امام سلام سے فارغ ہو جائے تو وہ مسبوق جنازہ اٹھنے سے پہلے اپنی فوت شدہ تکبیر کہہ لے اور اگر وہ اس وقت آیا جب امام دو یا تین تکبیریں کہہ چکا ہے تب بھی انتظار کرے اور جب امام تکبیر کہے اس وقت یہ تکبیر کہہ کر شامل ہو جائے اور فوت شدہ تکبیروں کو امام کے سلام کے بعد ادا کرے، اگر امام کی تکبیر کا انتظار نہ کیا اور فوراً شامل ہو گیا تب بھی اس کی نماز درست ہے لیکن امام کے تکبیر کہنے سے پہلے جو کچھ ادا کیا اس کا اعتبار نہیں۔

۲۔ اگر کوئی شخص ایسے وقت آیا جب امام چاروں تکبیریں کہہ چکا ہے اور ابھی سلام نہیں پھیرا تو اصح یہ ہے کہ تکبیر کہہ کر نماز میں شامل ہو جائے۔ اور امام کے سلام کے بعد جنازہ اٹھنے سے پہلے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر سلام پھیر دے کیونکہ وہ چوتھی تکبیر میں شامل سمجھا جائے گا،

۳۔ مسبوق کو اگر اپنی بقیہ تکبیریں کہنے میں یہ خوف ہے کہ درود و دعا وغیرہ پڑھنے میں اتنا وقت لگے گا کہ لوگ جنازہ کو کندھے پر اُٹھالیں گے تو صرف تکبیریں کہہ لے اور دعا وغیرہ چھوڑ دے اور جب تک جنازہ کندھوں پر نہ رکھا جائے تکبیریں نہ چھوڑے پوری کرلے اور اگر جنازہ کندھے پر رکھنے تک اس کی تکبیریں پوری نہ ہوئیں تو باقی کو چھوڑ دے۔

۴۔ اگر مسبوق کو یہ معلوم ہو سکے کہ یہ کونسی تکبیر ہے تو وہ بھی وہی مسنون ذکر پڑھے اور اگر کسی طرح یہ معلوم نہ ہو سکے کہ یہ امام کو کونسی تکبیر ہے تو بالترتیب اذکار ادا کرے یعنی پہلے ثنا پھر درود پھر دعا پڑھے۔

۵۔ لاحق یعنی شروع شامل ہونے کے بعد جس کی بعض تکبیریں درمیان میں رہ گئیں مثلاً پہلی تکبیر میں امام کے ساتھ شامل ہوا پھر کسی دوسری وجہ سے دوسری اور تیسری تکبیر رہ گئی تو وہ امام کی چوتھی تکبیر سے پہلے ان دونوں کو کہہ لے پھر چوتھی تکبیر امام کے ساتھ کہے۔

صفوں کی ترتیب اور زیادہ جنازوں کی نماز کا بیان

۱۔ مستحب یہ ہے کہ امام میت کے سینہ کے بالمقابل کھڑا ہو اور میت سے دور نہ ہو خواہ میت مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ۔

۲۔ مستحب یہ ہے کہ نمازِ جنازہ میں مقتدی تین صفیں بنائیں مثلاً اگر سات آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امام ہو جائے اور تین آدمی پہلی صف میں دو آدمی دوسری صف میں اور ایک آدمی تیسری صف میں کھڑا ہو، اگر آدمی بہت زیادہ ہوں اور زیادہ صفیں بنائیں تو طاق عدد یعنی پانچ یا سات وغیرہ بنانا مستحب ہے۔

۳۔ نماز جنازہ میں دوسری نمازوں کے برخلاف پچھلی صف کو تمام صفوں پر فضیلت ہے کیونکہ اس میں تواضع وانکساری زیادہ ہے۔

۴۔ اگر ایک سے زیادہ جنازے جمع ہو جائیں تو افضل یہ ہے کہ ہر ایک جنازے کی نماز علیحدہ علیحدہ پڑھائے اور سب جنازوں کی اکٹھی پڑھنا بھی جائز ہے اور اس میں سب کے لئے نیت کرلے، اگر الگ الگ نماز پڑھے تو افضل یہ ہے کہ جو شخص سب سے افضل ہے پہلے اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے پھر اس سے کم فضیلت والے کی پھر اس سے کم کی علیٰ ہذا القیاس اور اگر سب جنازوں کی نماز ایک ساتھ پڑھنا چاہے تو ان کے رکھنے کی تین صورتیں ہیں تینوں جائز ہیں،

بہتر صورت یہ ہے کہ سب جنازے ایک دوسرے کے پہلو میں رکھ دئے جائیں اس طرح کہ سب کے سر قبلے کی طرف منہ کرنے والوں کے داہئیں طرف ہوں ایک کے آگے دوسرا پھر تیسرا جنازہ ہو علیٰ ہذا القیاس اور اس کا سینہ امام کے مقابل رہے اس کی شکل یہ ہے۔-----

----

اگر سب جنازے ایک ہی جنس کے ہوں مثلاً سب مرد یا سب عورتیں ہوں تو جو سب سے افضل ہے وہ امام کے قریب ہونا چاہئے پھر اس سے کم فضیلت والا علیٰ ہذا القیاس اگر فضیلت میں سب برابر ہوں تو جس کی عمر زیادہ ہو وہ امام کے قریب رکھا جائے اور اگر جنازے مختلف جنس کے ہوں تو جس طرح زندگی میں امام کے پیچھے صفوں کی ترتیب ہوتی ہے اسی طرح جنازوں کے رکھنے میں کیا جائے۔

نمازِ جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق کس کو ہے؟

۱۔سلطان یعنی مسلمان بادشاہِ وقت اگر وہ حاضر ہو ورنہ اس کا نائب اگر وہ بھی نہ ہو تو قاضی شرعی اگر وہ بھی نہ ہو تو صاحبِ شرط یعنی حاکم اولیٰ ہے لیکن آج کل بالعموم یہ بات مفقود ہے، یہ حکم وہاں ہے جہاں شرعی حکومت قائم ہو۔

۲۔ بادشاہ یا اس کے نائب وغیرہ کی عدم موجودگی میں محلہ کا امام اگر میت کے ولی سے بہتر ہو تو وہ اولیٰ ہے اور اگر میت کا ولی بہتر ہو تو وہ اولیٰ ہے، اگر امام محلّہ نہ ہو تو ولی میت یعنی آدمیوں میں جو میت کا سب سے قریبی رشتہ دار ہے وہ اولیٰ ہے ولی کا مذکر و بالغ و عاقل ہونا شرط ہے۔

۳۔ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کو امامت کا حق نہیں لیکن ولی اقرب کو اختیار ہے کہ وہ ولی ابعد کو امامت کے لئے مقدم کردے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ کسی اجنبی شخص کو مقدم کردے، یا اجازت دیدے، اگر ولی اقرب موجود نہ ہو تو ولی ابعد جو موجود ہے وہ حقدار ہے۔

۴۔اگر میت نے وصیت کی کہ فلاں شخص میری نمازِ جنازہ پڑھائے یا فلاں شخص غسل دے تو وہ وصیت باطل ہے اور ولی کا حق قائم رہے گا۔

۵۔خاوند ولی نہیں ہے لیکن اگر کوئی نہ ہو تو اجنبی سے وہ زیادہ حقدار ہے۔

٦۔ میت پر صرف ایک بار نماز پڑھی جائے لیکن اگر ولی میت کی اجازت کے بغیر کسی ایسے اجنبی شخص نے نماز پڑھائی جس کو ولی پر تقدم نہیں تھا اور ولی نے موجود ہوتے ہوئے اس کی متابعت نہیں کی تو اگر ولی چاہے تو دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اگرچہ اس سے فرض کی ادائیگی نہیں ہوگی کیونکہ فرض نماز کی ادائیگی اس اجنبی کے پڑھنے سے ہوگئی ہے پس اگر ولی اعادہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، جو لوگ پہلی نماز میں شریک تھے وہ ولی کے ساتھ شریک نہیں ہو سکتے اور جو اس وقت شریک نہیں تھے وہ شریک ہو سکتے ہیں اگر ولی اقرب کی عدم موجودگی میں ولی ابعد نے نماز پڑھائی تو اب ولی اقرب کو دوبارہ نماز پڑھنے کا حق نہیں ہے۔

نمازِ جنازہ کے متفرق مسائل

۱۔ اگر امام نمازِ جنازہ میں پانچ تکبیریں کہے اور مقتدی امام سے تکبیریں سنے تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے بلکہ چپ کھڑا رہے اور امام کے سلام کے ساتھ سلام پھیر دے اور اگر امام کے پیچھے تکبیریں کہنے والے آدمی سے سنے تو سب تکبیروں میں متابعت کرے۔

۲۔ مسجدِ جماعت میں نمازِ جنازہ پڑھنا مطلقاً ہر صورت میں مکروہِ تحریمی ہے لیکن بارش وغیرہ کے عذر سے مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ جو مسجد نمازِ جنازہ ہی کے لئے بنائی جائے اس میں نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔

۳۔ عام راستے اور پرائی زمین میں مالک کی رضامندی کے بغیر نمازِ جنازہ پڑھنا مکروہ ہے۔

۴۔ قبرستان میں نمازِ جنازہ پڑھنا بلا کراہت جائز ہے۔

۵۔ اگر مغرب کی نماز کے وقت جنازہ حاضر ہوا تو فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھا جائے اسی طرح ظہر و جمعہ و عشا کے فرضوں کے بعد کی سنتوں سے پہلے پڑھا جائے۔

قبر و دفن اور ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے کا بیان

۱۔ میت کو دفن کرنا جبکہ ممکن ہو فرضِ کفایہ ہے، اگر ممکن نہ ہو مثلاً سمندری جہاز میں مرجائے اور کنارہ یا خشکی قریب نہ ہو تو غسل و کفن و نمازِ جنازہ کے بعد کچھ بوجھ باندھ کر سمندر میں ڈال دیں۔

۲۔ قبر دو طرح کی ہوتی ہے ایک کو لحد یا بغلی قبر کہتے ہیں یہ مسنون ہے دوسری کو شق یا

صندوق قبر کہتے ہیں، جہاں کی زمین سخت ہو وہاں بغلی قبر بنانا سنت ہے اور صندوقی بنانے میں کچھ مضائقہ نہیں اور جہاں زمین نرم ہو اور بغلی بنانا ممکن نہ ہو تو پھر صندوقی قبر بنانا ہی متعین ہو جائے گا، بغلی قبر بنانے کی ترکیب یہ ہے کہ میت کے قد سے کچھ زیادہ لمبا اور نصف قد کی برابر چوڑا اور نصف قد یا اس سے زیادہ یعنی سینہ تک یا پورے قد کی برابر گہرا گڑھا کھود کر اس کی نچلی سطح پر قبلہ کی جانب میں اندر کو (بغل میں) زمین میں اسی قدر لمبائی کا ایک گڑھا (خول سا) بنایا جائے جو اتنا چوڑا ہو کہ پوری میت اس میں آسانی سے رکھی جا سکے اس بغلی خول کو لحد کہتے ہیں یہ تین طرف سے بند چھت والا کمرہ سا ہوتا ہے اور ایک طرف جو کھلی ہے اس میں سے میت کو اس میں لٹا کر اس کے منھ کو کچی اینٹوں وغیرہ سے بند کر دیتے ہیں پھر باقی گڑھے کو مٹی سے بھر کر قبر کا کوہان بنا دیتے ہیں۔ صندوقی قبر کی ترکیب یہ ہے کہ پہلے اسی طرح میت کی لمبائی سے کچھ زائد لمبا اور نصف طول کی برابر چوڑا اور نصف قد کی برابر گہرا گڑھا کھودا جائے پھر اس گڑھے کے وسط میں نالی کی مانند ایک گڑھا تقریباً نصف قد کی برابر گہرا میت کے رکھنے کے لئے کھودا جائے جس کو حوضہ کہتے ہیں اور اس کے دونوں طرف پکی اینٹیں یا پتھر کے چوکے وغیرہ لگا دیں دونوں حصوں کی گہرائی مل کر قد آدم ہو جائے، بغلی قبر میں میت کے رکھنے کی لحد بغل (پہلو) میں بنائی جاتی ہے اور صندوقی میں دائیں بائیں تقریباً ایک بالشت جگہ چھوڑ کر وسط میں بنائی جاتی ہے اور میت کو اس میں رکھنے کے بعد اس کو کچی اینٹوں یا پتھر کے چوکوں وغیرہ سے پاَٹ کر اوپر کے حصہ کو مٹی سے بھر کر کوہان نما قبر بنا دی جاتی ہے، قبر کی گہرائی قدِ آدم سے زیادہ نہ ہونی چاہئے۔ صندوقی قبر کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک ہی گڑھا نصف قد یا سینہ تک یا پورے قد کی برابر گہرا کھود کر قبر کی لمبائی میں دائیں اور بائیں کچی اینٹ وغیرہ کی دیواریں سطح زمین سے ایک ہاتھ کم تک چنوا دی جائیں تاکہ میت کو قبر میں لٹانے کے بعد اِن دیواروں پر کچی اینٹوں کی ڈاٹ یا پتھر کے چوکے وغیرہ رکھ کر پاٹ دیا جائے، اگر زمین بہت زیادہ نرم ہو یا گیلی ہو تو تابوت (صندوق) میں رکھ کر قبر میں دفن کر دیں خواہ تابوت لکڑی کا ہو یا پتھر کا یا لوہے وغیرہ کا ہو ضرورت کے وقت بلا کراہت جائز ہے اور بلا ضرورت تابوت کا استعمال مکروہ ہے اور سنت یہ ہے کہ تابوت میں مٹی بچھائیں اور ڈھکنے کے اندر کی جانب بھی مٹی کا گارا لیپ دیں اور داہنی اور بائیں طرف بھی ہلکی کچی اینٹیں لگا دیں یا گارا لیپ دیں تاکہ وہ لحد کی مانند ہو جائے۔

۳۔ پکی اینٹیں لحد میں لگانا اگر میت سے متصل ہوں تو مکروہ ہے۔

۴۔ مستحب یہ ہے کہ قبر میں اتارنے والے لوگ پکے مسلمان امین اور صالح ہوں طاق یا جفت ہونا برابر ہے، عورت کو قبر میں اتارنے والے رشتہ دار محرم دوسروں سے اولیٰ ہوں وہ نہ ہوں تو رشتہ دار غیر محرم اجنبی سے اولیٰ ہے اگر وہ بھی نہ ہوں تو اجنبی اتار سکتے ہیں اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، میت کو اتارنے کے لئے عورت قبر میں داخل نہ ہو۔

۵۔ مستحب یہ ہے کہ میت کو قبلے کی طرف سے اتارا جائے یعنی میت کی چارپائی قبر سے قبلہ کی طرف رکھیں اور دو یا زائد تو ی آدمی قبر میں اتر کر سرہانے اور پائینتی اور درمیان میں قبلہ رو کھڑے ہو جائیں اب اوپر والے آدمی میت کو احترام سے اٹھا کر آہستگی سے نیچے والوں کو دیدیں اور وہ آہستگی سے قبر میں رکھدیں، مستحب ہے کہ میت کو رکھنے والے یہ الفاظ کہیں ۔بسم اللّٰہ و علیٰ ملّة رسول اللّٰہ میت داہنی کروٹ پر قائم رہے چت لٹا کر منہ قبلے کی طرف کرنے کا جو عام رواج ہے یہ سنت کے خلاف ہے اور اس طرح منہ قبلے کی طرف قائم نہیں رہتا واپس ہٹ جاتا ہے، قبر میں رکھنے کے بعد کفن کی بندشیں کھول دی جائیں اور مستحب ہے کہ کھولنے والا یہ پڑھے۔ اللّٰھمّ لا تحرمنا اجرہ و لا تفتنّا بعدہ عورت کا جنازہ قبر میں اتارنے سے لحد میں بند کرنے تک کسی کپڑے وغیرہ سے قبر پر پردہ کرلیں اگر اس کے بدن کا کوئی حصہ ظاہر ہونے کا ظن غالب ہو تو یہ پردہ کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

۶۔ میت کو قبر میں رکھنے کے بعد اندر والے لوگ باہر آ جائیں اور لحد کو یا حوضہ کو کچی اینٹوں یا پتھر کی سلوں یا بانس کے ڈنڈوں سے بند کردیں پکی اینٹوں اور لکڑی کے تختوں سے پاٹنا مکروہِ تحریمی ہے لیکن اگر زمین نرم اور کمزور ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

۷۔ اینٹوں وغیرہ سے لحد بند کرنے کے بعد اس پر مٹی ڈالی جائے ہاتھوں یا پھاوڑے یا بیلچہ وغیرہ سے ہر طرح ڈالنا جائز ہے، قبر سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ بڑھانا مکروہ ہے مستحب یہ ہے کہ سب حاضرین مٹی ڈالیں اور ہر شخص اپنے دونوں ہاتھوں سے تین لپ مٹی قبر میں ڈالے اور میت کے سر کی جانب سے ڈالے پہلی لپ ڈالتے وقت منھا خلقنٰکم پڑھے دوسری لپ کے وقت وفیھا نعیدکم اور تیسری مرتبہ ومنھا نخرجکم تارۃ اخریٰ پڑھے پھر باقی مٹی پھاوڑے وغیرہ سے قبر پر کردی جائے۔ مستحب یہ ہے کہ قبر کو کوہان کی طرح ڈھلواں ایک بالشت یا اس سے قدرے بلند کردیں مسطح یعنی چبوترے کی طرح چوکور نہ بنائی جائے اس کے بعد قبر پر پانی چھڑک دینا بہتر و مستحب ہے سر کی طرف سے پائینتی تک اتنا چھڑکے کہ مٹی جم جائے زیادہ پانی چھڑکنا کہ

گارا ہو جائے مکروہ ہے۔

۸۔ قبر کو چونے سے نہ لیپا جائے جب قبر خراب ہو جائے تو مٹی سے لیپنا جائز ہے مکروہ نہیں ہے، قبر پر کوئی عمارت بنانا اگر زینت کے لئے ہو حرام ہے اور دفن کے بعد مضبوطی کے لئے ہو تو مکروہ ہے۔ لیکن بنی ہوئی عمارت میں دفن کرنا مکروہ نہیں ہے۔ پکی اینٹوں سے قبر کا کوہان بنانا جائز ہے اور اس کو مستحسن جانا گیا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک مشائخ و علما و سادات کی قبروں پر قبہ یا مکان بنانا بلا کراہت جائز ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ احادیث میں مطلقاً عمارت بنانے کی ممانعت وارد ہے اس لئے اس سے بچنا ضروری ہے، زیارتِ قبور اور وہاں ایصالِ ثواب اور دعا کرنا سنت ہے، جیسا کہ آگے الگ بیان میں آتا ہے اس سے زائد امور ثابت نہیں ہیں ضرورت ہو تو نشانی کے لئے کتبہ وغیرہ لگا سکتے ہیں لیکن ایسی جگہ نہ ہو کہ جس سے بے ادبی ہو اور اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ آیاتِ قرآنی و دیگر کلماتِ تعظیم کا لکھنا ہر حال میں مکروہ ہے۔

۹۔ قبر پر بیٹھنا اس کے نزدیک سونا قبر کو پھلانگنا اس کے اوپر یا نزدیک بول و براز یا جماع کرنا اس کے اوپر سے چلنا، اس کے اوپر یا اس کی طرف منھ کر کے نماز پڑھنا وغیرہ امور ممنوع و مکروہ ہیں۔

۱۰۔ رات کے وقت دفن کرنے میں مضائقہ نہیں لیکن دن میں دفن کرنا مستحب ہے۔

۱۱۔ اپنے لئے قبر تیار کر کے رکھنا صحیح یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے پھر اگر قبرستان وسیع ہے تو دوسرے لوگوں کو اس میں اپنی میت دفن کرنا مکروہ ہے اور اگر قبرستان تنگ ہے تو جائز ہے لیکن پہلے شخص کا خرچ دینا پڑے گا۔

۱۲۔ میت کو ایسے قبرستان میں دفن کرنا افضل و بہتر ہے جہاں صالحین کی قبریں ہوں۔

۱۳۔ دفن کے بعد مستحب ہے کہ قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھیں جتنی دیر میں ایک اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم ہو سکے اور اتنی دیر تک قرآن پاک و درود شریف پڑھتے اور میت کے لئے دعا و استغفار کرتے رہیں اور یہ دعا کریں کہ میت نکیرین کے سوالات کے جوابات میں ثابت قدم رہے اس سے میت کو جوابات کے وقت انشاء اللہ العزیز گھبراہٹ نہیں ہوگی۔

۱۴۔ مستحب ہے کہ دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کا شروع یعنی الم سے المفلحون تک اور پائینتی کی طرف اسی سورت کا آخری حصہ یعنی امن الرسول سے ختم سورہ تک پڑھیں۔

۱۵۔ ایک قبر میں بلا ضرورت ایک سے زیادہ میتوں کو دفن کرنا جائز نہیں اور ضرورت ہو تو

جائز ہے اور ایسی صورت میں مرد کو لحد میں قبلے کی طرف رکھیں اس کے پیچھے برابر میں لڑکے کو پھر عورت کو رکھیں اور ایک دوسرے کے بیچ میں کچھ مٹی کی آڑ کر دیں اگر ایک جنس کے ہوں مثلاً دو یا زیادہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں تو قبلہ کی طرف افضل کو پہلے رکھیں پھر بتدریج کم مرتبہ والوں کو رکھیں۔

۱۶۔ جب میت گل سڑ کر مٹی ہو جائے تو اس قبر میں کوئی دوسری میت دفن کرنا یا اس پر کھیتی کرنا یا عمارت بنانا جائز ہے۔

۱۷۔ مستحب یہ ہے کہ جس شہر میں مرا ہو اسی شہر کے قبرستان میں دفن کریں لیکن دفن سے پہلے دوسرے شہر کو لے جانے میں مضائقہ نہیں ہے، دفن کے بعد بلاضرورت وہاں سے تبدیل کرنا اور دوسری جگہ لے جانا بالا جماع درست نہیں ہے اور قبر کو کھولنا منع ہے جیسا کہ آگے آتا ہے۔

۱۸۔ دفن کرنے اور مٹی ڈالنے کے بعد میت کو قبر سے نکالنا یا قبر کو کھولنا بالا جماع درست و جائز نہیں ہے۔ مگر کسی آدمی کے حق کے لئے جائز ہے تفصیل بڑی کتابوں میں دیکھیں۔

فائدہ

یہ جو بعض لوگوں کا طریقہ ہے کہ میت کو قبر میں امانت رکھتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کے لئے لے جاتے ہیں یہ ناجائز اور رافضیوں کا طریقہ ہے۔

۱۹۔ قبرستان میں قرآن مجید دیکھ کر یا حفظ، بلند آواز سے یا آہستہ سب طرح پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ لیکن اجرت پر حافظوں کو قرآن شریف پڑھنے کے لئے قبر کے پاس بٹھانا ناجائز ہے اور یہی حکم قبر کے علاوہ دوسری جگہ اجرت پر قرآن شریف پڑھوانے کا بھی ہے، بلا اجرت اور عرف و عادت کے طور پر دینے لینے کے بغیر پڑھیں تو جائز ہے۔

۲۰۔ قبرستان سے تر گھاس اور روئیدگی کاٹنا مکروہ ہے اور اگر خشک ہوگئی ہو کاٹنے میں مضائقہ نہیں۔

زیارتِ قبور کا بیان

۱۔ مؤمنین کی قبروں کی زیارت اور ان کے لئے دعا کرنا مستحب ہے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک تمام امت کا اس پر عمل ہے، قبروں کو روندتے ہوئے قبرستان میں چلنا مکروہ ہے اس لئے احتیاط سے چلے، زیارتِ قبور سے دل نرم ہوتا ہے موت یاد آتی ہے دنیا کو فانی جانتا ہے، مردوں کے لئے دعا و استغفار کیا جاتا ہے اور بھی بہت سے فائدے ہیں، ہر ہفتہ

میں ایک دن زیارتِ قبور کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ وہ دن جمعہ یا ہفتہ یا پیر یا جمعرات کا ہو، سب سے افضل دن جمعہ کا اور وقت صبح کا ہے، شب برات ذی الحجہ کا پہلا عشرہ (پہلے دس دن) عیدین، اول عشرۂ محرم میں بھی قبروں کی زیارت کرنا افضل ہے۔ عورتوں کے لئے بھی اصح یہ ہے کہ زیارتِ قبور جائز ہے جبکہ وہ غیر شرعی امور نہ کریں لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ عورتیں خواہ بوڑھی ہوں یا جوان اور خواہ بزرگوں کی قبروں پر جائیں یا عام قبرستان میں مطلقاً ہر حال میں منع کیا جائے اور ہمارے زمانے میں جبکہ جہالت اور رسومِ بدعات و شرک کا بہت زور ہے اور بہت سے غیر اخلاقی و غیر شرعی امور و مفاسد کا ظہور ہے شدت سے منع کیا جائے۔

۲۔ زیارتِ قبور کا طریقہ یہ ہے کہ گھر پر یا مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ہو اللہ تین بار پڑھے یا جونسی سورتیں چاہے پڑھے اور اس کا ثواب میت کو بخشدے اس کے بعد قبرستان جائے اور جب قبرستان میں داخل ہونے لگے تو جوتے اتار دے اور اندر داخل ہو کر یہ دعا پڑھے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ ط وَنَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ط یا یوں کہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ط

اور بھی صیغے حدیثوں میں آئے ہیں۔ پھر جب کسی خاص قبر پر جائے تو پائینتی کی طرف سے جا کر میت کے منہ کے سامنے کھڑا ہو اس طرح کہ اس کی پیٹھ قبلے کی طرف اور منہ میت کی طرف ہو لیکن اگر اس پر عمل ممکن نہ ہو تو جس طرف سے آسکے اور جہاں کھڑا ہو سکے اس پر عمل کرے، صاحبِ قبر کے قریب یا دور حسبِ مراتب بیٹھے جیسا کہ زندگی میں اس کا لحاظ کرتا تھا، بزرگوں کے مزارات کے پاس بیٹھ کر اخذِ فیض و مراقبہ کرنا جائز ہے۔ اور مذکورہ بالا سلامِ مسنون پڑھے اس کے بعد حسب توفیق قرآن مجید کا کچھ حصہ یا سورتیں پڑھے، بہتر یہ ہے کہ الم سے مفلحون تک پھر آیۃ الکرسی آمن الرسول تا ختم سورہ، سورۂ یٰس، سورۂ الملک، سورۂ الہکم التکاثر، ایک ایک مرتبہ اور سورۂ اخلاص بارہ یا گیارہ یا سات یا تین مرتبہ پڑھے یا اور جس قدر اور جس جگہ سے ہو سکے قرآن شریف پڑھے اور اس کا ثواب اس میت کو اور اس قبرستان کے سب مردوں کو پہنچائے۔

۳۔ احناف کے نزدیک میت کو نفلی عبادت خواہ بدنی یا مالی یا دونوں طرح کی ہو یعنی نماز روزہ، زکوٰۃ، حج اور ہر نیک عمل کا ثواب پہنچتا ہے اس بارے میں فقہا کا اختلاف ہے کہ جتنے

مردوں کو ثواب بخشا گیا ہے وہ تقسیم ہو کر ان کو ملتا ہے یا ہر ایک کو اس عمل کا پورا پورا ثواب ملتا ہے دونوں قول صحیح ہیں لیکن دوسرے قول میں وسعت ہے اور دراصل یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے ہمیں اس بحث سے بچنا چاہئے ع، کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

۴۔ قبر کو بوسہ دینا منع و حرام ہے قبر کا طواف اگرچہ تعظیمی ہو منع ہے لیکن اگر کوئی شخص غلبۂ محبت میں مغلوب ہو کر قبر کے گرد گھومنے لگے تو وہ معذور ہے عوام کو اس سے منع کیا جائے اور ایسے مغلوم الحال شخص کو بھی عام لوگوں کے سامنے وہاں نہیں آنا چاہئے۔

۵۔ قبر پر پھول چڑھانا چادر (غلاف) چڑھانا وغیرہ امور اور دیگر رسومِ جاہلیت کا کرنا منع و بدعت ہے ان سب سے بچنا ضروری ہے خوشبو اور روئیدگی کی نیت سے پھول ڈالنا مکروہ نہیں ہے جبکہ کسی رسم و رواج و عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے نہ ہو لیکن آج کل پرہیز ضروری ہے۔

۶۔ زیارتِ قبور کے لئے سفر کر کے جانا مختلف فیہ ہے بعض کے نزدیک اولیاء اللہ کے مزارات کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز بلکہ مندوب ہے البتہ غیر شرعی عرسوں وغیرہ میں جانا منع ہے۔

فائدہ: امام نوویؒ نے زیارتِ قبور کی کئی قسمیں لکھی ہیں وہ یہ ہیں۔ ۱۔ فقط موت و آخرت کی یاد کے واسطے، ۲۔ دعا وغیرہ کے لئے، ۳۔ برکت حاصل کرنے کے لئے یہ نیک و صالح لوگوں کی قبروں کی زیارت ہے، ۴۔ دوستی و قرابت کا حق ادا کرنے کے لئے، ۵۔ مہربانی و انسیت کے لئے۔

تعزیت کا بیان

۱۔ تعزیت کا مطلب ہے اہلِ میت کو تسلی دینا اور صبر کی رغبت دلانا نیز ان کے لئے صبر کی اور میت کے لئے بخشش کی دعا کرنا۔

۲۔ صاحبِ مصیبت و اہل میت کی تعزیت کرنا مستحب ہے۔

۳۔ تعزیت کا وقت مرنے کے بعد سے تین دن تک ہے اس کے بعد مکروہِ تنزیہی ہے لیکن باہر سے آنے والے کو یا جس کو علم نہ ہو اس کو علم ہونے پر دیر سے تعزیت کرنے میں کراہت نہیں ہے۔

۴۔ دفن سے پہلے تعزیت جائز ہے مگر اولیٰ و افضل دفن کے بعد ہے لیکن اگر اہل میت کو بیقراری زیادہ ہو تو دفن سے پہلے تعزیت کریں اور تسلی دیں۔

۵۔ تعزیت صرف ایک دفعہ کرے، دوبار کرنا مکروہ ہے۔

۶۔ مستحب یہ ہے کہ میت کے سب اقارب کو تعزیت کرے لیکن جوان عورت کو صرف اس کے محرم لوگ تعزیت کریں۔

۷۔ تعزیت کے لئے یہ الفاظ کہنا مستحب ہے۔

انّ للّٰہ ما اخذ و لہ ما اعطیٰ و کلُّ شیءٌ عندہ باجل مّسمّی

یایوں کہے اعظم اللّٰہُ اجرك و احسن اللّٰہ عزاك و غفر لمیتك اور بھی الفاظ کتابوں میں لکھے ہیں، یا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر اپنی زبان میں تعزیت کے الفاظ کہے۔

۸۔ اگر اہلِ میت اپنے گھر میں یا مسجد میں تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے کا انتظام کریں اور لوگ اُن کے پاس آتے رہیں تو مضائقہ نہیں لیکن خلافِ اولیٰ ہے، دفن کے بعد اہلِ میت کے گھر پر جمع ہونا بے اصل بات ہے بلکہ اپنے اپنے کاموں میں لگ جائیں، البتہ متفرق طور پر حسبِ موقع تعزیت کے لئے آنے کا مضائقہ نہیں ہے۔

۹۔ مستحب ہے کہ اس دن اور رات کے لئے میت کے گھر والوں کے لئے کھانا میت کے پڑوسی یا رشتہ دار تیار کر کے میت والوں کو کھلائیں، ایک دن رات کے بعد مکروہ ہے بعض کے نزدیک تین دن رات تک کھانا بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔

۱۰۔ بلند آواز سے نوحہ کرنا اور میت کے اوصاف بیان کر کے بلند آواز سے رونا اور اسی طرح عورتوں کا مل کر بیان کر کے نوحہ کرنا حرام و ممنوع ہے، فطری طور پر رقتِ قلب سے رونے میں مضائقہ نہیں، مردوں کو سیاہ لباس پہننا اور مرد و عورت کو کپڑے پھاڑنا منھ نوچنا سر پر خاک ڈالنا وغیرہ ممنوع ہیں، تین دن سے زیادہ سوگ جائز نہیں، عورت خاوند کے مرنے پر چار مہینے دس دن سوگ کرے یعنی عدت میں بیٹھے۔

موتیٰ وقبور کے متفرق مسائل

۱۔ اگر کسی پر مصیبت پڑے تو موت کی تمنا ہرگز نہ کرے، لیکن جب دین بگڑنے کا اندیشہ ہو اور فتنہ وفساد کا دور دورہ ہو یا آخرت کے شوق کی وجہ سے موت کی تمنا کرے تو جائز ہے۔ ۲۔ موت کو یاد کرنا اور اس کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ ۳۔ موت سے طبعی گرانی تو سب کو ہوتی ہے عقلی گرانی نہیں ہونی چاہئے اور اس کا علاج اعمالِ صالحہ کی پابندی اور برے کاموں سے بچنا ہے۔ ۴۔ اپنے گناہوں سے ڈرنا اور اللہ تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے۔ ۵۔ برے خاتمے کے چار اسباب ہیں۔ ۱۔ نماز

میں سستی کرنا، ۲۔ شراب پینا، ۳۔ ماں، باپ کی نافرمانی کرنا، ۴۔ مسلمان کو تکلیف دینا۔ ۶۔ جو شخص مسواک زیادہ کرے گا اس کی روح آسانی سے نکلے گی۔ ۷۔ جب روح نکل کر دوسرے عالم میں جاتی ہے تو وہاں کی ارواح سے اس کی ملاقات ہوتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پہچانتی ہیں۔ ۸۔ مردہ اپنے غسل دینے والوں، کفن پہنانے والوں اور جنازہ لے جانے والوں کو پہچانتا اور ان کی باتوں کو سنتا ہے۔ ۹۔ مؤمن کے مرنے پر زمین و آسمان روتے ہیں کافر کے مرنے پر نہیں روتے۔ ۱۰۔ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قبروں میں مردے آپس میں محبت رکھتے، نماز و قرآن مجید پڑھتے اور ملاقات کرتے ہیں۔ ۱۱۔ معتبر کتابوں میں لکھا ہے کہ نیک و پرہیز گار لوگوں سے کبھی کبھی ارواح ملاقات کرتی اور بات چیت کرتی ہیں۔ ۱۲۔ زندوں کے اعمال مردوں کو دکھائے جاتے ہیں، پس اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور نیک عمل کرنا چاہئے، ۱۳۔ ماں، باپ پر احسان کے چار طریقے ہیں۔ ۱۔ ان کے حق میں دعا کرنا، ۲۔ ان کی وصیت و نصیحت پر قائم رہنا، ۳۔ ان کے دوستوں کی تعظیم کرنا، ۴۔ ان کے قرابت والوں کے ساتھ میل جول رکھنا۔ ۱۴۔ زندوں سے مردوں کو تکلیف بھی پہنچتی ہے، پس مردوں کی غیبت و برائی و شکایت بیان نہ کریں۔ ۱۵۔ مؤمن کا عمل مرنے سے ختم ہو جاتا ہے لیکن سات چیزوں کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے یعنی ۱۔ علم دین سکھایا ہو، ۲۔ نیک اولاد جو دعا و ایصالِ ثواب کرتی ہو، ۳۔ قرآن شریف دیا ہو جس کو لوگ پڑھتے رہیں، ۴۔ مسجد بنوائی ہو، ۵۔ مسافر خانہ بنایا ہو، ۶۔ کنواں یا نہر کھدوائی ہو، ۷۔ دیگر صدقہ جاریہ، ۱۶۔ انبیا علیہم السلام و شہدا و اولیاء اللہ و حافظِ قرآن مجید اور مؤذن جو دین کا پورا پورا پابند ہو اور گناہوں سے بچتا ہو اُن کے بدن گلنے سڑنے سے محفوظ رہتے ہیں ان کے علاوہ باقی ہر میت کا بدن گل سڑ جاتا ہے۔

شہید کا بیان

شہید کی اقسام

۱۔ شہید کامل، اس کو شہید فقہی بھی کہتے ہیں، یہ وہ مسلمان ہے جو بے گناہ ظلم کے طور پر کسی زخمی کرنے والے آلے مثلاً تلوار یا چھری وغیرہ سے قتل کیا گیا ہو۔ ۲۔ شہید ناقص، اس کو شہید ثواب یا شہید آخرت بھی کہتے ہیں اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ ۳۔ شہید دنیا جو دنیاوی غرض کے لئے قتال کرے۔

شہیدِ کامل کے احکام

شہید کامل کو غسل نہ دیا جائے اور اس کے خون کے ساتھ ہی دفن کر دیا جائے ۔۲۔ اس کے پہنے ہوئے کپڑے نہ اتاریں بلکہ انہی خون آلود کپڑوں کے ساتھ دفن کر دیں، باقی احکام عام موتی کی طرح ہیں، یعنی نمازِ جنازہ پڑھی جائے خوشبو لگائی جائے قبر میں باقاعدہ مسنون طریقہ پر دفن کیا جائے وغیرہ۔

شرائط شہیدِ کامل

۱۔ مسلمان ہونا ،۲۔ مکلف یعنی عاقل و بالغ ہونا ۔۳۔ حدثِ اکبر سے طہارت یعنی جنابت و حیض ونفاس سے پاک ہونا ۔۴۔ بے گناہ مقتول ہونا ،۵۔ حربی کافر یا باغیوں یا ڈاکوؤں نے قتل کیا ہو خواہ آلہ جارحہ سے یا کسی بھی طرح مارا ہو یا کسی مسلمان یا ذمی کافر کے ہاتھ سے ظلماً آلہ جارحہ سے قتل کیا گیا ہو ۔ ۶۔ میدانِ جنگ میں مقتول پایا جانا جبکہ اس پر زخم کے نشانات ہوں ۔ ۷۔ زخمی ہونے کے بعد دنیا سے فائدہ نہ اٹھانا مثلاً کھانا پینا علاج وغیرہ نہ کرنا۔

شہیدِ ناقص کی تفصیل

وہ صورتیں جن میں شہادت کا ثواب ملتا ہے بہت سی ہیں مثلاً ، ۱۔ پیٹ کی بیماری میں مرنا ، ۲۔ پانی میں ڈوب کر مر جانا ۔۳۔ دیوار وغیرہ کے نیچے دب کر مرنا ۔۴۔ ذات الجنب (سینہ کے زخم کی بیماری) میں مرنا ، ۵۔ سل کی بیماری میں مرنا ، ۶۔ مسافرت میں مرنا ، ۷۔ مرگی کی بیماری سے مرنا ، ۸۔ بخار سے مرنا ، ۹۔ مال یا جان یا اہل وعیال یا کسی حق کے بچانے میں قتل ہونا ۔۱۰۔ ظلماً قتل ہونا ۔۱۱۔ جذام وکوڑھ سے مرنا ۔۱۲۔ کسی درندے نے پھاڑ ڈالا ۔۱۳۔ کسی بادشاہ نے ظلماً مار دیا یا اس کے خوف سے چھپا رہا اور وہاں مر گیا) ۱۴۔ کسی موذی جانور مثلاً سانپ وغیرہ کے کاٹنے سے مرنا ۔۱۵۔ علمِ دین کی طلب میں مرنا ، ۱۶۔ مؤذن جو بلا تنخواہ ثواب کے لئے اذان کہتا ہو ، ۱۷۔ سچ بولنے والا تاجر ۔ ۱۸۔ شرع کے مطابق اپنے اور اہل وعیال کے لئے حلال روزی کمانے والا ۔ ۱۹۔ سمندر کے سفر میں متلی و قے سے مرنے والا ، ۲۰۔ یہ دعا پڑھنے والا اللّٰھمّ بارك لي في الموت و فیما بعد الموت ۲۱۔ وہ شخص جو نمازِ چاشت پڑھے اور ہر مہینے کے تین روزے رکھے اور نماز وتر کبھی ترک نہ کرے ۔۲۲۔ فسادِ امت کے وقت سنت پر عمل کرنے والا سو شہید کا ثواب پاتا

ہے۔۲۳۔ جو بیماری میں لآ الہ آلا انت سبحانك انی کنت من الظّالمین چالیس بار کہے اور اسی مرض میں مرجائے۔۲۴۔ ہر رات میں سورۂ یٰسٓ پڑھنے ولا۔۲۵۔ جو سچے دل سے یہ سوال کرے کہ میں اللہ کی راہ میں قتل کیا جاؤں۔۲۶۔ جو مسلمان جمعہ کے دن مرے۔۲۷۔ جو کفار کی سرحد پر گھوڑا باندھے۔ ۲۸۔ جو سواری سے گر کر مرے۔ ۲۹۔ جو مرضِ طاعون سے مرے۔ ۳۰۔ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سو بار درود شریف پڑھے۔۳۱۔ جو جل کر مرے۔۳۲۔ جو عورت بچہ پیدا ہونے سے مرے۔۳۳۔ جو عورت کنوارے پن میں مرجائے۔۳۴۔ جس نے طہارت پر رات گزاری اور اسی حالت میں مرگیا، ۳۵۔ جس کی زندگی تشدد سے خالی ہو وغیرہ۔

فائدہ

شہیدِ ناقص کو عام مردوں کی طرح غسل و کفن دیا جائے گا دنیا میں اس پر شہید کے احکام جاری نہیں ہوں گے البتہ آخرت میں اس کو شہید کا اجر وثواب ملے گا۔

بعون اللہ تعالیٰ زبدۃ الفقہ حصہ سوم (کتاب الصلوٰۃ) مکمل ہوا، اللہ تعالیٰ مقبول فرمائے عاجز وسب متعلقین کا خاتمہ ایمان پر بخیر فرمائے اور اپنی رضا سے دارین میں شادکام فرمائے۔ آمین

رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّاوَّ بِالْاِ سْلَامِ دِیْنًاوَّ
بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا

كتاب الزكوٰة

زکوٰۃ کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ ذی الانعام والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدالانام وعلیٰ اٰلہ الکرام وصحبہ العظام، امابعد!

عمدۃ الفقہ کا خلاصہ ''زبدۃ الفقہ'' کتاب الایمان وکتاب الطہارۃ وکتاب الصلوٰۃ، ایک عرصہ ہوطبع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہو چکا ہے، اور عوام وخواص میں بہت پسند کیا گیا اور قبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اس کے بعد سے مسلسل احباب کا اصرار رہا کہ عمدۃ الفقہ کتاب الزکوٰۃ وکتاب الصوم کا خلاصہ بھی طبع ہونا چاہئے لیکن بعض مصروفیات وموانع کے باعث خلاصۂ مذکور کو مرتب کرنے میں تاخیر در تاخیر ہوتی رہی، الحمدللہ علیٰ انعامہ واحسانہ کہ ان ایام فرخندہ فرجام میں اس کو مرتب کرنے کی توفیق حاصل ہوگئی کتابت وطباعت کے مراحل بھی بحسن وخوبی انجام پذیر ہوگئے اور اب کتاب ہذا ہدیۂ ناظرین ہے۔ حسبِ سابق سلاست زبان، تسہیل عبارت اور تحسین ترتیب کے خصوصی التزام کے ساتھ کتابت وطباعت کی خوبصورتی وعمدگی کا بھی بطور خاص اہتمام کیا گیا ہے، امید ہے کہ ناظرین پسند فرمائیں گے اور ہماری ان مساعی کو شرف قبولیت بخشیں گے، نیز اپنے حلقۂ احباب واثر میں اس کی اشاعت کو فروغ دے کر اس کار خیر میں شریک ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس عاجز وناشر ومعاونین کی اس ناچیز پیشکش کو منظور ومقبول فرمائے اور ہم سب کے لئے سعادتِ دارین کا ذریعہ بنائے، نیز آئندہ بھی خلوصِ نیت کے ساتھ مزید خدمتِ اسلام و مسلمین کی توفیق سے مدام بہرہ ور فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو ان مسائل شرعیہ پر پوری طرح عمل کرنے کی کامل توفیق اور اس پر استقامت نصیب فرمائے، آمین

بجاہ سید المرسلین والآخرین محبوب رب العالمین علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین الف الف صلوات وسلام و برکات مادامت السمٰوات والارضین برحمتك یا ارحم الراحمین. آمین

احقر سید زوّار حسین غفرلہ ولوالدیہ

جمعہ ۱۹ ؍صفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۱۹ ؍جنوری ۱۹۷۹ء

زکوٰۃ کا بیان

زکوٰۃ کے معنی

اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے، شرع شریف میں زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اپنے مخصوص مال کا ایک مخصوص حصہ جو شرع شریف نے مقرر کیا ہے اللہ تعالیٰ کے لئے کسی مسلمان فقیر یا مسکین وغیرہ کو جو زکوٰۃ لینے کا شرع میں حقدار ہے دے کر اُسے اس طرح مالک کر دینا کہ اپنا نفع اس سے بالکل ہٹا لے۔

زکوٰۃ کا حکم

زکوٰۃ ادا کرنا، فرضِ قطعی ہے جو شخص اس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور اس سے روکنے والا قتل کیا جائے گا اور جو شخص انکار تو نہیں کرتا مگر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا قیامت کے روز اس کو بڑا سخت عذاب ہوگا۔ فرض ہونے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب ہے اور بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ تحریمی اور گناہ ہے، ایسا شخص فاسق ہے اور اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔

زکوٰۃ کی فرضیت کا سبب

زکوٰۃ کے فرض ہونے کا سبب مال ہے جو بقدر نصاب ہو اور اُس پر سال گزر چکا ہو، نصاب کی تشریح آگے آتی ہے۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں

زکوٰۃ فرض ہونے کی دس شرطیں ہیں۔ (۱) آزاد ہونا، (۲) مسلمان ہونا، (۳) عاقل ہونا، (۴) بالغ ہونا، (۵) بقدرِ نصاب مال کا مالک ہونا، (۶) مالِ نصاب کا پورے طور پر مالک ہونا، (۷) مالِ نصاب کا اصلی حاجتوں سے زیادہ ہونا، (۸) مالِ نصاب کا قرض سے بچا ہوا ہونا، (۹) مالِ نصاب کا بڑھنے والا ہونا (۱۰) مالک ہونے کے بعد مال پر ایک سال گزرنا۔ ان میں سے کچھ شرطیں صاحبِ مال میں پائی جاتی ہیں اور کچھ مال میں۔ ان شرطوں کی ضروری تفصیل درجِ ذیل ہے۔

۱- آزاد ہونا

زکوٰۃ فرض ہونے کی ایک شرط آزاد ہونا ہے پس غلام پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

۲- مسلمان ہونا

دوسری شرط مسلمان ہونا ہے، خواہ کافر اصلی ہو یا مرتد ہو، کسی کے ذمہ زکوٰۃ باقی رہنے کے لئے بھی اسلام شرط ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص زکوٰۃ فرض ہونے کے بعد العیاذ باللہ مرتد ہوگیا تو اسسے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی پس اگر وہ کئی سال کے بعد پھر اسلام لے آیا تو زمانۂ ارتداد کے سالوں کی زکوٰۃ اس پر واجب نہیں ہوگی۔ کافر اگر دارالحرب میں اسلام لے آیا اس کے بعد چند سال تک وہاں رہا تو اگر وہ زکوٰۃ کی فرضیت کو جانتا تھا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اس کے ادا کرنے کا فتویٰ دیا جائے گا ورنہ نہیں۔ بخلاف اس کے اگر ذمی کافر دارالاسلام میں مسلمان ہوا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ فرضیتِ زکوٰۃ کا مسئلہ اس کو معلوم ہو یا نہ ہو، کیونکہ دارالاسلام میں نہ جاننا عذر نہیں ہے۔

۳- عاقل ہونا

ایک شرط عاقل ہونا ہے، لہٰذا اُس مجنون (دیوانہ) ومعتوہ (نیم پاگل) پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے جو تمام سال مجنون رہے پس اگر نصاب کا مالک ہونے کے بعد سال کے کسی حصے میں خواہ اول میں یا آخر میں بہت دنوں کے لئے یا تھوڑے دنوں کے لئے افاقہ ہوگیا تو زکوٰۃ لازم ہوگی۔ یہ ظاہر الروایت ہے اور یہی اصح ہے۔ جس شخص پر بیہوشی طاری ہو اس پر صحیح کی مانند زکوٰۃ واجب ہوگی اگرچہ کامل ایک سال تک بیہوش رہے۔

۴- بالغ ہونا

ایک شرط بالغ ہونا ہے، پس نابالغ لڑکے پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس کے مال پر بالغ ہو جانے کے وقت سے سال شروع ہوگا اور سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی اس سے پہلے نہیں۔

۵- بقدرِ نصاب مال کا مالک ہونا

ایک شرط یہ ہے کہ وہ مال کا مالک ہو اور وہ مال بقدرِ نصاب ہو، مال سے مراد سکۂ رائج الوقت

درہم و دینار یا روپیہ اشرفی وغیرہ سونا چاندی یا ان دونوں کے زیورات، برتن، سچا گوٹہ ٹھپہ وغیرہ اور سامانِ تجارت اور جنگل میں چرنے والے جانور ہیں۔ اور بقدرِ نصاب ہونے سے مراد یہ ہے کہ نصاب کی جو مقدار شرع شریف میں مقرر ہے اس سے کم نہ ہو، سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے، اور چاندی کا ساڑھے باون تولہ ہے، تجارت کے مال کا سونا یا چاندی کے نصاب کی قیمت کے برابر ہونا ہے۔ ان سب نصابوں اور ان کی زکوٰۃ کی تفصیل آگے الگ الگ بیان میں درج ہے۔

۶- مالِ نصاب کا پورے طور پر مالک ہونا

ایک شرط یہ ہے کہ وہ بقدرِ نصاب مال کا پورے طور پر مالک ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ ملکیت اور قبضہ دونوں پائے جائیں، اگر صرف ملکیت ہو اور قبضہ نہ ہو جیسا کہ عورت کا مہر قبضے سے پہلے یا قبضہ ہو اور ملکیت نہ ہو جیسا کہ مکاتب غلام اور مقروض کی ملکیت، تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ مالِ ضمار کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ آگے آتا ہے کہ قبضے کے بعد سے نیا سال شروع ہوگا۔ تجارت کے لئے خریدی ہوئی چیز قبضہ سے پہلے صحیح یہ ہے کہ نصاب ہوتی ہے پس جو مال تجارت کے لئے خریدا اور سال بھر تک اس پر قبضہ نہ کیا تو خریدار پر قبضے سے قبل زکوٰۃ واجب نہیں اور قبضہ کے بعد گزرے ہوئے سال کی زکوٰۃ بھی واجب ہے۔

۷- مالِ نصاب کا اس کی اصلی حاجتوں سے زائد ہونا

ایک شرط یہ ہے کہ اُس کا مال اس کی اصلی حاجتوں سے فارغ و زائد ہو، اصلی حاجتوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی انسان کو زندگی بسر کرنے میں ضرورت پڑتی ہے۔ خواہ تحقیقی طور پر ہو جیسا کہ روزمرہ کا خرچ، رہنے کا گھر، لڑائی کے ہتھیار، پہننے اور سردی گرمی سے بچانے کے کپڑے خواہ کتنے ہی قیمتی ہوں اور اسی طرح دستکاروں کے اوزار، خانہ داری کا سامان، سواری کے جانور اور اہلِ علم کے لئے علمی کتابیں وغیرہ، لیکن اگر کپڑوں میں سچا کام بنا ہوا ہے اور وہ اتنا ہے کہ اگر چاندی کو الگ کیا جائے تو ساڑھے باون تولہ یا اس سے زیادہ نکلے یا اس کے پاس اور چاندی یا نقدی یا سونا ہو یا تجارت کا مال ہو اور اس کے ساتھ مل کر نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو اس چاندی پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، یا تقدیراً ان کی طرف محتاج ہو مثلاً قرضہ، پس ان چیزوں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔ اس لئے یہ نصاب میں شامل نہیں کی جائیں گی۔ اسی طرح آرائش کے برتن جو سونے چاندی کے نہ ہوں اور جواہرات، موتی، یاقوت، زمرد، سچے موتیوں کا ہار وغیرہ جبکہ وہ

تجارت کے لئے نہ ہوں اور خرچ کرنے کے لئے جو پیسے خریدے ہوں، گھر کا اسباب چھوٹے بڑے برتن مثلاً پتیلی، دیگچہ، دیگ، چھوٹی ہو یا بڑی، سینی، لگن، کھانے پینے کے برتن وغیرہ خواہ کتنے ہی ہوں اور چاہے روزمرہ کے استعمال میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سونا چاندی کے علاوہ اور جتنا مال و اسباب ہو اگر وہ تجارت کے لئے نہ ہو تو اس میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اگر یہ چیزیں تجارت کے لئے ہوں تو پھر اُن میں زکوٰۃ فرض ہے۔ دستکاروں کی وہ چیزیں جو خود تو استعمال میں ختم ہو جاتی ہیں لیکن اُن کا اثر باقی رہتا ہے، جیسے کسم اور زعفران کپڑا رنگنے کے لئے اور کس و تیل کھال رنگنے کے لئے یہ چیزیں اگر بقدرِ نصاب قیمت کی ہوں اور اُن پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، عطاروں کی شیشیاں اور اُن گھوڑوں وغیرہ کے لگام، رسیاں، مہاریں، جھول وغیرہ جو تجارت کے لئے خریدے گئے ہیں اگر یہ چیزیں ساتھ میں فروخت کی جائیں گی تو ان میں بھی زکوٰۃ ہے ورنہ نہیں۔ کرایے پر چلانے والے مال و اسباب میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی پس اگر کسی کے پاس کچھ مکانات ہوں یا برتن ہوں جن کو وہ کرایہ پر چلاتا ہو تو اُن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے خواہ کتنی ہی قیمت کے ہوں۔

۸- مالِ نصاب کا قرض سے بچا ہوا ہونا

۱۔ ایک شرط یہ ہے کہ اس کا مال قرض سے بچا ہوا ہو، کیونکہ مال قرضے میں ہونے کی وجہ سے تقدیراً حاجتِ اصلیہ میں لگا ہوا ہے پس اگر کسی شخص کے پاس دو سو درہم ہیں اور اتنے ہی درہموں کا وہ قرضدار ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اس لئے وہ نہ ہونے کے حکم میں ہے اور اس لئے بھی کہ وہ قبضے میں نہ ہونے کی وجہ سے ملکِ تام نہیں ہے۔

۲۔ قرضے سے مراد وہ قرضہ ہے جس کا طلب کرنے والا کوئی بندہ ہو خواہ وہ قرض اللہ تعالیٰ کا قرض ہی ہو جیسا کہ زکوٰۃ اور خراج کا قرض اور جس کا طلب کرنے والا کوئی بندہ نہیں وہ وجوب زکوٰۃ کا مانع نہیں جیسے نذر، کفارہ اور حج وغیرہ کا دین اور صدقۂ فطر اور قربانی وغیرہ کا دین۔

۳۔ دینِ مہر معجّل زکوٰۃ واجب ہونے کا مانع ہے مطلقاً بلا اختلاف، اور دینِ مہرِ مؤجل کے وجوب زکوٰۃ کا مانع ہونے میں اختلاف ہے، بعض فقہا نے معجّل اور مؤجل دونوں کو مانع زکوٰۃ کہا ہے، عالمگیری میں ہے کہ ظاہر مذہب کے بموجب یہی صحیح ہے۔ اور بعض مشائخ کے نزدیک معجّل مانعِ وجوبِ زکوٰۃ ہے مؤجل مانع نہیں ہے، اور قہستانی نے جواہر سے اس کی تصحیح کی ہے اور بعض

علماء نے اس کو فتوے کے لئے اختیار کیا ہے لیکن اکثر کے نزدیک فتویٰ کے لئے مختار یہ ہے کہ دین مہرِ موَجل دونوں مانع وجوب زکوٰۃ ہیں، واللہ علم بالصواب۔

۴۔ دین (قرضہ) خواہ اصالت کے طور پر ہو یعنی وہ شخص خود مقروض ہو یا کفالت کے طور پر ہو یعنی کسی قرضدار کا کفیل ہو، ہر طرح زکوٰۃ واجب ہونے کا مانع ہے۔

۵۔ زکوٰۃ کا قرضہ بھی وجوبِ زکوٰۃ کا مانع ہے۔ پس اگر کسی شخص کے پاس بقدرِ نصاب مال مثلاً دوسو درہم ہیں اور اُس پر دو سال گزر گئے اور اس نے ان دو سالوں کی زکوٰۃ نہیں دی تو اس پر دوسرے سال کی زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ پہلے سال کی زکوٰۃ پانچ درہم جو اس کے ذمہ قرض ہے نکالنے کے بعد اس کا مال بقدر نصاب نہیں رہے گا۔

۶۔ اسی طرح خراج کا قرضہ بھی زکوٰۃ واجب ہونے کا مانع ہے اس لئے کہ اس کا بھی بندوں کی طرف سے مطالبہ کیا جاتا ہے۔

۷۔ قرضہ اس صورت میں مانع وجوبِ زکوٰۃ ہے جبکہ زکوٰۃ کے واجب ہونے سے پہلے کا ہو، پس اگر زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد یعنی سال پورا ہونے کے بعد لاحق ہوا تو زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی۔

۸۔ جو قرضہ دورانِ سال لاحق ہوا اور وہ تمام نصاب کے برابر ہے یا نصاب کو کم کر دینے والا ہے پھر اگر سال کے اخیر تک نصاب پورا نہیں ہو سکا تو بالاتفاق مانعِ وجوبِ زکوٰۃ ہے اگر سال پورا ہونے سے پہلے وہ قرض معاف ہو کر یا کسی اور ذریعہ سے نیا مال حاصل ہو کر دین نکالنے کے بعد نصاب پورا ہو گیا تو امام محمدؒ کے نزدیک وہ مانع وجوب ہوگا اور قرض معاف ہوتے یا نیا مال حاصل ہونے کے وقت سے نیا سال شروع ہوگا، بحرالرائق میں اسی کو ترجیح دی ہے اور شامی نے اسی کو اوجہ کہا ہے لیکن المجتبیٰ اور بدائع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وجوب زکوٰۃ کا مانع نہ ہونا ہمارے تینوں اماموں کا قول ہے، واللہ اعلم۔

۹۔ اگر مقروض شخص چند نصابوں کا مالک ہے اور ہر نصاب سے قرضہ ادا ہو جاتا ہے تو قرضہ اس نصاب کی طرف لگایا جائے گا جس سے قرض ادا کرنا زیادہ آسان ہو پس پہلے درہم و دینار (روپیہ، واشرفی وغیرہ نقدی) کی طرف لگایا جائے گا اگر اس سے پورا نہ ہو تو پھر تجارت کے مال کی طرف لگایا جائے گا اگر پھر بھی بچ رہے تو چرنے والے جانوروں کی طرف لگایا جائے گا۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ بادشاہ کی طرف سے وصول کرنے والا ہو اور اگر خود صاحبِ مال ادا کرے تو اس کو اختیار ہے چاہے جس سے ادا کرے۔

۹- مالِ نصاب کا بڑھنے والا ہونا

۱۔ ایک شرط یہ ہے کہ مالِ نصاب بڑھنے والا ہو خواہ حقیقۃً بڑھنے والا ہو جیسے نقدی کا تجارت سے اور جانوروں کا توالد وتناسل سے بڑھنا یا تقدیراً یعنی حکماً بڑھنے والا ہو یعنی وہ تجارت وغیرہ کے ذریعہ اس کے بڑھانے پر قادر ہو اس طرح پر کہ مال اس کے یا اس کے نائب کے قبضے میں ہو۔

۲۔ بڑھنے والا مال دو طرح کا ہوتا ہے ایک خلقی اور وہ سونا چاندی ہے، ان دونوں میں خواہ تجارت کی نیت کرے یا نہ کرے یا خرچ کرنے کی نیت کرے یا زیور وغیرہ بنا کر یا ویسے ہی رکھ چھوڑے استعمال نہ بھی کرے ہر حال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ دوسرا فعلی، سونے چاندی کے علاوہ سب اموال فعلی طور پر بڑھنے والے ہیں کیونکہ یہ تجارت یا چرائی کے فعل سے بڑھیں گے، اس قسم کے مال میں تجارت کی نیت سے یا جانوروں کے چرانے کی نیت سے بڑھنے پر زکوٰۃ ہے ورنہ نہیں اور نیت کا تجارت یا چرائی کے فعل کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہے ورنہ نیت معتبر نہیں ہوگی، نیت کبھی صریحاً بھی ہوتی ہے جیسے معاملہ کرتے وقت یہ نیت کرے کہ یہ تجارت کے لئے ہے پس اگر روزمرہ کے استعمال کی نیت کی تو وہ تجارت کے لئے نہیں ہوگا اور کبھی دلالۃً بھی ہوتی ہے مثلاً تجارت کے مال کے بدلے کوئی چیز خریدے یا جو گھر تجارت کے لئے ہے اس کو کسی اسباب کے عوض کرائے پر دے تو خواہ صریحاً تجارت کی نیت نہ بھی کرے یہ اسباب تجارت کے لئے ہو جائے گا، مضاربت کے مال کے لئے تجارت کی نیت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ پس مضارب خواہ کسی نیت سے مال خریدے وہ تجارت ہی ہوگا۔

۳۔ مالِ ضمار میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ملک ہونا اور بڑھنا دونوں نہیں پائے جاتے اور مالِ ضمار شرعاً وہ مال ہے جس کی اصل اس کی ملک میں باقی رہے لیکن وہ اس کے قبضہ سے ایسا نکل گیا ہو کہ غالب طور پر اس کے واپس ملنے کی امید نہ رہے، پس جب مالِ ضمار پر قبضہ کرے تو اس پر گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے منجملہ مالِ ضمار کے وہ قرضہ ہے جس کا قرضدار نے انکار کر دیا ہو خواہ اس پر گواہ ہوں یا نہ ہوں اور خواہ گواہ عادل ہوں یا غیر عادل اور خواہ قاضی نے حلف لے لیا ہو یا نہ لیا ہو، ہر حال میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ اس مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اور اگر مقروض قرضہ کا اقرار کرتا ہے تو خواہ وہ مالدار ہو یا مفلس، اگر قاضی نے اس کو مفلس ہونے کا حکم جاری نہیں کیا ہے تو بالاتفاق اُس مال پر قبضے کے بعد گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ

واجب ہوگی اور اگر قاضی نے اس کو مفلس ہونے کا حکم جاری مشتہر کر دیا تو اس میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب ہے پس جب وہ اس مال پر قبضہ کرلے تو گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے اسی پر فتویٰ ہے۔

۴۔ کسی نے کسی کا مال غصب کرلیا خواہ اس پر گواہ ہوں یا نہ ہوں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ وہ بھی مالِ ضمار ہے اور اس میں بھی قبضے کے بعد گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ قبضے کے وقت سے نیا سال شروع ہوگا، ظلماً لئے ہوئے مال کا بھی یہی حکم ہے، اسی طرح جو مال گم ہوگیا ہو پھر کئی سال کے بعد مل گیا ہو اور جو جانور یا غلام بھاگ گیا ہو اور اس کو ایک سال یا چند سال گزرنے کے بعد پالیا ہو اور جو مال دریا یا سمندر میں گر گیا ہو پھر ایک سال یا چند سال گزرنے کے بعد نکالا گیا ہو، اور وہ مال جس کو جنگل یا بڑے احاطے میں دفن کیا ہو اور جگہ بھول گیا ہو پھر کئی سال کے بعد وہ جگہ یاد آئی ہو اور مال مل گیا ہو اور وہ مال جو کسی اجنبی کے پاس امانت رکھا ہو اور پھر اس شخص کو بھول گیا ہو اور پھر ایک سال یا چند سال کے بعد وہ مال مل گیا ہو تو یہ سب مالِ ضمار کی صورتیں ہیں، ان سب میں قبضے کے بعد گزرے ہوئے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی بلکہ قبضہ کے وقت سے نیا سال شروع ہوگا۔

اقسامِ قرض

اگر کسی پر تمہارا قرض آتا ہے تو اُس قرض پر بھی زکوٰۃ واجب ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قرض کی تین قسمیں ہیں۔ ۱۔ قوی، ۲۔ متوسط، ۳۔ ضعیف، جن کے احکام یہ ہیں۔ قوی یہ ہے کہ نقد روپیہ یا اشرفی یا سونا یا چاندی کسی کو قرض دیا یا تجارت کا سامان بیچا تھا اور اس کی قیمت باقی ہے اس کا حکم یہ ہے کہ وصول ہونے پر گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی، بشرطیکہ قرض تنہا یا اور مال کے ساتھ جو پہلے سے اس کے پاس ہے مل کر نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے اور اگر یکمشت وصول نہ ہو تو جب اس میں سے نصاب کا پانچواں حصہ یعنی چالیس درہم وصول ہو جائے گا اس وقت ہر سال کا ایک درہم زکوٰۃ میں ادا کرنا واجب ہوگا اس سے پہلے نہیں اور اسی طرح باقی رقم میں سے ہر چالیس درہم کے وصول ہونے پر اس کی زکوٰۃ واجب ہوتی جائے گی اور گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنی واجب ہوگی۔ اگر چالیس درہم سے کم پر قبضہ ہو تو اس پر زکوٰۃ کی ادائیگی واجب نہیں ہوگی اور اگر اس کے پاس پہلے سے اور رقم بقدر نصاب ہے تو وصول شدہ رقم خواہ چالیس درہم سے کم ہی ہو

اس رقم میں ملا کر پہلی رقم کا سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اب موجودہ سال کا حساب وصول شدہ رقم کے سال سے نہیں ہوگا البتہ گزشتہ سالوں کا حساب قرضے کے وقت سے ہوگا۔

متوسط یہ ہے کہ قرضہ نقد نہیں دیا اور نہ ہی تجارت کا سامان بیچا، بلکہ خانگی سامان بیچا اور اس کی قیمت وصول نہیں ہوئی، پھر چند سال کے بعد وصول ہوئی تو اس قسم کے قرض کی بھی گزشتہ سب سالوں کی زکوٰۃ قرضہ وصول ہونے پر ادا کرنی واجب ہوگی، اور اگر سارا ایک دفعہ میں وصول نہ ہو بلکہ تھوڑا تھوڑا وصول ہو تو جب تک بقدر نصاب (دوسو درہم) وصول نہ ہو جائے زکوٰۃ ادا کرنی واجب نہیں، جب کم از کم نصاب کی مقدار یا اس سے زائد یا تمام رقم وصول ہو جائے تو تمام گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ حساب کر کے ادا کرنا واجب ہے اور اگر اس کے پاس پہلے سے اور مال بقدرِ نصاب موجود ہے تو وصول شدہ رقم خواہ کسی قدر بھی ہو اس پہلے مال میں ملا کر پہلی رقم کا سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور اب موجودہ سال کا حساب وصول شدہ رقم کے سال سے نہیں کیا جائے گا۔ البتہ گزشتہ سالوں کا حساب قرضے کے وقت سے ہی ہوگا۔

ضعیف یہ ہے کہ وہ کسی مال کا بدلہ نہیں ہے، یعنی نہ نقدی یا تجارت کے مال کا بدلہ ہے اور نہ مال تجارت کے علاوہ گھریلو سامان کا بدلہ ہے بلکہ یا مہر ہے یا بدلِ خلع وغیرہ ہے اور وہ چند سال کے بعد وصول ہوا ہے تو اس پر گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے بلکہ کم از کم بقدرِ نصاب یا اس سے زیادہ تمام قرضہ وصول ہونے کے بعد سے اُس رقم کا سال شروع ہوگا اور پھر سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی، لیکن اگر پہلے سے اور رقم بھی بقدر نصاب موجود ہو تو وصول شدہ رقم اس میں ملا کر پہلی رقم کا سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

صاحبین کے نزدیک تمام قرضے برابر ہیں اور ان کی زکوٰۃ قبضے سے پہلے ہی واجب ہو جاتی ہے اور اس کی ادائیگی قبضے کے وقت واجب ہوگی، جس قدر وصول ہوتا جائے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس کی زکوٰۃ ادا کرتا جائے لیکن کتابت وسعایت ودیت کے دین اور زخمی کرنے کا جرمانہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ یہ چیزیں حقیقۃً دین نہیں ہیں۔

۱۰- مال پر سال کا گزرنا

۱۔ ایک شرط یہ ہے کہ مالِ نصاب پر سال گزر جائے یعنی وہ مال پورا سال اس کی ملکیت میں رہے۔

۲۔ زکوٰۃ میں قمری (چاند کے حساب سے) سال کا اعتبار ہے۔

۳۔ پورا سال گزرنے کا مطلب یہ ہے کہ سال کے دونوں سروں میں پورا ہو درمیان میں اگر نصاب سے کم رہ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، مثلاً کسی کے پاس دس تولہ سونا تھا مگر سال کے بیچ میں پانچ تولہ رہ گیا مگر پھر آخرِ سال میں دس تولہ ہو گیا تو اسے دس تولہ کی زکوٰۃ دینی ہوگی، اسی طرح اگر کسی کے پاس سو روپے ضرورت سے زائد تھے پھر سال پورا ہونے سے پہلے پچاس روپے اور مل گئے تو سال پورا ہونے پر اس پر پورے ڈیڑھ سو روپے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہ سمجھا جائے گا کہ پورے ڈیڑھ سو پر سال گزر گیا ہے، اسی طرح اگر کسی کے پاس سو تولہ چاندی رکھی تھی پھر سال گزرنے سے پہلے دو چار تولہ یا زیادہ سونا مل گیا تو اب اس سونے کا سال نیا شروع نہیں ہوگا بلکہ جب چاندی کا سال پورا ہو جائے گا تو سونے کی قیمت کو چاندی کی قیمت میں ملا کر سب مال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۴۔ اگر تجارت کے مال کو نقدی یعنی سونے چاندی یا روپیوں اشرفیوں سے بدلا یا سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے بدلا تو سال کا حکم منقطع نہیں ہوگا کیونکہ یہ سب ایک جنس ہیں اور اگر چرنے والے جانوروں سے بدلا یا چرنے والے جانوروں کو ان کی جنس یا غیر جنس سے بدلا تو سال کا حکم منقطع ہو جائے گا اور نئے سرے سے سال شروع ہوگا۔

۵۔ جو مال سال کے دوران میں حاصل ہو وہ اس کی جنس میں شامل کیا جائے گا اور پہلے والے مال کا سال پورا ہونے پر نئے اور پرانے سب کو ملا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی، مثلاً کسی کے پاس دو سو درہم تھے مگر سال ختم ہونے سے پہلے اس کے پاس دو سو درہم اور آ گئے اور چار سو درہم ہو گئے تو وہ چار سو درہم کی زکوٰۃ دے گا اور اگر سال گزرنے کے بعد نیا مال حاصل ہوا تو وہ پہلے مال میں شامل نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ سونا چاندی اور اس کے سکے و زیور و برتن وغیرہ اور تجارت کا مال ایک ہی جنس ہیں اور ایک دوسرے میں ملائے جائیں گے چرنے والے جانور الگ جنس ہیں وہ نقدی میں نہیں ملائیں گے اسی طرح چرنے والے جانوروں میں بھی الگ الگ جنس ہیں یعنی اونٹ الگ ایک جنس ہیں، گائے بیل بھینس بھینسا الگ ایک جنس ہیں اور بھیڑ بکری دُنبہ الگ ایک جنس ہیں، پس یہ بھی ایک جنس دوسری میں نہیں ملائی جائے گی، مثلاً شروع سال میں کسی کے پاس اونٹ بقدر نصاب تھے اب درمیان سال میں اس کو کچھ بکریاں حاصل ہوئیں تو ان کو اونٹوں کے ساتھ ملایا نہیں جائے گا۔

۷۔ جو مال دورانِ سال میں حاصل ہوا اس کو ملانا اس وقت درست ہے جبکہ اصل مال پہلے سے بقدرِ نصاب ہو اور اگر نصاب سے کم ہو تو اب نیا مال پہلے مال میں ملا کر پہلے مال کے حساب سے سال پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی بلکہ اگر نیا مال ملا کر نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اب سے سال شروع ہوگا اور اس سال کے پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس شروع سال میں نصاب پورا تھا پھر دورانِ سال میں کچھ مال خرچ ہوگیا اور نصاب سے کم رہ گیا اس کے بعد نیا مال حاصل ہوگیا تو اس کو ملا کر کل رقم کی زکوٰۃ پہلے مال پر سال پورا ہونے کے بعد ادا کرنی واجب ہوگی، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ لیکن اگر سال کے درمیان میں تمام مال ہلاک ہوگیا یا خرچ ہوگیا اس کے بعد اور مال بقدر نصاب حاصل ہوگیا تو اب پہلے مال کے سال کا اعتبار نہیں ہوگا، کیونکہ اس مال کے ختم ہو جانے سے اس کا سال بھی منقطع ہوگیا اب نئے مال پر اس کے ملنے سے سال شروع ہوگا اور اس سال کے پورا ہونے پر زکوٰۃ فرض ہوگی مثلاً اگر کسی شخص کے پاس دس تولہ سونا تھا مگر سال گزرنے سے پہلے سب ضائع ہوگیا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے پھر اگر سال ختم ہونے سے پہلے اس کو اور دس تولہ سونا حاصل ہوگیا تو اس کے حاصل ہونے کے وقت سے اس پر سال شروع ہوگا۔ اگر کسی شخص کے پاس دو سو درہم تھے اور ان پر ایک دن کم تین سال گزر گئے پھر اس کو پانچ درہم اور حاصل ہوئے تو پہلے سال کے پانچ درہم ادا کرے گا اور دوسرے اور تیسرے سال کے لئے کچھ ادا نہیں کرے گا اس لئے کہ دوسرے اور تیسرے سال میں زکوٰۃ کے دین کی وجہ سے وہ رقم نصاب میں کم رہ گئی ہے پس چونکہ سال کے شروع میں نصاب پورا نہیں ہے اس لئے تیسرے سال میں جو پانچ درہم نئے حاصل ہوئے ہیں وہ اس میں نہیں ملائے جائیں گے، کسی کے پاس زکوٰۃ کا مال تھا اس نے سال گزرنے کے بعد ابھی تک اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کی تھی کہ وہ سارا مال ضائع ہوگیا تو اس کی زکوٰۃ معاف ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی شرط

۱۔ زکوٰۃ ادا کرنے کی شرط یہ ہے کہ زکوٰۃ دیتے وقت متصل ہی زکوٰۃ دینے کی نیت کرے یا زکوٰۃ کی رقم اپنے مال سے علیحدہ کرنے کے وقت زکوٰۃ میں دینے کی نیت سے الگ کرے اور یہ نیت کافی ہے خواہ زکوٰۃ کی کل رقم علیحدہ کرتے وقت نیت کرے یا اس کا بعض حصہ نکالتے وقت نیت کرے کیونکہ مستحقین کو متفرق وقتوں میں دینا ہوتا ہے اور ہر وقت نیت کے حاضر ہونے میں

وقت ہے اس لئے زکوٰۃ کی رقم یا سامان علیحدہ کرتے وقت کی نیت کو شرع نے کافی قرار دیا ہے۔

۲۔ اگر اپنے مال میں سے زکوٰۃ کی نیت سے مالِ زکوٰۃ علیحدہ نہیں کیا اور یہ نیت کر لی کہ آخر سال تک جو کچھ دوں گا وہ زکوٰۃ ہے تو یہ جائز نہیں پس اس صورت میں وقتاً فوقتاً جو کچھ وہ فقیروں کو دیتا رہا اگر اس نے ہر دفعہ اس کے دینے کے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لی تھی تو جائز و درست ہے اور اگر بغیر نیت کے دیتا رہا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ وہ صدقہ و خیرات ہوگا اور اس کا ثواب الگ ملے گا۔

۳۔ اگر کسی فقیر کو زکوٰۃ کی نیت کے بغیر زکوٰۃ کا مال دیدیا تو جب تک وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے اس نے اس کو خرچ نہیں کیا تو خواہ کتنے ہی دن ہو جائیں اس میں زکوٰۃ کی نیت کر لینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور یہ نیت کا حکماً متصل ہونا ہے اور اگر فقیر نے اس مال کو خرچ کر لیا ہے اس کے بعد زکوٰۃ دینے والے نے زکوٰۃ کی نیت کی تو اب وہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی پھر سے ادا کرے۔

۴۔ وکیل کو زکوٰۃ کی رقم دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کر لینا بھی کافی ہے اس کے بعد اگر وکیل فقرا کو زکوٰۃ کی نیت کے بغیر دیدے تو یہ ادائیگی زکوٰۃ کے لئے کافی ہے کیونکہ زکوٰۃ دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے اور اگر اُس نے وکیل کو دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں کی اور جب وکیل نے فقرا کو دیا اس وقت مالک نے نیت کر لی تب بھی جائز ہے۔ (بلکہ جب تک فقیر کے پاس وہ مال بجنسہٖ موجود ہے تب تک بھی نیت کر لینے سے ادا ہو جائے گی جیسا کہ اوپر بیان ہوا، مؤلف)

۵۔ اگر کسی شخص نے سال پورا ہونے پر تمام مالِ نصاب خیرات کر دیا اور اس میں نہ زکوٰۃ کی نیت کی اور نہ کسی اور واجب مثلاً نذر وغیرہ کی نیت کی بلکہ نفل صدقہ کی نیت کی ہو یا بالکل کوئی نیت نہ کی ہو تو کل مال خیرات کرنے سے اس سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور اگر نذر وغیرہ کسی دوسرے واجب کی نیت سے دیا تو وہ اس ہی سے ادا ہوگا اور بقدرِ واجب زکوٰۃ اس کے ذمہ باقی رہے گی، اور اگر کل مال خیرات نہیں کیا بلکہ اس کا کچھ حصہ خیرات کیا تو امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک خیرات کئے ہوئے حصے کی زکوٰۃ اس سے ساقط ہو جائے گی یہی ارجح ہے۔

۶۔ اگر کسی فقیر پر قرض تھا اور اُس قرض خواہ نے وہ قرضہ اس فقیر کو معاف کر دیا تو یہ معاف کر دینا صحیح ہے اور اتنے حصے کی زکوٰۃ اس سے ساقط ہو جائے گی خواہ اس معاف کرنے میں اس نے زکوٰۃ کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو اور اگر تھوڑا سا قرض معاف کیا تو صرف اسی قدر حصے کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی باقی حصے کی زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی اگرچہ اس نے اس کے معاف کر دینے میں باقی کی زکوٰۃ دینے کی نیت کی ہو۔

۷۔ اگر غنی مقروض کو سال پورا ہونے کے بعد وہ قرضہ ہبہ کر دیا یا قرضہ معاف کر دیا تو ہبہ یا معاف کئے ہوئے کی زکوٰۃ کی مقدار کا ضامن ہوگا یہی اصح ہے کیونکہ غنی کو ہبہ یا معاف کرنا مال کو ہلاک کرنا سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ کے مال کو ہلاک کر دینے سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

۸۔ اور اگر کسی فقیر کو یہ حکم دیا کہ دوسرے شخص پر جو میرا قرض ہے وہ وصول کر لے اور اس میں اس مال کی زکوٰۃ دینے کی نیت کی جو اس کے پاس موجود ہے تو جائز ہے اور فقیر کے قبضہ کر لینے کے بعد وہ زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اس لئے کہ فقیر عین پر قبضہ کرتا ہے تو یہ عین کی زکوٰۃ عین سے ہوئی۔

۹۔ اگر فقیر کو اپنا قرضہ ہبہ کر دیا اور اس سے اپنے دوسرے قرض کی زکوٰۃ کی نیت کی جو کسی دوسرے شخص پر ہے یا اس مال کی زکوٰۃ کی نیت کی جو اس کے پاس ہے تو جائز نہیں، مثلاً کسی شخص کے کسی فقیر پر دس روپے قرض ہیں اور اس کے دوسرے مال کی زکوٰۃ بھی دس روپے یا زیادہ ہے اس نے اس فقیر کو اپنا قرضہ دس روپیہ زکوٰۃ کی نیت سے معاف کر دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ اس کی ترکیب یہ ہے کہ اس کو اپنے پاس سے دس روپے زکوٰۃ کی نیت سے دیدے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اب یہی روپیہ اپنے قرض میں اس سے لے لینا درست ہے اور اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ عین اور دین کی زکوٰۃ عین سے دینا جائز ہے اور عین کی زکوٰۃ اور ایسے قرض کی زکوٰۃ جو عنقریب وصول ہو جائے گا دین سے ادا کرنا یعنی دین اس میں مجرا کر دینا جائز نہیں۔ مالِ عین وہ مال ہے جو اس کی ملک میں قائم ہو خواہ نقد ہو یا اسباب (یعنی جس میں ملکیت اور قبضہ دونوں پائے جائیں، مؤلف) دَین سے مراد وہ مال ہے جو دوسرے کے ذمہ ثابت ہو، (یعنی صرف ملکیت پائی جائے، مؤلف)۔

۱۰۔ زکوٰۃ کو اعلان و اظہار سے دینا افضل ہے بخلاف نفلی صدقہ کے کہ اس کا چھپا کر دینا افضل ہے۔

۱۱۔ اگر کسی شخص نے مثلاً پانچ درہم فقیر کو دیئے اور اس میں زکوٰۃ اور نفلی صدقہ دونوں کی اکٹھی نیت کی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زکوٰۃ سے واقع ہوں گے اور امام محمدؒ کے نزدیک نفلی صدقے سے ہوں گے۔

۱۲۔ اصح قول کے بموجب زکوٰۃ لینے والے کو اس بات کا علم ہونا شرط نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ ہے بلکہ صرف دینے والے کی نیت زکوٰۃ کی ہونا کافی ہے، پس اگر کسی شخص نے کسی مسکین کو کچھ رقم یا کوئی چیز قرض یا ہبہ کہہ کر دیئے اور اپنے دل میں زکوٰۃ کی نیت کی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، یہی اصح

ہے، اسی طرح اگر زکوٰۃ کی رقم اپنے غریب رشتہ داروں کے سمجھ دار بچوں کو عید وغیرہ کے موقع پر عیدی کے نام سے دیدی اور اس میں زکوٰۃ دینے کی نیت کرلی یا کسی خوشخبری لانے والے یا نیا پھل لاتے والے کو زکوٰۃ کی نیت سے دیدی اور اس میں اس کا بدلہ دینے کی نیت نہیں کی تو جائز و درست ہے۔ بعض محتاج ضرورت مند ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کو زکوٰۃ کا روپیہ کہہ کر دیا جائے گا تو نہیں لیں گے، اس لئے اُن کو زکوٰۃ کا نہ کہے بلکہ بچوں کی مٹھائی عیدی، ہدیہ وغیرہ کہہ کر دیدیا جائے۔

۱۳۔ زکوٰۃ کا اپنے مالِ عین سے ادا کرنا بھی شرط نہیں ہے پس اگر کسی دوسرے آدمی کو کہہ دیا کہ وہ اس کی زکوٰۃ ادا کردے تو اس کے اپنے پاس سے ادا کرنے سے ادا ہو جائے گی اب وہ شخص اس اجازت دینے والے سے یہ رقم وصول کرلے۔ لیکن اگر کسی شخص نے کسی دوسرے شخص کی زکوٰۃ اس کے حکم کے بغیر ادا کردی پھر اس کو اطلاع مل گئی اور اُس نے اس کو تسلیم و منظور بھی کرلیا تب بھی یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کو مثلاً دو روپے زکوٰۃ میں دینے کے لئے دیئے لیکن اس نے بعینہ وہ دو روپے فقیر کو نہیں دیئے بلکہ اپنے پاس سے دو روپے اس کی طرف سے دیدیئے اور یہ خیال کیا کہ اپنے ان دو روپے کے بدلے میں اس کے وہ دو روپے لے لے گا تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، اب وہ اپنے دو روپے کے بدلے میں اس کے دو روپے لے لے لیکن اگر اس کے دیئے ہوئے روپے دوسرے شخص نے پہلے خرچ کردیئے اس کے بعد اپنے پاس سے دو روپے اس کی زکوٰۃ میں فقیر کو دیئے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ اسی طرح اگر اپنے پاس سے دو روپے دیتے وقت یہ نیت نہیں کی کہ وہ دو روپے لے لے گا جو اس کے پاس اس شخص کے رکھے ہیں تب بھی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اب وہ دونوں روپے پھر سے زکوٰۃ میں دے۔

۱۴۔ کسی شخص کے ذمہ زکوٰۃ بھی ہے اور قرضہ بھی ہے اور اس کے پاس صرف اتنا مال ہے کہ دونوں میں سے ایک کے لئے پورا ہوتا ہے تو پہلے قرض خواہ کا قرضہ ادا کرے پھر جب توفیق ہو جائے اللہ کریم کا حق ادا کرے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا وقت

۱۔ جب زکوٰۃ کے مال پر سال پورا ہو جائے تو زکوٰۃ فوراً ادا کرنا واجب ہے اگر بغیر عذر تاخیر کرے گا تو گنہگار ہوگا وہ شخص فاسق ہوگا اور اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، بظاہر تھوڑی تاخیر مثلاً ایک یا دو دن کی تاخیر سے بھی گنہگار ہوگا۔ بعض کے نزدیک فوراً سے مراد یہ ہے کہ آنے

والے سال تک تاخیر نہ کی جائے۔

۲۔ نصاب کا مالک ہونے کے بعد وقت سے پہلے زکوٰۃ دے دینا جائز ہے نصاب (دوسو درہم) کا مالک ہونے سے پہلے زکوٰۃ پیشگی دینا جائز نہیں، پس وقت سے پہلے زکوٰۃ دینا تین شرطوں سے جائز ہے۔ اول یہ کہ پیشگی زکوٰۃ دیتے وقت صاحبِ نصاب ہو، دوم یہ کہ جس نصاب کی زکوٰۃ پیشگی دیدی وہ نصاب سال پورا ہونے پر بھی کامل رہے۔ سوم یہ کہ اس درمیان میں نصاب منقطع یعنی بالکل ختم نہ ہوجائے۔

۳۔ اگر صاحب نصاب ایک سال سے زیادہ زکوٰۃ پیشگی دیدے تو جائز ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کے پاس تین سو درہم ہیں اس نے ان میں سے دوسو درہم کی زکوٰۃ بیس سال کے لئے سو درہم دیدیئے تو یہ جائز ہے۔

۴۔ جس طرح ایک نصاب کا مالک ہونے کے بعد وقت سے پہلے زکوٰۃ دینا جائز ہے اسی طرح بہت سے نصابوں کی زکوٰۃ بھی وقت سے پہلے دینا جائز ہے۔ لیکن اُن سب نصابوں کا جنسِ واحد سے ہونا ضروری ہے ورنہ جائز نہیں، مثلاً کسی کے پاس تین سو درہم ہیں اُس نے اُن میں سے سو درہم زکوٰۃ میں اس تفصیل سے دیدیئے کہ موجودہ نصاب دوسو درہم کی زکوٰۃ میں پانچ درہم اور غیر موجود درہموں یا سونے یا چاندی یا مال تجارت کے انیس ۱۹ نصابوں کی زکوٰۃ میں جن کے حاصل ہونے کی اس کو اسی سال میں امید ہے پچانوے درہم دیئے پھر اگر وہ انیس ۱۹ نصاب اس کو اسی سال میں حاصل ہو گئے تو یہ زکوٰۃ صحیح ہوگئی اور اگر وہ غیر موجودہ نصاب اسی سال میں حاصل نہ ہوئے بلکہ آئندہ سال حاصل ہوئے تو اب یہ بیان کی زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگی بلکہ ان کی زکوٰۃ علیحدہ دینا ضروری ہے اور وہ سو درہم پیشگی زکوٰۃ موجودہ نصاب یعنی دوسو درہم کی بیس سال کے لئے ہو جائے گی جیسا کہ مثال نمبر ۳ میں ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس سو درہم ضرورت سے زیادہ رکھے ہوئے ہیں اور سو درہم کہیں اور سے ملنے کی امید ہے اُس نے دوسو درہم کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے پیشگی دیدی تو یہ درست ہے لیکن اگر سال ختم ہونے پر روپیہ نصاب سے کم ہوگیا تو زکوٰۃ معاف ہوگئی اور وہ دی ہوئی زکوٰۃ نفلی صدقہ ہوگئی۔

۵۔ اگر کسی کے پاس دو نصاب ہیں ایک سونے کا دوسرا چاندی کا اور اُس نے اُن میں سے ایک کی زکوٰۃ وقت سے پہلے دیدی تو وہ دونوں سے ادا ہوگی کیونکہ یہ دونوں ایک ہی جنس ہیں اور اگر ان میں سے ایک نصاب ہلاک ہوگیا تو اس صورت میں دوسرا نصاب متعین ہوجائے گا اور وہ

اسی کی زکوٰۃ ہوگی۔

۶۔ اگر وقت سے پہلے کسی فقیر کو زکوٰۃ دیدی اور سال پورا ہونے سے پہلے وہ فقیر مالدار ہوگیا یا مرگیا یا مرتد ہوگیا تو وہ زکوٰۃ ادا ہوگئی اس لئے کہ زکوٰۃ دیتے وقت اس کا صحیح مصرف میں ہونا ضروری ہے آگے پیچھے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

۷۔ اگر کسی شخص کے پاس مالِ نصاب تھا اس نے زکوٰۃ نہیں دی یہاں تک کہ وہ بیمار ہوگیا تو اب وارثوں سے پوشیدہ زکوٰۃ دے اور اگر اس کے پاس مال نہیں ہے تو اگر اس کو یہ گمان غالب ہے کہ قرض لے کر زکوٰۃ ادا کردے گا اور پھر اُس قرض کے ادا کرنے میں کوشش کرے گا اور ادا کر سکے گا ایسے آدمی کے لئے افضل یہ ہے کہ قرض لے کر ادا کرے پھر اگر قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہوا یہاں تک کہ مرگیا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کا قرض ادا فرمائے گا اور اگر ادا کر سکنے کا گمان غالب نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ قرض نہ لے اس لئے کہ صاحبِ قرض کی دشمنی بہت ہی سخت ہے۔

سائمہ (چرنے والے جانوروں) کی زکوٰۃ کا بیان

۱۔ جو جانور سال کا اکثر حصہ مباح چرائی پر یعنی جس چرائی میں مالک کو کچھ دینا نہ پڑے اکتفا کرے وہ شرعاً سائمہ (چرنے والے جانور) کہلاتے ہیں۔ پس سائمہ وہ جانور ہیں جو دودھ حاصل کرنے یا بچے (نسل) لینے کے لئے یا موٹے ہو کر بیش قیمت ہو جانے کے لئے جنگلوں میں چرائے جاتے ہیں، ایسے جانوروں میں خواہ وہ نر ہوں یا مادہ یا ملے جلے ہوں زکوٰۃ واجب ہے جبکہ وہ بقدرِ نصاب ہوں جو جانور پالتو اور جنگلی جانور کے ملنے سے پیدا ہوا ہو اگر اس کی ماں پالتو ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی اس بارے میں ماں کا اعتبار کیا جائے گا، یعنی اگر ماں پالتو ہے تو بچہ بھی پالتو ہے اور اگر ماں جنگلی ہے تو بچہ بھی جنگلی سمجھا جائے گا، پس بکری اور ہرن سے کوئی جانور پیدا ہو تو وہ بکری کے حکم میں ہے اور نیل گاؤ اور گائے سے پیدا ہو تو وہ گائے کے حکم میں ہے۔

۲۔ اگر وہ جانور گوشت کھانے یا لادنے یا سواری کے لئے ہوں اور دودھ کے لئے یا نسل بڑھانے کے لئے نہ ہوں تو ان میں زکوٰۃ نہیں ہے اور اگر جانور تجارت کے لئے ہوں تو ان میں تجارتی مال کی طرح قیمت کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ دی جائے گی۔

۳۔ سال کا نصف سے زیادہ حصہ جنگل میں چرانے سے وہ جانور سائمہ ہو جائیں گے۔

نصف سال یا اس سے کم عرصہ چرنے سے سائمہ نہیں ہوں گے اور ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

۴۔ اگر تجارتی جانوروں کو سائمہ بنانے کی نیت سے جنگل میں چرنے کے لئے چھوڑ دیا تو اس نیت سے چرنے کے لئے چھوڑنے کے وقت سے سال شروع ہوگا اور تجارتی مال کا سال ختم ہو جائے گا، اسی طرح سائمہ جانوروں کو سال کے درمیان میں تجارت کی نیت سے بیچ دیا جائے تو اس سال کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی بلکہ تجارت کی نیت کے وقت سے سال شروع ہوگا لیکن اگر اس کے پاس نقدی یا مالِ تجارت کا نصاب ہے تو یہ سائمہ کی قیمت اس میں ملائی جائے گی اور سب کی اکٹھی زکوٰۃ اس نقدی و مالِ تجارت کے نصاب کا سال پورا ہونے پر دی جائے گی۔

۵۔ اندھے اور پاؤں کٹے ہوئے جانوروں میں زکوٰۃ نہیں ہے اس لئے کہ وہ سائمہ نہیں ہیں۔

۶۔ جانوروں کے بچوں میں جبکہ وہ تنہا ہوں زکوٰۃ فرض نہیں ہے اگر بڑوں کے ساتھ شامل ہوں تو ان میں بھی زکوٰۃ ہے یعنی بڑوں سے ملا کر نصاب میں شمار کئے جائیں گے لیکن زکوٰۃ میں بڑا جانور دیا جائے گا بچہ نہیں دیا جائے گا۔

۷۔ جن سائمہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب ہے ان کی تین جنسیں ہیں۔ ۱۔ اونٹ، ۲۔ گائے، ۳۔ بکری، ان کے علاوہ کسی اور سائمہ میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ ان تینوں کے نصاب کی تفصیل علیحدہ علیحدہ درج ذیل ہے۔

اونٹوں کی زکوٰۃ کا بیان

اونٹوں کا نصاب پانچ اونٹ ہیں اس سے کم میں زکوٰۃ فرض نہیں، وہ پانچ اونٹ خواہ نر ہوں یا مادہ یا ملے جلے ہوں اور چھوٹے بڑے ملے جلے ہوں سب چھوٹے نہ ہوں، چھوٹا بچہ بڑوں کے ساتھ ملا کر نصاب میں شمار ہوگا لیکن زکوٰۃ میں نہیں لیا جائے گا، چرنے والے اونٹوں میں کم سے کم عمر جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جس کا زکوٰۃ میں لیا جانا جائز ہے یہ ہے کہ دوسرا سال شروع ہو چکا ہو، اس سے کم عمر کا جائز نہیں ہے، ۵ پانچ اونٹ سے لے کر چوبیس ۲۴ اونٹ تک ہر پانچ اونٹ پر ایک ایسی بکری واجب ہوگی جس کو ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو گیا ہو خواہ ایک ہی دن اوپر ہوا ہو اور خواہ وہ نر ہو یا مادہ ہو، پس پانچ اونٹ میں ایک بکری، دس میں دو، پندرہ میں تین اور بیس میں چار بکری دینا فرض ہے اور درمیان میں کچھ نہیں ہے، پھر پچیس ۲۵ اونٹ میں ایک اونٹنی جس کو دوسرا برس شروع ہو چکا ہو دی جائے گی، چھبیس ۲۶ سے پینتیس ۳۵ تک اور کچھ نہیں اور

چھتیس ۳۶ اونٹ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو تیسرا برس شروع ہوا ہو دی جائے، پھر سینتیس ۳۷ سے پینتالیس ۴۵ تک اور کچھ نہیں اور چھیالیس ۴۶ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو چوتھا برس شروع ہوا ہو دی جائے اور سینتالیس ۴۷ سے ۶۰ ساٹھ تک کچھ نہیں، پھر اکسٹھ ۶۱ میں ایک ایسی اونٹنی جس کو پانچواں برس شروع ہوا ہو دی جائے اور باسٹھ ۶۲ سے پچھتر ۷۵ تک کچھ نہیں، پھر چھتر ۷۶ میں دو ۲ اونٹنیاں دے جن کو تیسرا برس شروع ہوا ہو اور ستتر ۷۷ سے نوے ۹۰ تک کچھ نہیں، پھر اکیانوے ۹۱ اونٹ میں دو اونٹنیاں دے جن کو چوتھا برس شروع ہوا ہو، اور بانوے ۹۲ سے ایک سو بیس ۱۲۰ تک کچھ نہیں، پھر جب ایک سو بیس ۱۲۰ سے زیادہ ہو جائیں تو پھر نیا حساب شروع ہو جائے گا۔ یعنی اگر چار زیادہ ہوئیں تو کچھ نہیں اور جب زیادتی پانچ تک پہنچ جائے یعنی ایک سو پچیس ۱۲۵ ہو جائیں تو چوتھے سال والی دو ۲ اونٹنیوں کے ساتھ ایک بکری بھی دی جائے گی، اسی طرح ہر پانچ کی زیادتی پر ایک بکری اور دینی آئے گی، یعنی ۱۳۰ ایک سو تیس اونٹوں پر دو چوتھے سال والی اونٹنیوں کے ساتھ دو بکریاں اور ایک سو پینتس ۱۳۵ پر تین بکریاں اور ایک سو چالیس ۱۴۰ پر چار بکریاں ملائی جائیں گی اور جب پچیس ۲۵ کی زیادتی ہو جائے یعنی ایک سو پینتالیس ۱۴۵ ہو جائیں تو دو اونٹنیاں چوتھے سال والی، اور ایک اونٹنی دوسرے سال والی واجب ہوگی، اور ایک سو پچاس ۱۵۰ میں تین اونٹنیاں چوتھے سال والی واجب ہوں گی۔ اور جب ڈیڑھ سو ۱۵۰ سے بھی بڑھ جائیں تو پھر نئے سرے سے حساب ہوگا، یعنی چوبیس کی زیادتی تک ہر پانچ کی زکوٰۃ میں ایک بکری کا اضافہ ہوگا، پھر جب پچیس کی زیادتی ہو جائے یعنی ایک سو پچھتر ۱۷۵ ہو جائیں تو (ایک سو پچاسی تک ۱۸۵) تین چوتھے سال والی اونٹنیوں کے ساتھ ایک دوسرے سال والی اونٹنی دے گا اور پھر ایک سو چھیاسی ۱۸۶ میں تین چوتھے سال والی اونٹنیوں کے ساتھ ایک تیسرے سال والی بھی دے گا، ایک سو پچانوے ۱۹۵ تک یہی حکم ہے، جب ایک سو چھیانوے ۱۹۶ ہو جائیں تو چار اونٹنیاں ایسی دے جن کو چوتھا سال شروع ہوا ہو، دو سو تک یہی حکم ہے، یہاں پہنچ کر دوسرا نیا حساب بھی ختم ہو جاتا ہے، اس سے آگے پانچویں سال والی اونٹنی واجب نہیں ہوتی، دو سو ۲۰۰ میں اختیار ہے چاہے ایسی چار اونٹنیاں دے جن کو چوتھا سال شروع ہوا ہے یعنی ہر پچاس پر چوتھے سال کی اونٹنی کے حساب سے دے اور چاہے تو پانچ ایسی اونٹنیاں دے جن کو تیسرا سال شروع ہوا ہو یعنی ہر چالیس میں ایک تیسرے سال کی اونٹنی ہوگی دو سو کے بعد ہمیشہ اسی طرح حساب چلتا رہے گا جس طرح ڈیڑھ سو کے بعد پچاس میں یعنی دو سو تک چلا ہے۔

اونٹ کی زکوٰۃ میں جب اونٹ واجب ہوتا ہے تو مادہ جانور یعنی اونٹنی زکوٰۃ میں دی جائے گی نر جائز نہیں ہے، لیکن قیمت کے اعتبار سے جائز ہے۔ پس اگر نر قیمت میں مادہ کے برابر ہو تو جائز و درست ہے، اور جب بکری واجب ہوتی ہے تو اس کا مذکر یا مؤنث دینا جائز ہے۔

گائے بیل اور بھینس کی زکوٰۃ کا بیان

گائے اور بھینس (نر و مادہ) ایک قسم میں ہیں دونوں کا نصاب ایک ہی ہے اور اگر دونوں کے ملانے سے نصاب پورا ہوتا ہو تو دونوں کو ملائیں گے، مثلاً بیس گائے ہوں اور دس بھینسیں تو دونوں کو ملا کر تیس کا نصاب پورا کرلیں گے مگر زکوٰۃ میں وہی جانور دیا جائے گا جس کی تعداد زیادہ ہو یعنی اگر تعداد میں گائے زیادہ ہوں تو زکوٰۃ میں گائے دی جائے گی اور بھینسیں زیادہ ہوں تو بھینس دی جائے گی جیسا کہ مثالِ مذکور میں گائے زیادہ ہیں پس گائے دی جائے گی اور اگر دونوں برابر ہوں تو اختیار ہے چاہے جس سے ادا کردے لیکن قسم اعلیٰ میں جو جانور کم قیمت کا ہو یا قسم ادنیٰ میں جو جانور زیادہ قیمت کا ہو وہ دیا جائے گا۔ گائے بیل، بھینس بھینسا میں جب تک تیس سے کم ہوں زکوٰۃ نہیں ہے، جب تیس ہو جائیں اور وہ سائمہ (جنگل میں چرتے والے) ہوں تو ایک گائے یا بھینس کا بچہ نر یا مادہ دے جس کو دوسرا سال شروع ہو چکا ہو، تیس ۳۰ کے بعد انتالیس تک اور کچھ واجب نہیں ہے اور جب چالیس ۴۰ پورے ہو جائیں تو جو بچہ پورے دو برس کا ہو کر تیسرے میں لگ گیا ہو لیا جائے گا، خواہ نر ہو یا مادہ ہو اکتالیس ۴۱ سے انسٹھ تک کچھ نہیں اور جب ساٹھ ہو جائیں تو ایسے دو بچے نر یا مادہ واجب ہوں گے جن کو دوسرا سال شروع ہو چکا ہو کیونکہ ساٹھ میں تیس تیس کے دو نصاب ہیں، ساٹھ کے بعد چالیس چالیس اور تیس تیس کا حساب کیا جائے گا اور ہر چالیس میں ایک گائے یا بھینس کا بچہ تیسرے سال کا (دو سالہ) اور ہر تیس میں ایک بچہ دوسرے سال کا (ایک سالہ) واجب ہوگا یعنی ہر دس کے بعد واجب بدلتا رہے گا، پس ستر ۷۰ میں ایک تیسرے سال کا اور ایک دوسرے سال کا بچہ واجب ہوگا کیونکہ اس میں ایک نصاب چالیس کا ہے اور ایک تیس کا ہے اور اسی ۸۰ میں چالیس چالیس کے دو نصاب ہیں اس لئے تیسرے سال کے دو بچے واجب ہوں گے علیٰ ہذا القیاس نوے ۹۰ میں تین بچے دوسرے سال والے اور سو ۱۰۰ میں ایک بچہ تیسرے سال اور دو بچے دوسرے سال کے واجب ہوں گے کیونکہ نوے میں تیس تیس کے تین نصاب ہیں اور سو ۱۰۰ میں تیس تیس کے دو اور چالیس کا ایک نصاب ہے اور اگر ایسا ہو کہ

دوسرے سال کے بچوں سے بھی حساب ٹھیک رہتا ہے اور تیسرے سال کے بچوں سے بھی ٹھیک رہتا ہے تو اختیار ہے دونوں میں سے جو بھی چاہے دیدے، مثلاً ایک سوبیس گائے بیل ہوں تو چاہے تین بچے تیسرے سال کے دیدے یا چار بچے دوسرے سال کے دیدے کیونکہ اس میں چالیس چالیس کے تین نصاب اور تیس تیس کے چار نصاب ہیں، اسی طرح دوسو چالیس میں آٹھ بچے دوسرے سال کے یا چھ بچے تیسرے سال کے دیدے، گائے بیل بھینس اور بھینسا کی زکوٰۃ میں نر و مادہ کا حکم برابر ہے جو بھی چاہے زکوٰۃ میں دیدے۔ چرنے والی گائے بھینس میں کم سے کم عمر جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جس کا زکوٰۃ میں لیا جانا جائز ہے یہ ہے کہ دوسرا سال شروع ہو چکا ہو، اس سے کم کا بچہ زکوٰۃ میں نہیں لیا جائے گا۔

بکری و بھیڑ کی زکوٰۃ کا بیان

جنگل میں چرنے والی بکریوں اور بھیڑوں کا نصاب چالیس ہے چالیس سے کم میں زکوٰۃ نہیں ہے اور جب چالیس ہو جائیں اور ان پر سال پورا ہو جائے تو ایک بکری یا بھیڑ واجب ہوگی۔ ایک سوبیس ۱۲۰ تک یہی حکم ہے کہ صرف ایک بکری یا بھیڑ واجب ہوگی اور زائد کچھ واجب نہیں ہوگا جب ایکسو اکیس ۱۲۱ ہو جائیں تو دو بکریاں یا دو بھیڑیں واجب ہوں گی دوسو ۲۰۰ تک یہی حکم ہے اور جب دوسو ایک ہو جائیں تو تین بکریاں یا بھیڑیں واجب ہوں گی پھر ۳۹۹ تین سوننانوے تک یہی حکم ہے اور جب چار سو پوری ہو جائیں تو چار بکریاں یا بھیڑیں واجب ہوں گی اس کے بعد ہر سینکڑے پر ایک بکری یا بھیڑ واجب ہوگی خواہ کتنی ہی ہو جائیں یہی حساب رہے گا اور سو سے نیچے کی زیادتی میں کچھ واجب نہیں ہوگا اور جو چیزیں زکوٰۃ میں مجتمع ہیں اُن کو جدا جدا نہیں کریں گے اور جو جدا جدا ہیں، ان کو جمع نہیں کریں گے مثلاً اگر کسی شخص کے پاس اسی ۸۰ بکریاں ہیں تو ان کا حساب جدا جدا نصاب بنا کر اس طرح نہیں کریں گے کہ اگر یہ دو آدمیوں کے پاس چالیس چالیس ہوتیں تو دو بکریاں واجب ہوتیں پس ایک آدمی پر دو بکریاں واجب کر دی جائیں ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ جب مالک ایک ہے تو چالیس سے ایک سوبیس تک ایک ہی نصاب رہے گا اور ایک ہی بکری واجب ہوگی۔ اور اگر انہی بکریوں کے دو شخص نصف نصف حصے کے مالک ہوں تو اس صورت میں دونوں کو جمع کر کے ایک نصاب نہیں بنائیں گے اور یہ نہیں کہیں گے کہ اگر ایک شخص کے پاس اسی ۸۰ بکریاں ہوتیں تو ایک بکری واجب ہوتی لہٰذا ان دونوں سے بھی ایک بکری

لے لی جائے کیونکہ یہ درست نہیں ہے بلکہ دونوں کے الگ الگ نصاب پر ایک ایک بکری واجب ہوگی۔ اسی طرح اگر کسی ایک شخص کی ملکیت میں ایک سوبیس ۱۲۰ بکریاں ہیں تو صدقہ وصول کرنے والا اُس سے ایک ہی بکری وصول کرے گا جدا جدا نصاب کر کے ہر چالیس پر ایک بکری کے حساب سے تین بکریاں لینا جائز نہیں ہے اس کے برخلاف اگر ایک سوبیس ۱۲۰ بکریوں کے تین برابر کے مالک ہوں تو ہر ایک کے حصہ کی ایک ایک بکری کے حساب سے تین بکریاں وصول کرے گا ایک بکری سب کی جگہ لینا درست نہیں ہے۔ اور اگر چالیس بکریاں دو آدمیوں میں برابر برابر مشترک ہوں تو کسی پر زکوٰۃ نہیں ہوگی کیونکہ ہر ایک کا حصہ نصاب سے کم ہے۔ اونٹوں اور گائے بیلوں میں بھی یہی حکم ہے۔ چرنے والی بکریوں میں کم سے کم عمر جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور جس کا زکوٰۃ میں لیا جانا جائز ہے یہ ہے کہ ایک سال پورا ہو کر دوسرا سال شروع ہو چکا ہو ایک سال سے کم کا بچہ زکوٰۃ میں نہیں لیا جائے گا، یہی حکم بھیڑوں، دنبوں سب کے لئے ہے اسی پر فتویٰ ہے اور نر و مادہ کی قید نہیں ہے۔ نصاب پورا کرنے کے لئے بکریاں (نر و مادہ) اور بھیڑ و دنبہ (نر و مادہ) ان سب کا ایک ہی حکم ہے کہ ایک کو دوسرے میں ملا کر نصاب کو پورا کریں گے اور مجموعہ پر زکوٰۃ لی جائے گی مثلاً کسی کے پاس چالیس بکریاں اور چالیس بھیڑیں ہیں تو اس کو دو نصاب نہیں کہیں گے اور دو جانور واجب نہیں ہوں گے بلکہ ان کے مجموعہ یعنی ۸۰ اسی پر ایک بکری یا بھیڑ واجب ہوگی لیکن اگر بکری دے گا تو ادنیٰ درجہ کی جائز ہے اور بھیڑ دے گا تو اعلیٰ درجہ کی دے گا۔

زکوٰۃ میں دینے کے لئے اگر صرف بکریاں (نر و مادہ) ہیں تو بکریوں سے زکوٰۃ لی جائے گی بھیڑ یا دنبہ نہیں لیا جائے گا اور بھیڑیں اور دنبے (نر و مادہ) ہیں الخ تو انہی میں سے زکوٰۃ لی جائے گی بکری نہیں لی جائے گی اور اگر مخلوط ہوں جو زیادہ ہے زکوٰۃ میں بھی وہی لی جائے گی اور اگر برابر ہوں تو اختیار ہے چاہے جس میں سے ادا کر دے، لیکن اعلیٰ قسم میں سے ادنیٰ قیمت کا اور ادنیٰ قسم میں سے اعلیٰ قیمت کا دے جیسا کہ گائے کی زکوٰۃ میں بیان ہوا ہے۔

اُن جانوروں کا بیان جن میں زکوٰۃ نہیں ہے

۱۔ گھوڑوں پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اگر تجارت کے لئے ہوں تو وہ مالِ تجارت کے حکم میں ہیں، جب ان کی قیمت بقدر نصاب ہوگی تب ان پر تجارتی مال کی طرح قیمت کے حساب سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ وہ جنگل میں چرتے ہوں یا گھر پر گھاس کھانے والے ہوں۔

۲۔ وقف کے مویشیوں میں زکوٰۃ نہیں۔

۳۔ گدھے، خچر، چیتے اور سکھائے ہوئے کتوں اور ہرن وغیرہ جنگلی جانوروں پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے لیکن اگر تجارت کے واسطے خرید کر رکھے ہوں تو تجارتی مال کی طرح ان کی زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے چالیسواں حصہ دی جائے گی۔

۴۔ جن سائمہ جانوروں میں زکوٰۃ واجب ہے اگر ان کے صرف بچے ہوں اور ان بچوں کے ساتھ بڑا جانور ایک بھی نہ ہو تو ان بچوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، یہی قول صحیح ہے اور اگر ان کے ساتھ ایک جانور بھی پوری عمر کا ہوگا تو یہ سب بچے نصاب پورا ہونے میں اس کے تابع ہو جائیں گے اور ان سب کی تعداد ملا کر نصاب پورا ہونے پر بالاجماع زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، مگر زکوٰۃ میں بچے نہیں دیئے جائیں گے، بلکہ پوری عمر کی بکری دی جائے گی، مثلاً کسی کے پاس بکریوں کے انتالیس بچے ایک سال سے کم عمر کے ہیں ایک بکری ایک سال سے اوپر کی ہے تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی پس اگر وہ ایک سال سے زیادہ عمر کی بکری اوسط درجہ کی ہے تو وہی لی جائے گی اور اگر اول درجہ کی ہے تو صاحب مال اوسط درجہ کی بکری دے گا اور اگر وہ بکری اوسط درجہ سے کم کی ہو تو پھر یہی واجب ہے، اسی طرح اونٹوں اور گائے بیلوں میں سمجھ لیجئے، اگر کئی جانور واجب ہوں تو اگر بڑوں سے زکوٰۃ پوری نہ ہوتی ہو تو بڑے جانور جو موجود ہیں وہی واجب ہوں گے اور باقی ساقط ہو جائیں گے، چھوٹے جانور ملا کر تعداد پوری نہیں کریں گے۔

۵۔ جو جانور کام کرتے ہیں مثلاً ہل چلاتے اور زمین کو سیراب کرتے ہیں یا اُن پر بوجھ لادا جاتا ہے یا سواری کے لئے ہوں یا نصف سال سے زیادہ گھر پر چارہ کھلایا جاتا ہے ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، لیکن گھر پر چارہ کھانے والے جانور اگر تجارت کے لئے ہوں تو ان میں زکوٰۃ قیمت کے اعتبار سے واجب ہوگی، بلکہ سائمہ بھی اگر تجارت کے لئے ہوں تب بھی ان کی زکوٰۃ قیمت لگا کر دی جائے گی جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔

سونے اور چاندی کی زکوٰۃ کا بیان

۱۔ سونے کا نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے، اس سے کم میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب زکوٰۃ کے مال پر پورا سال گزر جائے تو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہے پس ہر بیس مثقال سونے میں پورا سال گزرنے پر چالیسواں حصہ یعنی نصف

(۱/۲) مثقال سونا واجب ہوتا ہے اور ہر دو سو درہم میں پانچ درہم واجب ہوتے ہیں اور ہر سو روپے میں اڑھائی روپے اور ہر چالیس روپے میں ایک روپیہ واجب ہوتا ہے، بیس مثقال، تولہ کے حساب سے ساڑھے سات تولہ ½7 ہوتا ہے۔ پس ہمارے ملک میں سونے کا یہی نصاب ہے اور دو سو درہم کے ساڑھے باون تولہ ½52 ہوتے ہیں پس یہ چاندی کا نصاب ہے اور روپیہ مروجہ کے وزن کے حساب سے ساڑھے باون ½52 تولہ کے پونے پچپن ¾54 روپے ہوتے ہیں جبکہ روپیہ ½11 ماشہ کا ہو اور ۵۶ روپے بحساب ¼11 ماشہ فی روپیہ اور ⅙54 روپیہ یعنی ۵۴ روپے دو آنے آٹھ پائی تقریباً بحساب ½11 ماشہ ایک رتی فی روپیہ یعنی تین رتی کم ۱۲ ماشہ فی روپیہ ہوتے ہیں (پس زمانے اور جگہ کے لحاظ سے مروجہ روپیہ کے وزن سے حساب کر کے نصاب مقرر کیا جائے اور یہ اس وقت ہے جبکہ روپیہ میں چاندی غالب ہو اور اگر چاندی مغلوب یا بالکل نہ ہو تو ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت بازار نرخ سے لگا کر روپیوں سے نصاب مقرر کیا جائے گا مؤلف)۔

سونا چاندی خواہ سکہ دار ہو یعنی روپے، اشرفیاں وغیرہ ہوں یا بے سکہ ہو اور خواہ زیور ہو یا برتن وغیرہ کوئی اور چیز ہو مثلاً تلوار کا زیور یا پٹہ یا لگام یا زین (کاٹھی) یا قرآن شریف میں سونے کے تار یا ستارے وغیرہ لگے ہوئے ہوں یا سچا گوٹہ ٹھپہ وغیرہ ہو خواہ یہ چیزیں استعمال میں آتی ہوں یا نہ آتی ہوں اور خواہ اس کا استعمال مباح ہو جیسے عورتوں کے لئے زیور، اور خواہ مباح نہ ہو جیسے مرد کے لئے سونے کی انگوٹھی۔ اور خواہ اس سے تجارت کرے یا نہ کرے۔ غرض کہ سونے، چاندی اور اس کے سامان اور اس کے سکوں وغیرہ میں ہر حال میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اگر کسی کے پاس اتنے روپے یا نوٹ موجود ہوں جن کی بازار کے بھاؤ کے مطابق ساڑھے باون تولے چاندی آ سکے اور اُن پر سال گزر چکا ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۲۔ جب صرف سونا یا صرف چاندی ہو تو ادا اور وجوب دونوں کے لحاظ سے وزن کا اعتبار ہے قیمت کا اعتبار نہیں ہے۔ ادا کے لحاظ سے وزن کا اعتبار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ زکوٰۃ میں دیا جائے اگر وہ اسی جنس سے دیا جائے تو وزن میں زکوٰۃ واجب کی مقدار کے برابر ہو، مثلاً سو روپیہ بھر چاندی کے زیور کی قیمتِ فروخت پچاس روپے ہے تو اس قیمت کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ اس کی زکوٰۃ چاندی کے وزن کے موافق سو روپیہ بھر چاندی کے زیور میں اڑھائی روپیہ بھر (½2 تولہ) چاندی دینی چاہیے خواہ زیور وغیرہ سے دے یا چاندی کی ڈلی دے یا چاندی کا روپیہ

اگر رائج ہو وہ دے یا اڑھائی تولہ چاندی کی قیمت بازار کے نرخ سے دے، یا مثلاً اگر چاندی کا لوٹا وغیرہ کوئی برتن ہو جس کا وزن دو سو درہم ہو اور بنوائی کی اُجرت لگا کر اس کی قیمت تین سو درہم ہے تو اگر اس کی زکوٰۃ چاندی میں دے تو اس کی زکوٰۃ پانچ درہم ہوگی۔ لیکن اگر زکوٰۃ میں اس سے دوسری جنس دے تو بالا اجماع قیمت کا اعتبار ہوگا، مثلاً اگر بناوٹ کے اعتبار سے اس چیز کی قیمت بڑھ جاتی ہے تو بناوٹ کی قیمت سمیت جو کل قیمت ہوگی اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ واجب ہوگی، مثالِ مذکورہ بالا میں چاندی کے برتن کی قیمت بناوٹ کے اعتبار سے تین سو درہم ہے تو غیر جنس سے زکوٰۃ ادا کرنے میں اس کی عمدگی و بناوٹ کی قیمت لگائی جائے گی اور اس کی زکوٰۃ ساڑھے سات درہم کا سونا وغیرہ دوسری جنس دینی چاہئے، اگر صرف پانچ درہم دیئے ہوں گے تو وہ قدرِ مستحق سے واقع ہو جائیں اور باقی اڑھائی درہم کا سونا وغیرہ اور دینا ہوگا۔ وجوب کے حق میں وزن کا اعتبار ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ وزن کے اعتبار سے نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور بالا جماع اس میں قیمت اور تعداد کا اعتبار نہیں ہوگا مثلاً اگر کسی کے پاس سونے یا چاندی کا برتن ہو جس کا وزن دس مثقال یا سو درہم کے برابر ہو اور اس کی قیمت بناوٹ کے اعتبار سے بیس مثقال یا دو سو درہم ہے یا چاندی کے کسی برتن کا وزن ڈیڑھ سو درہم ہے اور اس کی قیمت دو سو درہم ہے تو ان میں کچھ زکوٰۃ واجب نہیں ہے اسی طرح اگر گنتی میں دو سو درہم پورے ہوں اور وزن میں کم ہوں تو اُن میں زکوٰۃ واجب نہیں اگر چہ وہ کمی تھوڑی ہی ہو۔

۳۔ اگر سونا اور چاندی میں کھوٹ ملا ہوا ہو تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر چاندی میں کھوٹ ملا ہوا ہو اور چاندی غالب ہو تو وہ چاندی کے حکم میں ہے اور اگر سونے میں کھوٹ ملا ہوا ہو اور سونا غالب ہو تو سونے کے حکم میں ہے اور اگر ان دونوں میں ملا ہوا کھوٹ غالب ہو تو وہ دونوں اسباب تجارت کی مانند ہیں۔ پس اگر ان میں تجارت کی نیت کی ہو تو قیمت کے لحاظ سے زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر تجارت کی نیت نہ کی ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ درہموں اور روپیوں میں کھوٹ ملا ہو تو اگر چاندی غالب ہے تو وہ خالص درہموں اور روپوؤں یعنی چاندی کے حکم میں ہیں، اور اگر کھوٹ اور چاندی برابر برابر ہوں تب بھی مختار یہ ہے کہ زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر کھوٹ غالب ہو تو وہ چاندی کے حکم میں نہیں ہیں، پس اگر وہ سکہ رائج الوقت ہیں یا سکے تو اب نہیں رہے لیکن ان میں تجارت کی نیت کی ہو تو ان کی قیمت کے اعتبار سے زکوٰۃ دی جائے گی اور اگر ان درہموں کا رواج نہ رہا ہو اور ان میں تجارت کی نیت بھی نہ کی ہو تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے لیکن اگر بہت

ہوں اور ملاوٹ سے چاندی الگ ہوسکتی ہو اور ان میں اتنی چاندی ہو کہ دوسو درہم کی مقدار ہو جائے یا کسی دوسرے مال، چاندی سونا یا اسبابِ تجارت کے ساتھ مل کر نصاب ہو جائے تب بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، اور اگر چاندی اُن سے جدا نہ ہوسکتی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کھوٹے درہموں میں جو اس وقت بطورِ سکہ رائج ہوں ہر حال میں زکوٰۃ واجب ہوگی خواہ ان میں چاندی مغلوب ہی ہو اور الگ نہ ہوسکتی ہو اور خواہ ان میں تجارت کی نیت کی ہو یا نہ کی ہو کیونکہ ان میں نیتِ تجارت کا ہونا شرط نہیں ہے۔ ملاوٹ کے سونے کا بھی وہی حکم ہے جو ملاوٹ کی چاندی کا بیان ہوا ہے، اور اگر سونا اور چاندی آپس میں ملے ہوئے ہوں تو اگر چاندی مغلوب ہو اور سونا غالب ہو خواہ وزن کے اعتبار سے غالب ہو یا قیمت کے اعتبار سے تو وہ سونے کے حکم میں ہے اور اگر چاندی غالب ہو لیکن سونا اپنے نصاب کو پہنچ جائے تب بھی وہ کل سونے کے حکم میں ہے اور اس کُل میں سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر سونا نصاب کو نہ پہنچے لیکن چاندی نصاب کو پہنچ جائے تو کُل میں چاندی کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مخلوط سونا قیمت میں چاندی سے کم ہو ورنہ کل میں سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

جاننا چاہیے کہ سونا اور چاندی کے مخلوط ہونے کی بارہ صورتیں مرتب ہوئیں یعنی ۱۔ سونا غالب ہو اور سونا اور چاندی دونوں بقدرِ نصاب ہوں، یا ۲۔ سونا غالب ہو اور فقط سونا بقدرِ نصاب ہو، یا ۳۔ چاندی غالب ہو اور ہر ایک بقدر نصاب ہو، ۴۔ یا چاندی غالب ہو اور فقط سونا بقدر نصاب ہو یا ۵۔ دونوں برابر ہوں اور ہر ایک بقدرِ نصاب ہو، یا ۶۔ دونوں برابر ہوں اور فقط سونا بقدرِ نصاب ہو۔ (ان چھ صورتوں میں حکم سونے کا ہوگا اور سونے ہی کی زکوٰۃ واجب ہوگی) یا ۷۔ چاندی غالب ہو اور فقط چاندی بقدر نصاب ہو (اس ایک صورت میں حکم چاندی کا ہوگا اور چاندی کی زکوٰۃ واجب ہوگی)، یا ۸۔ سونا غالب ہو اور دونوں میں سے کوئی بقدرِ نصاب نہ ہو، یا ۹۔ چاندی غالب ہو اور دونوں میں سے کوئی بقدرِ نصاب نہ ہو، یا ۱۰۔ دونوں ہوں اور کوئی بقدرِ نصاب نہ ہو (ان تین صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی) یا ۱۱۔ سونا غالب ہو اور فقط چاندی بقدرِ نصاب ہو، یا ۱۲۔ دونوں برابر ہوں اور فقط چاندی بقدرِ نصاب ہو (یہ دونوں صورتیں ناممکن ہیں کیونکہ سونا بہت قیمتی چیز ہے) ایک صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ سونا یا چاندی سے الگ الگ نصاب پورا نہیں ہوتا لیکن دونوں کو ملا کر نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس کا حکم جیسا کہ آگے آتا ہے یہ ہے کہ اس میں سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۴۔امام صاحب کے نزدیک نصاب سے اوپر جو زیادتی ہو جب تک وہ نصاب کا پانچواں حصہ نہ ہو جائے معاف ہے اس میں کچھ زکوٰۃ نہیں ہے پس چاندی میں نصاب سے اوپر انتالیس درہم تک معاف ہے اور جب زیادتی چالیس ہو جائے تو ایک درہم اس کی زکوٰۃ میں دینا واجب ہے، اسی طرح ہر چالیس درہم چاندی میں ایک درہم زکوٰۃ واجب اور انتالیس تک معاف ہے، سونے میں چار مثقال سے کم معاف ہے اور جب زیادتی چار مثقال ہو جائے تو دو قیراط اس کی زکوٰۃ کے واجب ہوں گے اور ہر چار مثقال کی زیادتی پر دو قیراط زکوٰۃ واجب ہوتی جائے گی، اگر سونے کے نصاب کی زیادتی اور چاندی کے نصاب کی زیادتی الگ الگ پانچویں حصہ سے کم ہو اور ملا کر پانچواں حصہ ہو جائے تو دونوں کو ملائیں گے۔صاحبین کے نزدیک نصاب پر زیادتی خواہ کم ہو یا زیادہ کل رقم پر زکوٰۃ واجب ہے اور کل رقم کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کیا جائے گا۔صاحبین کے قول میں احتیاط زیادہ ہے اور فتویٰ کے لئے یہی مختار ہے جیسا کہ فتاویٰ دیوبند وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔

۵۔تجارت کے مال کی قیمت سونے چاندی کی قیمت کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ دی جائے گی اسی طرح سونے اور چاندی کو آپس میں قیمت کے ساتھ ملا کر زکوٰۃ ادا کریں گے پس اگر کسی کے پاس کچھ چاندی کچھ سونا اور کچھ تجارت کا مال ہے اگر سب کو ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔اور ایک نقدی کا دوسری نقدی کے ساتھ قیمت کے ساتھ ملایا جانا امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے اور اقل کو اکثر کے ساتھ یا اکثر کو اقل کے ساتھ ملانے میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی دونوں صورتوں میں سے جس صورت میں بھی نصاب پورا ہو جائے گا زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اور صاحبین کے نزدیک اجزا کے اعتبار سے ملایا جائے گا اور یہ چاندی کو سونے میں یا سونے کو چاندی میں ملانا اس وقت واجب ہے جبکہ دونوں جنسیں موجود ہوں اور دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بقدرِ نصاب نہ ہو پس اگر صرف ایک جنس موجود ہے مثلاً صرف سونا یا صرف چاندی ہے تو قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ وجوب اور ادا دونوں کے لئے وزن کا اعتبار ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔اسی طرح اگر دونوں میں سے ہر ایک کا نصاب پورا ہو تو ملانا واجب نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک کی زکوٰۃ علیحدہ علیحدہ دینا جائز ہے اور اگر ملا کر کسی ایک سے زکوٰۃ ادا کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن اس کے لئے واجب ہے کہ دونوں میں سے اس کے ساتھ قیمت لگائی جائے جس میں فقرا کو زیادہ فائدہ ہو۔

وضاحت کے لئے مندرجہ ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

اگر کسی کے پاس سونا اور چاندی میں سے ایک نصاب سے کم ہے اگر ان دونوں کی قیمت ملا کر ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے یا ساڑھے سات تولہ سونے کی قیمت کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں، اور اگر سونے اور چاندی میں سے ہر ایک کی مقدار نصاب کے مطابق ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت نہیں،۲۔اگر کسی کے پاس دو تولہ سونا اور پانچ روپے نقد سال بھر تک رہے اور اس زمانے میں سونے کا بھاؤ پچیس روپے تولہ ہے اور چاندی ایک روپے کی ڈیڑھ تولہ ملتی ہے تو اُس پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ دو تولہ سونا پچاس روپے کا ہوا اور پچاس روپے کی چاندی "پچھتر تولہ ہوئی پس دو تولہ سونے کی چاندی "پچھتر تولے ملے گی اور پانچ روپے پہلے سے پاس ہیں اس لئے یہ رقم نصاب سے زائد ہو کر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔۳۔اگر کسی کے پاس تیس تولہ چاندی ہو اور ایک روپے کی دو تولہ چاندی ملتی ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ جب صرف چاندی یا صرف سونا پاس ہو تو وزن کا اعتبار ہے قیمت کا اعتبار نہیں۔

مالِ تجارت کی زکوٰۃ کا بیان

۱۔تجارتی مال خواہ کسی قسم کا ہو جب اس کی قیمت سونے چاندی کے نصاب کی برابر ہوگی اس میں زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور نقدی (سونا چاندی اور اس کا سامان زیور برتن وغیرہ اور اس کے سکے وغیرہ) کے علاوہ جو سامان تجارت کے لئے ہو وہ مالِ تجارت ہے۔تجارت کا مال وہ ہے جو تجارت ہی کے ارادے سے خریدا گیا ہو لیکن اگر کسی نے گھر کے خرچ کے لئے یا شادی وغیرہ کے لئے مثلاً چاول خریدے پھر ارادہ ہو گیا کہ اس کو فروخت کر لیں تو وہ تجارت کا مال نہیں ہے اس لئے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

۲۔مالِ تجارت کی قیمت مروجہ سکوں سے لگائی جائے گی ان کے علاوہ کسی دوسری چیز سے قیمت نہیں لگائی جائے گی۔

۳۔جب مالِ تجارت کی قیمت شروع سال میں ایسے دو سو درہموں کی برابر ہو جن میں چاندی غالب ہو تو اس کی زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے نصاب کی قیمت کا حساب سال پورا ہونے کے وقت لگایا جائے گا۔

۴۔تجارتی مال میں اختیار ہے، خواہ سونے کے سکے سے قیمت لگائی جائے یا چاندی کے

سکے سے لیکن اگر ان میں سے کسی ایک سے نصاب پورا ہو جاتا ہو اور دوسرے سے پورا نہ ہوتا ہو تو جس سے نصاب پورا ہوتا ہو اس سے ہی قیمت لگانا متعین و ضروری ہو جائے گا، اور یہ اس وقت ہے جبکہ دونوں سکے برابر چلتے ہوں ورنہ جو زیادہ رائج ہوگا اسی سے قیمت لگانا مقرر و متعین ہو جائے گا۔

۵۔ جس شہر میں مال موجود ہے اس شہر کے نرخ کے بموجب قیمت لگائی جائے اور اگر مال جنگل میں ہو تو اس شہر کی قیمت کا حساب لگایا جائے جو وہاں سے زیادہ قریب ہو یہی اولیٰ ہے

۶۔ اگر زکوٰۃ قیمت کے حساب سے دے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وجوب کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے اور صاحبین کے نزدیک ادائیگی کے دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا، جیسا کہ چرنے والے جانوروں میں ہے لیکن اگر اس جنس کی ذات میں قیمت کی زیادتی ہوگئی مثلاً گندم کی رطوبت خشک ہوگئی جس کی وجہ سے اس کی قیمت بڑھ گئی تو بالا جماع قیمت کا اعتبار اسی زمانے سے کیا جائے گا جب زکوٰۃ واجب ہوئی ہے اور اگر ان کی ذات میں نقصان ہوگیا مثلاً وہ گیہوں بھیگ گئے تو بالا جماع زکوٰۃ ادا کرتے وقت جو قیمت ہے اس کا اعتبار ہوگا۔

۷۔ اگر تجارت کے مال مختلف جنس کے ہوں تو بعض کو بعض میں قیمت کے ساتھ ملائیں گے۔

۸۔ موتیوں میں اور یاقوت وغیرہ جواہرات میں زکوٰۃ نہیں ہے لیکن اگر یہ تجارت کے لئے ہوں تو ان میں بھی زکوٰۃ واجب ہے اور نصابِ مشترک میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے خواہ سائمہ ہو یا مالِ تجارت ہو۔ نصابِ مشترک سے مراد یہ ہے کہ الگ الگ ہر شخص کا مال زکوٰۃ کے لائق نہ ہو لیکن جب دونوں کا مال ملالیں تو نصاب پورا ہو جاتا ہو۔

۹۔ اگر کسی شخص نے کانسی پیتل کی دیگچیاں خریدیں اور وہ ان کو کرایے پر چلاتا ہے تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، جیسا کہ اُن کے گھروں پر زکوٰۃ نہیں ہے جن کو وہ کرایے پر چلاتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے غلہ بھرنے کے لئے باردانہ (بوری گونیں وغیرہ) اس لئے خریدیں کہ ان کو کرایے پر چلائے گا تو اُن پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی کیونکہ یہ تجارت کے لئے نہیں ہیں۔

۱۰۔ اگر کسی کی زمین میں سے گیہوں حاصل ہوئے جن کی قیمت بقدرِ نصاب ہو اور اس نے یہ نیت کی کہ ان کو روکے گا یا بیچے گا پھر ان کو ایک سال تک روکا تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔

۱۱۔ اگر جانوروں کا سوداگر خرید و فروخت کے جانوروں کے گلے میں ڈالنے کے لئے گھونگر دیا باگ ڈوریں یا منہ پر ڈالنے کے بُرقعے و جھول وغیرہ خریدے تو اگر یہ چیزیں اُن جانوروں کے

ساتھ بیچنے کی ہیں تو ان میں زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر جانوروں کی حفاظت کے لئے ہیں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، اسی طرح عطار شیشیاں خریدے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۱۲۔ تجارت کے مال کی زکوٰۃ خواہ اس کی قیمت لگا کر چالیسواں حصہ ادا کر دی جائے یا اسی مال میں سے چالیسواں حصہ مال زکوٰۃ میں دے دیا جائے یا کسی دوسری جنس سے اس کی قیمت کی برابر مال دیدیا جائے تینوں طرح جائز ہے۔

متفرق مسائل

۱۔ اگر کسی شخص کو زکوٰۃ کے ادا کرنے میں شک ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ زکوٰۃ دی ہے یا نہیں دی تو احتیاطاً دوبارہ زکوٰۃ دے، اسی طرح اگر کوئی شخص متفرق طور پر زکوٰۃ ادا کرتا رہا اور اس کو یاد و حساب میں نہیں رکھا تو اس کو چاہئے کہ اٹکل کرے کہ کس قدر ادا کر چکا ہے، جس قدر اس کے گمان غالب میں آئے کہ ادا کر دی ہے اس قدر اس کے ذمہ سے ادا ہوگئی باقی ادا کرے اور اگر گمان غالب میں کچھ بھی نہ آئے تو کل ادا کرے۔

۲۔ اگر جانوروں میں دو شخص شریک ہوں تو اگر ہر ایک کا حصہ بقدرِ نصاب ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ واجب نہ ہوگی، اور اگر ایک کا حصہ بقدرِ نصاب ہو اور دوسرے کا بقدرِ نصاب نہ ہو تو جس کا حصہ بقدرِ نصاب ہے اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی دوسرے پر واجب نہیں ہوگی۔

۳۔ اگر باغی لوگ بادشاہِ اسلام (خلیفہ) سے باغی ہوکر خراج اور چرنے والے جانوروں کا صدقہ لوگوں سے وصول کر لیں تو اُن سے دوبارہ نہیں لیا جائے گا۔

۴۔ زکوٰۃ، کفارات، صدقۂ فطر، عشر اور نذر میں قیمت کا دینا جائز ہے، پس اگر کسی شخص کے پاس مثلاً دو سو قفیز (ایک پیمانے کا نام ہے) گندم ہوں جن کی قیمت دو سو درہم ہوتی ہے تو اس کے مالک کو اختیار ہے چاہے انہی گیہوں میں سے پانچ قفیز گیہوں دیدے اور چاہے ان کی قیمت پانچ درہم دیدے۔

۵۔ جانوروں کی زکوٰۃ میں اوسط درجہ کا جانور لیا جائے گا یعنی جس عمر کا جانور واجب ہوا ہے اس عمر کا درمیانی قیمت کا جانور لیا جائے گا اور اگر اوسط درجہ کا جانور نہ ہو تو ادنیٰ درجہ کا دے گا اور جس قدر قیمت کا جانور واجب ہوتا ہے اس کی کمی کی رقم بھی ادا کرے گا یا اعلیٰ درجہ کا جانور دے گا اور قدر واجب سے زائد رقم واپس لے لے گا۔

۶۔ اگر کسی عورت نے چالیس سائمہ بکریوں کے مہر پر نکاح کیا اور اُن بکریوں پر قبضہ کرلیا پھر اُن پر ایک سال گزر گیا اس کے بعد دخول سے پہلے اس کے خاوند نے اس کو طلاق دیدی تو چونکہ نصف مہر کی بکریاں خاوند کو واپس کرے گی اس لئے جو نصف بکریاں اس کے پاس رہیں گی ان کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔

۷۔ اگر کسی شخص پر زکوٰۃ واجب ہو اور وہ ادا نہ کرتا ہو تو فقیر کو یہ حلال نہیں کہ بغیر اس کی اجازت کے اس کے مال میں سے لے لے اور اگر اس طرح فقیر نے لے لیا تو اگر وہ مال فقیر کے پاس موجود ہے تو مال کے مالک کو واپس لینے کا اختیار ہے اور اگر خرچ ہوگیا تو فقیر اس کا ضامن ہوگا۔

۸۔ اگر بادشاہ خراج یا کچھ مال ظلماً لے لے اور صاحبِ مال اس کے دینے میں زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرے تو اس کے ادا ہونے میں فقہا کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

۹۔ کسی شخص نے دوسرے شخص کو زکوٰۃ ادا کرنے کے لئے وکیل بنایا تو وکیل کو جائز و اختیار ہے کہ وہ خود کسی غریب کو دیدے یا کسی اور کے سپرد کردے کہ تم یہ روپیہ زکوٰۃ میں دیدینا اور زکوٰۃ دینے والے کا نام بتانا بھی ضروری نہیں ہے اگر وکیل وہ روپیہ اپنے کسی غریب رشتہ دار یا ماں باپ یا اپنی اولاد یا بیوی کو جبکہ یہ فقیر ہوں زکوٰۃ دیدے تو جائز ہے، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ مالک نے کوئی تعین نہ کیا ہو ورنہ جائز نہیں، اور اگر اس کا لڑکا نابالغ اور محتاج و فقیر ہو تو خود وکیل کا فقیر ہونا بھی ضروری ہے اس لئے کہ نابالغ اولاد اپنے باپ کے غنی ہونے سے غنی ہوتی ہے۔ وکیل کو خود اپنے لئے زکوٰۃ کا روپیہ رکھ لینا جائز نہیں اگرچہ وہ فقیر ہو لیکن اگر زکوٰۃ دینے والے نے یہ کہہ دیا ہو کہ جس جگہ چاہو صرف کرو تو وہ خود بھی لے سکتا ہے۔

۱۰۔ زکوٰۃ دینے والے نے وکیل کو روپیہ دیا، وکیل نے وہ روپیہ رکھ لیا اور اپنے مال میں سے اتنا روپیہ اس کی زکوٰۃ میں دیدیا تو اگر اس کی یہ نیت ہے کہ اس کے عوض میں وہ اپنے مؤکل کا روپیہ لے لے گا اور وہ روپیہ وکیل کے پاس موجود ہے تو یہ جائز و درست ہے اور اگر وکیل نے مؤکل کا وہ روپیہ پہلے اپنے کام میں خرچ کرلیا پھر اپنا روپیہ اس کی زکوٰۃ میں دیا یا اس نے اپنے روپیوں کے عوض میں لینے کی نیت نہ کی ہو تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ یہ تبرع (نفلی صدقہ) ہوگا اور مؤکل کی زکوٰۃ کی رقم کا تاوان دے گا۔

۱۱۔ زکوٰۃ کے وکیل کو یہ اختیار ہے کہ مالک کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو وکیل بنادے۔

۱۲۔ عفو میں زکوٰۃ نہیں ہے اور عفو وہ تعداد ہے جو دو نصابوں کے درمیان ہو، سائمہ یعنی جنگل میں چرنے والے جانوروں میں ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک عفو ہوتی ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نقدی میں بھی ہوتی ہے یعنی امام صاحبؒ کے نزدیک تمام قسم کے مالوں میں ہے اور صاحبین کے نزدیک عفو صرف سائمہ جانوروں میں ہوتی ہے نقدی میں نہیں لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر دوسو درہم پر زیادتی ہو تو جب تک چالیس درہم نہ ہو جائیں عفو (معاف) ہیں اس زیادتی پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے اور جب پورے چالیس درہم زائد ہو جائیں تو ایک درہم مزید لازم آئے گا یعنی چھ درہم دیئے جائیں اسی طرح ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ واجب ہوتی جائے گی اور اس سے کم پر کچھ لازم نہیں ہوگا اور صاحبین کے نزدیک دوسو درہم سے خواہ تھوڑا زیادہ ہو یا بہت وہ معاف نہیں ہے بلکہ کل مال کا چالیسواں حصہ لازم آتا ہے یہی احوط ہے اور فتویٰ کے لئے یہی مختار ہے فتاوی دارالعلوم دیوبند وغیرہ سے یہی معلوم ہوتا ہے جیسا کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں بھی بیان ہو چکا ہے۔

۱۳۔ اگر زکوٰۃ واجب ہو جانے یعنی سال پورا گزرنے کے بعد نصاب خود ہلاک ہو جائے مثلاً چوری ہو جائے یا وہ خیرات کر دے تو زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی بلکہ ساقط ہو جاتی ہے خواہ وہ نصاب سونے چاندی اور تجارتی مال کا ہو یا سائمہ جانوروں کا ہو، اس لئے اگر زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد سارا مال ہلاک ہوگیا مثلاً چوری ہوگیا یا اس نے خود سارا مال خیرات کر دیا تو تمام مال کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اگر کچھ مال ہلاک ہوگیا تو حساب سے اسی قدر مال کی زکوٰۃ ساقط ہوگی، مثلاً اگر کسی کے پاس دوسو درہم تھے ایک سال کے بعد اس میں سے ایک سو درہم چوری ہو گئے یا اس نے خیرات کر دیئے تو اُن ایک سو درہم کی زکوٰۃ معاف ہوگئی، صرف ایک سو درہم کی زکوٰۃ دینی پڑے گی۔ اگر زکوٰۃ کی ادائیگی میں بہت تاخیر کر دی یہاں تک کہ مال ہلاک ہوگیا تب بھی صحیح یہ ہے کہ اس کی زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ عام فقہا کے نزدیک یہی حکم ہے، اور اگر سال گزرنے کے بعد مال خود ہلاک نہیں ہوا بلکہ صاحبِ مال نے قصداً اس کو ہلاک کر دیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی بلکہ دینی پڑے گی اور اگر سال پورا ہونے سے پہلے قصداً ہلاک کر دیا تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس مال پر سال کا گزرنا نہیں پایا گیا اور اگر ایسا اس لئے کیا تا کہ اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہونے پائے مثلاً سائمہ کے نصاب کو کسی دوسرے نصاب سے بدل دیا یا سال پورا ہونے سے پہلے اپنی ملکیت سے

نکال کر دوسرے شخص کی ملکیت میں دیدیا اور سال پورا ہونے کے بعد پھر اپنی ملکیت میں لے لیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ یہ وجوب کو روکنا ہے غیر کے حق کو باطل کرنا نہیں ہے اور یہی اصح ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں فقرا کے حق کو نقصان پہنچانا ہے اور نتیجہً اس کے حق کو باطل کرنا ہے بعض فقہاء نے کہا ہے کہ زکوٰۃ کے بارے میں فتویٰ امام محمدؒ کے قول پر ہے اور یہ فیصلہ اچھا ہے، اور مال کا خود قصداً ہلاک کر دینا یہ ہے کہ صاحبِ مال اپنے مالِ نصاب کو بغیر کسی ایسے بدل کے جو اس کا قائم مقام ہوتا ہو اپنی ملکیت سے خارج کر دے۔ پس مالِ تجارت کا غیر مالِ تجارت سے بدلنا قصداً ہلاک کرنا ہے، تجارت کے ایک مال کو دوسرے مالِ تجارت سے بدلنا قصداً ہلاک کرنا نہیں ہے یہ حکم بلا خلاف ہے خواہ اُسی جنس کے مال سے بدلے یا دوسری جنس کے مال سے بدلے اس لئے کہ دوسرا مال پہلے مال کا قائم مقام ہو جائے گا۔ پس سونے چاندی کو آپس میں بدلنا یا مال تجارت سے بدلنا ہلاک کرنا نہیں ہے اور سائمہ کو فروخت کرنا یا بدلنا ہر حال میں قصداً ہلاک کرنا ہے خواہ سائمہ کو اسی جنس کی سائمہ سے تبدیل کیا ہو یا غیر جنسِ سائمہ سے بدلا ہو یا نقدی یا مالِ تجارت سے بدلا ہو، پس جب تبدیل کیا ہوا سائمہ وغیرہ خود ہلاک ہو گیا تو زکوٰۃ واجب ہوگی، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ یہ استبدال سال گزرنے کے بعد کیا ہو لیکن اگر سال کے اندر اندر استبدال کر لیا ہو تو جب تک اس تبدیل شدہ پر نئے سرے سے سال نہیں گزر جائے گا زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ اگر کسی نے سائمہ کو گھاس یا پانی نہیں دیا اور باندھ رکھا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے، راجح قول یہ ہے کہ یہ خود ہلاک کرنا ہے اور وہ شخص زکوٰۃ کا ضمان دے گا۔ مالدار مقروض کو قرضے سے بری کر دینا بھی مال کو خود ہلاک کر دینا ہے لیکن تنگدست مقروض کو قرضہ معاف کر دینا خود ہلاک کر دینا نہیں ہے بلکہ مال کا خود ہلاک ہو جانا ہے۔

عاشر کا بیان

۱۔ عاشر اس کو کہتے ہیں جسے بادشاہِ اسلام نے راستے پر اس لئے مقرر کیا ہو کہ جو تاجر لوگ مال لے کر گزریں ان سے صدقات وصول کرے اور وہ اس لئے مقرر کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کے عوض میں تاجروں کو چوروں اور ڈاکوؤں سے بچائے اور امن دے پس اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان کی حفاظت پر قادر ہو اس لئے کہ بادشاہ ان سے جو مال لیتا ہے وہ ان کے اموال کی

حفاظت کے لئے لیتا ہے۔

۲۔ عاشر کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ آزاد، مسلمان اور غیر ہاشمی ہو۔ پس عاشر کا غلام اور کافر ہونا درست نہیں ہے، اور ہاشمی کے لئے اگر بادشاہ بیت المال سے کچھ مقرر کردے یا ہاشمی تبرع کے طور پر اس خدمت کو انجام دے اور اس کا معاوضہ عشر و زکوٰۃ سے نہ لے تو اس کو مقرر کرنا جائز ہے۔

۳۔ مال دو قسم کا ہوتا ہے اول ظاہر اور وہ مویشی ہیں اور وہ مال ہے جس کو تاجر لے کر عاشر کے پاس سے گزرے، دوم اموالِ باطن ہیں اور وہ سونا چاندی اور تجارت کا وہ مال ہے جو آبادی میں اپنی جگہوں میں ہو۔ عاشر اموالِ ظاہر کا صدقہ لیتا ہے اور اُن اموالِ باطن کا صدقہ بھی لیتا ہے جو تاجر کے ساتھ ہوں۔

۴۔ صدقہ وصول کرنے کی ولایت کے لئے کچھ شرطیں ہیں اول یہ کہ بادشاہِ اسلام کی طرف سے چوروں اور ڈاکوؤں سے حفاظت پائی جائے، دوم یہ کہ اس پر زکوٰۃ واجب ہو، سوم مال کا ظاہر ہونا اور مالک کا موجود ہونا، پس اگر مالک موجود ہے اور مال گھر میں ہے تو عاشر اس سے زکوٰۃ نہیں لے گا۔

۵۔ شرع میں عاشر کا مقرر کرنا جائز و درست ہے۔ حدیث شریف میں جو عاشر کی مذمت آئی ہے وہ اس عاشر کے متعلق ہے جو لوگوں کے مال ظلم سے لیتا ہے۔

۶۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس کے مال پر سال پورا نہیں ہوا، یا یہ کہے کہ اس کے ذمہ قرضہ ہے یا یہ کہے کہ میں نے زکوٰۃ دیدی ہے، یا یہ کہے کہ میں نے دوسرے عاشر کو دیدی ہے اور جس کو وہ دینا بتاتا ہے وہ واقعی عاشر ہے، اگر وہ ان تمام صورتوں میں اپنے بیان پر حلف اٹھائے تو اس کا قول مان لیا جائے گا اور اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ دوسرے عاشر کی رسید دکھائے، اگر وہ سائمہ جانوروں کے متعلق بیان کرے کہ ان کی زکوٰۃ اس نے اپنے شہر کے فقیروں کو دیدی ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا بلکہ اُس سے دوبارہ وصول کی جائے گی خواہ بادشاہ کو اس کی ادائیگی کا علم بھی ہو کیونکہ یہ اموالِ ظاہرہ میں سے ہے، جس کی زکوٰۃ لینے کا حق بادشاہ ہی کو ہے اس کو خود تقسیم کردینے کا اختیار نہیں ہے۔ اگر صاحبِ مال یہ کہے کہ یہ مال تجارت کا نہیں ہے تو اس کا قول مانا جائے گا۔

۷۔ جن امور میں مسلمانوں کا قول مانا جاتا ہے ذمی کافر کا قول بھی مانا جائے گا کیونکہ اس کے مال میں بھی وہ تمام شرطیں پائی جانی ضروری ہیں جو زکوٰۃ میں ہیں اور اس سے زکوٰۃ کا ہی دو چند لیا جاتا ہے لیکن ذمی کافر اگر یہ کہے کہ میں نے فقراء کو دیدیا ہے تو اس کا قول نہیں مانا جائے گا

اس لئے کہ اہلِ ذمہ کے فقراء اس کا مصرف نہیں ہیں اور مسلمانوں میں صرف کرنے کا اس کو اختیار نہیں ہے۔

۸۔ کافر حربی کا قول کسی بات میں نہیں مانا جائے گا اور اس سے عشر لیا جائے گا لیکن اگر وہ باندیوں کو اُم ولد اور غلاموں کو اپنی اولاد بتائے تو اس کا قول مانا جائے گا کیونکہ نسب جس طرح دارالاسلام میں ثابت ہوتا ہے دارالحرب میں بھی ثابت ہوتا ہے اور بیٹے کی ماں ہونا نسب کے تابع ہے اس صورت میں وہ باندی اور غلام مال نہ رہیں گے۔

۹۔ عاشر مسلمانوں سے مال کا چالیسواں حصہ لے گا اور ذمی کافروں سے مسلمانوں کی نسبت دوگنا یعنی بیسواں حصہ لے گا اور حربی کافروں سے دسواں حصہ لے گا بشرطیکہ ان تینوں میں سے ہر ایک کا مال بقدرِ نصاب ہو اور وہ کافر بھی مسلمانوں سے خراج لیتے ہوں۔ ذمی و حربی کافروں سے جو کچھ لیا جائے گا وہ جزیہ کے مصارف میں صرف کیا جائے گا، اگر حربی کافر ہمارے تاجروں سے کم وبیش لیتے ہوں تو اُن سے بھی اسی قدر لیا جائے اور اگر وہ کچھ نہ لیتے ہوں تو ہم بھی اُن سے کچھ نہ لیں گے، اگر وہ مسلمانوں کا سارا مال لیتے ہوں تو ان کا بھی سارا مال لیا جائے گا لیکن اسقدر چھوڑ دیا جائے گا کہ جس سے وہ اپنے ملک میں واپس پہنچ جائیں، اور اگر ان کا لینا یا نہ لینا معلوم نہ ہو تو ان سے عشر مذکور یعنی دسواں حصہ ہی لیا جائے گا۔

۱۰۔ اگر کوئی شخص باغیوں کے عاشر کے پاس سے گزرا اور اس نے عشر لے لیا پھر وہ شخص بادشاہ کے عاشر کے پاس سے گزرا تو اس سے دوبارہ عشر لیا جائے گا کیونکہ باغیوں کے عاشر کے پاس جانا اسی کا قصور ہے لیکن اگر بادشاہ کے باغی لوگ کسی شہر پر غالب ہو جائیں اور وہاں کے لوگوں سے چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ لے لیں یا مال والا شخص اُن کے پاس سے گزرنے پر مجبور ہوا اور وہ اس سے عشر وصول کر لیں تو اب اس شخص یا ان لوگوں پر اور کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ بادشاہ نے ان کی حفاظت نہیں کی اور بادشاہ جو مال لیتا ہے ان کی حفاظت کی وجہ سے لیتا ہے پس قصور اُس کا ہے نہ کہ مال والوں کا۔ اہلِ حرب کے غالب آنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے جو باغیوں کا بیان ہوا ہے۔

۱۱۔ امانت کے مال میں سے عشر نہیں لیا جائے گا اور اسی طرح مالِ مضاربت میں بھی عشر نہیں لیا جائے گا، ماذون غلام کی کمائی میں بھی یہی حکم ہے کہ عشر نہیں لیا جائے گا لیکن اگر ماذون غلام کا آقا اس کے ساتھ ہو تو اس سے عشر لیا جائے گا۔

۱۲۔ اگر کوئی شخص عاشر کے پاس سے ایسی چیز لے کر گزرا جو بہت جلد خراب ہو جاتی ہے مثلاً سبزیاں، دودھ، تر کھجوریں، تازہ پھل وغیرہ تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اُس سے عشر نہیں لیں گے اور صاحبین کے نزدیک عشر لیں گے، لیکن اگر عامل کے ساتھ فقرا ہوں یا اپنے عملے میں صرف کرنے کے لئے لے لیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک یہ بھی جائز ہے اور اگر مالک عشر میں قیمت دیدے تو بھی بالاتفاق لے لینا جائز ہے۔

کان اور دفینے کا بیان

۱۔ کان (معدن) اور دفینے میں خُمس لیا جائے گا۔

۲۔ کان سے جو چیزیں نکلتی ہیں تین قسم کی ہیں۔ اول جو آگ میں پگھل جاتی ہیں، دوم مائعات یعنی بہنے والی چیزیں، سوم جو نہ پگھلتی ہیں اور نہ بہنے والی ہیں۔ پہلی قسم کی چیزوں میں خُمس یعنی پانچواں حصہ واجب ہے اور وہ چیزیں یہ ہیں۔ سونا، چاندی، لوہا، رانگ، تانبا اور کانسی وغیرہ۔ پارے میں بھی خمس واجب ہے یہی صحیح ہے۔ دوسری اور تیسری قسم کی چیزوں میں خمس واجب نہیں ہے، بہنے والی چیزوں کی مثال پانی اور تیل وغیرہ ہیں، اور جو چیزیں نہ پگھلتی ہیں نہ بہتی ہیں ان کی مثال چونا، گچ، جواہرات مثلاً یاقوت، زمرد فیروزہ، موتی، سرمہ اور پھٹکری وغیرہ ہیں پس ان دونوں قسموں میں کوئی خمس نہیں لیا جائے گا۔

۳۔ کان یا دفینہ عشری زمین میں نکلے یا خراجی زمین میں ہر حال میں اس میں خمس واجب ہوگا۔

۴۔ اگر کسی کے گھر یا اس کی دکان میں کان نکل آئی تو خمس واجب ہونے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس میں خمس واجب نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک خمس واجب ہے اور باقی چار حصے (۴/۵) بالاتفاق مالک مکان کے ہیں۔ مملوکہ زمین کی کان میں امام ابوحنیفہؒ سے دو روایتیں ہیں، کتاب الاصل کی روایت میں مملوکہ زمین اور گھر میں کوئی فرق نہیں ہے یعنی امام صاحب کے نزدیک اُن میں کچھ واجب نہیں ہے سب مالک کا ہے اور دوسری روایت میں جو جامع الصغیر کی ہے اس کے مطابق دونوں میں فرق ہے یعنی گھر (مکان و دکان) میں کچھ لازم نہیں ہے اور مملوکہ زمین میں خمس واجب ہے بعض کے نزدیک اصل کی روایت کو ترجیح ہے اور بعض کے نزدیک جامع الصغیر کی روایت کو ترجیح ہے اور قیاس بھی اسی کا مقتضی ہے۔

۵۔ جاہلیت کے دفینے میں خمس لیا جائے گا۔ دفینہ خواہ کسی قسم کا ہو، خواہ وہ زمین کی جنس سے

ہو یا نہ ہو لیکن قیمت والا ہو ہر حال میں خمس لیا جائے گا۔ پس معدنیات کی تینوں قسموں میں سے جو چیز بھی زمین میں مدفون پائی جائے اگر وہ زمانۂ جاہلیت کا یعنی غیر مسلموں کا دفینہ ہے تو اس میں خمس واجب ہے کیونکہ وہ بمنزلہ غنیمت کے ہے جو کہ کفار کے قبضے میں تھی پھر ہمارے قبضہ میں آ گئی، اور دفینہ نقدی وغیرہ نقدی مثلاً ہتھیار، آلات، گھر کا سامان، نگینے اور کپڑے وغیرہ سب کو شامل ہے۔ اہلِ اسلام کے دفینوں میں خمس نہیں ہے اُن کا حکم لُقطہ کا ہے جس کا حکم یہ ہے کہ مسجد کے دروازوں پر اور بازاروں میں اتنے دن تک اعلان کیا جائے کہ گمان غالب ہو جائے کہ اب اس کا مالک نہیں ملے گا پھر اگر خود فقیر ہے تو اپنے صرف میں لائے ورنہ کسی دوسرے فقیر کو دیدے لیکن جب بھی اس کا مالک تلاش کرتا ہوا آئے تو یہ اس کو ضمان دے گا، اس کی مزید تفصیل کتب فقہ میں لُقطہ کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں۔ دفینہ علامات سے معلوم کیا جائے گا کہ اہلِ اسلام کا ہے یا غیر مسلموں کا ہے۔ پس اگر اس میں اہلِ اسلام کا سکہ ہے مثلاً اس پر کلمۂ شہادت ہے یا کوئی اور ایسا نقش ہے جو مسلمانوں کی نشانی ہے تو وہ لُقطہ ہے اور اگر اس میں جاہلیت کے سکے ہیں مثلاً درہموں پر صلیب یا بُت کی تصویر بنی ہوئی ہے یا اُن کے مشہور بادشاہوں کا نام وغیرہ منقوش ہے تو وہ معدن (کان) کے حکم میں ہے اور اس میں خمس ہے، اگر کوئی علامت نہ ہو اور شبہ پڑ جائے تو اس میں اختلاف ہے، ظاہر مذہب کے بموجب وہ جاہلیت کے زمانے کا ہی سمجھا جائے گا، کفار کے درہم مسلمانوں کے درہموں میں مخلوط ہونے کی صورت میں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رواج ہے بلاخلاف اسلامی ہی ہونے چاہئیں، کان یا دفینے کا پانے والا خواہ بالغ ہو یا نابالغ، عورت ہو یا مرد، آزاد ہو یا غلام، مسلمان ہو یا ذمی سب اس حکم میں برابر ہیں۔

۶۔ اگر دفینہ مملوکہ زمین میں ملے تو سب فقہا کا اتفاق ہے کہ اس میں پانچواں حصہ دینا واجب ہے اور چار حصے جو باقی رہے ان میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک باقی سب پانے والے کے لئے ہے جیسا کہ غیر مملوکہ زمین کے دفینے کا حکم ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

۷۔ کان اور دفینہ اگر دار الحرب میں ملے تو اس میں خمس نہیں لیا جائے گا بلکہ وہ کل پانے والے کا ہوگا۔ اگر دار الحرب میں مسلمانوں کی ایک شوکت وطاقت والی جماعت داخل ہو اور ان کا کچھ خزانہ یا معدن ان کو دستیاب ہو جائے تو اس میں خمس واجب ہوگا کیونکہ وہ غنیمت ہے اس لئے کہ وہ غلبے اور قہر سے حاصل ہوا ہے۔

۸۔ دفینہ اور کان پانے والے کے لئے جائز ہے کہ خمس اپنی ذات پر اور اپنی اصل یعنی ماں

باپ پر یا فرع یعنی اولاد پر اور اجنبی پر صرف کرے بشرطیکہ یہ محتاج ہوں یعنی اس کو اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ کی طرح اس خمس کو فقرا پر خرچ کر دینے کا اختیار حاصل ہے پھر اگر وہ بادشاہ کو اطلاع دے تو بادشاہ کو چاہئے کہ اس کے کئے ہوئے کو قبول کرلے۔

عُشر یعنی کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ کا بیان

۱۔ عُشر یعنی کھیتی اور پھلوں کی زکوٰۃ فرض ہے اور اس کی فرضیت کا حکم بھی زکوٰۃ کی طرح ہے یعنی فرض ہونے کے بعد فوراً ادا کرنا واجب ہے اور تاخیر کرنے سے گنہگار و فاسق ہوگا۔

۲۔ اس کے واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں: اول مسلمان ہونا، دوم اس کی فرضیت کا علم ہونا، عقل اور بلوغ وجوبِ عشر کے لئے شرط نہیں ہے اس لئے لڑکے اور مجنون کی زمین میں بھی عُشر واجب ہوتا ہے، اسی طرح جس شخص پر عُشر واجب ہو چکا ہے اگر وہ مر جائے اور اناج موجود ہو تو اس میں سے عُشر لیا جائے گا، لیکن زکوٰۃ کا یہ حکم نہیں ہے، اسی طرح زمین کا مالک ہونا بھی شرط نہیں ہے، پس وقف کی زمین اور غلام ماذون و مکاتب کی زمین میں بھی عشر واجب ہے، سوم وہ زمین عشری ہو پس جو پیداوار خراجی زمین سے حاصل ہو اس میں عشر واجب نہیں ہوگا۔ چہارم وہ پیداوار اس قسم کی ہو جس کی زراعت سے زمین کا فائدہ و ترقی مقصود ہوتی ہو، پس جس پیداوار سے زمین کی آمدنی لینا یا زمین کو فائدہ مند بنانا غالب مقصود نہ ہو اس میں عُشر واجب نہیں ہے۔ مثلاً لکڑی (ایندھن) گھاس، نرکل، جھاؤ اور کھجور کے پتوں میں عشر واجب نہیں ہوگا۔ گیہوں، چنا، چاول، ہر قسم کا غلہ ساگ، ترکاریاں، سبزیاں، پھل پھول، کھجوریں گنا، زیرہ، خربوزہ، ککڑی، کھیرا، بیگن، کسم، کتان، السی، اخروٹ، بادام، دھنیا، انگور کا شیرہ، شہد وغیرہ پر عشر واجب ہوگا۔ عشری زمین یا جنگل اور پہاڑوں سے جو شہد حاصل کیا جائے اس میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس میں عشر واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے جیسا کہ کتبِ فتاویٰ سے ظاہر ہے۔ اسی طرح جو پھل ایسے درختوں سے جمع کئے جائیں جو کسی کی ملکیت نہیں ہیں، مثلاً جنگل اور پہاڑوں کے درخت تو ان میں بھی یہی اختلاف ہے کہ طرفین کے نزدیک ان میں عشر واجب ہے، درختوں پر عشر واجب نہیں ہے وہ بمنزلہ زمین کے ہیں کیونکہ وہ زمین کے تابع ہیں اور زمین کے ساتھ بکتے ہیں، اسی طرح گوند، رال، لاکھ وغیرہ اور دوائیں ہلیلہ، کندر، اجوائن، کلونجی، خطمی وغیرہ پر بھی عشر واجب نہیں ہوتا لیکن اگر زمین کو انہی چیزوں میں لگا دے گا تو عشر واجب ہوگا، کپاس بھی پھل میں داخل

ہے اور اس میں عشر ہے، اگر گھاس دانہ بننے سے پہلے کاٹ لی جائے تو اس میں عشر واجب ہوگا، ساگ وسبزیات کے بیجوں میں عُشر نہیں ہے، اگر کسی نے گھر کے صحن وغیرہ میں کوئی پھل دار درخت لگائے اور ان میں پھل آیا، یا اناج وسبزی وغیرہ کچھ بویا تو اس گھر کے باغ یا کھیت کی پیداوار میں عشر واجب نہیں ہوگا، کیونکہ وہ گھر کے تابع ہے۔

۳۔ پیداوار میں عُشر واجب ہونے کے لئے کوئی مقدار نصاب مقرر نہیں ہے۔ خواہ پیداوار کم ہو یا زیادہ سب میں عشر واجب ہوتا ہے، بشرطیکہ کم از کم ایک صاع ہو، اور اس میں یہ بھی شرط نہیں ہے کہ وہ چیزیں تمام سال تک باقی رہیں پس سبزیات وغیرہ میں بھی عشر واجب ہے اور عشر واجب ہونے کے لئے پورا سال گزرنا بھی شرط نہیں ہے، کیونکہ یہ حقیقت میں زمین کی پیداوار میں ہے اس لئے اگر پیداوار سال میں کئی بار حاصل ہو تو ہر بار عشر واجب ہوگا۔

۴۔ اگر زمین ایسی ہو جس کو بارش کے پانی نے سیراب کیا ہو یا ندی، نالوں اور نہروں کے جاری پانی سے بغیر آلات کے سیراب ہوئی ہو تو اس میں عُشر یعنی دسواں حصہ واجب ہے، اگر چرس یا رہٹ وغیرہ آلات کے ذریعہ سے پانی دیا گیا ہو، یا اس نے پانی مول لے کر سیراب کیا ہو تو اُس زمین کی پیداوار میں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ واجب ہے۔ اگر سال کا کچھ حصہ ندی نالہ وغیرہ سے پانی دیا اور کچھ حصہ آلات یعنی چرس اور رہٹ وغیرہ سے دیا تو سال کے نصف سے زیادہ حصہ میں جس طرح پانی دیا جائے گا اُس کا اعتبار کیا جائے گا اور اگر دونوں طرح برابر پانی دیا ہو تو بیسواں حصہ واجب ہے، کھیتی کے اخراجات مثلاً کام کرنے والوں کی مزدوری بیلوں وغیرہ کا خرچہ نہروں کی کھدائی، محافظ کی اجرت اور بیج وغیرہ اس میں سے وضع نہیں کئے جائیں گے، بلکہ ان کو منہا کئے بغیر کل آمدنی میں سے دسواں یا بیسواں حصہ لیا جائے گا۔

۵۔ زمین یا عشری ہوتی ہے یا خراجی یا تضعیفی (ان کی تشریح آگے آتی ہے) اور خریدار یا مسلمان ہوگا یا ذمی یا تغلبی (اس کی تشریح آگے آتی ہے) پس اگر کوئی مسلمان کسی عشری یا خراجی زمین کو خریدے تو بدستور اپنے حال پر باقی رہتی ہے اور اگر مسلمان تضعیفی زمین کو خریدے تب بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک یہی حکم ہے کہ بدستور رہتی ہے، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ عشری ہو جائے گی، اور اگر تغلبی خراجی زمین خریدے تو وہ خراجی باقی رہے گی اور اگر وہ تضعیفی زمین خریدے تو اب بھی تضعیفی ہی رہے گی اور اگر وہ کسی مسلمان سے عشری زمین خریدے تو شیخین کے نزدیک وہ تضعیفی ہو جائے گی، امام محمدؒ کا اس میں خلاف ہے۔ اگر ذمی غیر تغلبی خراجی یا

تضعیفی زمین خریدے تو وہ زمین بدستور اپنے حال پر باقی رہے گی اور اگر کوئی کافر عشری زمین خریدے اور وہ اس کی ملک میں قائم رہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ زمین عشری نہیں رہے گی بلکہ خراجی ہو جائے گی، پھر اگر اس سے مسلمان بھی خرید لے یا کسی اور طرح سے اس کو مل جائے تب بھی وہ عشری نہیں ہوگی۔ تغلبی سے مراد بنو تغلب ہیں جو عرب کے نصاریٰ کی ایک قوم ہے جن کے ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس بات پر صلح کر لی تھی کہ ان سے مسلمانوں کے عشر سے دوچند عشر لیا جائے گا، یعنی پیداوار کے دسویں حصے کی بجائے پانچواں حصہ اور بیسویں حصے کی بجائے دسواں حصہ لیا جائے گا اور تغلبی کے لڑکے اور عورت کی زمین پر بھی وہی واجب ہوگا جو بالغ مرد پر ہوتا ہے۔ دوچند عشر کی وجہ سے تغلبی کی زمین کو تضعیفی کہتے ہیں، اور مسلمانوں کی زمین عشری کہلاتی ہے۔ عشری زمین کی تعریف یہ ہے کہ مثلاً کوئی شہر کافروں کے قبضہ میں تھا وہی لوگ وہاں رہتے تھے پھر مسلمانوں نے اُن پر چڑھائی کی اور لڑائی کر کے اس شہر کو کافروں سے فتح کر لیا اور وہاں دینِ اسلام پھیلایا اور مسلمان بادشاہ نے کافروں سے لے کر شہر کی ساری زمین انہی مسلمان مجاہدین کو بانٹ دی تو ایسی زمین کو شرع میں عُشری کہتے ہیں، اسی طرح اگر اس شہر کے لوگ سب کے سب اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے، مسلمانوں کو اُن کے ساتھ لڑنے کی ضرورت نہیں پڑی تب بھی اس شہر کی سب زمین عُشری کہلائے گی، عرب کے ملک کی ساری زمین عشری ہے۔ اگر کسی کے باپ دادا سے ہی عشری زمین برابر چلی آتی ہو یا کسی ایسے مسلمان سے خریدی ہو جس کے پاس اسی طرح چلی آتی ہو تو وہ سب عشری ہے، ایسی زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے، پس جو زمینیں مسلمانوں کی ملکیت ہیں وہ عشری ہیں کیونکہ مسلمانوں کی زمین کا اصل وظیفہ عشر ہے، حالتِ شبہ میں عشر نکالنے ہی میں زیادہ احتیاط ہے، اور سرکاری مال گزاری ادا کرنے سے عشر ساقط نہیں ہوتا، کافروں کا جو شہر مسلمان چڑھائی کر کے لڑائی سے فتح کریں اور اس کے باشندے اسلام نہ لائیں اور بادشاہ ان سے خراج لے کر وہ زمین انہی کے پاس رہنے دے تو وہ خراجی ہے جبکہ اس کو خراجی پانی سے سیراب کیا جائے اور کافروں کے جس شہر کو مسلمان صلح سے فتح کریں اور کافر جزیہ دینا قبول کر لیں تو وہ بھی خراجی زمین ہے۔ (مزید تفصیل کتبِ فقہ میں عشر و خراج کے بیان میں ملاحظہ فرمائیں)

۶۔ خراجی پانی وہ ہے جس پر پہلے کفار کا قبضہ تھا پھر مسلمانوں نے ان سے زبردستی لے لیا ہو اس کے علاوہ سب پانی عشری ہیں، دریاؤں اور بارشوں کا پانی تو عشری ہے ہی کنوئیں اور چشمے وغیرہ جن کو اسلام کے غلبہ کے بعد مسلمانوں نے بنایا ہو یا جن کا کچھ حال معلوم نہ ہو وہ سب اسلامی

ہوں گے اوران کا پانی عشری ہوگا۔

۷۔ اگر کسی شخص نے عشری زمین اجارہ پر دی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشر مالک پر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک مستاجر پر واجب ہوگا بعض کے نزدیک صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے اور متاخرین کی ایک جماعت نے امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ پس اگر مالک زمین کی پوری اجرت لیتا ہواور مستاجر کے پاس بہت کم بچے تو امام صاحب کے قول پر فتویٰ دیا جائے اور عشر مالک زمین سے لیا جائے اور اگر مالک کم اجرت لے اور مستاجر کے پاس زیادہ بچے تو فتویٰ صاحبین کے قول پر دیا جائے اور عشر مستاجر سے لیا جائے واللہ اعلم بالصواب۔

۸۔ اگر کسی مسلمان نے زمین مانگ کر زراعت کی تو زمین مانگ کر لینے والے پر عشر واجب ہوگا اور اگر کسی کافر کو زمین مانگی ہوئی دی تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مالکِ زمین پر عشر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک اس کافر پر عشر واجب ہے امام صاحب سے بھی ایک روایت میں اسی طرح ہے لیکن امام محمدؒ کے نزدیک ایک عشر واجب ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک دو عشر واجب ہوں گے۔

۹۔ اگر زمین مزارعت (کھیتی میں شرکت) پر دی تو صاحبین کے قول کے بموجب کاشتکار اور زمیندار دونوں پر اپنے اپنے حصے کے مطابق عشر واجب ہوگا اسی پر فتویٰ ہے۔

۱۰۔ اگر عشری زمین کو کوئی شخص غصب کر کے اس میں کھیتی کرے، پھر اگر اس میں زراعت سے کچھ نقصان نہ ہو تو زمین کے مالک پر عشر واجب نہ ہوگا بلکہ غاصب پر واجب ہوگا اور اگر زراعت سے اس میں نقصان ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زمین کے مالک پر عشر واجب ہوگا اور صاحبین کے نزدیک پیداوار میں ہے۔

۱۱۔ عشری زمین جس میں زراعت تھی اور وہ تیار ہو چکی تھی اگر اس کو مالک نے مع زراعت کے فروخت کیا یا فقط زراعت بیچی تو بیچنے والے پر عشر واجب ہوگا خریدار پر نہ ہوگا اور اگر زمین بیچی اور زراعت ابھی سبز تھی اگر خریدار نے اس کو اسی وقت جُدا کر دیا تو عُشر بیچنے والے پر واجب ہوگا اور اگر پکنے تک اس کو رکھا تو عشر خریدار پر واجب ہوگا۔ یعنی اگر صرف کھیتی بیچی اور وہ پک چکی ہے یا ابھی نہیں پکی لیکن خریدار نے مالک زمین کی اجازت سے پکنے تک بدستور رہنے دیا تو عشر خریدار پر ہے اور اگر زمین کھیتی کے بغیر بیچی اور اس کو خریدار کے سپرد کر دیا اور فصل کے لئے تین مہینے ابھی باقی ہیں تو عشر خریدار پر ہے ورنہ بائع پر ہے، اور اگر زمین کو کھیتی کے ساتھ بیچا اور وہ کھیتی ابھی کچی (سبز) ہے تو ہر حال میں خریدار پر عشر ہے، اور اگر دانہ بن چکا تھا اور کھیتی پک چکی تھی تو عشر بائع پر

ہےاور اگر خریدار نے کسی دوسرے ۔ ؛ تھ بیچ دیا اور اس نے تیسرے کے ہاتھ بیچد یا یہاں تک کہ زراعت کا وقت جاتا رہا تو عشر کسی پر لازم نہیں ہوگا۔

۱۲۔ جس زمین کا کوئی مالک نہ ہو یعنی سرکاری زمین ہو اور وہ حکومت کو اس کا محصول دیتے ہوں تو ان پر عشر واجب نہیں۔

۱۳۔ اگر عشری اناج کو بیچا تو صدقہ وصول کرنے والے کو اختیار ہے خواہ خریدار سے اس کا عشر لے یا بائع سے لے۔

۱۴۔ عشر کے واجب ہونے کا وقت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وہ ہے کہ جب کھیتی اُگ جائے اور پھل ظاہر ہو جائیں اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک کھیتی یا پھل پکنے کے وقت ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک کاٹ کر اور روند کر دانے نکالنے کے وقت ہے۔ (امداد الفتاویٰ میں فتویٰ کے لئے امام ابو یوسفؒ کا قول اختیار کیا گیا ہے، مؤلف) اگر اپنی زمین کا عشر زراعت کرنے سے پہلے یا بیج بونے کے بعد اُگنے سے پہلے ادا کر دیا تو جائز نہیں اور اگر بونے اور اُگنے کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اگر پھلوں کا عشر پھلوں کے ظاہر ہونے کے بعد دیا تو جائز ہے اور اگر پھلوں کے ظاہر ہونے سے پہلے دیا تو جائز نہیں ہے۔ اگر عشر ادا کرنے سے پہلے اس کی پیداوار کھائے تو اس کے عشر کا ضمان دے گا۔ عشر جدا کرنے کے بعد باقی کا کھانا حلال ہے، اسی طرح اگر کل پیداوار کا عشر ادا کرنے کا ارادہ ہے تب بھی کھانا حلال ہے اور اگر دستور کے موافق تھوڑا سا کھالے تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

۱۵۔ اگر فصل کٹنے کے بعد اس کے فعل کے بغیر کچھ پیداوار تلف ہوگئی یا چوری ہوگئی تو جس قدر باقی ہے اس میں عشر واجب ہوگا ضائع شدہ میں واجب نہیں، اگر سب پیداوار ہلاک ہو جائے تو کل کا عشر ساقط ہو جائے گا، اگر مالک خود ہلاک کر دے تو عشر کا ضامن ہوگا اور وہ اس کے ذمہ قرض ہو جائے گا اور اگر مالک کے علاوہ کوئی اور شخص ہلاک کر دے تو مالک اس سے ضمان لے گا اور اس میں سے عشر ادا کرے گا۔

۱۶۔ مرتد ہونے سے عشر ساقط ہو جائے گا۔

۱۷۔ اگر مالک وصیت کئے بغیر مر جائے تب بھی عشر ساقط ہو جائے گا جبکہ اس نے پیداوار کو خود تلف کر دیا ہو اور اگر کوئی شخص جس پر عشر تھا مر گیا اور اناج موجود ہے تو اس میں سے عشر لیا جائے گا بخلاف زکوٰۃ کے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

مصارفِ زکوٰۃ وعشر کا بیان

مصارف، مَصرَف کی جمع ہے، شرع میں اس مسلمان کو کہتے ہیں جس کو زکوٰۃ دینا شریعت کے مطابق درست ہے جو مصارف زکوٰۃ کے ہیں وہی مصارف عشر، صدقۂ فطر، کفارات، نذر اور دیگر صدقاتِ واجبہ کے بھی ہیں، معدنیات اور دفینوں کے مصارف غنیمت کے مصارف کی مانند ہیں، جن کی تفصیل کتبِ فقہ میں جہاد کے بیان میں ہے۔ قرآن مجید میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف بیان ہوئے ہیں ان میں سے ایک مصرف المؤلفۃ قلوبھم (کفار کو تالیفِ قلوب کے لئے دینا) بہ اجماعِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ساقط ہو چکا ہے، اب سات مصارف باقی ہیں جن میں زکوٰۃ کا خرچ کرنا جائز ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ فقیر، ۲۔ مسکین، ۳۔ عامل، ۴۔ رقاب (غلام)، ۵۔ غارم (قرضدار)، ۶۔ فی سبیل اللہ، ۷۔ ابن السبیل (مسافر) ان سب کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے۔

۱۔ فقیر

فقیر وہ شخص ہے جس کے پاس تھوڑا سا مال ہو یعنی بڑھنے والا اور قرضہ سے بچا ہوا ہونے کے باوجود نصاب کی مقدار سے کم ہو یا بقدرِ نصاب ہو لیکن بڑھنے والا نہ ہو، فقیر عالم کو زکوٰۃ دینا فقیر جاہل کو دینے سے افضل ہے۔

۲۔ مسکین

مسکین وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو اور وہ اپنے کھانے کے لئے یا بدن ڈھانپنے کے لئے مانگنے کا محتاج ہو اور اس کے لئے سوال کرنا حلال ہو بخلاف فقیر کے کہ اس کو سوال کرنا حلال نہیں ہے۔ پس مسکین فقیر سے زیادہ تنگ حال ہوتا ہے۔

۳۔ عامل

عامل وہ شخص ہے جس کو بادشاہِ اسلام نے صدقات وعشر وصول کرنے کے لئے مقرر کیا ہو اور یہ لفظ ساعی (باطنی اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے والا) اور عاشر (ظاہری اموال کی زکوٰۃ وصول کرنے والا) دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے مال کی زکوٰۃ خود جا کر امام

(بادشاہ) کو (یعنی اس کے مقررہ دفتر میں) دیدے تو اس میں عامل کا کچھ حق نہیں ہے، عامل کو اوسط درجہ کا خرچ دیا جائے عامل کو کھانے پینے اور لباس وغیرہ میں اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرنا جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے، اور امام کو لازم ہے کہ ایسے آدمی کو بھیجے جو اوسط خرچ پر راضی ہو۔ عامل اگرچہ غنی ہو اس کے لئے زکوٰۃ و صدقات میں خرچ لینا جائز ہے، اگر عامل کے پاس مال ہلاک ہو جائے یا ضائع ہو جائے تو عامل کا حق ساقط ہو جائے گا اس کو نہیں ملے گا اور زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی، عامل اگر ہاشمی ہو تو اس کو زکوٰۃ وغیرہ صدقات واجبہ میں سے لینا حلال نہیں ہے یعنی مکروہِ تحریمی ہے، اگر اس کو دوسری جائز مد سے روزینہ دیا جائے اور وہ بلا اجرت تبرعاً یہ کام کرے تو ہاشمی کو عامل مقرر کرنا جائز و درست ہے، اگر صدقہ وصول کرنے والا شخص اپنے کام کا حق واجب ہونے سے پہلے لے لے تو جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ پہلے نہ لے۔

۴۔ رقاب

رقاب سے مراد مکاتب غلام ہیں، ان کو آزاد کرانے میں زکوٰۃ دے کر ان کی مدد کی جائے، خواہ مکاتب کا مالک فقیر ہو یا غنی ہو یہی صحیح ہے، ہاشمی کے مکاتب غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، مکاتب کو جو زکوٰۃ کی رقم دی جائے گی بعض کے نزدیک وہ اسے اپنے آزاد کرانے میں ہی صرف کرنی ہوگی اس کے علاوہ اور جگہ اس کا صرف کرنا جائز نہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کو جائز ہے کہ جس چیز میں چاہے خرچ کرے۔

۵۔ غارم

غارم کے معنی قرضدار کے ہیں، جس کے ذمہ کسی کا قرض ہو اور اس کے پاس ادا کرنے کے لئے کچھ نہ ہو اگر ایسا شخص غیر ہاشمی ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر کسی کے پاس ہزار روپے نقد موجود ہیں اور وہ ہزار روپے یا اس سے زائد کا مقروض بھی ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے، جس شخص کا قرضہ لوگوں کے اوپر ہے اور وہ اس کے وصول کرنے پر قادر نہیں ہے اور اس کے پاس اور کچھ بقدر نصاب نہیں ہے تو یہ شخص غارم نہیں بلکہ غریم (قرضخواہ) فقیر ہے اگرچہ اس کو بھی زکوٰۃ لینا درست ہے لیکن فقیر ہونے کی حیثیت سے ہے قرضدار کی حیثیت سے نہیں۔

۶۔ فی سبیل اللہ

فی سبیل اللہ کا مطلب ہے اس شخص کو دینا جو اللہ کے راستے میں جہاد کر رہا ہو، امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فی سبیل اللہ سے مراد وہ غازی لوگ ہیں جو فقیری کی وجہ سے لشکرِ اسلام کے غازیوں سے جدا ہیں یعنی جو اپنے فقیر ہونے کی وجہ سے خرچہ یا سواری وغیرہ نہ ہونے کے باعث لشکرِ اسلام کے ساتھ ملنے سے عاجز رہ گئے ہوں ان کو زکوٰۃ لینا حلال ہے اگرچہ وہ سب کسب کر سکتے ہوں کیونکہ اگر وہ کسب میں مشغول ہوں گے تو جہاد سے رہ جائیں گے، یہی صحیح و اظہر ہے۔ بعض نے فی سبیل اللہ سے طالب علم اور سفرِ حج میں قافلے سے بچھڑا ہوا حاجی وغیرہ مراد لیا ہے جبکہ وہ خرچ نہ ہونے کی وجہ سے قافلے میں نہ مل سکے اگرچہ فقیر و محتاج ہونے کی وجہ سے وہ بھی مصرف ہیں اور اس میں شامل ہو سکتے ہیں، طالب علموں اور دیندار مستحق عالموں کو دینا بڑا ثواب ہے۔

۷۔ ابن السبیل

ابن السبیل سے مراد مسافر ہے یعنی وہ مسافر جو دور ہونے کی وجہ سے اپنے مال سے جدا ہے اور اس کے پاس خرچ ختم ہو گیا ہے یا اس کا مال چوری ہو گیا ہے یا کوئی اور وجہ ایسی ہو گئی کہ گھر تک پہنچنے کا خرچ نہیں ہے یا مثلاً حاجی کا خرچ ختم ہو گیا ہے اگرچہ وہ اپنے وطن میں مالدار ہے پس اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگرچہ اس کے گھر والے مال میں اس پر زکوٰۃ واجب ہے اور اپنے وطن پہنچ کر اس کو اس مال کی زکوٰۃ دینے کا حکم ہے۔ فقیر مسافر کو اپنی ضرورت کے مطابق یعنی جتنا اس کے گمان غالب میں بقدر حاجت ہو لینا جائز ہے۔ ضرورت سے زیادہ لینا حلال نہیں، لیکن جو شخص اپنے وطن میں بھی فقیر ہے اس کو ضرورت سے زیادہ لینا درست ہے۔ جو شخص اپنے شہر میں اپنے مال سے جدا ہو وہ بھی ابن السبیل کے حکم میں ہے۔ مسافر فقیر کو زکوٰۃ لینے سے قرضہ لینا اولیٰ ہے۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

۱۔ مالکِ مال کو اختیار ہے کہ ان ساتوں مصارف میں سے ہر قسم کے آدمی کو تھوڑا تھوڑا دے یا ایک ہی قسم کے مصرف کو سب زکوٰۃ دیدے، اگرچہ دوسری اقسام کے لوگ بھی موجود ہوں، اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ سب زکوٰۃ ایک ہی شخص کو دیدے۔

۲۔ اور جس قدر زکوٰۃ دینی ہے اگر وہ بقدر نصاب نہیں ہے تو ایک شخص کو دینا افضل ہے اور

ایک فقیر کو نصاب کی مقدار یا اس سے زیادہ دینا مکروہ ہے لیکن اگر دیدے تو جائز ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ فقیر قرضدار نہ ہو اور اگر قرضدار ہو تو اس قدر دینا کہ قرض کی رقم منہا کرنے کے بعد نصاب کی مقدار سے کم ہو تو بلا کراہت جائز ہے، اسی طرح اگر اس کے اہل وعیال بہت ہوں تو اس کو اسقدر دینا (بلا کراہت) جائز ہے کہ اگر وہ سب اہل وعیال پر تقسیم کرے تو ہر ایک کو قدرِ نصاب (دوسو درہم) سے کم پہنچے اور اگر فقیر کے پاس پہلے سے کچھ رقم ہو تو اتنا دینا مکروہ ہوگا جس سے مل کر وہ رقم نصاب کو پہنچ جائے۔

۳۔ ایک فقیر کو اسقدر دینا مستحب ہے کہ اس روز اس کو سوال کی حاجت نہ ہو، اس میں اس کی اور اس کے اہل وعیال کی ضرورت کا اعتبار کیا جائے گا۔ ضرورت سے مراد صرف خوراک نہیں ہے، بلکہ کپڑا تیل مکان کا کرایہ وغیرہ وہ تمام چیزیں ہیں جن کا وہ اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے لئے اس روز محتاج ہے۔

۴۔ زکوٰۃ کے مال کا ایک شہر سے دوسرے شہر میں بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور بعض کتابوں میں مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ لیکن دس صورتوں میں دوسرے شہر کو بھیجنے میں کوئی کراہت نہیں ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ جبکہ دوسرے شہر میں زکوٰۃ دینے والے کے رشتہ دار ہوں، ۲۔ دوسرے شہر کے لوگ اس شہر والوں سے زیادہ محتاج ہوں، ۳۔ دوسرے شہر کا فقیر زیادہ پرہیزگار ہو، ۴۔ وہ زیادہ نیک ہو، ۵۔ وہ ایسا شخص ہو جس سے مسلمانوں کو زیادہ نفع پہنچ رہا ہو، ۶۔ طالب علم ہو، ۷۔ وہ شخص زاہد ہو، ۸۔ دارالحرب سے دارالاسلام کے فقرا کی طرف بھیجے، ۹۔ مسلمان قیدیوں کے لئے دوسرے شہر میں بھیجے یا اگر وقت سے پہلے زکوٰۃ ادا کی جائے تو دوسرے شہروں کو بھیجنا خواہ بلا کسی وجہ کے ہو تب بھی مکروہ نہیں ہے۔

۵۔ زکوٰۃ کے مصارف کو زکوٰۃ دیتے وقت افضل یہ ہے کہ اول اپنے بھائی بہنوں کو دے پھر ان کی اولاد کو پھر چچاؤں اور پھوپھیوں کو پھر ان کی اولاد کو پھر ماموں اور خالاؤں کو پھر اُن کی اولاد کو پھر ذوی الارحام کو پھر پڑوسیوں کو پھر اپنے ہم پیشہ لوگوں کو پھر اپنے شہر یا گاؤں والوں کو دے۔

۶۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں وہاں کے فقیر معتبر ہیں جہاں مال ہو، زکوٰۃ دینے والے کے مکان کا اعتبار نہیں ہوگا۔ اور صدقۂ فطر ادا کرنے میں صدقۂ فطر دینے والے کے مکان کا اعتبار ہوگا اسی پر فتویٰ ہے اور اُن کے مکان کا اعتبار نہیں ہوگا جن کی طرف سے دے رہا ہے۔

۷۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے یہ شرط ہے کہ زکوٰۃ کا دینا تملیک کے طور پر ہو اباحت کے طور پر نہ ہو یعنی اس کو پوری طرح مالک بنا دے کہ جس طرح چاہے اس میں تصرف کرے اگر صرف اس چیز کو کام میں لانا مباح کر دیا تو یہ کافی نہیں ہے جیسا کہ اگر کسی یتیم کو کھانا مباح کر دیا تو اس کو صرف اس کے کھا لینے کا اختیار ہے اس کے سوا اور کچھ اختیار نہیں اور اگر اس کو کھانے کا مالک کر دیا تو اب اس کو اختیار ہے کہ خود کھائے یا دوسرے کو دیدے پس زکوٰۃ میں زکوٰۃ لینے والے کو اس کا مالک کر دینا شرط ہے۔ اگر کسی فقیر کو اپنے گھر میں ایک سال تک رکھا اور اس میں زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کر لی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اس لئے کہ اس کو نفع یعنی سکونت کا مالک کیا ہے جو کہ مال نہیں ہے اور مال (مکان) کا مالک نہیں کیا اور اگر کسی فقیر کا قرضہ اپنے مال کی زکوٰۃ سے ادا کیا تو اگر اس کے حکم سے ادا کیا تو جائز ہے اور اگر بغیر حکم کے ادا کیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور قرض ساقط ہو جائے گا اور یہ زکوٰۃ دینے والے کی طرف سے نفلی صدقہ ہوگا اور بالغ و عاقل ہونا اس میں شرط نہیں ہے اس لئے کہ نابالغ بچے کی تملیک صحیح ہے لیکن اگر وہ قبضے کو نہیں سمجھتا تو اس کا وصی یا ماں باپ یا جو شخص اس کی کفالت کرتا ہو وہ اس کی طرف سے قبضہ کر لے۔

۸۔ ہمارے زمانے میں جو ظالم حاکم صدقہ، عشر، خراج، محصول اور مصادرات (جرمانہ وغیرہ) لیتے ہیں اصح یہ ہے کہ یہ سب مال والوں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتے ہیں بشرطیکہ وہ دیتے وقت اُن کو صدقہ دینے کی نیت کر لیں۔

۹۔ اپنے غریب رشتہ داروں کو سمجھ دار بچوں کو عید وغیرہ کی تقریب کے نام سے زکوٰۃ دینا جائز ہے اسی طرح خوشخبری لانے والے اور نیا پھل لانے والے کو زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کی نیت سے دینا جائز ہے اگرچہ اس کو انعام کہہ کر دی جائے لیکن معاوضے میں نہ دی جائے جیسا کہ نیت کے بیان میں گزر چکا ہے۔

۱۰۔ ایک عورت کا مہر ہزار روپیہ ہے لیکن اس کا خاوند بہت غریب ہے کہ ادا نہیں کر سکتا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر اس کا شوہر امیر ہے لیکن مہر نہیں دیتا یا اس عورت نے مہر معاف کر دیا تب بھی اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے اور اگر یہ امید ہے کہ جب وہ مانگے گی تو خاوند ادا کر دے گا، ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

۱۱۔ جب مال پر سال گزرنے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگئی تو خواہ اب وہ ایک ہی دفعہ تمام زکوٰۃ ادا کر دے یا متفرق طور پر مختلف وقتوں میں دیتا رہے جائز ہے، پس اگر زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کی

نیت سے علیحدہ کر کے رکھ لی اور اس کے بعد تھوڑا تھوڑا کر کے مختلف وقتوں میں نیت کئے بغیر دیتا رہا یا زکوٰۃ کی نیت سے الگ نکال کر نہیں رکھی بلکہ سال کے اندر فقرا کو تھوڑا تھوڑا دیتا رہا اور دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت سے دیا تو جائز ہے جیسا کہ نیت کے بیان میں مذکور ہو چکا ہے۔

جن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے

۱۔ زکوٰۃ کا مال کافروں کو دینا اگرچہ ذمی ہوں بالاتفاق جائز نہیں ہے اسی طرح عشر و خراج بھی ان کو دینا جائز نہیں ہے۔ نفلی صدقہ کافروں کو دینا بالاتفاق جائز ہے۔ صدقۂ فطر و نذر و کفارہ یعنی باقی تمام واجب صدقات کے دینے میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک ان کا ذمی کافر کو دینا جائز ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ مسلمان فقرا کو دیا جائے اسی کو ترجیح ہے حربی کافر مستامن (یعنی جو امن میں آیا ہوا ہو) ذمی کافر کے حکم میں ہے اور حربی کافر محارب (لڑنے والا) کو کسی قسم کا صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔

۲۔ مالدار کو جو نصاب کا مالک ہو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ نصاب بڑھنے والے مال کا ہو یا نہ بڑھنے والے مال کا ہو لیکن اُس مال کا اس کی ضروریاتِ اصلیہ مثلاً رہنے کا مکان، گھر کا سامان، کپڑے، خادم، سواری، ہتھیار اور کتابیں وغیرہ سے فارغ ہونا شرط ہے، بڑی بڑی دیگیں، بڑے بڑے فرش اور شامیانے وغیرہ ایسی چیزیں جن کی برسوں میں کبھی کبھار ضرورت پڑتی ہو وہ ضروریاتِ اصلیہ میں داخل نہیں ہیں ایسے سامان والے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

۳۔ غنی کا غلام اگر مکاتب نہ ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس غلام پر اتنا قرضہ نہ ہو جو اس کے کسب اور رقبے (ذات) کو محیط ہو لیکن اگر ایسا ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، غنی کے مکاتب غلام کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ مالدار آدمی کی چھوٹی اولاد کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ باپ کے مالدار ہونے سے نابالغ اولاد بھی مالدار شمار ہوگی۔ مالدار آدمی کی بالغ اولاد کو جبکہ فقیر ہو زکوٰۃ دینا مطلقاً جائز ہے، مالدار آدمی کی عورت یا بالغ بیٹی اگر فقیر ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ باپ اور خاوند کے مالدار ہونے سے بیٹی اور بیوی مالدار نہیں ہو جاتی، مالدار آدمی کا باپ اگر مفلس ہے تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے کیونکہ بیٹے کے مالدار ہونے سے باپ مالدار شمار نہیں ہوتا۔ مالدار عورت کے مفلس نابالغ لڑکے کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اس لئے کہ وہ اپنی ماں کے مالدار ہونے سے مالدار شمار نہیں ہوگا۔

۴۔ اپنی اصل یعنی ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی وغیرہم اوپر کے لوگ اور اپنے فروع یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہم نیچے کے لوگ اِن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ بلکہ ہر واجب صدقہ مثلاً کفارات، صدقۂ فطر اور صدقۂ نذر کا دینا بھی جائز نہیں ہے، لیکن نفلی صدقہ ان کو دینا جائز ہے بلکہ اولیٰ و مستحسن ہے، ان اصول و فروع رشتوں کے سوا باقی رشتہ داروں مثلاً بھائی بہنوں، چچا چچی، خالہ خالو وغیرہ کو جبکہ وہ فقیر ہوں زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا دینا جائز بلکہ اولیٰ ہے۔ سوتیلی ماں، اپنے بیٹے کی بیوی اور اپنی بیٹی کے خاوند کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اور اصول و فروع اور بیوی کے علاوہ جس رشتہ دار کا نفقہ اس پر واجب ہے اگر وہ اُس رشتہ دار کو زکوٰۃ دے تو جائز ہے جبکہ اس زکوٰۃ کو نفقہ کے حساب میں شمار نہ کرے، اور یہ بات مکروہ ہے کہ اپنے غریب والدین کو زکوٰۃ دینے کے لئے حیلہ کیا جائے کہ زکوٰۃ کا مال کسی فقیر کو دیا جائے پھر اس فقیر کو کہا جائے کہ وہ اس کے والدین کو دیدے۔

۵۔ خاوند کا اپنی بیوی کو اور بیوی کا اپنے خاوند کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

۶۔ بہو خوشدامن کو جبکہ وہ نصاب کی مالک نہ ہو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

۷۔ اپنے غلام و مکاتب و مدبر، ام ولد اور معتق البعض غلام کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، گھر کے نوکروں، خدمتگاروں، ماما دائی کھلائی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا درست ہے لیکن ان کی تنخواہ میں نہ دے بلکہ تنخواہ سے زائد ان کو انعام کہہ کر دیدے اور اپنے دل میں زکوٰۃ کی نیت کر لے تو جائز ہے۔

۸۔ زکوٰۃ و دیگر صدقاتِ واجبہ کا مال بنی ہاشم کو دینا جائز نہیں ہے اور بنی ہاشم سے مراد حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل اور حارث بن عبدالمطلب کی اولاد ہے۔ ان کے علاوہ جو بنی ہاشم ہیں مثلاً ابولہب کی اولاد ان کو زکوٰۃ دینا جائز ہے، اوقات کی آمدنی بنی ہاشم کو دینا جائز ہے۔ خواہ وقف کرنے والے نے ان کا نام لیا ہو یا نہ لیا ہو اور یہی حق ہے کیونکہ وقف کا صدقہ نفلی صدقہ کی مانند ہے اور نفلی صدقہ بنی ہاشم کو دینا بالا جماع جائز ہے۔ سید (بنی ہاشم) کی زوجہ اگر غیر سید (غیر بنی ہاشم) مثلاً پٹھانی وغیرہ ہو اور وہ غریب ہو تو اس کو صدقۂ فطر و زکوٰۃ کا لینا درست ہے اور اس پر کچھ گناہ نہیں ہے، نیز دینے والوں کا صدقۂ فطر اور زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

۹۔ بنی ہاشم کے غلاموں کو بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۱۰۔ زکوٰۃ کے مال سے مسجد بنانا، پُل بنانا، پانی کی سبیل بنانا، راستے بنانا، نہریں کھودنا، حج و جہاد کے واسطے دینا، اس میں کسی لاوارث میت کو کفن دینا اور میت کا قرض ادا کرنا، آزاد کرنے کے لئے غلام خریدنا یا کسی اور نیک کام میں لگانا اور وہ سب صورتیں جن میں اس کو مالک نہیں بنایا

جاتا جائز نہیں ہیں۔

۱۱۔ مال زکوٰۃ ایسے بدعتی کو دینا جائز نہیں ہے جس کی بدعت کفر تک پہنچادے، مثلاً جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کو حادث کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں تشبیہ کے قائل ہیں جیسے کرامیہ ان کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

۱۲۔ اگر اٹکل کرنے کے بعد ایسے شخص کو زکوٰۃ دیدی جس کو وہ اپنے گمان میں زکوٰۃ کا مصرف سمجھتا ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہوا مثلاً ظاہر ہوا کہ وہ مالدار ہے یا سید ہے تو اس کی زکوٰۃ جائز ہوگئی لیکن اگر وہ اس کا غلام یا مکاتب ہو تو جائز نہیں ہوگی، اور اٹکل اس وقت کی جائے گی جبکہ یہ شک واقع ہو جائے کہ وہ شخص زکوٰۃ کا مصرف ہے یا نہیں، اور ایسے شخص کے بارے میں اٹکل کرنے کے بعد جو کچھ گمان غالب میں آئے اس پر عمل کرنا چاہئے، اگر ایسی حالت میں اٹکل کے ذریعہ گمان حاصل کئے بغیر یا شک کے بعد اس گمان سے کہ یہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے کسی کو زکوٰۃ دیدی پھر ظاہر ہوا کہ وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے تو یہ زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی اور اگر بعد میں کچھ بھی ظاہر نہیں ہوا تب بھی ادا نہیں ہوگی، لیکن اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ مصرف ہے تو ادا ہو جائے گی یعنی اگر کسی شخص کو زکوٰۃ دیتے وقت شک تھا اور اس نے تحری (اٹکل) نہ کی یا تحری تو کی لیکن یہ ظاہر نہ ہوا کہ وہ زکوٰۃ کا مصرف ہے یا گمان غالب یہ ہوا کہ وہ زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے اس کے باوجود اس کو زکوٰۃ دیدی تو وہ ادا نہ ہوگی لیکن اگر یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ زکوٰۃ کا مصرف تھا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ فقیروں کی صف میں دیکھ کر فقیر گمان کرنا یا فقیروں جیسی شکل وصورت بنائے ہوئے ہونا یا فقیروں جیسا عمل کرنا یا اس سے پوچھنا یہ سب اسباب تحری (اٹکل کرنے) میں داخل ہیں۔

۱۳۔ جس شخص کے پاس اس روز کی خوراک موجود ہو اس کو اس روز کی خوراک کے لئے سوال کرنا حلال نہیں ہے، لیکن اگر خوراک کے علاوہ کپڑا وغیرہ کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو اس کے لئے سوال کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ تندرست آدمی جو کمانے پر قادر ہو اس کو بھی سوال کرنا حلال نہیں خواہ اس کے پاس ایک دن کی خوراک بھی موجود نہ ہو کیونکہ وہ بھی اس کے حکم میں ہے جس کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہو ایسے شخص کو دینے والا جبکہ وہ اس کے حال کو جانتا ہے گنہگار ہوگا کیونکہ وہ حرام چیز پر اس کی مدد کرتا ہے یعنی آئندہ کے لئے اس کو سوال کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اگر گھر کے کرائے یا گھر کی ضروری مرمت کے لئے یا پہننے کے کپڑے کے لئے سوال کیا اور وہ محتاج ہے تو جائز ہے، غریب طالب علم کو زکوٰۃ وغیرہ لینا جائز ہے کیونکہ وہ علم میں مشغول ہونے کی وجہ

سے کمائی نہیں کرسکتا۔

۱۴۔ جاننا چاہئے کہ فرض و واجب صدقات کے علاوہ صدقہ دینا اس وقت مستحب ہے جبکہ مال اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات سے فالتو ہو ورنہ مکروہ ہے اسی طرح کل مال صدقہ میں دیدینا بھی مکروہ ہے، اگر حقداروں کے حق میں کمی کر کے صدقہ دے گا تو گنہگار ہوگا اسی طرح جو شخص تنگی پر صبر نہ کر سکے اس کو اپنا اور اپنے اہل وعیال کا نفقہ قدرِ کفایت سے کم کرنا مکروہ ہے لیکن اگر وہ اپنے نفس میں توکل وصبر کی صفت یقین کے ساتھ جانتا ہو اور اس کی اہل وعیال کے لئے بھی تکلیف کا احتمال نہ ہو تو کل مال کا صدقہ کر دینا مکروہ نہیں ہے بلکہ بہتر ہے۔ جو شخص نفلی صدقہ دے تو افضل یہ ہے کہ تمام مؤمنین ومؤمنات کی نیت کرے کیونکہ یہ ثواب ان سب کو پہنچے گا، اور اس کے اجر وثواب میں سے کچھ بھی کم نہ ہوگا واللہ علم بالصواب۔

بیت المال کے اقسام اور اس کے مصارف

بیت المال میں جو مال رکھا جاتا ہے وہ چار قسم پر ہے۔ اول چرنے والے جانوروں کی زکوٰۃ اور عشر اور اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ جس کی تفصیل عاشر کے بیان میں گذری ہے ان کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں جو کہ بیان ہو چکے ہیں۔ دوم غنیمتوں، کانوں اور دفینوں کا مال اس کے مصارف اس زمانے میں تین قسم کے لوگ ہیں: یتیم، مسکین اور ابن السبیل۔ سوم خراج اور جزیہ اور وہ مال جو عاشر ذمی کافروں اور مستامن حربیوں کے تاجروں سے لیتا ہے۔ اس مال کو مسلمانوں کی مصلحتوں میں خرچ کیا جائے یعنی لڑنے والوں کو عطیات دینے، حدودِ ملک کی حفاظت، قلعوں کے بنانے اور ملک کے راستوں کی حفاظتی چوکیاں قائم کرنے، پُل وغیرہ بنانے اور درست کرانے، بڑی نہروں کے کھودنے، مسافر خانے، مسجدیں بنانے، دریاؤں کا پانی روکنے کے لئے بند بنانے میں خرچ کیا جائے، قاضیوں، مفتیوں، محتسبوں، معلموں اور طالب علموں کا روزینہ بھی اس میں سے دیا جائے۔ چہارم وہ اموال جو پڑے ہوئے ملیں یعنی جس مال کا کوئی وارث نہ ہو۔ یہ مال مریضوں کے خرچ اور ان کی دواؤں میں خرچ کریں، بشرطیکہ وہ فقیر ہوں، اور اُن مُردوں کے کفن میں جن کے پاس مال نہ ہو اور لاوارث فقیر بچوں میں جو کہیں پڑے ہوئے ملیں اور ان کی خطا کے جُرمانے میں اور جو شخص کسب سے عاجز ہو اس کے کھانے پہننے وغیرہ میں اور اسی قسم کے دیگر کاموں میں صرف کریں، خلاصہ یہ کہ اس کا مصرف عاجز فُقرا ہیں۔ بادشاہِ اسلام کو

چاہئے کہ چار بیت المال بنائے، یعنی ہر قسم کے مال کے لئے الگ الگ بیت المال ہو، ایک کا مال دوسرے میں شامل نہ کیا جائے۔ اگر اُن میں سے کسی قسم میں کوئی مال نہ ہو تو بادشاہ کو جائز ہے کہ دوسری قسم میں سے قرض لے کر اس کے مصارف میں خرچ کر دے اور جب اس بیت المال کی رقم آجائے وہ قرضہ اس سے ادا کر کے اس بیت المال کو واپس کر دے جس سے قرض لیا تھا لیکن جو مصارف اُن میں مشترک ہوں اگر ان میں خرچ کیا ہو تو واپس کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مثلاً صدقات یا غنیمتوں کا مال خراج والوں پر صرف کیا ہو اور وہ فقیر ہوں تو اب اس بیت المال کو کچھ بھی واپس نہ کیا جائے کیونکہ فقیر ہونے کی وجہ سے وہ ان صدقات کے بھی مستحق ہیں۔ بادشاہِ اسلام پر واجب ہے کہ حقداروں کو ان کے حقوق پہنچائے اور مال کو ان سے روک کر نہ رکھے، اور اُن کو ان کی ضرورت اور علم و فضل کے مطابق دے اگر اس نے اس میں قصور کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا۔

بادشاہِ اسلام اور اس کے مددگاروں کو ان بیت الاموال سے اسی قدر لینا حلال ہے جو کہ ان کے اور ان کے اہل و عیال کے لئے کافی ہو، اگر بادشاہ اس میں قصور کرے گا تو اس کا وبال اس کی گردن پر ہوگا۔

صدقۂ فطر کا بیان

۱۔ صدقۂ فطر اُس شخص پر واجب ہے جو آزاد اور مسلمان ہو اور ایسے نصاب کا مالک ہو جو اُس کی اصلی حاجتوں سے زائد ہو خواہ وہ مالِ نصاب بڑھنے والا ہو یا نہ ہو۔ زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے نصاب میں یہ فرق ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے چاندی سونا یا تجارت کا مال ہونا ضروری ہے، صدقۂ فطر کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جاتا ہے جو حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو اور قرض سے بچا ہوا ہو، پس اگر کسی شخص کے پاس روزمرہ کے استعمالی کپڑوں اور برتنوں و دیگر سامان کے علاوہ اگر حاجاتِ اصلیہ سے زائد سامان ہو اور ان سب کی قیمت نصابِ زکوٰۃ کے برابر یا زیادہ ہو تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی، مگر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

۲۔ صدقۂ فطر واجب ہونے کی شرطیں یہ ہیں۔

اول: آزاد ہونا، غلام پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔ دوم مسلمان ہونا، کافر پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔ سوم: صاحبِ نصاب ہونا، اور نصاب کا اس کی اور اس کے اہل و عیال کی اصلی

حاجتوں سے زائد ہونا۔ حوائجِ اصلیہ کی تفصیل زکوٰۃ کے بیان میں گزر چکی ہے، اس نصاب کا بڑھنے والا ہونا اور اس پر سال کا گزرنا شرط نہیں ہے، جس کی تفصیل بھی زکوٰۃ میں مذکور ہے۔ عاقل اور بالغ ہونا امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول کے بموجب صدقۂ فطر واجب ہونے کی شرطوں میں سے نہیں ہے، اس لئے اگر نابالغ اور مجنون کا مال ہو تو اُن پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے اور اُن کا ولی یعنی باپ یا اس کا وصی یا دادا یا اس کا وصی اُن کے مال سے صدقۂ فطر نکالے اگر یہ لوگ نہ نکالیں تو نابالغ بالغ ہونے پر اور مجنوں افاقہ ہونے کے بعد خود نکالے، ان کے غلاموں کا فطرہ بھی ان دونوں کے مالوں میں سے ادا کرنا واجب ہے۔

۳۔ صدقۂ فطر واجب ہونے کا سبب خود اس کی ذات اور وہ لوگ ہیں جن کا نان نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور وہ اُن پر کامل ولایت رکھتا ہے۔ ۱۔ پس صدقہ فطر اپنی طرف سے ادا کرنا واجب ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی عذر سے یا بلا عذر روزے نہ رکھے ہوں تب بھی اس پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ ۲۔ اور اس کے نابالغ بچوں اور بچیوں کی طرف سے بھی اس پر واجب ہے، لیکن اگر نابالغ بچہ خود مالدار ہو تو اس کے مال میں سے صدقۂ فطر واجب ہوگا۔ کم عقل، دیوانہ اور مجنون کا بھی وہی حکم ہے جو نابالغ بچے کا ہے یعنی اس کی طرف سے باپ صدقۂ فطر ادا کرے۔ ۳۔ بیوی کا صدقۂ فطر خاوند پر واجب نہیں ۴۔ بالغ اولاد کا نفقہ بھی باپ پر واجب نہیں، اگر بالغ اولاد اور بیوی کی طرف سے اور جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہے ان سب کی طرف سے ان کی اجازت کے بغیر صدقہ فطر دیدیا تو ادا ہو جائے گا۔ اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ عادۃً اجازت موجود ہے، اگرچہ نیت کے بغیر فطرہ ادا نہیں ہوتا لیکن اس صورت میں حکماً نیت موجود ہے۔ ۵۔ اپنی عیال اور اہلِ نفقہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے فطرہ دینا ان کی اجازت سے جائز ہے، اجازت کے بغیر جائز نہیں۔ پس اگر عورت نے اپنے خاوند کی طرف سے اس کی اجازت کے بغیر فطرہ ادا کر دیا تو جائز نہیں ہے۔ ۶۔ اپنے دادا دادی، نانا نانی، پوتے پوتیوں، نواسے نواسیوں کی طرف سے صدقۂ فطر دینا واجب نہیں ہے، اور اپنے ماں باپ کا فطرہ دینا بھی واجب نہیں، اگرچہ اُن کا نفقہ اس کے ذمہ ہو کیونکہ اُن پر اس کو ولایت نہیں ہے۔ جیسا کہ بڑی اولاد پر نہیں ہے۔ لیکن اگر اُن میں سے کوئی فقیر اور دیوانہ ہو تو اُس کا صدقہ اس پر واجب ہوگا۔ ۷۔ اپنے چھوٹے بھائی بہنوں اور اپنے دیگر رشتہ داروں کی طرف سے صدقۂ فطر دینا اس پر واجب نہیں، اگرچہ ان کا نفقہ اس کے ذمہ ہو کیونکہ اس کو ان پر ولایت حاصل نہیں ہے اور صدقۂ فطر واجب ہونے کے لئے اس شخص پر ولایت کاملہ

حاصل ہونا اور اس کے نفقہ کا ذمہ دار ہونا ضروری ہے۔ ۸۔ اگر اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح کر دیا اور اس کو خاوند کے گھر رخصت کر دیا، اگر وہ خاوند کی خدمت و موانست کے لائق ہے تو اس کا صدقۂ فطر کسی پر واجب نہیں ہے نہ باپ پر، نہ خاوند پر اور نہ خود اس لڑکی پر جبکہ لڑکی خود محتاج ہو اور اگر شوہر کی خدمت و موانست کے لائق نہیں ہے تو اس کا صدقۂ فطر اس کے باپ کے ذمہ ہوگا، اور اگر شوہر کے گھر رخصت نہیں کی گئی تو ہر حال میں اس کے باپ کے ذمہ ہے۔ لڑکی کے فطرے کے متعلق مزید وضاحت یہ ہے کہ اگر لڑکی مالدار ہے تو خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور خواہ بالغ ہو یا نابالغ خود اس کے مال میں صدقۂ فطر واجب ہے اور اگر مالدار نہیں لیکن نابالغ شادی شدہ ہے اور رخصت نہیں ہوئی تو باپ کے ذمہ ہے اگر رخصت ہوگئی ہے تو کسی کے ذمہ نہیں اور اگر شادی نہیں ہوئی اور نابالغ محتاج ہے تو اس کا فطرہ باپ کے ذمہ ہے۔ دادا کے ذمہ پوتوں کا صدقہ فطر واجب نہیں ہے جبکہ ان کا باپ مفلس ہو اور زندہ ہو اور اگر مفلس باپ فوت ہو چکا ہو تو اس میں اختلاف ہے، ظاہر الروایت کے بموجب اس صورت میں بھی دادا کے ذمہ پوتوں کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہے۔ اور امام حسن رحمہ اللہ کی روایت میں واجب ہے۔

۴۔ صدقۂ فطر عید الفطر کے روز صبح صادق طلوع ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے پس جو شخص اس سے پہلے مر جائے اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا۔ اور جو شخص اس دن کی طلوع فجر کے بعد مرے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔ اسی طرح جو بچہ طلوع فجر سے پہلے پیدا ہوا یا کوئی کافر مسلمان ہوا تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا اور جو بچہ طلوع فجر کے بعد پیدا ہوا یا کوئی کافر مسلمان ہوا اس پر صدقۂ فطر واجب نہ ہوگا۔ اور اسی طرح اگر فقیر اس دن کو طلوع فجر سے پہلے مالدار ہو جائے یا مالدار آدمی طلوع فجر کے بعد فقیر ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہوگا اس کے برعکس اگر مالدار طلوع فجر سے پہلے فقیر ہو جائے یا فقیر طلوع فجر کے بعد مالدار ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب نہیں ہوگا۔

۵۔ عید الفطر کا دن آنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیں تو جائز ہے اور یہ عید الفطر سے پہلے دینے کا حکم مطلق ہے اس میں مدت کی مقدار کی کوئی تفصیل نہیں ہے اس لئے خواہ رمضان المبارک میں دیا جائے یا اس سے بھی پہلے دیدیا جائے ہر وقت جائز ہے یہی صحیح و مختار ہے۔ بعض فقہا نے اس بات کی تصحیح کی ہے کہ جب رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہو جائے اس میں پیشگی صدقۂ فطر دینا جائز ہے اس سے پہلے نہیں، دونوں قول صحیح اور مفتی بہ ہیں لیکن پہلا قول ظاہر الروایت ہے اور

اس میں زیادہ وسعت ہے اور دوسرے قول میں احتیاط زیادہ ہے اور عمل کے لئے یہی مناسب ہے۔ عید الفطر کے دن کسی وقت بھی ادا کر دے گا تو وہ ادا کرنے والا ہو گا قضا کرنے والا نہیں ہو گا، اگر عید کا دن گزر گیا اور کسی شخص نے فطرہ ادا نہیں کیا تو صحیح یہ ہے کہ اس سے ساقط نہیں ہو گا بلکہ اس کا دینا اس پر واجب رہے گا لیکن یومِ فطر کے بعد اس کا ادا کرنا بعض فقہا کے نزدیک قضا کہلائے گا اور بعض نے اس کو ترجیح دی ہے اور بعض فقہا کے نزدیک عمر بھر میں جب بھی ادا کرے گا ادا ہی کہلائے گا کیونکہ ان کے نزدیک تاخیر سے ادا کرنا یعنی عمر میں ادا کر دینا واجب ہے، بعض نے اس کو ترجیح دی ہے اور زیادہ راجح بھی یہی ہے۔

۶۔ صدقۂ فطر ادا کرنے کا مستحب وقت یہ ہے کہ عید الفطر کے روز طلوعِ فجر کے بعد عید گاہ کو جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دیں، اور اس سے تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔

۷۔ صدقۂ فطر چار چیزوں گیہوں، جو، کھجور اور کشمش میں سے ادا کرنا واجب ہے، یعنی وزنِ مقررہ کے حساب سے دینے کے لئے یہ چار چیزیں ہی منصوص علیہ ہیں۔ فطرے کی مقدار گیہوں میں نصف صاع اور جو و کھجور میں ایک صاع ہے۔ کشمش میں اختلاف ہے صحیح اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ ایک صاع دی جائے، گیہوں و جو کے آٹے اور ستوؤں کا وہی حکم ہے جو خود اُن کا ہے گیہوں میں جو وغیرہ ملے ہوئے ہوں تو غلبے کا اعتبار ہو گا پس اگر گیہوں غالب ہو گی تو نصف صاع دیا جائے گا، مذکورہ چار منصوص چیزوں کے علاوہ اگر کسی دوسری جنس سے صدقۂ فطر ادا کیا جائے مثلاً چاول، مکئی، جوار، باجرہ وغیرہ دیا جائے تو اشیائے منصوصہ مذکورہ میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کے برابر ہونا چاہئے، مثلاً اگر چاول وغیرہ دے تو جس قدر قیمت میں نصف صاع گیہوں آتے ہوں یا ایک صاع جو آتے ہوں اتنی قیمت کے چاول وغیرہ دے سکتا ہے، اور اگر وہاں گندم و جو و کھجور اور کشمش نہ ہوتے ہوں تو وہاں سے زیادہ قریبی جگہ میں جہاں ہوتے ہوں وہاں کی قیمت معتبر ہو گی، گیہوں یا جو کی روٹی صدقۂ فطر میں وزن سے دینا جائز نہیں بلکہ قیمت کے اعتبار سے دے گا تو جائز ہو گا یہی اصح ہے، اگر منصوص علیہ یعنی چاروں مذکورہ اجناس میں سے کسی ایک کی قیمت ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے بلکہ عین اسی چیز کے دینے سے اس کی قیمت کا دینا افضل ہے اسی پر فتویٰ ہے۔

۷۔ انگریزی سیر کے وزن سے جو کہ ۸۰ اسی تولہ ہوتا ہے اور ہند و پاکستان میں رائج ہے ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر کا اور نصف صاع پونے دو سیر کا ہوتا ہے یہی مفتیٰ بہ ہے۔ بہتر یہ

ہے کہ احتیاطاً گیہوں دو سیر اور جو چار سیر دیدیئے جائیں۔

۸۔صدقۂ فطر کے مصارف عامل کے سوا وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں، ذمی کافر کو صدقۂ فطرے دینے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ جائز ومکروہ ہے اور مسلمان فقیر کو دینا اولیٰ ہے۔ایک شخص کا صدقۂ فطر بعض کے نزدیک ایک ہی شخص کو دینا واجب ہے اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ متعدد شخصوں کو ایک شخص کا فطرہ دینا جائز ہے یہی مذہب ہے، متعدد شخصوں کا فطرہ کسی ایک مسکین کو دینا بھی جائز ہے۔ جب کوئی ایسا شخص جس کے ذمہ زکوٰۃ یا صدقۂ فطر یا کفارہ یا صدقۂ نذر ہو بلا وصیت کئے فوت ہو جائے تو اس کے ترکہ میں سے ادا نہیں کیا جائے گا لیکن اگر اس نے وصیت کی ہو تو ترکہ میں سے ادا کیا جائے گا اور وہ وصیت اس کے تہائی مال میں جاری ہوگی۔خواہ وہ پوری زکوٰۃ وفطرہ وغیرہ کو کفایت کرے یا نہ کرے لیکن اگر اس کے وارث تہائی سے زیادہ دینے پر راضی ہوں تو جس قدر زیادہ وہ خوشی سے دیدیں لے لیا جائے گا۔اگر وصیت نہیں کی اور اس کے وارث تبرعاً اس کی طرف سے ادا کر دیں تو جائز ہے۔اور اگر وہ ادا نہ کریں یا ان میں سے کوئی اپنے حصہ میں سے نہ دے تو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

۹۔صدقۂ فطر وصول کرنے کے لئے کسی عامل کو مقرر کر کے قبائل میں نہ بھیجا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے لیکن کسی شخص کو اس طرح مقرر کر دینا کہ لوگ خود آ کر اس کو دے جایا کریں تو یہ جائز و ثابت ہے۔

كتاب الصوم

روزے کا بیان

روزے کا بیان

روزے کی فرضیت

رمضان شریف کے روزے رکھنا ہر مسلمان مرد وعورت، عاقل و بالغ پر فرضِ محکم وفرض عین ہے اور دین کا ایک بڑا رکن ہے، اس کی فرضیت قرآن مجید واحادیث واجماعِ امت سے ثابت ہے، ان کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر اور بلاعذر چھوڑنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔

روزے کی تعریف

شرع شریف میں روزے کی تعریف یہ ہے کہ جو شخص روزے کی اہلیت رکھتا ہو وہ عبادت کی نیت سے صبح صادق کے طلوع ہونے سے سورج کے غروب ہونے تک روزے کی نیت سے کھانے پینے اور جماع سے اپنے آپ کو قصداً باز رکھے۔

روزے کا حکم

روزے کا حکم یہ ہے کہ روزہ دار اپنے ذمہ سے فرض یا واجب کو ادا کرتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ثواب حاصل کرتا ہے۔

روزہ رکھنے کی حکمتیں

روزہ رکھنے میں بہت سی حکمتیں ہیں مثلاً ،۱۔جسم کی تندرستی ،۲۔نفس کا مغلوب ہونا،۳۔ شیطان کی ناراضگی ،۴۔دل کی صفائی ، ۵۔گناہوں کا معاف ہونا، ۶۔آخرت میں ثواب ومرتبۂ اعلیٰ حاصل ہونا ،۷۔فرشتوں کی صفت حاصل ہونا۔ ۸۔اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہونا وغیرہ۔

روزے کی خوبیاں وفوائد

روزے کی بہت سی خوبیاں اور فائدے ہیں ،مثلاً

۱۔اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر معلوم ہو کر اُن کا شکریہ ادا کرے گا۔

۲۔ روزے کی برکت سے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا اور تقویٰ اختیار کرے گا۔
۳۔ خواہشاتِ نفسانی کی اصلاح ہو جائے گی۔
۴۔ فقرا و مساکین پر رحم اور ان کی خدمت کرے گا۔
۵۔ فرشتوں کی صفت سے متصف ہوگا جو کہ کھانے پینے اور ہر قسم کی لذتوں سے پاک ہیں اور ہر وقت عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔
۶۔ صبر کی صفت اور برداشت کی عادت پیدا ہوگی۔
۷۔ دل میں صفائی آ جائے گی جس سے شریعت کی پابندی اور اوامر و نواہی پر عمل آسان ہو جائے گا۔
۸۔ روزہ رکھنا دنیا میں روزہ دار کو گمراہی سے اور آخرت میں دوزخ کے عذاب سے بچائے گا۔
۹۔ روزہ خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت ہے۔
۱۰۔ روزہ دار کے مُنھ کی بُو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مُشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔
۱۱۔ روزہ دار کو دنیا اور آخرت میں فرحت حاصل ہوگی، دنیا میں جبکہ وہ روزہ افطار کرتا ہے اور آخرت میں جبکہ روزہ دار کو ثواب اور جنت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار حاصل ہوگا۔
۱۲۔ روزہ فرشتوں کے سامنے روزہ دار کے ذکر کو بلند کرتا ہے۔
۱۳۔ روزہ دار کا جسم بیماریوں سے تندرست رہتا ہے، روزہ بلغمی امراض اور رطوباتِ ردّیہ کو جسم سے زائل کرتا ہے۔
۱۴۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
۱۵۔ یہ ایک خفیہ عبادت ہے اس لئے اس میں ریاکاری داخل نہیں ہوتی وغیرہ۔

روزے کے اقسام

روزہ کی آٹھ قسمیں ہیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ فرض معین روزے

جن فرض روزوں کا وقت معین ہے وہ ہر سال میں ایک مہینہ یعنی رمضان المبارک کے

ادائی روزے ہیں۔

۲۔فرض غیر معین روزے

جن فرض روزوں کا کسی خاص وقت میں رکھنا متعین نہ ہو وہ رمضان المبارک کے قضا روزے ہیں خواہ وہ کسی عذر کی وجہ سے چھوٹ گئے ہوں یا بلا عذر قضا ہو گئے ہوں۔

۳۔واجب معین روزے۔

ا۔نذرِ معین کے روزے یعنی نذر کے وہ روزے جن میں کسی خاص دن یا تاریخ یا مہینے کا تعین ہو، مثلاً کسی نے جمعرات کے روزے کی نذر مانی ہو۔

۲۔قسم معین کے روزے۔

۳۔اگر کسی اکیلے شخص نے رمضان یا شوال کا چاند خود دیکھا ہو اور اس کی شہادت شرعاً قبول نہ کی گئی ہو تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا واجب ہے۔

۴۔واجب وغیر معین روزے

ا۔نذر غیر معین مثلاً کسی نے ایک غیر معین دن کے روزے کی نذر کی۔

۲۔نذر کے قضائی روزے۔

۳۔قسم غیر معین کے روزے۔

۴۔نفلی روزہ شروع کرنے کے بعد توڑ دیا ہو تو اس کی قضا واجب ہے خواہ قصداً توڑا ہو یا بلاقصد اور یہ واجب غیر معین ہے جب چاہے اس کی قضا کرے۔

۵۔کفارات کے روزے مثلاً ا۔کفارۂ ظہار و ۲۔کفارۂ قتل و ۳۔کفارہ افطار روزۂ رمضان، اُن تینوں کفارات میں دو مہینے کے روزے پے در پے رکھنا واجب ہے (کفارۂ روزۂ رمضان کی تفصیل آگے الگ درج ہے کفارۂ ظہار و کفارۂ قتل کے روزوں کی تفصیل کتبِ فقہ میں دیکھیں) کفارۂ یمین تین دن کے روزے ہیں۔(ان کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھیں) ۴۔ کفارۂ تمتع و قران کے روزے یعنی اگر حاجی کو قربانی میسر نہ ہو تو وہ اس کے بدلہ میں دس روزے اس طرح پر رکھے کہ تین روزے ایامِ حج میں اور سات روزے حج سے واپس لوٹ کر رکھے۔کفارۂ حلق، جزائے صید و جزائے احرام کے روزے، ان کی تفصیل حج کے بیان میں

ملاحظہ فرمائیں۔

٦۔اعتکاف کے روزے،خواہ اعتکاف واجب ہو یا سنتِ مؤکدہ ہو۔

۵۔مسنون روزے

کوئی روزہ سنتِ مؤکدہ نہیں ہے۔لیکن جس روزے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے رغبت پائی گئی ہو یا آپ نے رکھا ہو تو اگر اس کے بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہوں اور اس پر نبی کریم ﷺ کا اکثر عمل ثابت ہو تو یہاں مسنون روزہ سے وہی روزہ مراد ہے،بعض روزوں کا ثواب زیادہ ہے کیونکہ ان کی فضیلت احادیث میں وارد ہے۔

مسنون روزں کی تفصیل یہ ہے

۱۔عرفہ یعنی نو ۹ ذی الحجہ کا روزہ، یہ روزہ حج کرنے والے کے لئے بھی مسنون ہے جبکہ اس کو روزہ سے ضعف ہو کر وقوفِ عرفات اور دعاؤں وغیرہ میں حرج واقع نہ ہو ورنہ اس کے لئے مکروہ ہے۔

۲۔عاشوراء محرم یعنی محرم کی دسویں تاریخ کا روزہ، اس دن کے ساتھ ایک دن پہلے یعنی ۹ محرم یا ایک دن بعد یعنی گیارہ محرم کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔اگر نو، دس اور گیارہ محرم ان تین دن کے روزے رکھے تو یہ افضل ہے۔

۳۔ایامِ بیض کے روزے اور وہ چاند کے ہر مہینے کے تین دن یعنی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے ہیں۔

٦۔مستحب روزے

فرض و واجب اور سنت روزوں کے بعد تمام نفل روزے مستحب ہیں جبکہ ان کے لئے کوئی کراہت ثابت نہ ہو۔مستحب روزے یہ ہیں۔

۱۔ہر ہفتہ میں دوشنبہ (پیر) اور پنجشنبہ (جمعرات) کا روزہ، اگر ان دو دن کا روزہ رکھنے سے عاجز ہو تو ہر ہفتے میں ایک روزہ رکھ لیا کرے تا کہ کوئی ہفتہ خالی نہ رہے۔

۲۔جمعہ کے دن کا روزہ، بعض کے نزدیک اکیلا جمعہ کا روزہ جائز بلکہ عامہ مشائخ کے نزدیک مستحب ہے لیکن بعض نے مکروہ کہا ہے اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ اس کے ایک دن

پہلے یا بعد میں ملا کر روزہ رکھے۔

۳۔ شش عید کے روزے یعنی ماہِ شوال میں یوم عید الفطر کے بعد چھ دن کے روزے، ان روزوں کو لگاتار رکھنا مکروہ نہیں ہے اور افضل یہ ہے کہ متفرق طور پر رکھے، مستحب یہ ہے کہ ہر عشرے میں دو دو روزے رکھے۔

۴۔ حرمت کے مہینوں یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب میں پنجشنبہ و جمعہ اور ہفتہ کا روزہ۔

۵۔ ماہِ محرم کے پہلے عشرہ کے یکم سے نو تاریخ تک نو روزے، عاشورا کے مسنون روزے کو ملا کر کل دس روزے ہو جائیں گے۔

۶۔ ذی الحجہ کے پہلے عشرے کے یکم سے آٹھ تاریخ تک آٹھ روزے، عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا مسنون روزہ ملا کر کل نو روزے ہو جائیں گے۔

۷۔ ماہِ رجب کے روزے۔

۸۔ ماہِ شعبان کے روزے، اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھنا مستحب ہے، شعبان کی صرف پندرہ تاریخ کا روزہ بھی مستحب ہے، چودہ اور پندرہ کو دو دن روزہ رکھنا افضل ہے اور اگر ۱۳، ۱۴، اور ۱۵ تاریخ کو تین دن روزے رکھے تو ایامِ بیض کی سنت بھی ادا ہو جائے گی، کمزور آدمی کو نصف شعبان کے بعد روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ اس سے ضعف لاحق ہو کر رمضان المبارک کے روزوں میں دشواری ہو جائے گی، شعبان کے صرف آخری دو روزے رکھنا مکروہ ہے اس لئے تین یا زیادہ روزے رکھے۔

۹۔ صومِ داؤد علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام، اور وہ یہ ہے کہ پانچ ممنوعہ دنوں کے سوا ہمیشہ ایک دن چھوڑ کر یعنی تیسرے دن روزہ رکھے۔

۱۰۔ خواص کے لئے یومِ شک کا روزہ (اس کی تفصیل روزے کی نیت کے بیان میں درج ہے)۔

۱۱۔ گرمی کے دنوں کا روزہ طویل دن ہونے اور گرمی کی وجہ سے افضل ہے لیکن اگر اس کی دوسری عبادات میں کمی آ جانے کا باعث ہو تو مکروہ ہے جیسا کہ حاجی کے لئے یومِ عرفہ اور اس سے ایک دن پہلے کے روزے کا حکم ہے۔

۷۔ مکروہِ تحریمی یا حرام روزے

۱۔ عید الفطر کے دن کا روزہ۔

۲۔ عید الاضحیٰ کے دن کا روزہ۔

۳۔ عید الاضحیٰ کے بعد کے تین دن ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ذی الحجہ یعنی ایامِ تشریق کے روزے (ان پانچ دنوں کے روزے مکروہِ تحریمی ہیں اور مکروہِ تحریمی حرام کے قریب ہوتا ہے یا حرام ہیں، جیسا کہ امام محمد رحمۃ اللہ اور اہلِ حجاز نے کہا ہے)

۴۔ اکیلا ہفتہ (سنیچر) کا روزہ یہود کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور اکیلا اتوار کا روزہ نصاریٰ کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور نوروز یا مہرگان کا روزہ مجوس کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اور ہر اُس دن کا روزہ جو کسی غیر مسلم کے نزدیک معظم ہو، اگر یہ روزے ان دنوں کی تعظیم اور ان لوگوں کی مشابہت کے ارادے سے رکھے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر یہ نیت نہ ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے لیکن اگر اس کی عادت کے روزہ کا دن (مثلاً جمعرات) اس دن (مثلاً نو روز) کے موافق ہو جائے یا اس دن کے ساتھ ایک دن پہلے یا ایک دن بعد میں ملا کر روزہ رکھے تو کسی قسم کی کراہت نہیں ہے۔

۵۔ عوام کو شک کے دن کا روزہ رکھنا۔ (اس کی تفصیل نیت کے بیان میں ہے)۔

۸۔ مکروہِ تنزیہی روزے

۱۔ ہفتہ یا اتوار یا "نوروز" یا "مہرگان" یا کسی اور دن کا اکیلا روزہ جس کو غیر مسلم معظم جانتے ہوں اس دن کی تعظیم اور ان کے ساتھ مشابہت کی نیت سے نہ ہو تو مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر اس نیت سے ہو تو مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

۲۔ صرف عاشورا یعنی دسویں محرم کا اکیلا روزہ بعض کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے لیکن عامۂ فقہا کے نزدیک اس میں کوئی کراہت نہیں ہے، البتہ ایک دن پہلے یا بعد میں ملا کر روزہ رکھنا افضل ہے۔

۳۔ اکیلا جمعہ کا روزہ یہ بھی بعض فقہا کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے، اسی طرح اکیلا پیر اور اکیلا جمعرات کا روزہ بھی بعض کے نزدیک مکروہِ تنزیہی ہے لیکن عامہ فقہا کے نزدیک ان تینوں دنوں کا اکیلا روزہ رکھنا مستحب ہے جیسا کہ مستحب روزوں میں بیان ہوا۔

۴۔ رمضان المبارک شروع ہونے سے ایک یا دو دن پہلے نفلی روزہ رکھنا لیکن اگر وہ عادت کے دن سے موافق ہو جائے تو مکروہ نہیں ہے۔

۵۔ ''صوم الدہر'' یعنی ہر سال میں کوئی دن ناغہ کئے بغیر ہمیشہ روزے رکھنا اور پانچ ممنوعہ دنوں میں بھی روزے رکھنا، یہ تو ایامِ منہیہ میں روزے رکھنے کی وجہ سے مکروہِ تحریمی ہے اور اگر ان پانچ دنوں میں روزے نہ رکھے اور باقی سارا سال روزے رکھے تو جو شخص قوی ہو اور وہ اس کی وجہ سے ادائے حقوق دفرائض و واجبات وضروری کسبِ معاش سے عاجز نہ ہو جائے تو اس کے لئے کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ جمہور ائمہ وعلما اس کے مستحب ہونے کی طرف گئے ہیں اور جو ایسا نہ کر سکے تو اس کے لئے ایسا کرنا مکروہ ہے۔

۶۔ صومِ وصال (روزوں میں اتصال کرنا) یعنی دو دن یا کئی دن تک لگا تار دن رات روزے سے رہنا اور رات کو بھی افطار نہ کرنا لیکن خاص الخاص بزرگوں کے لئے جن کو ذرا بھی گراں نہ گزرے اور ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو مکروہ نہیں ہے۔

۷۔ سکوت کا روزہ (اس کو مریم روزہ بھی کہتے ہیں) یعنی روزہ رکھے اور اس میں کسی سے کلام نہ کرنے کو اپنے اوپر لازم کر لے اور یہ اعتقاد رکھے کہ یہ عبادت ہے کیونکہ اس میں اہلِ مجوس کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے اس لئے مکروہِ تنزیہی ہے اور اگر ان کے ساتھ مشابہت کی نیت سے رکھے تو مکروہِ تحریمی ہے۔

۸۔ عورت کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا، خاوند کو اختیار ہے کہ اس روزے کو افطار کرادے۔

۹۔ مسافر کو اگر روزے سے ضعف ہو جائے تو روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

۱۰۔ حاجی کے لئے عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ اور آٹھویں ذی الحجہ کا روزہ جبکہ ضعف ہو جانے کی وجہ سے وقوف اور دعاؤں میں خلل واقع ہونے کا خوف ہو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں۔

۱۱۔ ہزاری روزہ یعنی ۲۷؍ رجب المرجب کا روزہ، اس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے اس لئے اس کو ضروری یا واجب کی مانند سمجھ کر روزہ رکھنا یا ہزار روزہ کی برابر ثواب سمجھ کر رکھنا بدعت ومنع ہے لیکن کسی خصوصیت کی نیت کے بغیر عام دنوں کی طرح اس روز بھی نفلی روزہ رکھ لے تو کوئی کراہت نہیں ہے۔

روزے کا وقت

صبح صادق کے طلوع ہونے سے شروع ہوکر آفتاب کے غروب ہونے تک ہے، غروب ہونے سے مراد سورج کا تمام قرص غائب ہو جاتا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ مشرق کی طرف سے افق پر سیاہی ظاہر ہوکر بڑھنی شروع ہو جائے۔

روزے کا رکن

روزے کا رکن یہ ہے کہ اپنے آپ کو کھانے پینے اور جماع سے روکے، ان تینوں امور کی تفصیل آگے آتی ہے۔

روزے کی شرطیں

روزے کی شرطیں تین قسم کی ہیں۔

قسم اول: روزہ واجب ہونے کی شرطیں، اور وہ چار ہیں۔

۱۔ مسلمان ہونا پس کافر پر روزہ فرض نہیں ہے۔

۲۔ عاقل ہونا، مجنون پر روزہ فرض نہیں ہے۔

۳۔ بالغ ہونا، نابالغ پر روزہ فرض نہیں ہے لیکن نابالغ لڑکا یا لڑکی اگر روزہ رکھنے پر قادر ہو اور اس کے جسم کے لئے نقصان کا خوف نہ ہو تو اس کا ولی یا وصی عادت ڈالنے کے لئے روزہ رکھنے کا حکم کرے اور جب دس برس کا ہو جائے تو نماز کی طرح مار کر روزہ رکھائے لیکن ہاتھ سے مارا جائے لکڑی سے نہ مارا جائے اور تین دفعہ سے زیادہ نہ مارا جائے، اگر سارے روزے نہ رکھ سکے تو جتنے رکھ سکے رکھائے، اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی روزہ رکھ کر توڑ ڈالے تو اس کی قضا نہ رکھائے کیونکہ اس سے اس کو مشقت ہوگی، بخلاف نماز کے کہ اگر وہ نماز کو توڑ دے تو اس کو قضا کرنے کا حکم کرے کیونکہ اس سے اس کو مشقت نہیں ہوگی۔

۴۔ دارالاسلام میں ہونا یا دارالحرب میں مسلمان ہونے والے شخص کو روزوں کی فرضیت کا علم ہونا، دارالاسلام میں رہنے والے شخص کے لئے فرضیت کا علم نہ ہونا عذر نہیں ہے۔

قسم دوم: روزہ کی ادائیگی واجب ہونے کی شرطیں اور وہ دو ہیں۔ ۱۔ تندرست ہونا، ۲۔ مقیم ہونا۔ پس جو شخص مریض یا مسافر ہو اس کو اس وقت میں روزہ ادا کرنا واجب نہیں بلکہ

نہ رکھنا جائز ہے اور جب بیمار تندرست ہو جائے اور مسافر سفر سے واپس آ جائے تو اس پر ان دنوں کی تعداد کے مطابق قضا روزے رکھنا فرض ہے اگر مشقت وضرر نہ ہوتو انہی دنوں میں روزے رکھنا افضل ہے۔ بعض کے نزدیک عورت کے حق میں حیض ونفاس سے پاک ہونا بھی روزے کی ادا کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے۔

فائدہ

شرائطِ وجوب وشرائط وجوبِ ادا میں یہ فرق ہے کہ اگر وجوبِ روزہ کی شرطوں میں سے ایک شرط بھی پائی نہ گئی تو نہ اس پر اُس وقت روزہ واجب ہے اور نہ آئندہ اس کی قضا واجب ہے اور اگر وجوبِ ادا کی تو سب شرطیں موجود ہیں، لیکن وجوبِ ادا کی کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو اس پر روزہ واجب ہو جائے گا لیکن فی الحال رکھنا واجب نہیں ہوگا بلکہ جب وجوب کی سب شرطیں پائی جائیں یعنی جب وہ عذر دور ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہوگی۔

قسم سوم: روزہ کے ادا ہونے کی شرطیں، اور وہ دو ہیں۔ ا۔نیت (اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔) ۲۔حیض ونفاس سے پاک (خالی) ہونا، یعنی اس وقت عورت ان دونوں سے خالی ہو، اگر کسی عورت نے حیض کی حالت میں رات کو روزہ کی نیت کی پھر صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے وہ حیض سے پاک ہوگئی تو وہ نیت صحیح وکافی ہے اور اس کا روزہ اسی نیت سے صحیح ہو جائے گا، کیونکہ اس وقت حیض سے خالی ہونا شرط ہے اور غسل کرنا روزے کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں ہے اور اگر طلوعِ فجر کے بعد حیض سے پاک ہوئی اور دوپہر شرعی سے پہلے روزے کی نیت کی تو نہ اس کا نفلی روزہ صحیح ہوگا نہ فرض روزہ صحیح ہوگا کیونکہ اول وقت میں روزے کی ادا واجب ہونے کی شرط نہیں پائی گئی اور روزہ واحد عبادت ہے جس کے اجزا نہیں ہوسکتے، حیض ونفاس سے خالی ہونا بعض کے نزدیک وجوبِ ادا کی بھی شرط ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

روزے کی نیت کا بیان

روزے کی نیت کا حکم

روزے کی نیت کرنا ہر روزے کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے پس اگر کوئی شخص روزہ

رکھنے کی نیت کے بغیر صبح صادق سے غروب آفتاب تک پورا دن کھانے پینے اور جماع سے رکا رہا تو وہ روزہ دار نہیں ہوگا۔

روزے کی نیت کا مطلب اور اس کے متعلق مسائل

۱۔ روزہ کی نیت یہ ہے کہ دل میں پختہ ارادہ کرے کہ وہ آج آنے والے دن کا روزہ رکھتا ہے۔

۲۔ جن روزوں کے لئے تعیین شرط ہے ان میں یہ شرط ہے کہ اپنے دل میں جانتا ہو کہ کونسا روزہ رکھتا ہے اور جن میں تعیین شرط نہیں ان میں اتنا ارادہ کافی ہے کہ میں روزہ رکھتا ہوں۔

۳۔ دل سے نیت کرنا روزہ کے صحیح ہونے کے لئے شرط ہے، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا شرط نہیں ہے لیکن مستحسن ہے، زبان سے عربی میں یوں کہے!

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ط

اور اُردو میں یوں کہے "میں نے رمضان کے مہینے کے کل کے روزے کی نیت کی۔

۴۔ رمضان میں ہر دن کے روزے کے لئے نئی نیت کرنا ضروری ہے۔

۵۔ سحری کھانا بھی نیت ہے، پس اگر کسی نے نہ زبان سے نیت کی نہ دل سے لیکن روزے کے لئے سحری کھائی تو اس کا روزہ درست ہے خواہ وہ رمضان المبارک کا روزہ ہو یا اس کے علاوہ کسی اور روزے کے لئے سحری کھائی ہو۔

۶۔ رات کے کسی حصے میں نیت کر کے فجر کے طلوع ہونے تک اس نیت پر قائم رہنا شرط ہے۔

۷۔ رات کے کسی حصے میں روزے کی نیت کر لی تو اس کے بعد صبح صادق سے پہلے تک کھانا پینا وغیرہ جائز اور وہی نیت کافی ہے پھر سے نیت کرنا ضروری نہیں۔

۸۔ حیض روزے کی نیت کے صحیح ہونے کا مانع نہیں اگرچہ روزے کے صحیح ہونے کا مانع ہے پس اگر عورت نے رات کو حیض کی حالت میں روزے کی نیت کی پھر وہ صبح صادق ہونے سے پہلے حیض سے پاک ہوگئی تو اس نیت سے اس کا روزہ درست ہے۔

روزے کی نیت کا وقت

۱۔ روزہ کی نیت کا اول وقت بالاتفاق سورج کے غروب ہوجانے کے بعد کا وقت ہے

اس سے پہلے نیت جائز نہیں۔

۲۔ نیت کا آخری وقت احناف کے نزدیک دو قسم پر منقسم ہے،

قسم اول: وہ روزے جن میں نیت کا رات میں ہونا شرط نہیں ہے، لیکن ان کی نیت رات میں کرنا افضل ہے اور وہ یہ ہیں: ۱۔ رمضان کے ادائی روزے، ۲۔ نذر کے وہ ادائی روزے جن کا زمانہ معین ہے، ۳۔ نفل کا ادائی روزہ، اس سے مراد فرض و واجب کے علاوہ باقی روزے ہیں، خواہ سنت ہوں یا مستحب یا مکروہ، ان تینوں قسم کے روزوں کا وقت غروب آفتاب کے بعد سے شروع ہو کر ضحوۂ کبریٰ سے ذرا پہلے تک ہے اور ضحوۂ کبریٰ سے مراد نصف النہار شرعی ہے، صبح صادق سے غروب آفتاب تک شرعی دن ہے اور اس کا نصف ضحوۂ کبریٰ و نصف النہار شرعی ہے۔ پس ان روزوں کا آخری وقت نصف النہار شرعی سے ذرا پہلے تک ہے، اگر نصف النہار شرعی ہونے پر یا اس کے بعد نیت کی تو روزہ صحیح نہیں ہوگا۔

قسم دوم: وہ روزے جن میں نیت کا رات میں ہونا شرط ہے۔ وہ روزے مذکورہ بالا تینوں قسم کے روزوں کے علاوہ ہیں اور وہ یہ ہیں، ۱۔ رمضان کے قضائی روزے، ۲۔ نذرِ مطلق کے روزے، ۳۔ نذر معین کے قضائی روزے، ۴۔ نفلِ روزوں کی قضا جن کو شروع کرنے کے بعد توڑ دیا ہو، چاروں قسم کے کفارات یعنی ۵۔ کفارہ ظہار، ۶۔ کفارۂ قتل، ۷۔ کفارۂ قسم، ۸۔ کفارۂ افطارِ رمضان کے روزے، ۹۔ جزائے صید کے روزے، ۱۰۔ جزائے حلق کے روزے، ۱۱۔ جزائے ہدی تمتع و قران کے روزے، ان سب روزوں میں نیت کا رات میں صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پہلے ہونا شرط ہے اور ان روزوں کی نیت کا آخری وقت صبح صادق طلوع ہونے سے ذرا پہلے تک ہے صبح صادق طلوع ہونے پر یا اس کے بعد نیت کرنے سے وہ روزہ ادا نہیں ہوگا بلکہ وہ نفلی روزہ ہو جائے گا جس کو پورا کرنا مستحب ہوگا اگر اس کو توڑ دے گا تو اس کی قضا واجب نہیں ہوگی،

۳۔ قسم اول کے روزوں میں رات کو یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے کسی وقت نیت کر لینا افضل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

نیت میں روزے کا تعین کرنا

۱۔ نیت میں تعین کے اعتبار سے بھی روزے کی وہی دو قسمیں ہیں۔

قسم اول: وہ روزے جن میں نیت کا تعین شرط نہیں ہے۔
قسم دوم: وہ روزے جن میں تعین شرط ہے۔

۲۔ جن روزوں میں نیت کا تعین شرط نہیں ہے ان میں افضل یہ ہے متعین کرلے، یہ وہی تین قسم کے روزے ہیں جن میں نیت کا رات کو ہونا شرط نہیں ہے، یعنی ۱۔ ادائے رمضان، ۲۔ ادائے نذرِ معین اور ۳۔ ادائے نفل، اور ان روزوں کو اس دن کے روزے کی نیت یا مطلق روزے کی نیت یا نفل روزے کی نیت سے رکھے تو جائز ہے، مطلق روزے کی نیت سے مراد یہ ہے کہ اس میں یہ نہ کہا ہو کہ فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے۔

۳۔ جن روزوں میں نیت کا تعین شرط ہے وہ ان تینوں قسم کے روزوں کے علاوہ ہیں یعنی یہ وہی روزے ہیں جن کے لئے رات میں نیت کا ہونا شرط ہے، پس یہ روزے مطلق نیت سے یا جو روزہ وہ رکھنا چاہتا ہے اس سے مختلف نیت سے رکھنا درست نہیں ہے، اگر اس قسم کے روزوں میں نیت کا تعین نہ کیا تو وہ روزے نفل ہوں گے۔

روزے کی نیت کے متفرق مسائل

۱۔ اگر کسی شخص پر ایک رمضان کے دو یا زیادہ دن کے روزوں کی قضا واجب ہے تو اس کو چاہئے کہ یوں نیت کرے کہ میں اس رمضان کے اُس پہلے دن کا روزہ رکھتا ہوں جس کی قضا مجھ پر واجب ہے اور اگر پہلے دن کا تعین نہ کیا تب بھی جائز ہے یعنی روزے کی قضا میں دن و تاریخ مقرر کرکے قضا کی نیت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جتنے روزے قضا ہوئے ہوں اتنے روزے رکھ لینے چاہئیں، اور اگر دو رمضانوں کے دو روزوں کی قضا اس پر واجب ہو تو اس کا بھی یہی حکم ہے یعنی اول رمضان کے اول قضا روزے کو ادا کرنے کی نیت کرے اور اگر صرف قضا کی نیت کی اور کچھ نیت نہ کی یعنی دن اور سال کا تعین نہیں کیا تب بھی جائز ہے یہی صحیح ہے۔

۲۔ اگر مختلف جنس کے کفارات کے روزے واجب ہوں تو کفارہ کی جنس کا تعین کرنا مثلاً کفارۂ ظہار یا افطار یا یمین کہنا ضروری ہے اور اگر ایک جنس کے کفارے کے روزے ہوں تو تعین لازم نہیں ہے لیکن احتیاط اس میں ہے کہ تعین کرلے۔

۳۔ اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر رمضان کا روزہ توڑ دیا اور وہ فقیر ہے پھر اس نے قضا

اور کفارہ کے لئے اکٹھ روزے رکھے اور قضا کے لئے دن کا تعین نہیں کیا تو یہ جائز ہے۔

شک کے دن کا روزہ

ا۔ یومِ شک کا روزہ کسی تذبذب کے بغیر نفل روزے کی نیت سے رکھے کسی اور نیت سے نہ رکھے، اگر شعبان کی تیسویں ۳۰ شب کو چاند نظر نہ آئے خواہ آسمان پر ابر وغیرہ ہو یا نہ ہو تو شعبان کا تیسواں دن شک کا دن ہے۔

۲۔ اس بارے میں علما کا اختلاف ہے کہ شک کے دن کا روزہ رکھنا افضل ہے یا نہ رکھنا افضل ہے، مختار یہ ہے کہ خاص لوگوں کے لئے نفل روزوں کا فتویٰ دیا جائے اور عوام کو دوپہر شرعی سے پہلے تک کھانے پینے اور جماع وغیرہ ممنوعاتِ روزہ سے باز رہنے کا فتویٰ دیا جائے اگر اس وقت تک شرعی شہادت آجائے تو وہ رمضان کے روزہ کی نیت کرلیں اور روزہ پورا کریں ورنہ دوپہر شرعی ہو جانے پر وہ لوگ کھائیں پئیں اور روزہ نہ رکھیں اور ایسا کرنا اُن کے لئے مستحب ہے اُن پر واجب نہیں ہے، جیسا کہ خواص کے لئے اس روز نفلی روزہ رکھنا مستحب ہے۔ واجب نہیں ہے خواص وعوام میں فرق یہ ہے کہ جو شخص شک کے دن کے روزہ کی نیت جانتا ہو یعنی وہ تردد کے بغیر پختہ ارادے سے نفل روزہ کی نیت کرے تو وہ خواص میں سے ہے ورنہ عوام میں سے ہے، اگر شک کا دن اتفاق سے ایسے دن واقع ہو جس دن کا نفلی روزہ رکھنے کی کسی کو عادت ہو تو اُس شخص کے لئے اس دن کا روزہ رکھنا افضل ہے پھر اگر کہیں سے چاند کی خبر آجائے تو اسی نفلی روزہ سے رمضان کا فرض روزہ ادا ہو جائے گا اب وہ اس کی قضا نہ رکھے۔ اسی طرح اس دن کا روزہ رکھنا اس شخص کے لئے بھی افضل ہے جو شعبان کے اخیر میں تین یا زیادہ دن کے روزے رکھے تین دن سے کم نہ رکھے کیونکہ ایسا کرنا مکروہ ہے، حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

۳۔ شک والے دن قضا یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے، اگر اس دن قضا یا کفارہ یا نذر کا روزہ رکھ لیا پھر کہیں سے چاند کی خبر آ گئی تب بھی وہ رمضان ہی کا ادا روزہ ہوگا قضا یا کفارہ یا نذر کا روزہ پھر سے رکھے اور اگر خبر نہیں آئی تو جس روزہ کی نیت کی تھی وہ ادا ہو گیا۔

چاند دیکھنے کا بیان

چاند دیکھنے کا حکم

۱۔ شعبان کی تیسویں رات یعنی انتیس تاریخ کی شام کو غروب کے وقت رمضان المبارک کا چاند دیکھنے کی کوشش کرنا واجب علی الکفایہ ہے، اور واجب سے مراد فرض ہے، اسی طرح شعبان کے مہینے کی گنتی پوری کرنے کے لئے رجب کی تیسویں شب کو چاند دیکھنے کی کوشش کرنا اور شوال کا چاند رمضان المبارک کی انتیسویں تاریخ کو غروب کے وقت دیکھنے کی کوشش کرنا بھی واجب علی الکفایہ ہے، نیز اسی طرح ذی الحجہ و ذیقعدہ کا چاند انتیس تاریخ کی شام کو غروب آفتاب کے وقت دیکھنے کی کوشش کرنا بھی واجب علی الکفایہ ہے۔ ان پانچ مہینوں کے علاوہ باقی مہینوں کے چاند انتیس تاریخ کی شام کو غروب آفتاب کے وقت دیکھنے کی کوشش کرنا مستحب علی الکفایہ ہے اور ہر مہینے کے چاند کو غروب آفتاب سے کچھ پہلے دیکھنے کی کوشش کرنا مستحب ہے۔

۲۔ جب پہلی رات کا چاند دیکھے تو یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَھِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْیُمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَۃِ وَ الْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبِّیْ وَرَبُّکَ اللّٰہُ ط

۳۔ نجومیوں کا قول قبول نہیں کیا جائے گا اور نجومی کو خود بھی اپنے حساب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

۴۔ جو چاند دن کے وقت نظر آئے وہ آنے والی رات کا شمار کیا جائے گا خواہ چاند زوال سے پہلے نظر آئے یا زوال کے بعد نظر آئے اسی پر فتویٰ ہے۔

۵۔ چاند دیکھتے وقت چاند کی طرف اشارہ کرنا مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ جاہلیت کا عمل ہے۔

رویتِ ہلال کا ثبوت

چاند کی رویت کا ثبوت چار طریقے سے ہوتا ہے: اول کسی نے خود چاند دیکھنے کی شہادت دی ہو۔ دوم کسی چاند دیکھنے والے کی شہادت پر شہادت دی ہو۔ سوم چاند ثابت

ہونے کے متعلق قاضی کے حکم پر گواہی دی ہو۔ چہارم چاند ہونے کی شہرت تواتر کو پہنچ گئی ہو۔ نیز چاند کے ثبوت کے مسائل دو قسم کے ہیں۔ اول وہ مسائل جو آسمان پر رویتِ ہلال کے وقت علّت ہونے سے متعلق ہیں، دوم وہ مسائل جو مطلع صاف ہونے سے متعلق ہیں۔

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں رمضان کے چاند کا ثبوت

آسمان پر علت ہو تو رمضان کے چاند کے متعلق مسائل یہ ہیں۔

۱۔ رمضان کا چاند ابر وغبار وغیرہ کے دن ایک آدمی کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے بشرطیکہ وہ شخص عادل، مسلمان، عاقل اور بالغ ہو، خواہ آزاد ہو یا غلام اور خواہ مرد ہو یا عورت، عادل ہونے کا ادنیٰ درجہ شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں کو ترک کرے اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرے اور خلاف مروّت کاموں سے بچے۔

۲۔ اگر ایک شخص کے گواہی دینے کی ایک دوسرا شخص گواہی دے تو وہ مقبول ہوگی اور چاند ثابت ہو جائے گا، اس گواہی میں شہادت کا لفظ اور دعویٰ شرط نہیں ہے اور اس میں حاکم کا حکم کرنا بھی شرط نہیں ہے یعنی اس سے سننے والے پر روزہ رکھنا واجب ہوگا خواہ حاکم اس پر حکم کرے یا نہ کرے کیونکہ اس نے صحیح خبر حاصل کرلی ہے۔

۳۔ اگر امام یا قاضی تنہا رمضان کا چاند دیکھے تو اس کو اختیار ہے کہ کسی اور شخص کو اپنی جگہ پر گواہی لینے کے لئے مقرر کرے پھر اس کے پاس اپنی رویت کی گواہی دے یا اپنی رویت پر خود ہی لوگوں کو روزہ کا حکم کر دے۔ عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے چاند کا حکم اس کے برخلاف ہے۔

۴۔ اگر ایک عادل شخص رمضان کا چاند دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اسی رات میں اس کی گواہی دے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام اور مرد ہو یا عورت یہاں تک کہ پردہ نشین باندی بھی اپنے مالک کی اجازت کے بغیر جاکر گواہی دے تاکہ لوگ اس رات کی صبح کو بے روزہ نہ رہیں کیونکہ یہ گواہی دینا اس پر فرضِ عین ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہی عورت گواہی کے لئے متعین ہو کہ اس کے سوا کسی اور نے چاند نہ دیکھا ہو ورنہ اس پر باہر نکلنا حرام ہے۔

۵۔ فاسق شخص اکیلا چاند دیکھے تو گواہی دے کیونکہ کبھی قاضی اس کی گواہی قبول کرلیتا ہے لیکن قاضی کو چاہئے کہ اس کی گواہی رد کردے۔

۶۔ اگر فاسق نے گواہی دی اور امام نے اس کو قبول کر لیا اور لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں پر روزہ رکھنا واجب ہے۔

۷۔ جس قصبے یا گاؤں میں کوئی حاکم نہ ہو اگر وہاں ایک آدمی رمضان کا چاند دیکھے اور آسمان پر ابر یا غبار وغیرہ ہو تو اس گاؤں کی مسجد میں لوگوں کے سامنے گواہی دے اگر وہ عادل ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ اس کے قول پر روزہ رکھیں۔

۸۔ اگر کسی تنہا مسلمان بالغ و عاقل شخص نے رمضان کا چاند دیکھا اور مطلع صاف نہیں تھا اور کسی شرعی دلیل کی وجہ سے اس کی گواہی قبول نہیں کی گئی تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے یہی صحیح ہے نمازِ تراویح کے بارے میں اس کے لئے یہ حکم ہے کہ اس کی گواہی قبول نہ ہونے کی صورت میں اس پر بھی تراویح کا پڑھنا لازم نہیں ہوگا، اور اگر اس کے حساب سے تیس روزے پورے ہو جائیں اور عید کا چاند دکھائی نہ دے تو یہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ اپنے حساب سے اکتیسواں روزہ رکھے۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں رمضان کے چاند کا ثبوت

۱۔ اگر مطلع صاف ہو تو ایسی بڑی جماعت کی گواہی قبول ہوگی جن کے خبر دینے سے غلبۂ ظن حاصل ہو جائے بڑی جماعت کی کوئی تعداد مقرر نہیں ہے، بلکہ یہ امام کی رائے پر موقوف ہے یہی صحیح ہے، اس حکم میں رمضان، شوال، ذی الحجہ اور دیگر سب مہینے برابر ہیں۔ اس بڑی جماعت کے لئے عادل اور آزاد ہونا اور دعویٰ شرط نہیں ہے۔

۲۔ جب آسمان صاف ہو تو ایک شخص کی گواہی اس وقت قبول کر لی جائے گی جبکہ وہ شہر کے باہر سے آیا ہو یا وہ کسی بلند جگہ پر ہو اور یہی صحیح و معتمد ہے اس کو امام طحاویؒ نے ذکر کیا ہے لیکن ظاہر الروایت کے بموجب شہر کے باہر سے آنے والے اور شہر کے اندر چاند دیکھنے والے میں کچھ فرق نہیں ہے، پہلا قول بھی ظاہر الروایت ہے جیسا کہ محیط میں ہے، اور ان دونوں روایتوں میں کوئی اختلاف و فرق نہیں ہے کیونکہ مطلع صاف ہونے کی صورت میں بڑی جماعت کا چاند دیکھنا اس وقت شرط ہے جبکہ شہر میں ہوں اور اونچی جگہ پر نہ ہوں اور ایک آدمی کا دیکھنا اس وقت کافی ہے جبکہ شہر سے باہر جنگل میں دیکھا ہو کیونکہ وہاں کی فضا شہر سے نسبتاً صاف ہوتی ہے یا شہر کے اندر بلند جگہ پر دیکھا ہو مطلع صاف ہونے کی صورت میں عام جگہ میں ایک

آدمی کا چاند دیکھنا بالکل معتبر نہیں ہے۔

فائدہ

یہ جو مشہور ہے کہ جس دن رجب کی چوتھی تاریخ ہوتی ہے اسی دن رمضان کی پہلی ہوتی ہے شریعت میں اس کا کچھ اعتبار نہیں ہے پس اگر چاند نہ ہو تو روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں شوال کے چاند کا ثبوت

۱۔ عیدالفطر کے چاند میں اگر مطلع صاف نہ ہو تو ایک شخص کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو بلکہ گواہوں کے عادل ہونے کی شرط کے ساتھ شہادت کا نصاب یعنی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونا اور لفظ اشہد (میں گواہی دیتا ہوں) کہنا اور حد قذف (تہمت کی سزا) سے بچا ہوا ہونا بھی شرط ہے۔ اس چاند میں اگر مرد کوئی گواہ نہ ہو اور صرف عورتیں اگر چار یا زیادہ گواہی دیں تب بھی ان کی گواہی قبول نہیں ہوگی بخلاف رمضان کے چاند کے کہ اس میں یہ شرطیں نہیں ہیں پس شوال کے چاند میں اگر آسمان پر ابر یا غبار وغیرہ ہو تو دو مسلمان مکلّف مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں سے کم کی گواہی قبول نہیں ہوگی اور ان کا آزاد اور عادل ہونا اور شہادت کے لفظ سے گواہی دینا شرط ہے۔

۲۔ اگر شوال کا چاند انتیسویں تاریخ کی شام کو ایک شخص دیکھے تو روزہ ترک نہ کرے پس اگر کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا اور گواہی دی لیکن اس کی گواہی قبول نہیں کی گئی تو اس پر واجب ہے کہ روزہ رکھے اگر اکیلے امام (بادشاہ یا حاکم) یا اکیلے قاضی نے شوال کا چاند دیکھا تو وہ عیدگاہ کی طرف نہ نکلے اور نہ لوگوں کو نکلنے کا حکم دے اور نہ روزہ ترک کرے نہ پوشیدہ میں نہ ظاہر میں، اس لئے کہ اس چاند میں ایک آدمی کی گواہی کافی نہیں ہوتی۔

۳۔ جہاں حاکم موجود ہو وہاں عیدالفطر کے چاند میں شہادت کا حاکم کے سامنے ہونا شرط ہے اور جس گاؤں یا قصبے میں حاکم نہ ہو وہاں کے لوگوں کے سامنے مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ گواہی دیں تو ضرورت کی وجہ سے جائز ہے۔

مطلع صاف ہونے کی صورت میں ہلالِ شوال کا ثبوت

۱۔ اگر آسمان صاف ہو تو جب تک ایک بڑی جماعت گواہی نہ دے تب تک گواہی

مقبول نہیں ہوگی جیسا کہ رمضان کے چاند کا حکم ہے اور بڑی جماعت کا تعین امام کی رائے پر موقوف ہے۔

۲۔ دو آدمیوں کی شہادت اس وقت قبول کر لی جائے گی جبکہ وہ دونوں کسی دوسری جگہ یعنی شہر کے باہر سے آئے ہوں اور میدان یا جنگل میں صاف اور کھلی جگہ میں انہوں نے چاند دیکھا ہو یا شہر کے اندر کسی بلند جگہ پر چاند دیکھ رہے ہوں اور وہ دونوں عادل و ثقہ ہوں جیسا کہ رمضان کے چاند کے بارے میں مطلع صاف ہوتے ہوئے ایک آدمی کی گواہی کے متعلق بیان ہو چکا ہے، اور اگر وہ کسی دوسرے شہر سے آئے ہوں تو اس کا حکم آگے آتا ہے۔

عیدالاضحیٰ اور باقی نو مہینوں کے چاند کا ثبوت

عیدالاضحیٰ (ذی الحجہ) اور باقی نو مہینوں کے چاند کا حکم صحیح مذہب کی بنا پر عیدالفطر کے چاند کی طرح ہے یہی اصح ہے پس ابر و غبار وغیرہ کی حالت میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان کا عادل و آزاد ہونا اور قذف کی حد سے سزا یافتہ نہ ہونا شرط ہے اور مطلع صاف ہونے کی حالت میں چاند دیکھنے والوں کا بڑی جماعت ہونا شرط ہے، لیکن علامہ خیر الدین رملی نے کہا ہے کہ باقی نو مہینے کے چاند میں دو آدمیوں کی گواہی قبول کرنے میں مطلع ابر آلود ہونے یا صاف ہونے کی حالت میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ باقی مہینوں میں لوگوں کی اکثریت چاند نہیں دیکھتی۔

کسی کی شہادت پر شہادت دینے سے چاند کا ثبوت

۱۔ چاند کی رویت کسی شخص کے چاند دیکھنے کی گواہی پر گواہی دینے سے بھی ثابت ہو جاتی ہے، رمضان کے چاند میں ایک عادل شخص کی شہادت پر ایک عادل شخص کی شہادت قبول کی جائے گی اور عیدالفطر اور باقی دس مہینوں کے چاند میں ہر گواہ کی گواہی پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کا گواہی دینا شرط ہے اور ان میں باقی شرطیں یعنی عادل ہونا اور شہادت (گواہی دینے) کا لفظ ہونا اور دعویٰ ہونا وغیرہ بھی شرط ہے ورنہ وہ شہادت مقبول نہ ہوگی۔

۲۔ پس اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ دو مردوں نے فلاں شہر کے قاضی کے پاس فلاں رات چاند دیکھنے کی گواہی دی ہے اور وہاں کے قاضی نے اس پر چاند ہو جانے کا فیصلہ جاری کیا ہے اور ان گواہوں میں دعویٰ کی سب شرطیں پائی جاتی ہیں تو اُن گواہوں کی گواہی پر

چاند ہونے کا حکم جاری کرنا جائز ہے اس لئے کہ قضائے قاضی حجت ہے اور اُن دونوں گواہوں نے اس قضائے قاضی کی گواہی دی ہے۔

رویتِ ہلال کی خبر ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھیل جانے سے چاند کا ثبوت

اگر کسی شہر میں چاند دیکھنے کی خبر دوسرے شہر میں پھیل جائے اور متحقق ہو جائے تو اس شہر والوں کے لئے بھی چاند کی رویت ثابت ہو جائے گی، ایسی خبر کو خبرِ استفاضہ یعنی کثرت سے پھیل جانے والی خبر کہتے ہیں اور یہ خبر یقین کا فائدہ دیتی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس شہر سے متعدد جماعتیں آ کر یہ بیان کریں کہ وہاں کے لوگوں نے چاند دیکھ کر فلاں دن سے روزے رکھے ہیں اگر یہ خبر شائع ہو جائے اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس نے شائع کی ہے اور ایسا شخص معلوم نہیں ہے جس نے بذاتِ خود دیکھا ہو صرف ایک دوسرے سے سننے والے ہیں تو صرف ایسی شہرت کا کوئی اعتبار نہیں ہے بلکہ اس کا متحقق ہونا ضروری ہے۔

چاند دیکھنے کے متفرق مسائل

۱۔ جب کسی جگہ کے لوگ آسمان پر ابر دغیرہ کی صورت میں ایک عادل شخص کی گواہی پر رمضان المبارک کے روزے شروع کر دیں پھر تیس روزے پورے کرلیں اور مطلع صاف ہونے کے باوجود شوال کا چاند نظر نہ آئے تو وہ لوگ احتیاطاً روزہ ترک نہ کریں، اور اگر آسمان ابر آلود ہو تو بلا خلاف روزہ نہ رکھیں۔

۲۔ اور اگر رمضان کے چاند پر دو (عادل) آدمیوں نے گواہی دی اور آسمان پر ابر وغیرہ ہے، قاضی نے ان کی گواہی قبول کر لی اور لوگوں نے تیس روزے رکھے پھر شوال کا چاند لوگوں کو نظر نہ آیا، اگر آسمان پر بادل وغیرہ ہے تو دوسرے روز بالاتفاق روزہ نہ رکھیں اور اگر مطلع صاف ہے تب بھی صحیح قول کے بموجب روزہ نہ رکھیں اسی پر فتویٰ ہے۔

۳۔ اگر کسی شہر کے لوگوں نے شعبان کے تیس دن پورے کرنے کے بعد ماہِ رمضان کے اٹھائیس روزے رکھے پھر انہوں نے شوال کا چاند دیکھ لیا تو اگر انہوں نے شعبان کا چاند دیکھ کر تیس دن پورے گن لئے تھے اور رمضان کا چاند نہیں دیکھا تو ایک روزہ قضا کریں اور اگر انہوں نے انتیس روزے رکھے پھر شوال کا چاند دیکھ لیا تو اُن پر کوئی قضا لازم نہیں ہے اور اگر انہوں نے شعبان کا چاند نہیں دیکھا اور رجب کا چاند دیکھ کر اور رجب کے تیس دن پورے

کر کے شعبان کا مہینہ شروع کیا تھا پھر شعبان کے تیس دن پورے کر کے رمضان کا چاند دیکھے بغیر رمضان کے روزے شروع کئے اور اٹھائیسویں روزے کے بعد شوال کا چاند نظر آ گیا تو وہ لوگ احتیاطاً دو روزے قضا کریں اور اس صورت میں اگر انتیسویں روزے کو شوال کا چاند نظر آیا تو احتیاطاً ایک روزہ قضا کریں۔

چاند کے ثبوت کے لئے اختلافِ مطالع معتبر ہے یا نہیں

۱۔ ظاہر الروایت کے بموجب چاند کی رویت کے ثبوت کے لئے مطلعوں کے مختلف ہونے کا کوئی اعتبار نہیں ہے یہاں تک کہ اگر مغرب کے کسی شہر میں مشرق کے شہروں سے ایک دن پہلے چاند نظر آ گیا تو اہلِ مشرق پر لازم ہے کہ وہ اہل مغرب کی رویت پر عمل کریں جبکہ شرعی طریقہ پر ان کو اہلِ مغرب کی رویت کی خبر پہنچ جائے، خواہ ان دونوں شہروں کے درمیان کتنا ہی فاصلہ ہو۔ لیکن متاخرین فقہائے حنفیہ نے کہا ہے کہ اختلافِ مطالع کا معتبر نہ ہونا قریبی شہروں میں ہے بہت زیادہ فاصلے والے شہروں کے لئے یہ حکم نہیں ہے بلکہ ان میں اختلافِ مطلع کا ماننا ضروری ہے ورنہ لازم آئے گا کہ عید الفطر کبھی ستائیسویں یا اٹھائیسویں تاریخ کو واقع ہو یا اکتیسویں یا بتیسویں تاریخ کو واقع ہو کیونکہ بعض شہروں میں چاند کی رویت دوسرے شہروں سے اکثر دو دن پہلے بھی واقع ہوتی ہے۔

۲۔ ذی الحجہ کی رویتِ ہلال کے بارے میں اختلافِ مطالع اوقاتِ نماز کی طرح معتبر ہے پس اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ کسی دوسری جگہ والوں نے اہلِ مکہ سے ایک دن پہلے چاند دیکھا ہے تو اہلِ مکہ پر کچھ لازم نہیں آئے گا یعنی حج کے ارکان کی ادائیگی اہلِ مکہ اور اس کے قرب و جوار والوں کی رویت پر ہی حج کے ارکان کی ادائیگی ہوگی اور اسی طرح ہر جگہ والے اپنی اپنی رویت پر نماز عید الاضحیٰ و قربانی ادا کریں گے، پس اگر ایک جگہ والوں کے یہاں ذی الحجہ کی تیرہویں تاریخ ہے تو اُن کے لئے وہ دن قربانی کا نہیں ہے لیکن اگر دوسری جگہ کی رویت کے مطابق وہ دن بارہویں ذی الحجہ کا ہے تو ان لوگوں کے لئے وہ قربانی کا دن ہے اور اس دن ان کی قربانی جائز ہے۔

وائرلیس، تار، ٹیلیفون اور خط کے ذریعہ رویتِ ہلال کے ثبوت کا حکم

چاند کی خبر وائرلیس (لاسلکی)، ٹیلیگراف (تار)، ٹیلیفون یا خط کے ذریعہ قبول نہیں کی

جائے گی اور اس سے چاند کی رویت ثابت نہیں ہوگی، تار اور وائرلیس کی خبر نہ ہلالِ رمضان میں معتبر ہے اور نہ ہلال عیدین وغیرہ میں، کیونکہ اس خبر میں کئی احتمالات ہیں جو اس کے اعتبار کو کھو دیتے ہیں اور بظاہر ان احتمالات کا دور ہونا محال ہے۔ اسی طرح خط کے ذریعہ پہنچی ہوئی خبر میں بھی کئی احتمالات ہیں لیکن اگر خط میں یہ سب احتمالات دور ہو جائیں یعنی خط بخوبی شناخت ہو جائے کہ فلاں شخص کا لکھا ہوا ہے اور وہ خط لکھنے والا مسلمان عادل یا مستور الحال ہو تو ہلالِ رمضان میں خط کی خبر معتبر ہے لیکن ہلال عید وغیرہ کا ثبوت خط کے ذریعہ نہیں ہوسکتا کیونکہ اس میں شہادت کی ضرورت ہے اور یہ خبر شہادت کے لئے کافی نہیں ہے۔ ٹیلیفون کی خبر میں بھی تار کی طرح کئی احتمالات ہیں اس لئے غیر معتبر ہے لیکن اگر یہ احتمالات دُور ہو جائیں یعنی اگر سننے والوں کو خبر دینے والوں کی آواز پوری طرح شناخت ہو جائے اور یہ یقین ہو جائے کہ یہ اسی شخص کی آواز ہے تو خط پر قیاس کر کے ہلالِ رمضان میں اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے بشرطیکہ خبر دینے والا فاسق و کافر نہ ہو اور اگر آواز میں کچھ تردد ہے تو جائز نہیں، چونکہ ٹیلیفون میں خط کی بہ نسبت تردد و اشتباہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس میں ایک خبر پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ جب متعدد مقامات (دو تین جگہ) سے بذریعہ ٹیلیفون دریافت کر کے اطمینان حاصل ہو جائے تب اس پر عمل کریں، ہلالِ عیدین وغیرہ میں ان شرطوں کے باوجود خط کی طرح ٹیلیفون پر بھی اعتماد جائز نہیں، الغرض ہلالِ رمضان کے علاوہ کسی ہلال میں ان آلات جدیدہ کی خبروں پر اعتماد جائز نہیں ہے اور ہلالِ رمضان میں بھی شرائط مذکورہ کے ساتھ خط اور ٹیلیفون پر اعتماد کرنے کی گنجائش ہے مگر اس میں بھی احتیاط اولیٰ ہے اور تار اور وائرلیس پر کسی صورت میں بھی اعتماد جائز نہیں ہے۔

رویتِ ہلال میں ریڈیو، ٹیلیویژن کی خبر کا حکم

ریڈیو، ٹیلیویژن کی خبر کا بھی وہی حکم ہے جو ٹیلیفون کا بیان ہوا لیکن اگر کسی اسلامی مملکت میں کسی مستند عالم یا مفتی یا کسی مقررہ ہلال کمیٹی وغیرہ نے عیدین کے چاند کے شرعی شہادت کے طریق پر ثابت ہونے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے کو اسلامی حکمران کی نگرانی میں ریڈیو، ٹیلیویژن سے نشر کیا گیا ہو تو یہ خبر قابلِ اعتماد اور اس مملکت کے حدود میں سب کے لئے موجبِ عمل ہوگی۔

روزے کی سنتیں اور مستحبات

۱۔ سحری کھانا بعض فقہا کے نزدیک مستحب ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے، یہی قول مشہور ہے اور دونوں قول مختار ہیں، ایک دو لقمہ کھا لینے یا ایک دو گھونٹ پانی پی لینے سے سحری کی سنت ادا ہو جاتی ہے پس اگر کسی شخص کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہو تو اس کو چاہئے کہ کم از کم ایک دو لقمے یا ایک دو کھجور یا چھوہارے ہی کھا لے یا ایک دو گھونٹ پانی ہی پی لے تاکہ اس کی سحری کی سنت ادا ہو جائے، مستحب یہ ہے کہ سحری میٹھی چیز سے کی جائے یا سحری میں میٹھی چیز بھی شامل ہو اور سحری کھانے میں ضرورت سے زیادہ کثرت نہ کرے۔

۲۔ سحری دیر سے کھانا مستحب ہے اور بعض کے نزدیک سنت ہے (اگرچہ آخر وقت میں ایک گھونٹ پانی ہی پی لے) تاخیر کرنا اس وقت تک مستحب ہے جبکہ یقین یا گمان غالب ہو کہ ابھی رات باقی ہے یعنی صبح صادق سے پہلے یقینی طور پر یا گمان غالب کے مطابق سحری سے فارغ ہو جانا چاہئے، جب وقت میں شک واقع ہو جائے تو اب سحری کھانا مکروہ ہے۔

۳۔ جن روزوں کے لئے دن میں روزہ رکھنے کی نیت کرنا جائز ہے ان سب صورتوں میں رات کو یعنی صبح صادق سے پہلے روزہ کی نیت کرنا مستحب و افضل ہے۔

۴۔ روزہ کی نیت زبان سے بھی کہنا مشائخ کرام کی سنت و مستحسن ہے، زبان سے نیت کے لئے مثلاً یوں کہے۔ وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

۵۔ سورج غروب ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا افضل ہے، مستحب یہ ہے کہ نمازِ مغرب سے پہلے افطار کرے، ابر و غبار والے دن زیادہ جلدی نہ کرے بلکہ پوری طرح اطمینان کر لے، جو شخص بلند جگہ مینار وغیرہ پر ہو تو جب تک اس کے نزدیک سورج غروب نہ ہو جائے اس وقت تک روزہ افطار نہ کرے اگرچہ نیچے والوں کے نزدیک غروب ہو چکا ہو اور وہ افطار کر چکے ہوں کیونکہ بلندی والوں کے لئے ان کے اپنے مطلع کا اعتبار ضروری ہے اور نیچے والوں کے لئے ان کے اپنے مطلع کا اعتبار ضروری ہے۔

۶۔ چھوہارے یا کھجور سے افطار کرنا مستحب ہے اور ان کا طاق عدد ہونا الگ مستحب ہے، اگر یہ نہ ہوں تو پھر کسی اور میٹھی چیز سے افطار کرنا مستحب ہے، اگر کوئی بھی میٹھی چیز نہ ہو تو پانی سے افطار کرنا مستحب ہے، بعض لوگ نمک کی کنکری سے روزہ کھولنا سنت سمجھتے ہیں اور اس

میں بڑا ثواب سمجھتے ہیں یہ غلط عقیدہ ہے۔

۷۔ افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے!

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَبِکَ اٰمَنْتُ وَعَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ وَصَوْمَ الْغَدِمِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ نَوَیْتُ فَاغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَااَخَّرْتُ ط

یا صرف یہ کہے!

اَللّٰھُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ اَفْطَرْتُ ط

روزہ دار کے لئے مستحب ہے کہ روزہ افطار کرتے وقت دنیا و آخرت کے لئے جو دعا چاہے مانگے اور افطار کے بعد یہ دعا پڑھے۔

ذَھَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی

۸۔ اگر کسی مؤمن کا روزہ افطار کرائے تو افطار کرانے والے کو بھی اس کے مثل اجر حاصل ہوگا، اگرچہ ایک گھونٹ لسی یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی کے ساتھ افطار کرائے۔

۹۔ روزہ دار کے لئے اپنے اعضا یعنی کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں وغیرہ کو مکروہات مثلاً بکواس، جھوٹ، غیبت، چغلی، جھوٹی قسم، شہوت کی نظر، فحش، ظلم، دشمنی، ریاکاری وغیرہ سے بچانا مستحب ہے اگرچہ تمام گناہوں سے بچنا ہر وقت واجب ہے لیکن روزہ دار کے لئے اس کی اور زیادہ تاکید ہے اور مستحب ہونے سے مراد روزہ کا پورا ثواب حاصل ہونا ہے۔

فائدہ

روزہ کے تین درجے ہیں: اول۔ عام لوگوں کا روزہ، اور وہ یہ ہے کہ کھانے پینے اور جماع سے رُکا رہے، یہ روزے کا ادنیٰ درجہ ہے۔ دوم۔ خواص یعنی صالحین کا روزہ، اور وہ یہ ہے کہ عوام کی طرح کھانے پینے اور جماع سے بھی رُکا رہے اور اپنے کان، آنکھ، زبان، ہاتھ پاؤں اور تمام اعضائے بدن کو گناہوں سے بچاتا رہے اور مباح امور میں مصروف رہنے سے بھی حتی الامکان بچتا رہے۔ سوم۔ اخص الخواص کا روزہ۔ اور وہ یہ ہے کہ اس میں عوام و خواص کے روزے کی صفات بھی پائی جائیں اور ساتھ ہی وہ اپنے قلب کو ادنیٰ خواہشات اور دنیاوی افکار سے باز رکھے اور اپنے دل کو غیر اللہ سے پوری طرح ہٹا کر ہر وقت مشاہدۂ حق میں

مستغرق رہے، البتہ جو دنیاوی کام دین کے معاون ہیں وہ آخرت کا سرمایہ ہیں ان میں مشغول ہونے سے اخص الخواص کے روزے میں کوئی حرج نہیں ہوتا لیکن حتی الامکان ان امور سے بھی بچتا رہے اور یہ درجہ انبیا علیہم السلام و صدیقین اور مقربین اولیا اللہ کے روزے کا ہے اور یہ سب سے اعلیٰ درجے کا روزہ ہے۔

۱۰۔ روزے کی حالت میں جس وقت چاہے مسواک کرسکتا ہے ہر وقت مستحب ہے اور جس وقت منہ کی بو متغیر ہو جائے اور سو کر اٹھنے کے بعد اور ہر عبادت کے وقت یعنی وضو کرتے وقت، نماز پڑھتے وقت، قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت اور درس و تدریس وغیرہ کے وقت اس کی زیادہ تاکید ہے۔

۱۱۔ رمضان المبارک میں اور دنوں کی نسبت عبادت اور خیرات کی کثرت کرنا خصوصاً رمضان کے اخیر عشرہ میں راتوں کو جاگنا مستحب ہے اور مسجد میں اعتکاف کرنا سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ ہے جیسا کہ اعتکاف کے بیان میں مذکور ہے۔

۱۲۔ روزے میں ان چیزوں سے بچنا مستحب ہے جن سے دوسرے اماموں کے نزدیک روزہ فاسد ہو جاتا ہے اور احناف کے نزدیک فاسد نہیں ہوتا۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور وہ چیزیں روزے میں مکروہ ہیں یا وہ مکروہ نہیں

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا وہ دو قسم کی ہیں ایک وہ ہیں جن کا کرنا روزہ دار کے لئے مکروہ ہے اور دوسری وہ چیزیں ہیں جن کا کرنا روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں ہے۔ یعنی ان کا کرنا بلا کراہت جائز و مباح ہے، ان دونوں قسم کے امور کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ مردوں کے لئے روزے کی حالت میں سرمہ لگانا مکروہ نہیں ہے خواہ خوشبو والا ہو یا کوئی اور سرمہ ہو جبکہ اس سے زینت کا قصد نہ ہو بلکہ دوائی کے طور پر لگایا جائے اور اگر زینت کے قصد سے لگایا جائے تو مکروہ ہے، عورتوں کے لئے زینت کے قصد سے لگانا بھی مکروہ نہیں ہے، جس کا روزہ نہ ہو اس کے لئے بھی یہی حکم ہے، اصح یہ ہے کہ سرمہ لگانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اگر چہ سرمہ کا اثر یعنی ذائقہ حلق میں یا اس کی سیاہی کا رنگ تھوک یا رینٹھ میں ظاہر ہو جائے، اسی طرح اگر آنکھ میں دودھ یا تیل یا دوائی ٹپکائی تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اگر چہ اس

کا مزہ حلق میں محسوس ہو۔

۲۔ مونچھوں اور ڈاڑھی میں تیل لگانا مکروہ نہیں ہے خواہ اس تیل میں خوشبو وغیرہ ملی ہوئی ہو بلکہ تیل لگانا مستحسن ہے جبکہ زینت کے قصد سے نہ ہو اور اگر زینت کے قصد سے تیل لگائے تو مکروہ ہوگا اور اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور ایسا کرنا روزے کے بغیر بھی مکروہ ہے۔

۳۔ بدن پر تیل ملنا یا سر میں تیل ڈالنا مکروہ نہیں ہے خواہ وہ تیل خوشبو دار ہو، اور بدن کے مساموں سے جو تیل اندر داخل ہو جاتا ہے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ اس تیل کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرے یا نہ کرے جیسا کہ کوئی شخص ٹھنڈے پانی سے غسل کرے اور اس کی ٹھنڈک اپنے جگر میں محسوس کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۴۔ روزہ دار کے لئے وضو کے علاوہ بھی کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا یا ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے غسل کرنا، سر پر پانی ڈالنا، پانی کے اندر بیٹھنا اور بھیگا ہوا کپڑا لپیٹنا مکروہ نہیں ہے، اسی پر فتویٰ ہے۔ لیکن اگر اس سے عبادت کی ادائیگی میں بے قراری و بے چینی کا اظہار پایا جائے تو وہ مکروہ ہے کیونکہ روزہ میں بے قراری اور گھبراہٹ ظاہر کرنا مکروہ ہے۔

۵۔ روزے کی حالت میں مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے، خواہ روزہ فرض ہو یا نفل اور خواہ مسواک تر جڑ یا شاخ کی ہو یا خشک ہو اور خواہ پانی میں بھیگی ہوئی یا بغیر بھیگی ہو، اور خواہ صبح کے وقت کی جائے یا شام کے وقت یعنی زوال سے پہلے کی جائے یا زوال کے بعد کسی حال میں بھی مطلقاً کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ روزہ دار کے لئے بھی اسی طرح سنت ہے جس طرح بغیر روزہ دار کے لئے سنت ہے اور زوال کے بعد بھی اسی طرح سنت ہے جس طرح زوال سے قبل سنت ہے۔

۶۔ روزہ دار کے لئے مشک و گلاب وغیرہ کسی خوشبو کا سونگھنا مکروہ نہیں ہے۔ لیکن اگر لوبان وغیرہ کی دھونی سُلگائی پھر اس کو اپنے پاس رکھ کر سونگھا اور اُس کا دھواں اندر گیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۷۔ روزہ دار کے لئے قصداً اپنا تھوک منہ میں جمع کر کے نگلنا مکروہ ہے اور قصداً جمع کئے بغیر تھوک کو نگلنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے، اور تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اگرچہ قصداً جمع کر کے نگلا ہو، اسی طرح اگر باتیں کرتے وقت یا پڑھتے وقت یا کسی اور وقت مثلاً ذکر کرتے وقت کسی کے منہ میں تھوک جمع ہو جائے یا ہونٹ تھوک سے تر بتر ہو جائیں

اور وہ اس کو نگل جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۸۔ اگر روزہ دار کے منہ سے لعاب (رال) بہہ کر ٹھوڑی تک آ جائے اور اس کا تار منھ کے اندر کے لعاب سے ملا ہوا ہو ٹوٹا نہ ہو پھر وہ اُس رال کو منہ کے اندر واپس کھینچ کر نگل جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اگرچہ اس نے عمداً نگل لیا ہو اور اگر اس کا تار منہ کے لعاب سے ٹوٹ گیا تھا تو اب اس لعاب کے نگلنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۹۔ کلی کرنے کے بعد ایک دفعہ تھوکا اس کے بعد جو تری اُس کے منہ میں باقی رہ گئی اگر اس کو تھوک کے ساتھ نگل گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ وہ ایسی تری ہے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے، کلی کا پانی منہ سے گرانے کے بعد ایک دفعہ تھوکنا کافی ہے بار بار تھوکنا شرط نہیں ہے۔

۱۰۔ اگر کسی کے دماغ سے ناک میں رینٹھ آئی یا ناک ہی سے رینٹھ پیدا ہوئی پھر اس نے اس کو سانس کے ساتھ اوپر چڑھا لیا اور عمداً نگل گیا تو اس سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ وہ تھوک کے حکم میں ہے لیکن احتیاطاً اس کو نگلنے کی بجائے باہر ڈالنا چاہئے کیونکہ امام شافعیؒ کے قول پر اس کا روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

۱۱۔ اگر کسی کے حلق میں پینے یا چھاننے کا غبار یا دوائی کوٹتے ہوئے اس کا غبار یا دھواں، یا خاک کا غبار یا اس قسم کی کوئی اور چیز داخل ہوئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا خواہ اس کو اپنا روزہ یاد ہو یا نہ ہو، اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ روزہ دار کے فعل کے بغیر خود بخود داخل ہو جائے اور اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے اس نے اپنے فعل سے ان میں سے کسی چیز کو داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا، مکھی یا مچھر کے بلا قصد پیٹ میں پہنچ جانے سے بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۱۲۔ اگر دھاگا بٹنے کے ارادہ سے تر کرنے کے لئے چند بار اپنے منہ میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اگر دھاگا رنگین ہو اور اسکا رنگ تھوک میں ظاہر ہو جائے وہ اس کو نگل جائے اور روزہ یاد ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۳۔ کسی چیز کو چکھنے یا چبانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے اگر عذر کے ساتھ ہو تو مکروہ نہیں ہے، چکھنے کے لئے عذر یہ ہے کہ کسی عورت کا خاوند بدمزاج ہو کھانے میں نمک کم و بیش ہونے پر بہت ناراض ہوتا اور سختی کرتا ہو، اور چکھنے کا مطلب یہ ہے

کہ زبان کی نوک سے اس طرح چکھ لے کہ اس کا کوئی جز وحلق میں نہ جائے اور پکا ہوا نرم کھانا چبانے کا عذر یہ ہے کہ بچہ بھوکا ہے اور اس کے لئے پکا ہوا نرم کھانا نہیں ہے اور نہ ہی دودھ ملتا ہے اور نہ ہی کوئی حیض یا نفاس والی عورت یا کوئی بے روزہ شخص مثلاً نابالغ یا مریض وغیرہ موجود ہے جو اس بچہ کو کھانا چبا کر کھلا دے تو روزہ دار عورت کے لئے کھانا چبا کر بچہ کو کھلا دینے میں مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس غذا کا کوئی جز و اس کے حلق میں نہ جائے ورنہ اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔

۱۴۔ مصطگی (ایک قسم کا گوند) کا چبانا مردوں کے لئے مکروہ ہے خواہ روزہ سے ہوں یا بغیر روزہ کے، لیکن جس شخص کا روزہ نہ ہو کسی عذر مثلاً گندہ ذہنی کے لئے تنہائی میں چبائے تو مکروہ نہیں ہے اور عورت کے لئے حالتِ روزہ کے علاوہ مصطگی کا چبانا مستحب ہے روزے کی حالت میں عورت کے لئے بھی مکروہ ہے، مصطگی کے چبانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن اگر اس کا کچھ حصہ حلق میں چلا جائے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔ مصطگی کے علاوہ کسی اور گوند کے چبانے سے ہر حال میں روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس طرح اس کا کچھ حصہ تھوک میں مل کر پیٹ میں چلا جائے گا۔

۱۵۔ اگر کسی شخص نے سالم ہلیلہ (ہڑ) کو چوسا اور تھوک اس کے حلق میں داخل ہو گیا تو جب تک ہڑ کا کوئی جز وحل ہو کر یا ٹوٹ کر اس کے حلق میں نہ جائے روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر شکر یا مصری کی ڈلی چوسی اور اس کا پانی حلق میں داخل ہوا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس پر قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

۱۶۔ روزہ دار کو استنجا کرنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے، اسی طرح کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں بھی مبالغہ کرنا مکروہ ہے اور بے روزہ شخص کے لئے یہ امور سنت ہیں، کلی میں مبالغہ یہ ہے کہ دیر تک منہ میں پانی بھرا رکھے یا غرغرہ کرے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ یہ ہے کہ ناک میں پانی کو اوپر کھینچے کہ ناک کے سخت حصے تک پہنچ جائے اور استنجا میں مبالغہ یہ ہے کہ پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور مقعد کو ڈھیلا چھوڑ دے۔

۱۷۔ اگر روزہ دار پانی (دریا و تالاب وغیرہ) میں ریح خارج کرے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا خواہ ریح آواز سے خارج ہو یا بغیر آواز کے لیکن یہ فعل مکروہ ہے اور یہ فعل روزے کی حالت کے بغیر بھی مکروہ ہے۔

۱۸۔ اگر روزہ دار کے کان میں اس کے فعل کے بغیر پانی داخل ہوگیا تو بالاتفاق اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس کے اپنے فعل سے داخل ہوا تو اس بارے میں دو قول ہیں اور دونوں کو فقہا نے صحیح کہا ہے اس لئے احتیاطاً دن کے وقت اس سے پرہیز کرے اور دن کے وقت کنوئیں یا نہر وغیرہ کے پانی میں غوطہ لگانے سے بھی پرہیز کرے لیکن اگر ایسا کیا اور اس کے کان میں پانی داخل ہوگیا تو راجح یہ ہے کہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس کے کان میں پانی داخل نہیں ہوا تو اس صورت میں بلاخلاف روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۱۹۔ صحیح یہ ہے کہ پانی میں تیرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن اشد مکروہ ہے اس لئے اس سے پرہیز کرے اور اگر شدید ضرورت درپیش ہو تو اپنے جسم کو سیدھا رکھے اور پاؤں کو ملائے اور جسم کو زیادہ حرکت دینے سے پرہیز کرے، روزہ دار کو کثیر پانی میں کھیلنا مکروہ ہے۔

۲۰۔ اگر کسی نے اپنے کان میں تیل ڈالا تو بالاتفاق اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۲۱۔ اگر کان میں تنکا پھرا کر باہر نکالا اور اس تنکے پر کان کا میل لگ گیا پھر اس کو میل سمیت دوبارہ کان میں داخل کیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۲۲۔ اگر کسی مرد نے اپنے پیشاب کے مقام میں پانی یا تیل وغیرہ ٹپکایا اور وہ مثانے میں پہنچ گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا یہی صحیح مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر عورت نے اپنے پیشاب کے مقام میں پانی یا تیل وغیرہ ٹپکایا تو بلاخلاف اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا یہی صحیح ہے۔

۲۳۔ سحری کھانے کے بعد اگر کچھ دانتوں میں رہ گیا ہو اور وہ چنے کی مقدار سے کم ہو تو روزہ کی حالت میں منہ کے اندر ہی سے اس کے کھا لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوگا خواہ اس کو چبا کر کھایا ہو یا ویسے ہی نگل لیا ہو اور خواہ قصداً ہو یا بلا قصداً لیکن اگر اس کو منہ سے باہر نکال کر دوبارہ منہ میں ڈال کر کھائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو تو مطلق طور پر روزہ فاسد ہو جائے گا خواہ اس کو باہر نکال کر کھائے یا بغیر نکالے ہی کھا جائے، اگر صبح صادق سے پہلے پان کھا کر خوب کلی، غرغرہ کر کے منہ صاف کرلیا لیکن تھوک کی سرخی نہیں گئی تو اس کا کچھ حرج نہیں اس کا روزہ درست ہے۔

۲۴۔ اگر باہر سے منہ میں لیکر تل کو چبایا یا اس کی مانند کوئی اور ایسی چیز چبائی جو منھ میں ہی فنا اور لاشئ ہو جاتی ہے تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن اگر اس کا مزہ حلق میں محسوس ہو تو

روزہ فاسد ہو جائے گا اور اگر اس کو باہر سے منہ میں ڈال کر بغیر چبائے نگل گیا تو بھی روزہ فاسد ہو جائے گا۔

۲۵۔ جب دانتوں سے خون نکل کر حلق میں داخل ہو جائے اگر تھوک غالب ہو اور خون کا مزہ حلق میں محسوس نہ ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۲۶۔ پیٹ یا دماغ کے زخم میں دوائی لگانے میں اگر دوائی کے پیٹ یا دماغ میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا ورنہ نہیں خواہ دوائی خشک ہو یا تر ہو۔

۲۷۔ اگر کسی کے نیزہ یا تیر چبھ گیا اور اس کے پیٹ تک پہنچ گیا اور اس کا ایک سرا باہر کی طرف نکلا ہوا ہے یا تیر دوسری طرف سے باہر نکل گیا یا نیزہ کی انی (نوک) پیٹ میں رہ گئی تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۲۸۔ اگر ضعف کا خوف نہ ہو تو پچھنے لگوانے اور فصد کُھلوانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن اگر ضعف کا خوف ہو تو مکروہ ہے اس لئے غروبِ آفتاب تک تاخیر کرے۔

۲۹۔ روزے کی حالت میں بھول کر کچھ کھا پی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ روزہ فرض ہو یا نفل اور خواہ قضا یا کفارہ کا روزہ ہو، اور روزہ کی نیت کرنے سے پہلے بھول کر کھانے پینے کا بھی وہی حکم ہے جو نیت کر لینے کے بعد بھول کر کھانے پینے کا ہے یہی صحیح ہے پس جن روزوں میں دوپہر شرعی سے پہلے نیت کرنا جائز ہے ان میں اگر کسی شخص نے صبح صادق سے پہلے روزہ کی نیت نہیں کی پھر دوپہر شرعی سے پہلے بھول کر کچھ کھا پی لیا اور پھر دوپہر شرعی سے پہلے روزہ کی نیت کر لی تو اس کا روزہ رکھنا صحیح ہے، بھول کر کھانے پینے کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کھانے پینے کے دوران یاد آ جانے پر فوراً کھانا پینا ترک کر دے اور لقمہ مُنھ سے فوراً باہر نکال دے اور منہ میں کچھ نہ رہنے دے اگر اس کے بعد کچھ نگل گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص روزہ دار کو کھاتے پیتے ہوئے دیکھے تو اگر اس میں اتنی قوت دیکھے کہ غروب آفتاب تک وہ بغیر کمزوری کے روزہ پورا کر لے گا تو اس کو یاد دلا دے اگر وہ یاد نہیں دلائے گا تو یہ اس کے لئے مکروہِ تحریمی ہے اور اگر وہ شخص ایسا ہے کہ اس کو روزے سے ضعف ہو جائے گا اور اگر کھا پی لے گا تو عبادت اچھی طرح ادا کر سکے گا، یا وہ بہت ضعیف ہے تو گنجائش ہے کہ اس کو یاد نہ دلائے اور ایسا کرنے سے وہ شخص گنہگار نہیں ہوگا بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ اس کو یاد نہ دلائے۔

۳۰۔ اگر کسی روزہ دار نے کسی چوپایہ یا مُردہ یا ایسی لڑکی کے ساتھ جماع کیا جو شہوت کے لائق نہیں ہے یا ران یا ناف یا پیٹ یا بغل وغیرہ میں جماع کیا یا بوسالیا یا گدگدایا یا ہونٹوں کو چوسا یا مباشرت کی، اگرچہ فاحشہ ہو (یعنی ننگے ہوکر دونوں نے اپنی اپنی پیشاب گاہوں کو ملایا) یا مس کیا یا معانقہ کیا یا مصافحہ کیا اور ان سب صورتوں میں انزال نہیں ہوا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اُس پر غسل فرض نہیں ہوگا لیکن روزے کی حالت میں یہ سب افعال مکروہ ہیں، اور اگر ان صورتوں میں انزال ہوگیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا لازم ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا اور اس پر غسل واجب ہو جائے گا جیسا کہ مفسدات روزہ میں مذکور ہے، اسی طرح اگر کسی عورت کے منہ یا فرج کو شہوت سے دیکھا اور انزال ہوگیا یا شہوت کا خیال باندھنے سے انزال ہوگیا تو بالاتفاق اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اگرچہ غیر محرم کی طرف بار بار دیکھنا حرام ہے لیکن حرمت سے روزہ کا فاسد ہونا لازم نہیں آتا اور اگر اس کو انزال نہیں ہوا تو بدرجۂ اولیٰ روزہ فاسد نہیں ہوگا، اسی طرح دن میں احتلام ہو جانے سے بھی بالاتفاق روزہ فاسد نہیں ہوتا اگر عورت کو اُس کے کپڑوں کے اوپر سے مس کیا اور منی خارج ہوگئی تو اگر اس کے جسم کی حرارت محسوس نہیں ہوئی تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر حرارت محسوس ہوئی تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

۳۱۔ اگر روزہ دار کو جنابت کی حالت میں صبح ہوئی تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اگرچہ پورا دن یا کئی دن جنابت کی حالت میں رہے لیکن اس کو بلاعذر قصداً غسل میں تاخیر کرنا مکروہ ہے اور غسل نہ کرنے کی وجہ سے اس کی جو نمازیں قضا ہوں گی ان کا گناہ ہوگا۔

۳۲۔ صرف روزہ توڑنے کی نیت کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک کہ اس کے ساتھ روزہ توڑنے کا فعل واقع نہ ہو۔

۳۳۔ روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا، گالی گلوچ کرنا، کسی کی غیبت کرنا گناہ اور مکروہ فعل ہے جیسا کہ روزے کے بغیر بھی گناہ ہے لیکن ان امور سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں

روزے کی حالت میں جن چیزوں سے رُکنا فرض ہے یعنی کھانا پینا و جماع ان میں سے کسی فعل کے ارتکاب سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یعنی ٹوٹ جاتا ہے خواہ اس کا ارتکاب عذر کے ساتھ ہو یا بلا عذر ہو اور خواہ قصداً ہو یا خطاً ہو اور خوشی سے ہو یا کسی کے زبردستی کرنے سے ہو لیکن بھول کر کھانے پینے وغیرہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا، روزہ کو توڑنے والی چیزیں دو قسم کی ہیں ایک وہ جن سے صرف قضا لازم ہوتی ہے اور دوسری وہ جن سے قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں، پس روزہ کے فاسد ہو جانے پر قضا تو ہر صورت میں واجب ہوتی ہے اور اس کے ساتھ کفارہ خاص خاص صورتوں میں واجب ہوتا ہے اور یہ ان صورتوں میں ہوتا ہے جن میں روزہ توڑنے والا فعل یعنی کھانا یا پینا یا جماع کامل طور پر یعنی صورۃً و معنیً دونوں طرح ایک ساتھ پایا جائے اور وہ فعل عمداً ہو اور اپنی مرضی سے ہو کسی کے جبر و اکراہ سے نہ ہو اور اس کی اور بھی شرطیں ہیں اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی پائی نہ گئی تو روزہ ٹوٹ جانے پر صرف قضا لازم ہوگی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔ کفارہ واجب ہونے کی شرطیں اور ان کے متعلق مسائل مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کھانا اور پینا صورۃً و معنیً ایک ساتھ پایا جانا

جو چیز غذا یا دوا کے طور پر منہ کے راستے سے پیٹ میں پہنچائی جائے اور اس سے بدن کی اصلاح مقصود ہو یعنی وہ عادت کے طور پر غذا یا دوا کے قصد سے استعمال ہوتی ہو یا اس سے لذت حاصل کی جاتی ہو اور طبیعت اس سے نفرت نہ کرتی ہو تو وہ صورۃً و معنیً دونوں طرح روزے کو توڑنے والی ہے اس لئے اس کے ارتکاب سے روزہ فاسد ہو کر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، ان کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ اگر کسی روزہ دار نے کسی اناج کی روٹی یا دیگر کھانے پینے کی کوئی چیز یا روغنیات یا دودھ یا دہی کھایا یا پیا یا کوئی دوا یا خوشبو مشک زعفران وغیرہ کھائی تو اس پر قضا و کفارہ دونوں

واجب ہیں۔

۲۔ اگر کسی روزہ دار نے سرکہ، شوربہ یا کسم یا زعفران یا باقلا وغیرہ کا پانی یا خربوزہ و تربوز و ککڑی و کھیرا وغیرہ یا انگور کی شاخوں کا پانی پیا یا بارش کے قطرے یا برف یا اولا اپنے قصد سے کھایا پیا تو اس پر قضا و کفارہ واجب ہوں گے۔

۳۔ اگر کسی روزہ دار نے ایسی مٹی کھائی جو دوائی کے طور پر کھائی جاتی ہو مثلاً گلِ ارمنی تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، اسی طرح جس کو گلِ ارمنی کے علاوہ کسی اور مٹی کے کھانے کی عادت ہو تو اس کے کھانے سے بھی قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اگر اس کو مٹی کھانے کی عادت نہ ہو تو صرف قضا واجب ہوگی، اسی طرح ہر وہ لکڑی جو دوا کے طور پر کھائی جاتی ہے جیسے اصل السوس (ملیٹھی) وغیرہ، اس کے کھانے سے بھی مطلقاً کفارہ واجب ہوگا۔

۴۔ اگر کسی روزہ دار نے ایک دفعہ میں کثیر نمک کھایا تو اس کا روزہ فاسد ہو کر صرف قضا واجب ہوگی لیکن اگر اس کو چند بار میں تھوڑا تھوڑا کر کے کھایا تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، قلیل سے مراد اتنی مقدار ہے جس کو ایک دم کھانے کی عادت ہو، اور جس مقدار کے ایک دم کھانے کی عادت نہ ہو وہ کثیر ہے۔

۵۔ اگر کسی درخت کے سبز پتے کھائے اور وہ اس قسم کے ہیں جو عادۃً کھائے جاتے ہیں جیسے کہ انگور کے چھوٹے اور سبز پتے تو اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اور اگر ایسے نہ ہوں تو صرف قضا واجب ہوگی، اسی طرح جن سبزیات و نباتات کے کچا کھانے کی عادت ہوتی ہے جیسے شلغم، مولی، گاجر، پیاز وغیرہ ان کے کچا کھانے سے کفارہ واجب ہوگا اور جو ایسی نہ ہوں ان کے کچا کھانے سے صرف قضا واجب ہوگی۔

۶۔ جو چیز بغیر چبائے نگل کر کھائی جاتی ہو اس کو باہر سے منہ میں داخل کر کے بغیر چبائے نگل جانے سے کفارہ واجب ہوگا اگرچہ وہ قلیل ہو جیسے تل وغیرہ کا دانہ، پس تازہ بادام سالم، سیب سالم، چھوٹا تربوز، چھوٹا خربوزہ، چھوٹا شفتالو، ہلیلہ وغیرہ کے سالم نگل جانے سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

۷۔ اگر گیہوں یا جو یا مکئی یا چاول یا باجرہ وغیرہ کے آٹے کو گھی یا شہد میں ملایا گیا ہو یا پانی سے تر کر کے اس میں شکر ملائی گئی ہو تو روزہ کی حالت میں اس کے کھانے سے کفارہ واجب ہوگا۔

۸۔ اگر روزہ دار نے اپنے کسی محبوب یا اپنی بیوی کا تھوک نگل لیا یا اس کا چبایا ہوا لقمہ کھایا تو کفارہ واجب ہوگا ان کے علاوہ کسی اور کا تھوک یا جھوٹا لقمہ کھانے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔

۹۔ اگر کسی روزہ دار نے کچا گوشت کھایا اگرچہ وہ سڑا بُسا ہوا ہو تو اس پر کفارہ واجب ہوگا لیکن اگر کچے گوشت میں کیڑے پڑ گئے ہوں تو اس کے کھانے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔

۱۰۔ کچی چربی کھانے سے کفارہ واجب ہوگا یہی صحیح ہے۔

۲۔ جماع کا حقیقتاً یعنی صورتاً و معناً ایک ساتھ پایا جانا

۱۔ اگر روزہ کی حالت میں جماع حقیقتاً یعنی صورتاً و معناً ایک ساتھ پایا جائے یعنی زندہ عورت کے قُبل یا مرد یا عورت کے دُبر میں جماع (دخول) کرے اور محل جماع عادۃً شہوت کے قابل ہو تو خواہ انزال ہو یا نہ ہو فاعل و مفعول دونوں پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اور فتویٰ اس پر ہے کہ نو سال کی لڑکی عادۃً محلِ شہوت ہے خواہ دُبلی ہو یا موٹی اس سے کم عمر کی نہیں۔

جماع حقیقتاً سے کفارہ واجب ہونے کے مسائل یہ ہیں

۱۔ اگر کسی شخص نے جان بوجھ کر کسی زندہ انسان کے قُبل یا دُبر میں مجامعت کی اور حشفہ (سرِ ذکر) پوری طرح داخل ہوگیا تو خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو اس پر کفارہ واجب ہوگا اور جس سے جماع کیا جائے اگر اس کی رضامندی سے ہو تو اُس پر بھی کفارہ واجب ہوگا اور اگر اس سے زبردستی کی گئی ہو تو اس مفعول بہ پر صرف قضا واجب ہوگی اگرچہ دورانِ جماع میں اس کی رضامندی حاصل ہوگئی ہو۔

۲۔ اگر کسی نابالغ لڑکے نے اپنی بیوی سے جماع کیا اور اس کا سرِ ذکر عورت کی فرج میں پورا داخل ہوگیا تو اس عورت پر کفارہ واجب ہوگا۔

۳۔ اگر کسی شخص نے اپنے ذکر پر کپڑا لپیٹ کر عورت سے جماع کیا تو اگر وہ کپڑا حرارتِ شہوت کا مانع نہیں ہے تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔ لیکن اگر حرارت پہنچنے کا مانع ہے تو کفارہ واجب نہیں ہوگا یعنی صرف قضا واجب ہوگی لیکن مجموعہ خانی میں فتاویٰ حجۃ سے

منقول ہے کہ اس صورت میں اس پر قضا بھی واجب نہیں ہوگی۔

۳۔ عمداً افطار کرنا

اگر کسی شخص نے اپنے قصد سے روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ واجب ہوگا خطاً روزہ توڑنے والے پر صرف قضا واجب ہوگی۔ تفصیل صرف قضا لازم ہونے کے بیان میں ہے۔

۴۔ رضامندی سے افطار کرنا

کفارہ واجب ہونے کی ایک شرط رضامندی ہے پس اگر کسی روزہ دار نے اپنی مرضی سے عمداً کھایا پیا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، اگر کسی روزہ دار نے روزہ دار عورت کے ساتھ اس کی رضامندی سے عمداً مجامعت کی تو ان دونوں پر کفارہ واجب ہوگا۔

۵۔ اضطرار نہ ہونا

کفارہ لازم ہونے کے لئے ایک شرط یہ ہے کہ روزہ کا توڑنا حالتِ اضطرار میں نہ ہو پس اگر اضطرار کی حالت میں توڑا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۶۔ روزہ دار کے فعل سے روزے کا ٹوٹنا

کفارہ لازم ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ روزے کا توڑنا روزہ دار کے اپنے فعل سے ہو پس اگر فعل کے بغیر غبار یا دھواں یا کوئی اور روزہ توڑنے والی چیز روزہ دار کے پیٹ میں چلی گئی تو اس سے روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لئے نہ اس پر قضا واجب ہوگی نہ کفارہ کیونکہ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے اور اگر روزہ توڑنے والی چیز اس کے فعل سے پیٹ میں داخل ہوئی اور کفارہ لازم ہونے کی دوسری سب شرائط بھی پائی گئیں تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اور اگر دوسری شرطوں میں سے کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو اس کا روزہ فاسد ہوکر صرف قضا واجب ہوگی۔

۷۔ روزہ توڑنے کے بعد ایسا عذر لاحق نہ ہونا جس سے روزہ نہ رکھنا مباح ہو جاتا ہو

اگر کسی شخص نے رمضان کا ادائی روزہ جان بوجھ کر توڑ دیا پھر اس کو بیماری یا حیض یا

نفاس وغیرہ ایسا آسمانی عذر لاحق نہیں ہوا جس سے روزہ توڑنا مباح ہو جاتا ہو تو اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اور اگر ایسا کوئی عذر لاحق ہو گیا تو کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔

۸۔ روزہ توڑنے سے پہلے کسی ایسے عذر کا لاحق نہ ہونا جس سے روزہ نہ رکھنا مباح ہو جاتا ہو

اگر کسی روزہ دار شخص کو روزہ توڑنے سے پہلے سفر وغیرہ کوئی عذر جس سے روزہ نہ رکھنا مباح ہو لاحق نہیں ہوا تو کفارہ واجب ہوگا ورنہ صرف قضا واجب ہوگی، تفصیل قضا واجب ہونے کے بیان میں ہے۔

۹۔ روزے کا توڑنا رمضان کے ادائی روزوں میں سے ہو

رمضان المبارک کا ادائی روزہ بلاعذر جان بوجھ کر توڑ دینے سے کفارہ واجب ہوتا ہے اس کے علاوہ کسی اور روزہ کے توڑ دینے سے صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ واجب نہیں ہوتا حتیٰ کہ قضائے رمضان کا روزہ توڑ دینے سے بھی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

۱۰۔ رمضان کے ادائی روزے کی نیت رات کے وقت کرنا

اگر کسی نے فجر طلوع ہونے سے پہلے رمضان کے ادائی روزہ کی نیت کی پھر طلوع فجر کے بعد کسی وقت روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر روزے کی نیت طلوعِ فجر سے قبل نہیں کی بلکہ طلوعِ فجر کے بعد دوپہر شرعی سے پہلے نیت کی پھر اس روزہ کو توڑ دیا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۱۱۔ روزہ دار کا مکلّف ہونا

کفارہ واجب ہونے کی ایک شرط یہ ہے کہ روزہ دار مکلف ہو یعنی اس میں روزے کی ادائیگی واجب ہونے اور صحیح ہونے کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں، اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی گئی مثلاً وہ مریض یا مسافر ہو یا حیض یا نفاس والی عورت ہو یا اس نے روزے کی نیت نہ کی ہو تو ایسے شخص پر روزہ توڑ دینے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا اور اگر کسی میں روزہ

واجب ہونے کی کوئی شرط نہ پائی گئی تو چونکہ اس پر روزہ فرض ہی نہیں ہوا اس لئے اس کے توڑ دینے پر نہ قضا واجب ہوگی نہ کفارہ۔

۱۲۔ عمداً روزہ توڑنا شبہ کے بغیر ہو یا وہ شبہ بے محل ہو

اس کی تفصیل صرف قضا واجب ہونے کے بیان میں ہے۔

۱۳۔ غروب میں تردد کی حالت میں افطار کرنا

اس مسئلہ کی نو صورتیں بنتی ہیں، جن میں سے چار صورتوں میں کفارہ واجب ہوتا ہے وہ یہ ہیں ۱۔ غروب آفتاب میں شک ہو اور افطار کے بعد اس کو پتہ نہ چلے کہ غروب ہوگیا تھا یا نہیں۔ ۲۔ افطار کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب نہیں ہوا۔ ۳۔ آفتاب غروب نہ ہونے کا گمان کیا اور اس کو افطار کے بعد یہ پتہ نہ چلا کہ غروب ہوگیا تھا یا نہیں۔ ۴۔ اس صورت میں افطار کے بعد ظاہر ہوا کہ آفتاب غروب نہیں ہوا، اور ایک صورت میں صرف قضا واجب ہوگی۔ جس کی تفصیل صرف قضا واجب ہونے کے بیان میں درج ہے اور باقی چار صورتوں میں کچھ واجب نہیں ہوگا۔ اسی طرح فجر طلوع ہونے میں تردد ہو تو اس مسئلہ کی بھی نو صورتیں ہوتی ہیں، لیکن ان سب صورتوں میں کفارہ واجب نہیں ہوتا تین صورتوں میں صرف قضا واجب ہوتی ہے اس لئے ان کی تفصیل صرف قضا واجب ہونے کے بیان میں درج ہے اور چھ صورتوں میں کچھ واجب نہیں ہوتا ان سب کی تفصیل عمدۃ الفقہ میں درج ہے۔

وقت میں تردّد ہو تو نفی کرنے والے کی شہادت پر اعتماد کرنا

اصول یہ ہے کہ اثبات والے کی شہادت قبول کی جاتی ہے نفی کرنے والے کی شہادت قبول نہیں کی جاتی پس اگر دو شخصوں نے فجر طلوع ہونے کی گواہی دی اور دوسرے دو شخصوں نے فجر طلوع نہ ہونے کی گواہی دی اور اس شخص نے افطار کر دیا یعنی کچھ کھا پی لیا پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس شخص پر قضا و کفارہ واجب ہے۔

۱۵۔ عادی و یقینی عذر کا گمان نہ ہونا

اس کی تفصیل صرف قضا واجب ہونے کے بیان میں ہے۔

روزے کے کفارے کا بیان

صرف رمضان المبارک کا ادائی روزہ توڑ دینے سے کفارہ واجب ہوتا ہے اور وہ بھی اس وقت ہے جب کہ کفارہ واجب ہونے کی تمام شرطیں پائی جائیں جو پہلے بیان ہو چکی ہیں، کفارے کے مسائل یہ ہیں۔

ا۔ رمضان کا ادائی روزہ توڑ دینے کا کفارہ ترتیب میں کفارہ ظہار کے مانند ہے یعنی پہلے غلام آزاد کرنا واجب ہے اگر غلام نہ ملے تو دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے، یہ ترتیب واجب ہے۔

۲۔ غلام میسر نہ آنے کی صورت میں لگاتار ایسے دو مہینے کے روزے رکھے کہ ان میں رمضان المبارک شامل نہ ہو اور پانچ دن جن میں روزہ رکھنا منع ہے یعنی عیدالفطر و عیدالاضحیٰ اور تین ایامِ تشریق درمیان میں نہ آئیں، اگر کفارے کے روزوں کی مدت میں ایک روزہ بھی چھوڑ دیا توڑ دیا خواہ عذر مثلاً بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایسا کیا ہو یا بلا عذر کیا ہو وہ سب روزے کفارے میں شمار نہیں ہوں گے بلکہ اب پھر نئے سرے سے پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنے ہوں گے لیکن عورت کے لئے حیض کے ایام میں روزہ نہ رکھنے سے ان روزوں کا پے در پے ہونا منقطع نہیں ہوتا اس لئے اس کو نئے سرے سے رکھنے کا حکم نہیں ہے مگر اس کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ جب حیض سے پاک ہو جائے تو متصل ہی پھر روزے شروع کر دے تاکہ پہلے روزوں کے ساتھ اتصال ہو جائے اگر پاک ہونے کے بعد ایک دن بھی ناغہ کر دیا تو اس کو بھی نئے سرے سے دو ماہ کے روزے پے در پے رکھنے لازم ہوں گے، نفاس والی عورت کا حکم حیض والی عورت کی طرح نہیں ہے بلکہ نفاس پے در پے ہونے کو منقطع کر دیتا ہے اور اس کو نفاس سے پاک ہونے کے بعد نئے سرے سے دو ماہ کے روزے پے در پے رکھنا واجب ہے۔

۳۔ اگر کفارے کے روزے چاند دیکھ کر قمری مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کر دیئے تو چاند کے حساب سے پورے دو مہینے کے روزے رکھے خواہ وہ دونوں مہینے کامل یعنی تیس تیس کے ہوں یا دونوں ناقص یعنی انتیس انتیس دن کے ہوں یا ایک کامل اور ایک ناقص ہو، اور اگر چاند کی پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور دن سے روزے شروع کئے تو ساٹھ روزے پورے کرے اگر اس صورت میں انسٹھ روزے پورے کر کے روزہ چھوڑ دیا تو اس پر نئے سرے سے دو مہینے

کے روزے رکھنے واجب ہوں گے۔

۴۔ اگر کوئی شخص کفارے کے دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے پر قادر نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں یا فقیروں کو کھانا کھلا دے یا دیدے یعنی اس کفارہ میں تملیک اور اباحت دونوں جائز ہیں اور اس کو اختیار ہے کہ ایک دم سے ساٹھ مسکینوں کو کھلا دے یا دیدے یا متفرق طور پر ایسا کرے۔

۵۔ تملیک کرنا (کھانا دینا) چاہے تو ہر مسکین یا فقیر کو مقدار و مصرف کے اعتبار سے صدقۂ فطر کی مانند دے کر اس کا مالک بنا دے اگر کسی مسکین کو صدقۂ فطر کی مقدار سے کم دیا تو وہ کفارہ ادا نہیں ہوا، اور اگر قیمت دینا چاہے تو گندم یا جو یا چھوہارا و کھجور یا کشمش میں سے جس کی قیمت چاہے دیدے اور اگر ان چاروں منصوص علیہ اجناس کے علاوہ کسی اور جنس سے کفارہ ادا کرے تو ان چاروں اجناس میں سے کسی ایک کی قیمت کے برابر جتنی دوسری جنس آتی ہو ادا کرے۔

٦۔ جب اباحت (کھانا کھلانے) کا ارادہ کرے تو ساٹھ مسکینوں یا فقیروں کو صبح و شام دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے خواہ ان کا پیٹ تھوڑے میں بھر جائے یا زیادہ میں بھرے کیونکہ اباحت میں پیٹ کا بھرنا معتبر ہے، مقدار معتبر نہیں ہے، صبح کے کھانے سے مراد دوپہر سے پہلے کا کھانا ہے اور شام کے کھانے سے مراد دوپہر کے بعد کا کھانا ہے، دونوں وقت کا کھانا دے صرف کسی ایک وقت کا اعتبار نہیں ہے، اگر ایک وقت پیٹ بھر کر کھلا دے اور دوسرے وقت کے کھانے کی قیمت یعنی نصف مقدارِ فطرہ دیدے تب بھی جائز ہے، کھانا کھلانے کی صورت میں اگر گیہوں کی روٹی ہو تو روکھی روٹی کھلانا بھی درست ہے اور اگر جو یا باجرہ یا جوار وغیرہ کی روٹی ہو تو اس کے ساتھ دال سالن وغیرہ دینا چاہئے جس کے ساتھ وہ روٹی کھائیں اور مستحب یہ ہے کہ صبح و شام دونوں وقت گیہوں کی روٹی دال سالن وغیرہ کے ساتھ کھلائی جائے روکھی نہ ہو۔

۷۔ اگر ساٹھ مسکینوں کو دو دن صبح کا کھانا پیٹ بھر کر کھلایا یا دو دن شام کا کھانا پیٹ بھر کر کھلایا تو اگر دوسری دفعہ کھانے والے وہی لوگ ہیں جنہوں نے پہلی دفعہ کھایا ہے۔ تو کفارہ ادا ہو جائے گا، اور اگر دوسری دفعہ کھانے والے دوسرے لوگ تھے تو کفارہ ادا نہیں ہوگا۔ جب تک ان دونوں فریق میں سے کسی ایک فریق کو دوبارہ نہ کھلائے۔

۸۔ اگر ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن تک دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلایا تو جائز ہے، اسی طرح اگر ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن تک ہر روز صدقۂ فطر کی مقدار دیتا رہا تب بھی جائز ہے، اگر ایک مسکین کو ایک ہی دن میں کفارہ کا سب طعام ایک دفعہ میں یا کئی دفعہ میں اباحت کے طور پر دیدیا تو صرف ایک دن کا ادا ہوگا اس لئے ایک کم ساٹھ مسکینوں کو اور دینا چاہئے اور اگر ایک فقیر کو کفارے کا سب طعام ایک دن میں ایک دفعہ میں تملیک کے طور پر دیدیا تب بھی یہی حکم ہے کہ صرف ایک ہی دن کا ادا ہوگا لیکن اگر کئی دفعہ میں تملیک کے طور پر دیا تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ اس صورت میں بھی ایک ہی دن کا ادا ہوگا۔

۹۔ اگر کسی نے ایک سال کے رمضان کے دنوں میں کئی دفعہ روزہ توڑا اور کسی روزے کا بھی کفارہ ادا نہیں کیا تو اس پر اُن سب روزوں کے توڑنے کا صرف ایک ہی کفارہ کافی ہوگا اور اگر ایک روزہ توڑنے کے بعد اس کا کفارہ ادا کر دیا پھر دوبارہ روزہ توڑ دیا تو اب اس کا الگ کفارہ دینا واجب ہوگا اگر کسی نے الگ الگ رمضان کا ایک ایک روزہ توڑ دیا اور دونوں روزوں کا کفارہ ادا نہیں کیا تو دونوں روزوں کا الگ الگ کفارہ دینا واجب ہوگا۔

روزہ ٹوٹ جانے کی وہ صورتیں جن میں صرف قضا واجب ہوتی ہے

روزہ فاسد ہونے کی صورت میں کفارہ لازم ہونے کے لئے جو شرطیں بیان ہو چکی ہیں اگر ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی گئی تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی، پس قضا لازم ہونے کی شرطیں کفارہ لازم ہونے کی شرطوں کے بالمقابل ہوئیں اور وہ شرطیں مع متعلقہ مسائل درج ذیل ہیں۔

ا۔ کھانا پینا صرف صورتاً یا صرف معناً پایا جانا

صرف صورۃً کھانے پینے کا مطلب یہ ہے کہ منہ کے راستے سے پیٹ میں ایسی چیز پہنچائی جائے جو روزہ کو توڑنے والی ہو اور اس میں بدن کی اصلاح نہ پائی جائے یا طبیعت اس چیز سے نفرت کرتی ہو اور اس سے لذت حاصل نہ کی جاتی ہو۔ اور کھانے پینے میں صرف معناً

افطار کا مطلب یہ ہے کہ روزہ توڑنے والی چیز منہ کے علاوہ کسی اور راستے سے پیٹ میں پہنچے اور اس چیز سے بدن کی اصلاح و درستی مقصود ہوتی ہو، ان دونوں صورتوں کے مسائل یہ ہیں۔

۱۔ اگر کسی شخص نے کنکری یا گٹھلی یا پتھر یا مٹی کی ڈلی یا روئی یا گھاس یا کاغذ کا ٹکڑا نگل لیا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی کیونکہ ان چیزوں کو عادت کے طور پر کھایا نہیں جاتا، اسی طرح ہر وہ چیز جسے عادت کے طور پر نہیں کھایا جاتا اس کے کھانے سے روزہ فاسد ہوکر صرف قضا واجب ہوگی۔

۲۔ اگر روزہ دار نے کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا یا خشک آٹا یا کچا باجرہ یا مسور یا ماش کھایا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۳۔ اگر کسی روزہ دار نے کوئی ایسا پھل کھایا جو پکنے سے پہلے نہیں کھایا جاتا اور نہ ہی وہ آگ پر پکایا گیا ہے اور نہ ہی اس میں نمک لگایا ہے تو صرف قضا واجب ہوگی اور ان میں سے کوئی ایک بات پائی گئی تو کفارہ بھی واجب ہوگا۔

۴۔ جو چیز عادتاً چبائے بغیر نہیں کھائی جاتی اس کو چبائے بغیر نگل جانا اسی طرح جس چیز کو عادتاً چھلکے سمیت نہیں کھایا جاتا اس کو چھلکے سمیت کھالینا، پس اگر کسی روزہ دار نے تر یا خشک اخروٹ یا خشک بادام یا خشک چلغوزہ یا تر یا خشک پستہ سالم نگل گیا یا انڈا چھلکے سمیت یا انار چھلکے سمیت نگل گیا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی کیونکہ یہ چیزیں عادتاً اس طرح نہیں کھائی جاتیں، اگر ان میں سے کسی چیز کو چبا کر نگلا اور اس میں مغز ہے تو اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا، اور اگر وہ بغیر مغز کے صرف چھلکے ہوں تو صرف قضا واجب ہوگی۔

۵۔ خربوزہ کا خشک چھلکا کھایا یا تر چھلکا کھایا اور وہ ایسا تھا کہ اس سے نفرت کی جاتی ہے تو صرف قضا لازم ہوگی اور اگر وہ تر چھلکا ایسا تھا جس سے نفرت نہیں کی جاتی تو کفارہ بھی واجب ہوگا۔

۶۔ اگر درخت کے پتے کھائے اور وہ اس قسم کے ہیں جو عادتاً کھائے نہیں جاتے تو صرف قضا واجب ہوگی اور اگر ایسے ہیں جو عادتاً کھائے جاتے ہیں تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

۷۔ انگور کا دانہ اس چھلکے سمیت سالم نگل لیا جو انگور کے دانہ اور ڈنڈی کے درمیان ہوتا ہے تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی اگر انگور کا دانہ اس چھلکے کے بغیر سالم نگل لیا تو کفارہ بھی

واجب ہوگا۔

۸۔ اگر اتنا نمک ایک دفعہ کھایا کہ جس کو عادتاً ایک دفعہ میں نہیں کھایا جاتا تو صرف قضا واجب ہوگی۔

۹۔ اگر گل ارمنی کے علاوہ کوئی اور مٹی کھائی اور اس کو اس کے کھانے کی عادت نہیں ہے تو صرف قضا واجب ہوگی۔

۱۰۔ اگر کوئی روزہ دار سونے یا چاندی یا لوہا یا تانبا یا زمرد وغیرہ نگل گیا یا چونا کھایا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی لیکن جس کو چونا کھانے کی عادت ہے اس پر کفارہ واجب ہونا چاہئے۔

۱۱۔ اگر چبائے ہوئے لقمے کو منہ سے نکال کر دوبارہ منہ میں ڈالا اور کھا گیا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی اور یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ اپنے منہ سے تھوک باہر نکال کر پھر چاٹ لیا ہو یا کسی دوسرے کے تھوک کو چاٹ لیا ہو لیکن اگر چبایا ہوا لقمہ یا تھوک اس کے دوست یا محبوب یا بیوی یا پیر کا ہے تو اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔

۱۲۔ اگر ایسا کچا گوشت کھایا جس میں کیڑے پڑ چکے ہوں تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی،

۱۳۔ اگر کسی روزہ دار کو قے ہو جائے تو صرف دو صورتوں میں روزہ فاسد ہوتا ہے اور ان دونوں صورتوں میں صرف قضا واجب ہوتی ہے اول یہ کہ اس کو بلا ارادہ خود بخود منہ بھر کر قے آئی ہو پھر روزہ یاد ہوتے ہوئے قصداً اس کو مُنھ کے اندر سے ہی واپس نگل گیا ہو خواہ تمام کو نگلے یا اس میں سے بعض حصہ کو نگلے جبکہ چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ نگلی ہو، دوسرے یہ کہ روزہ یاد ہوتے ہوئے خود اپنے ارادے سے منہ بھر قے کی ہو، مُنھ بھر ہونے کی حد یہ ہے کہ اس کو تکلف کے بغیر روکنا ممکن نہ ہو۔

۱۴۔ سحری کھانے کے بعد جو گوشت یا کھانا وغیرہ اس کے دانتوں میں رہ گیا ہو اس کو روزہ یاد ہوتے ہوئے دن میں کسی وقت زبان کے ذریعہ سے نکال کر منہ کے اندر سے ہی کھا گیا اگر وہ چنے کی مقدار یا اس سے زیادہ ہو تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی، اگر چنے کی مقدار سے کم ہو تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا، اور اگر دانتوں کے درمیان سے نکلی ہوئی غذا کو اپنے منہ سے باہر نکال کر پھر اس کو منہ میں داخل کیا اور نگل گیا تو خواہ تھوڑی

مقدار میں ہی ہو یعنی چنے سے بھی کم ہی ہو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۱۵۔خون اگر دانتوں سے نکل کر حلق میں داخل ہو جائے اور تھوک غالب ہو اور خون کا مزہ حلق میں نہ پایا جائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا لیکن اگر تھوک غالب ہونے کے باوجود خون کا مزہ حلق میں پایا گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی اور اگر خون غالب تھا یا خون اور تھوک دونوں برابر تھے تو روزہ فاسد ہو کر صرف قضا واجب ہوگی،

۱۶۔روزہ دار کی آنکھوں سے آنسو نکلیں اور اس کے منہ میں داخل ہو جائیں اگر وہ قلیل یعنی ایک دو قطرے یا اس کی مثل ہوں تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اگر اس قدر ہوں کہ ان کی نمکینی اپنے منہ میں پائے اور ان کو نگل جائے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا لازم ہوگی، اسی طرح اگر چہرہ کا پسینہ یا نکسیر کا خون روزہ دار کے منہ میں داخل ہو جائے تب بھی یہی حکم ہے،

۱۷۔اگر کسی روزہ دار نے ریشم کا یا سوتی رنگین دھاگا وغیرہ بٹنے کے لئے اپنے منہ میں داخل کیا اور اس کا رنگ کٹ کر اس کے تھوک میں مل گیا اور وہ روزہ یاد ہوتے ہوئے اس رنگین تھوک کو نگل گیا اگر رنگ غالب ہو تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی اور اگر رنگ مغلوب اور تھوک غالب ہو تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۱۸۔اگر مکھی کو اپنے قصد سے نگل گیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور اگر مکھی خود بخود روزے دار کے پیٹ میں چلی گئی تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۱۹۔اگر روزہ یاد ہوتے ہوئے قصداً دھواں اپنے منہ میں داخل کیا خواہ وہ کوئی سا دھواں ہو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی لیکن حقہ، سگریٹ، بیڑی وغیرہ پینے سے روزہ فاسد ہو کر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے کیونکہ اس میں نفع وعلاج پایا جاتا ہے اور اس سے عادی لوگ لذت حاصل کر کے پیٹ کی طلب پوری کرتے ہیں۔

۲۰۔اگر کوٹنے، چھاننے وغیرہ کا غبار روزہ دار کے اپنے فعل سے داخل ہو یعنی وہ اس سے بچنے کی تدبیر رکھتا ہو لیکن اس پر عمل نہ کرے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور اگر بلا قصد وفعل خود بخود اندر چلا جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۲۱۔ اگر کسی شخص نے حقنہ کرایا یعنی پچکاری کے ذریعہ کوئی دوائی یا تیل یا پانی وغیرہ مائع چیز پاخانے کے مقام میں چڑھائی اور مقام حقنہ تک پہنچ گئی یا ناک میں کوئی دوائی یا تیل یا پانی وغیرہ چڑھایا یا کان میں تیل ٹپکایا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔ اگر روزہ دار کے کان میں اس کے فعل کے بغیر پانی خود بخود پانی داخل ہوگیا تو بالاتفاق اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس نے اپنے فعل سے داخل کیا ہو تو بعض کے نزدیک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور بعض کے نزدیک فاسد نہیں ہوگا ہر دو قول کو صحیح کہا گیا ہے اس لئے احتیاطاً اس سے بچا جائے اور دن میں پانی میں غوطہ لگانے وغیرہ سے پرہیز کیا جائے، اگر روزہ دار نے کان میں غیر مائع (نہ بہنے والی) چیز ڈالی تو اسکا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۲۲۔ اگر کسی مرد نے اپنے پیشاب کے مقام میں پانی یا تیل وغیرہ ٹپکایا اور وہ مثانے تک پہنچ گیا تو امام ابوحنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا یہی صحیح مذہب ہے اور اگر مثانے تک نہ پہنچے تو بالاتفاق روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر عورت نے اپنی پیشاب گاہ میں پانی یا تیل وغیرہ ٹپکایا تو بلاخلاف اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا یہی صحیح ہے اور اس پر قضا واجب ہوگی۔

۲۳۔ اگر کسی روزہ دار مرد یا عورت نے اپنے پاخانے کے مقام میں یا عورت نے اپنی پیشاب گاہ کے اندرونی حصے میں روئی یا کپڑا یا لکڑی یا پتھر کا ٹکڑا داخل کیا اور وہ سب اندر چلا گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور اگر اس کا ایک سرا باہر نکلا رہا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۲۴۔ اگر روزہ دار نے استنجا کرنے میں اس قدر مبالغہ کیا کہ پانی حقنہ کے مقام تک پہنچ گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی، حقنے کے مقام سے مراد وہ جگہ ہے جہاں آلے کے ذریعہ سے دوا آنت میں گرتی ہے اور یہ جگہ تقریباً چار اُنگل کی مقدار ہے اور روزہ دار کو استنجا کرنے میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے اگرچہ پانی حقنے کے مقام تک نہ پہنچے پس اس سے بچنا چاہئے تاکہ روزہ ٹوٹنے سے محفوظ رہے۔

۲۵۔ کسی روزہ دار کی کانچ (سیدھی آنت کا مُنھ) باہر نکل آئی اور اس نے اس کو دھویا اگر وہ خشک کرنے سے پہلے کھڑا ہوگیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور اگر کھڑا ہونے سے پہلے اس کو پونچھ لیا تو روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لئے جب کسی روزہ دار

کی کانچ باہر نکل آئے تو اس کو چاہئے کہ کپڑے سے پونچھ لے پھر اپنے جگہ سے اٹھے۔

۲۶۔ اگر کسی کے پیٹ میں ایسا زخم ہو جو پیٹ کے جوف تک پہنچ گیا ہو یا سر میں ایسا زخم ہو جو ام الدماغ (مغز) تک پہنچ گیا ہو اور روزہ یاد ہوتے ہوئے اس زخم میں دوائی ڈالی اور دوائی یقینی طور پر زخم کے ذریعہ پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی تو خواہ وہ دوا تر ہو یا خشک اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور اگر یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ تر یا خشک دوائی پیٹ یا دماغ کے اندر نہیں پہنچی تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر یقینی طور پر دونوں باتوں میں سے کچھ بھی معلوم نہ ہو اور دوائی تر ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبین کے نزدیک روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر دوائی خشک ہو تو اس صورت میں بالاتفاق روزہ نہیں ٹوٹتا۔

۲۷۔ اگر کسی روزہ دار کے تیر یا نیزہ چُبھ کر پیٹ تک پہنچ گیا پھر وہ اَنی (نوک) سمیت باہر نکال لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر نیزہ یا تیر کی نوک (نوک) ٹوٹ کر پیٹ کے اندر رہ گئی تو بعض کے نزدیک اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

۲۔ جماع کا صرف صورتاً یا صرف معناً پایا جانا

صورتاً جماع یہ ہے کہ مرد کے ذکر کا سر (حشفہ) پیشاب یا پاخانے کے مقام میں داخل ہو جائے اور محلِ جماع ایسا نہ ہو جس سے عادتاً شہوت پوری کی جاتی ہو، اور معناً جماع یہ ہے کہ قُبل اور دُبر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصے کے ساتھ مباشرت کرے اور اس سے اس کو شہوت کے ساتھ انزال ہو جائے۔ ان دونوں صورتوں کے مسائل یہ ہیں۔

۱۔ اگر کسی جانور یا مردہ انسان سے مجامعت کی اور انزال نہیں ہوا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر انزال ہوگیا تو روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

۲۔ اگر کسی روزہ دار نے نو سال سے کم عمر لڑکی کے ساتھ جماع کیا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۳۔ اگر کسی نے قُبل یا دُبر کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً ران یا بغل یا پیٹ یا ناف وغیرہ میں جماع کیا اور انزال ہوگیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور اگر

انزال نہیں ہوا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۴۔ اگر کسی روزہ دار نے اپنی عورت یا باندی یا کسی لڑکے کا بوسہ لیا یا اس کے دونوں ہونٹوں کو چوسا یا چبایا اور کاٹا یا عورت نے اپنے شوہر کا بوسہ لیا یا مرد و عورت نے مباشرت کی یعنی بدن سے بدن کو مس کیا یا بدن کو چھوا اور جسم کی حرارت محسوس ہوئی یا مصافحہ یا معانقہ کیا تو ان سب صورتوں میں دونوں میں سے جس کو انزال ہو جائے گا اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

۵۔ اگر کسی جانور کی فرج کو مساس کیا یا اس کو بوسہ دیا اور انزال ہوگیا تو بالاتفاق روزہ فاسد نہیں ہوگا اور انزال نہ ہونے کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۶۔ اگر روزہ دار کو دن میں احتلام ہوگیا تو بالاتفاق روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۷۔ اگر اپنے ہاتھ سے یا اپنی بیوی یا کسی اور کے ہاتھ سے اپنے ذکر کو ہلا کر منی خارج کی اور انزال ہوگیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی اور اگر انزال نہیں ہوا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

تنبیہ

اپنی بیوی اور باندی کی فرج میں جماع کرنے کے علاوہ کسی اور طرح سے شہوت پوری کرنا حلال نہیں ہے ایسا کرنے والا شخص گنہگار ہوگا۔

۳۔ روزہ توڑنے والی چیز کا خطا سے صادر ہونا

اگر کسی شخص نے روزہ یاد ہوتے ہوئے خطا (غلطی) سے روزہ توڑ دیا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی، خطا سے مراد یہ ہے کہ اس کو روزہ یاد ہو اور اس کا روزہ توڑنے کا قصد نہ ہو اور اس سے روزہ توڑنے والا فعل یعنی کھانا پینا وغیرہ بلاقصد سرزد ہو جائے اس اصول کے مسائل یہ ہیں۔

۱۔ اگر کسی روزہ دار نے روزہ یاد ہوتے ہوئے کلی کی اور بلاقصد کچھ پانی اس کے پیٹ میں چلا گیا یا ناک میں پانی چڑھایا اور پانی دماغ میں پہنچ گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی اور اگر پانی ناک کے بانسہ سے داخل ہو کر منہ کی طرف سے باہر نکل آیا اور پیٹ یا دماغ میں نہیں گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر کسی نے انگور کا دانہ یا سنگریزہ وغیرہ کسی روزہ دار کی طرف پھینکا اور وہ بلا اختیار اس کے حلق میں داخل ہوگیا یا نہاتے وقت روزہ دار کے حلق میں پانی چلا گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا لازم آئے گی۔

۳۔ اگر کسی نے جمائی لیتے ہوئے اپنا سر اٹھایا اور اس کے حلق میں بارش کا قطرہ آ گرا یا پر نالہ وغیرہ سے گرا ہوا پانی کا قطرہ ٹپک گیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی لیکن اگر اس نے اپنے فعل سے منہ میں لے کر نگلا ہو تو اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔

۴۔ اگر کسی روزہ دار نے سوتے ہوئے پانی پی لیا یا نیند کی حالت میں بارش کا قطرہ اس کے حلق میں چلا گیا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

۴۔ عدم رضامندی یعنی اکراہ پایا جانا

اگر کسی شخص نے اکراہ یعنی کسی کی زبردستی کی وجہ سے کھایا پیا یا جماع کیا تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی، اسی طرح اگر کسی روزہ دار عورت کے ساتھ زبردستی کی تو اس عورت پر صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا اگرچہ دخول کے بعد رضامندی پائی گئی ہو۔

۵۔ اضطرار ہونا

جس شخص نے حالتِ اضطرار میں روزہ توڑ دیا اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اس کی مزید تفصیل عوارض کے بیان میں ہے۔

۶۔ روزہ توڑنے والا امر روزہ دار کے فعل سے واقع ہونا لیکن کفارہ واجب ہونے کی کسی ایک شرط کا نہ پایا جانا

روزہ فاسد ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ روزہ توڑنے والا امر روزہ دار کے اپنے فعل سے واقع ہوا ہو، پس اگر روزہ دار کے فعل کے بغیر ایسا امر پایا گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر اس کے فعل سے ایسا امر واقع ہوا اور وہ تمام شرائط بھی پائی گئیں جن کے پائے جانے سے کفارہ لازم آتا ہے تو اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور اگر کفارہ کی شرطوں میں

سے کوئی ایک شرط نہ پائی گئی تو کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔

۷۔ روزہ توڑ دینے کے بعد کوئی ایسا عذر لاحق ہونا جس سے روزہ نہ رکھنا مباح ہو جاتا ہے

اگر کسی روزہ دار نے جان بوجھ کر اپنا روزہ توڑ دیا اس کے بعد اس کو ایسا آسمانی عذر لاحق ہوا کہ اس میں یا اس کے اسباب میں روزہ دار کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہے اور اس عذر کی وجہ سے اس کو روزہ رکھنا یا توڑ دینا جائز ہو جاتا ہے، مثلاً کسی عورت نے اپنا روزہ عمداً توڑ دیا اس کے بعد اسی دن میں اس کو حیض یا نفاس جاری ہوگیا، یا کسی مرد کو روزہ توڑ دینے کے بعد بیماری لاحق ہوگئی تو اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

۸۔ روزہ توڑ دینے سے پہلے کوئی ایسا عذر لاحق ہونا جس سے روزہ نہ رکھنا مباح ہوتا ہے

اگر روزہ توڑنے سے پہلے کوئی ایسا عذر لاحق ہو جائے جس سے روزہ رکھنا مباح ہوتا ہے مثلاً کوئی روزہ دار شخص سفر پر روانہ ہو جائے پھر وہ روزہ توڑ دے تو اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا صرف قضا واجب ہوگی لیکن اگر کسی نے پہلے روزہ توڑ دیا پھر اپنی خوشی سے سفر پر روانہ ہوا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے اور اگر روزہ توڑ دینے کے بعد اسی روز کسی کے مجبور کر دینے پر سفر کی تب بھی صحیح یہ ہے کہ اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ یہ عذر آسمانی نہیں ہے

۹۔ روزہ توڑ دینے والی چیز کا رمضان کے ادائی روزوں میں واقع نہ ہونا

جس شخص نے رمضان کے ادائی روزہ کے علاوہ کوئی اور روزہ مثلاً رمضان کا قضائی روزہ یا کفارۂ ظہار و قتل وغیرہ کا روزہ یا نفلی روزہ توڑ دیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔

۱۰۔ رمضان کے ادائی روزوں میں نیت کا رات میں واقع ہونا

اگر کسی نے رات کے وقت یعنی طلوع فجر سے پہلے رمضان کے ادائی روزے کی نیت نہیں کی بلکہ دوپہر شرعی سے پہلے روزے کی نیت کی تو اس پر عمداً روزہ توڑ دینے سے صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

۱۱۔ روزہ دار کا مکلّف نہ ہونا

جو شخص روزہ رکھنے کے لئے شرعاً مکلّف نہ ہو یعنی جس میں وجوب ادا وصحت ادا کی شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی گئی مثلاً وہ مریض یا مسافر ہو یا حیض یا نفاس والی عورت ہو تو اس پر روزہ توڑ دینے سے کفارہ واجب نہیں ہوگا بلکہ صرف قضا واجب ہوگی اور اسی طرح جس شخص نے رمضان کے مہینے میں نہ روزہ رکھنے کی نیت کی اور نہ ہی روزہ نہ رکھنے کی نیت کی اور پورا دن مفطرات سے رکا رہا تو اب اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۱۲۔ عمداً روزہ توڑنا شبہ کے موقع پر شبہ کی وجہ سے ہوا ہو

اس کی جزئیات یہ ہیں۔

۱۔ اگر کسی روزہ دار نے بھول کر کچھ کھایا پیا اور اس کو یہ گمان ہوا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے عمداً کھا پی لیا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۲۔ اگر کسی کو بلا قصد قے ہوگئی اور اس نے گمان کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا پھر اس نے عمداً کھایا پیا تو اس پر بھی صرف قضا واجب ہوگی۔

۳۔ اگر کسی کو احتلام ہوا یا کسی عورت کے چہرہ وغیرہ کی طرف دیکھا یا کسی عورت کے حسن و جمال میں تفکر کیا اور اس کو انزال ہوگیا اور اس نے گمان کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے پھر اس کے بعد قصداً کھایا پیا تو اس پر صرف قضا واجب ہے۔

۴۔ اگر کسی نے پچھنے لگوائے یا کسی کی غیبت کی پھر گمان کیا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا ہے پھر اس نے عمداً کھایا پیا تو اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، لیکن اگر اُس نے کسی فقیہ عالم سے فتویٰ لیا اور اس نے فتویٰ دیا کہ روزہ ٹوٹ گیا ہے اس کے بعد اُس نے کھایا پیا تو بعض کے نزدیک اس پر صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا لیکن عامہ مشائخ کے

نزدیک غیبت کے بعد عمداً کھانے پینے والے پر ہر حال میں کفارہ واجب ہے خواہ کسی مفتی نے فتویٰ دیا ہو یا نہ دیا ہو، اور پچھنے لگوانے کے بعد عمداً کھانے کی صورت میں بھی بعض فقہا کے نزدیک ہر لحاظ سے وہی حکم ہے جو غیبت کا ہے کہ ہر حال میں کفارہ واجب ہوگا۔

۱۳۔ طلوعِ فجر یا غروبِ آفتاب میں تردد کے وقت سحری کھانا یا افطار کرنا اور شک کی حالت میں تاخیر نہ کرنا

۱۔ اگر کسی شخص نے سحری کھائی اور اس کو یہ گمان تھا کہ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی۔ پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔

۲۔ اگر طلوعِ فجر میں شک تھا اور اس وقت سحری کھائی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔

۳۔ اگر فجر طلوع ہونے کے گمان پر سحری کھائی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی۔

۴۔ اگر کسی نے روزہ افطار کیا اور اس کا یہ گمان تھا کہ سورج غروب ہو گیا ہے پھر ظاہر ہوا کہ غروب نہیں ہوا تھا تو ان چاروں صورتوں میں اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

جاننا چاہئے کہ طلوعِ فجر یا غروب آفتاب میں تردد کے وقت سحری کھانے یا افطار کرنے کی اٹھارہ صورتیں مرتب ہوتی ہیں ان میں سے دس صورتوں میں نہ قضا واجب ہوگی اور نہ کفارہ واجب ہوگا اور چار صورتوں میں قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، یہ چاروں صورتیں کفارہ واجب ہونے کے بیان میں مذکور ہیں اور چار صورتوں میں صرف قضا واجب ہوگی جو اوپر بیان ہوئیں۔ (مزید تفصیل کے لئے عمدۃ الفقہ ملاحظہ فرمائیں)

۱۴۔ جب وقت میں تردد ہو تو اثبات کرنے والے کی گواہی قبول کرنا اور نفی کرنے والے کی گواہی قبول نہ کرنا

۱۔ اگر دو شخصوں نے اس بات کی گواہی دی کہ سورج غروب ہو چکا ہے اور دوسرے دو آدمیوں نے یہ گواہی دی کہ سورج غروب نہیں ہوا اور اس نے روزہ افطار کر لیا پھر ظاہر ہوا کہ

سورج غروب نہیں ہوا تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی کیونکہ اس نے مثبت کی گواہی قبول کی ہے۔

۲۔ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فجر طلوع ہو چکی ہے اور دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فجر طلوع نہیں ہوئی پھر اس نے کھانا کھالیا اس کے بعد ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس پر قضا اور کفارہ دونوں واجب ہوں گے کیونکہ اس نے نفی کرنے والوں کی شہادت قبول کی ہے مثبت کی قبول نہیں کی ہے۔

۳۔ اگر ایک شخص نے گواہی دی کہ فجر طلوع ہوگئی اور دوسرے نے گواہی دی کہ فجر طلوع نہیں ہوئی اور اس نے کھاپی لیا پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا کیونکہ طلوعِ فجر پر ایک آدمی کی شہادت حجت نہیں ہے۔

۱۵۔ عادتی اور یقینی عذر کے گمان سے روزہ توڑ دینا اور پھر اس عذر کا لاحق نہ ہونا

۱۔ اگر کسی عادتی اور یقینی عذر کی وجہ سے روزہ توڑ دیا پھر اس کو وہ عذر لاحق نہ ہوا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا پس جس کو بخار یا حیض کی عادت مقرر ہے اگر وہ اس وجہ سے روزہ توڑ دے پھر اس کو وہ عذر لاحق نہ ہو تو اس سے کفارہ ساقط ہو جائے گا اور صرف قضا واجب ہوگی۔

۲۔ اگر کسی نے اہلِ حرب کے ساتھ جنگ کرنے کا گمان کرتے ہوئے روزہ توڑ دیا پھر اس کو یہ جنگ پیش نہ آئی تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

۳۔ اگر کسی نے سفر پر مجبور کیا جانے کے بعد سفر پر نکلنے سے پہلے روزہ توڑ دیا پھر اس کو معاف کر دیا گیا، یا کسی نے قتل کے لئے پیش کیا جانے کے بعد روزہ توڑ دیا پھر اس کو معاف کر دیا گیا اور قتل نہیں کیا گیا تو اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا کیونکہ اس کا یہ عذر اللہ تعالیٰ کی جانب سے لاحق نہیں ہوا بلکہ بندوں کی طرف سے لاحق ہوا ہے۔

قضا روزے کا بیان

۱۔ رمضان شریف کے جو روزے کسی وجہ سے قضا ہوگئے ہوں جہاں تک ہوسکے جلدی ان کی قضا رکھ لے دیر نہ کرے قضا رکھنے میں بلاوجہ دیر لگانا گناہ ہے۔

۲۔قضا روزوں میں رات سے نیت کرنا ضروری ہے اگر صبح طلوع ہو جانے کے بعد نیت کی تو قضا صحیح نہیں ہوئی بلکہ وہ روزہ نفل ہوگا قضا کا روزہ پھر سے رکھے (جیسا کہ نیت کے بیان میں مذکور ہے)

۳۔رمضان شریف کے جتنے روزے قضا ہوگئے ہیں خواہ سب کو ایک ساتھ متواتر رکھ لے یا تھوڑے تھوڑے کر کے رکھے دونوں طرح درست ہے۔

۴۔اگر رمضان کے قضا روزے ابھی نہیں رکھے اور دوسرا رمضان آ گیا تو اب رمضان کے ادا روزے رکھے اور عید الفطر گذر جانے کے بعد قضا روزے رکھے لیکن بلاوجہ اتنی دیر کرنا بُری بات اور گناہ ہے۔

۵۔جس شخص کے رمضان کے روزے فوت ہوگئے اور وہ ماہِ رمضان انتیس دن کا تھا تو وہ دنوں کی تعداد کے مطابق روزے قضا کرے یعنی انتیس روزے قضا کے رکھے اور اگر وہ مہینہ تیس دن کا تھا یا اس کو معلوم نہیں ہے کہ وہ مہینہ انتیس دن کا تھا یا تیس دن کا تھا تو وہ پورے تیس روزے رکھے۔

وہ عذرات جن سے روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا مباح ہے

جن عذرات کی وجہ سے روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا جائز ہو جاتا ہے چودہ ہیں۔

۱۔مرض، ۲۔سفر، ۳۔جبر داکراہ، ۴۔حمل، ۵۔ارضاع (دودھ پلانا)، ۶۔بھوک، ۷۔پیاس، ۸۔بڑھاپا، ۹۔جہاد (دشمن سے جنگ)، ۱۰۔حیض، ۱۱۔نفاس، ۱۲۔بیہوشی، ۱۳۔جنون، ۱۴۔نفلی روزے میں ضیافت بھی روزہ توڑنے کیلئے عذر ہے، ان عذرات کی تفصیل الگ الگ عنوان سے درج کی جاتی ہے۔

۱۔مرض

۱۔اگر مریض کو اپنی جان کے ضائع ہونے یا کسی عضو کے بیکار ہو جانے یا بگڑ جانے کا یا کسی نئے مرض کے پیدا ہو جانے کا یا موجودہ مرض کے بڑھ جانے یا دیر میں صحت ہونے کا

خوف ہو یا آنکھ کے درد کا یا کسی زخم کا یا سر کے درد کا خوف ہو تو اس کو روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا جائز ہے۔ مثلاً کسی کے پیٹ میں اچانک ایسا درد اٹھا کہ بے چین ہوگیا یا سانپ نے ڈس لیا اور اس کو اس کے لئے دوا پینا ضروری ہے تو دوا پی لینا اور روزہ توڑ دینا درست ہے، اگر ان سب صورتوں میں روزہ رکھنا برداشت کر سکے تو اس کو روزہ رکھنا افضل ہے۔ لیکن اگر ہلاکت کے خوف کا ظن غالب ہو تو روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔

۲۔ مذکورہ بالا عذرات میں صرف وہم و خیال پر فرض روزہ ترک کرنا جائز نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ کسی علامت یا اپنے تجربے یا کسی ایسے شخص کے تجربے سے جس کو ایسا ہی مرض لاحق ہو چکا ہو یا کسی ایسے مسلمان حاذق طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلم کھلا فاسق نہ ہو گمان غالب حاصل ہو جائے، کافر طبیب (حکیم یا ڈاکٹر) یا جو مسلمان طبیب شرع کا پابند نہ ہو کھلم کھلا فاسق ہو اُس کی بات پر عبادات میں اعتماد نہیں کیا جائے گا پس اگر مذکورہ شرائط کی پابندی کئے بغیر روزہ افطار کر دیا تو کفارہ بھی واجب ہوگا۔

۳۔ اگر تندرست آدمی کو روزے سے مرض لاحق ہو جانے کا ڈر ہو تو وہ بھی مریض کے حکم میں ہے اور اس ڈر سے مراد یہ ہے کہ کسی علامت یا تجربے سے یا کسی مسلمان حاذق طبیب کے آگاہ کرنے سے جو کھلم کھلا فاسق نہ ہو مرض لاحق ہونے کا گمان غالب حاصل ہو جائے۔

۴۔ مریض کی تیمارداری کرنے والے کو اگر روزہ رکھنے سے یہ خوف ہو کہ کمزور ہو جانے کی وجہ سے یہ تیمارداری نہیں کر سکے گا تو اس کو بھی روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

۲۔ سفر

ا۔ شرعی سفر یعنی جس سفر میں نماز قصر کرنا جائز ہے اس میں روزہ نہ رکھنا بھی جائز ہے اور شرعی سفر تین دن کی مسافت یعنی اڑتالیس میل ہے۔

۲۔ مسافر کو اختیار ہے کہ سفر والے دنوں میں روزہ رکھے یا نہ رکھے لیکن اگر روزہ رکھنا ضرر نہ کرتا ہو تو روزہ رکھنا مستحب و افضل ہے اور نہ رکھنا بھی جائز ہے بعد میں قضا کرے لیکن وہ شخص رمضان شریف میں روزہ رکھنے کی فضیلت سے محروم رہے گا اور اگر روزہ رکھنے سے ہلاکت کا خوف ہو تو روزہ نہ رکھنا واجب ہے۔

۳۔ سفر روزہ توڑ دینے کو مباح نہیں کرتا البتہ روزہ نہ رکھنے کو مباح کرتا ہے اس لئے

جس روزے رمضان کا روزہ رکھنے کے بعد سفر شروع کیا وہ دن روزہ توڑنے کے لئے عذر نہیں ہے اور اس کو اس روز کا روزہ توڑ دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر وہ روزہ توڑ دے گا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا واجب ہوگی اور آئندہ کے باقی دنوں کے لئے سفر عذر ہے، اگر کسی نے پہلے روزہ توڑ دیا اس کے بعد اپنی خوشی و اختیار سے سفر شروع کیا تو اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا یعنی اس پر قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے، اور اگر روزہ توڑ دینے کے بعد اس کو زبردستی سفر پر لے جایا گیا تب بھی اس سے کفارہ ساقط نہیں ہوگا۔

۴۔ اگر کسی مسافر نے کسی دوسرے شہر میں پندرہ دن سے کم مدت ٹھہرنے کی نیت کی تو اس کو اس مدت میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اگر پندرہ دن یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کی تو اب اس کو روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے کیونکہ اب وہ شرعاً مسافر نہیں رہا۔

۵۔ اگر کوئی شخص ماہ رمضان میں شروع دن میں مسافر تھا پھر وہ ایسے وقت میں اپنے شہر میں داخل ہوا یا کسی دوسرے شہر میں داخل ہو کر اقامت یعنی پندرہ یا زیادہ دن ٹھہرنے کی نیت کی کہ ابھی نیت کا وقت باقی ہے اور ابھی تک اس سے روزہ کو توڑنے والا کوئی فعل بھی واقع نہیں ہوا تو اس پر اس دن کا روزہ رکھنا واجب ہے اور اگر نیت کا وقت گزر چکا تھا یا اس سے پہلے کسی روزہ توڑنے والے فعل کا ارتکاب کر چکا تھا تو اس روز کا روزہ صحیح نہیں ہوگا اور اس پر دن کے باقی حصے میں مفطرات سے رُکے رہنا واجب ہے۔

۳۔ جبر و اکراہ

۱۔ اگر کسی مریض یا مسافر کو مجبور کیا گیا کہ وہ رمضان کا روزہ توڑ دے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا تو اس پر روزہ توڑ دینا واجب ہے اور شرعاً اس کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے حتیٰ کہ اگر اس نے روزہ نہ توڑا اور وہ قتل کر دیا گیا تو گنہگار ہوگا بخلاف اس کے اگر تندرست و مقیم شخص کو مجبور کیا گیا کہ وہ روزہ توڑ دے ورنہ اس کو قتل کر دیا جائے گا تو اس کو روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے اور روزہ رکھنا (روزہ نہ توڑنا) افضل ہے پس اگر اس نے روزہ توڑنے سے انکار کیا یہاں تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا تو اس کو اس پر ثواب ملے گا۔

۲۔ اکراہ، خواہ کھانے پینے میں ہو یا جماع کرنے میں ہو اور خواہ پانی وغیرہ زبردستی روزہ دار کے مُنہ میں ڈالا جائے یا اکراہ کی وجہ سے وہ خود اپنے فعل سے پئے اس پر صرف قضا

واجب ہوگی پس اگر کسی شخص کو مجبور کیا گیا کہ وہ رمضان میں دن کے وقت روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے مجامعت کرے یا کھائے پیئے اور اس نے ایسا کیا تو اس پر کفارہ واجب نہیں ہوگا صرف قضا واجب ہوگی۔ جماع کے لئے اکراہ میں یہ شرط ہے کہ دخولِ ذکر کے وقت اکراہ ہو اگرچہ درمیانِ جماع میں رضامندی حاصل ہو جائے کیونکہ دخول ہوتے ہی روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔

۴۔حمل ۵۔ارضاع (دودھ پلانا)

اگر کوئی حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت خواہ اس بچہ کی ماں ہو یا دایہ، اپنی یا اپنے بچے کی جان پر ہلاکت یا نقصان کا خوف کرے تو اس کو روزہ نہ رکھنا اور رکھا ہوا ہو تو روزہ توڑ دینا جائز ہے اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی، اگر شوہر مالدار ہو اور کسی دودھ پلانے والی انا کو رکھ کر بچہ کو دودھ پلوا سکتا ہے تو اب بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کی وجہ سے روزہ چھوڑنا درست نہیں ہے البتہ اگر وہ بچہ ایسا ہو کہ اپنی ماں کے سوا کسی اور کا دودھ نہیں پیتا تو ایسی صورت میں ماں کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

۲۔خوف سے مراد عورت کے حق میں عقل میں نقص آ جانے کا خوف ہے اور عورت و بچہ دونوں یا دونوں میں سے کسی ایک کے حق میں ہلاکت یا بیماری کا خوف ہے، خوف معتبر کی شناخت دو باتوں سے ہوتی ہے ایک یہ کہ کسی سابقہ تجربہ کی بنا پر خوفِ مذکور کا ظن غالب ہو جائے، دوسری یہ کہ کوئی مسلمان حاذق طبیب جس کا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو اس کی خبر دے جب تک اس قسم کا خوف نہ ہو اس کے لئے افطار جائز نہیں ہے اب اگر اس نے افطار کیا تو کفارہ بھی واجب ہوگا۔

۶۔بھوک ۷۔پیاس

ایسی شدید بھوک و پیاس ہو جس سے ہلاکت کا خوف ہو تو مطلق طور پر روزہ افطار کر دینا جائز ہے، اگر کسی روزہ دار کو مشقت کا کام کرنے پر مجبور کیا گیا ہو اور وہ بھوک یا پیاس کی شدت کے باعث روزہ توڑنے پر مجبور ہو جائے یا وہ ابتداء ہی سے روزہ نہ رکھے تو جائز ہے اور اس پر صرف قضا واجب ہوگی، لیکن اگر اپنی مرضی سے اسقدر مشقت کا کام کیا تو اس پر روزہ رکھنے کے بعد توڑ دینے کی صورت میں کفارہ بھی واجب ہوگا۔

۸۔ جہاد (دشمن سے جنگ)

۱۔ اگر کسی غازی (فوجی) کو یقیناً یا گمان غالب سے معلوم ہو جائے کہ رمضان میں اس کو کسی دشمن دین سے لڑنا پڑے گا اور روزہ رکھنے کی صورت میں اس کو کمزوری اور لڑنے میں کمی آنے کا خوف ہو تو اس کو لڑائی شروع ہونے سے پہلے روزہ نہ رکھنا یا روزہ رکھنے کے بعد توڑ دینا جائز ہے، خواہ وہ مسافر ہو یا مقیم ہو، پھر اگر روزہ توڑ دینے کے بعد اس روز لڑائی کا اتفاق نہ ہو تب بھی اس پر اس روزے کی صرف قضا واجب ہوگی کفارہ واجب نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر کسی کو روزہ رکھ کر روزی کمانے کے کام مین مشغول ہونے سے ایسی کمزوری ہو جائے جس سے اس کا روزہ توڑنا مباح ہو جائے تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس پر اُن روزوں کی قضا ان دنوں میں لازم ہے جن میں اس کو روزہ رکھنا ممکن ہے۔ پس اگر فصل کاٹنے والا شخص رمضان میں روزے کے ساتھ فصل کاٹنے پر قادر نہ ہو اور تاخیر کرنے میں کھیتی ضائع ہو جانے کا گمان ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اس پر رمضان کے بعد دوسرے دنوں میں ان روزوں کی قضا واجب ہوگی۔ پیشہ ور کے مسئلہ میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کے پاس اس قدر نفقہ ہو جو اس کے لئے اور اس کے اہل و عیال کے لئے کافی ہو تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز نہیں ہے اور اگر وہ کام کی طرف محتاج ہو یعنی بقدر کفایت نفقہ موجود نہ ہو تو اس کو اس قدر کام کرنا جائز ہے جس سے وہ اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے کما سکے اگر وہ اسقدر کمانے کی خاطر روزہ چھوڑے بغیر کام نہ کرسکتا ہو اور اس کام کے سوا اور کوئی ایسا کام بھی نہ کرسکتا ہو جس میں روزہ بھی رکھ سکے تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے اور اسی طرح اگر کھیتی کے ہلاک ہونے یا چوری ہو جانے کا خوف ہو اور کوئی ایسا آدمی نہ ملے جو مروجہ اجرت پر کام کر دے اور یہ خود روزہ رکھ کر کام کرسکتا ہے تو اس کو روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔

۹۔ بڑھاپا و ضعف

شیخ فانی خواہ مرد ہو یا عورت اگر وہ روزے پر قادر نہ ہو تو اس کو اجازت ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے اور اس پر ہر روزے کے بدلہ فدیہ دینا فرض ہے۔ شیخ فانی سے مراد وہ مرد یا عورت ہے جو فی الحال روزے رکھنے پر قادر نہ ہو اور آئندہ ہر روز زیادہ ضعیف ہوتا جائے، یہاں تک کہ مر جائے، ایسا مریض بھی شیخ فانی کے حکم میں ہے جو اس قدر صحت سے مایوس ہو چکا ہو جس

کے ساتھ وہ روزہ رکھ سکے اس پر بھی ہر روزے کے بدلے فدیہ دینا فرض ہے بشرطیکہ اس کا عجز موت تک دائی ہو لیکن شیخ فانی اور جو اس کے حکم میں ہے اگر مشقت برداشت کرکے روزے رکھ لے گا تو اس کے ذمہ سے وہ روزے ادا ہو جائیں گے اور فرض کی جگہ واقع ہوں گے۔

احکامِ فدیہ

۱۔ جس شخص کا عذر مرتے دم تک زائل ہونے والا نہ ہو مثلاً اتنا بوڑھا ہو گیا ہو کہ روزے رکھنے کی طاقت نہ رہی ہو یا ایسا بیمار ہو کہ اب اس کے اچھا ہونے کی امید نہ رہی ہو تو وہ روزے نہ رکھے، اور اگر وہ فدیہ دینے پر قادر ہو تو اس پر اپنی زندگی میں فوت شدہ روزوں کا فدیہ دینا واجب ہے اور جس کا عذر زائل ہونے والا ہو مثلاً مسافر یا مریض ہو تو اس پر ان روزوں کی قضا واجب ہے اور اس کو اپنی زندگی میں فدیہ دینا جائز نہیں ہے لیکن اگر ان کو قضا نہ کر سکا تو مرتے وقت ان دنوں کے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔

۲۔ اگر فدیہ ادا کر دینے کے بعد اس میں اتنی طاقت آ گئی کہ وہ روزے رکھنے پر قادر ہو گیا تو اب اس پر روزے رکھنا واجب ہو گا اور جو فدیہ وہ دے چکا ہے وہ اس کی طرف سے نفلی صدقہ ہو جائے گا۔

۳۔ ہر روز کے روزے کا فدیہ ہر فرض نماز کے فدیہ کی طرح ہے اور صدقۂ فطر کی مانند ہے پس ہر روزے کے بدلے میں نصف صاع (پونے دو سیر) گیہوں یا ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو، یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت دینا ہے، اس کی تفصیل صدقۂ فطر میں گزر چکی ہے، فدیہ دینے میں مسکینوں کی تعداد اور ہر مسکین کے لئے صدقۂ فطر کی مقدار شرط نہیں ہے پس اگر ایک فقیر کو دو دن کا فدیہ ایک صاع گندم دیدیا یا ایک فقیر کو تمام روزوں کا فدیہ دیدیا یا ایک روزے کے فدیہ کا گیہوں تھوڑا تھوڑا کر کے کئی مسکینوں کو بانٹ دیا تو جائز ہے۔

۴۔ فدیہ دینے میں یہ اختیار ہے کہ تمام روزوں کا فدیہ شروع رمضان میں ایک ہی دفعہ دیدے یا کل فدیہ آخر رمضان میں ایک ہی دفعہ دیدے، اگر شیخ فانی آنے والے دن کا فدیہ رات کے وقت دیدے تو جائز ہے۔

۵۔ جس شخص پر روزے کا فدیہ واجب ہے اگر وہ تنگدستی کی وجہ سے اس کے ادا کرنے پر قادر نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔

۶۔ اگر کسی شخص کے رمضان کے روزے مرض یا سفر کے عذر کی وجہ سے فوت ہو گئے اور مرض یا سفر کا عذر ابھی باقی تھا کہ وہ مر گیا تو اس پر اُن روزوں کی قضا واجب نہیں ہے اور اسی لئے اُس پر ان کے فدیہ کے لئے وصیت کرنا بھی واجب نہیں ہے لیکن اگر پھر بھی اس نے وصیت کی کہ اس کے روزوں کے عوض میں فدیہ دیا جائے تو یہ وصیت صحیح ہو جائے گی اور اس کے تہائی مال سے فدیہ دیا جائے گا لیکن مریض اگر ایسا ہو کہ اس وقت روزہ رکھنے سے عاجز ہو اور آئندہ بھی مرتے وقت تک اس کو روزہ رکھنے کی قدرت حاصل ہونے سے ناامیدی ہو تو وہ شیخ فانی کے حکم میں ہے اور اس پر بیماری کے دنوں کے ہر روزہ کا فدیہ اپنی زندگی میں ادا کرنا لازمی ہے اگر زندگی میں ادا نہ کیا تو مرتے وقت اس کی وصیت کرنا لازمی ہے اگر شیخ فانی نے ماہِ رمضان کے روزے نہیں رکھے اور نہ ہی ان کا فدیہ ادا کیا اور رمضان کے بعد فوت ہو گیا اور ایک دن بھی زندہ نہیں رہا تو اس پر واجب ہے کہ وہ ان روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرے بخلاف مریض و مسافر کے کہ اگر وہ عذر کے زائل ہونے سے پہلے مر جائے تو اس پر کچھ واجب نہیں ہے، حمل والی عورت، دودھ پلانے والی اور حیض و نفاس والی عورت اور ہر وہ شخص جس نے کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھا ہو مریض کے حکم میں ہے کہ اگر وہ اس عذر کے زائل ہونے سے پہلے مر جائے تو اس پر فدیہ و وصیت کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

۷۔ اگر سفر و مرض و حمل وغیرہ مذکورہ عذرات والے لوگ عذر دور ہونے کے بعد فوت ہو جائیں تو ان کو جس قدر دن عذر دور ہونے کے بعد ملے ہیں اتنے دن کے روزوں کی وصیت کرنا واجب ہے، پس اگر بیمار شخص بیماری سے اچھا ہونے سے قبل یا مسافر اپنے گھر پہنچنے سے پہلے مسافرت ہی میں مر گیا تو بیماری یا سفر کی حالت میں جسقدر روزے اس سے چھوٹے ہیں ان کا آخرت میں اس سے مؤاخذہ نہیں ہوگا اور اس پر اُن کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت واجب نہیں ہوگی کیونکہ اس کو ان کے قضا کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی تھی لیکن اگر مثلاً بیماری میں دس روزے چھوٹ گئے تھے پھر پانچ دن تندرست رہا لیکن ان دنوں میں اس نے قضا روزے نہیں رکھے تو اس سے پانچ روزے معاف ہیں اور ان پانچ روزوں کی قضا نہ رکھنے پر اس سے مواخذہ ہوگا اس لئے صرف ان پانچ دن کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے اور اگر پورے دس دن یا زیادہ اچھا رہا تو پورے دس دن کا مواخذہ ہوگا اس لئے ان دس روز کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔ اسی طرح مسافرت میں چھوڑے ہوئے روزے گھر

واپس پہنچ کر نہیں رکھے تو واپسی کے بعد جتنے دن زندہ رہا اور قضا روزے نہیں رکھے اتنے دن کے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا اس پر واجب ہے۔ وصیت واجب ہونے کے اس حکم میں وہ شخص بدرجۂ اولیٰ داخل ہے جس نے قصداً روزہ توڑ دیا ہو اور اس پر اس روزہ کی قضا واجب ہوئی ہو اور وصیت کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ اس کے پاس مال ہو، میت کی وصیت کے بغیر اس کے مال میں سے فدیہ دینا جائز نہیں ہے لیکن وارثوں کی اجازت سے جائز ہے۔

۸۔ جو شخص مر گیا اور اس کے ذمہ روزوں کی قضا ہے اور مرتے وقت اس نے وصیت کی کہ میرے روزوں کے بدلے فدیہ دیدینا تو اس کا فدیہ ادا کرنا اس شخص پر واجب ہے جو اس کی وفات کے بعد اس کے مال میں تصرف کرنے کا حقدار ہے اور وہ میت کے مال میں سے تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے تہائی مال سے فدیہ ادا کرے اگر سب روزوں کا فدیہ اس مال سے پورا نہ ہو سکے تو جس قدر کا ادا ہو سکے ادا کیا جائے، وارثوں کی اجازت کے بغیر اس سے زیادہ دینا جائز نہیں ہے البتہ وارثوں کی اجازت سے جائز ہے لیکن اگر کوئی نابالغ وارث بھی ہو تو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں ہے اس کا حصہ الگ کر کے بالغ اپنے حصہ میں سے دیں تو جائز ہے ہاں اگر اس کا کوئی وارث نہ ہو تو تمام مال سے فدیہ ادا کیا جائے اگر میت نے وصیت نہ کی ہو تو وارث پر فدیہ ادا کرنا واجب نہیں ہے اس کے باوجود اگر اس کا وارث یا کوئی اور شخص اپنی طرف سے بطور احسان ادا کر دے تو جائز ہے اور امید رکھے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اس میت کو ان روزوں کے مواخذہ سے بری کر دے گا۔ فرض نماز روزہ وغیرہ جو میت کے ذمہ باقی ہے میت کے وارث یا کسی اور شخص کو اس کی طرف سے قضا کرنا جائز نہیں ہے یعنی اس کے ذمہ سے ساقط نہیں ہوگا۔ کسی کی طرف سے حج بدل کرنا جائز ہے اور نفلی نماز روزہ و صدقہ وغیرہ کا ثواب میت کو بخشنا بھی جائز ہے۔

۱۰۔ حیض ۱۱۔ نفاس

۱۔ اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس جاری ہو تو وہ روزہ نہ رکھے اور ان روزوں کو رمضان المبارک کے بعد قضا کرے۔

۲۔ اگر کسی عورت نے حیض کی حالت میں رات کے وقت یعنی طلوع فجر سے پہلے

روزے کی نیت کی پھر فجر طلوع ہونے سے پہلے پاک ہوگئی تو اس کا روزہ صحیح ہے۔

۳۔ اگر حیض یا نفاس والی عورت طلوعِ فجر کے بعد نصف النہار سے پہلے پاک ہوئی تو اس کو اس دن نہ فرض روزہ رکھنا صحیح ہے نہ نفلی روزہ، اور اس پر حیض و نفاس کے دوسرے دنوں کے ساتھ اس دن کے روزے کی بھی قضا واجب ہوگی۔

۴۔ اگر کسی عورت نے اس گمان پر روزہ توڑ دیا کہ اس کی عادت کے مطابق حیض آنے کا دن ہے پھر اس کو اس روز حیض نہیں آیا تو اظہر یہ ہے کہ اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا اور بعض کے نزدیک کفارہ واجب نہیں ہوگا، ہر دو اقوال کو صحیح کہا گیا ہے۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ روزے کی نیت کر لینے اور روزہ شروع ہو جانے کے بعد توڑا ہو لیکن اگر اس روز روزے کی نیت ہی نہیں کی تو اس پر صرف قضا واجب ہوگی۔

۱۲۔ بے ہوشی

۱۔ ایامِ بیہوشی کے تمام روزوں کی قضا دے اگرچہ تمام ماہِ رمضان بیہوش رہا ہو، وہ یہ نہ سمجھے کہ سب روزے معاف ہو گئے۔

۲۔ جس شخص کو ماہِ رمضان میں بیہوشی ہوگئی اور وہ ایک دن سے زیادہ بیہوش رہا تو جس دن اس کو بیہوشی شروع ہوئی ہے اس دن کے روزے کی قضا واجب نہیں ہے خواہ بیہوشی رات میں طاری ہوئی ہو یا دن میں، اس کے بعد کے دنوں کی قضا دے، لیکن اگر وہ شخص ایسا مریض یا مسافر ہو جو روزے نہ رکھتا ہو یا ایسا بیباک شخص ہو جس کو تمام رمضان میں روزے رکھنے کی عادت ہی نہ ہو یا اس دن اس کے حلق میں دوا ڈالی گئی ہو تو اس پر بیہوشی والے دن کے روزہ کی قضا بھی واجب ہوگی، یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو اس روز کے روزے کی نیت کرنا یا نہ کرنا یاد نہ ہو لیکن اگر وہ جانتا ہے کہ اس نے روزے کی نیت کی ہے تو بلاشک وشبہ اس کا اس دن کا روزہ صحیح ہے اور اگر وہ جانتا ہے کہ اس نے روزے کی نیت نہیں کی ہے تو اس دن کا روزہ نہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۱۳۔ جنون

۱۔ ماہِ رمضان کے روزوں میں سالم مہینہ دن رات جنون کے رہنے سے روزوں کا فرض اس کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے پس اگر کسی شخص پر رمضان کا پورا مہینہ جنون طاری رہا ہو تو

اس پر ماہ رمضان کے روزوں کی قضا بالاتفاق واجب نہیں ہے۔

۲۔ اگر ماہِ رمضان کی پہلی رات کو افاقہ تھا پھر وہ صبح کو مجنون ہوگیا اور پورا مہینہ جنون طاری رہا تو اس پر کسی روزے کی قضا واجب نہیں ہے لیکن اگر ماہِ رمضان میں کسی وقت ایک ساعت بھی اس کو افاقہ ہوگیا تو اس پر گزشتہ دنوں کے روزوں کی قضا واجب ہوگی، یعنی ماہِ رمضان میں مطلق کسی وقت میں افاقہ ہو جانے سے گزرے ہوئے دنوں کے روزوں کی قضا واجب ہوگی خواہ وہ افاقہ ایک ساعت ہی کا ہو اور خواہ رات میں ہو یا دن میں دوپہر شرعی شروع ہونے کے بعد میں ہو یا پہلے ہو اور خواہ رمضان کے آخری دن میں کسی وقت افاقہ ہوا ہو سوائے اس رات کے بعد آنے والے دن کے جس میں اس کو جنون لاحق ہوا ہو کہ اس دن کا روزہ قضا نہ کرے اور اس کی تفصیل وہی ہے جو بیہوشی کے بیان میں مذکور ہے۔

۳۔ نشے والا آدمی اگر نیت کا وقت گزرنے سے پہلے ہشیار ہوگیا اور اس وقت اس نے روزے کی نیت کر لی تو اس کا روزہ صحیح ہو جائے گا اور اگر نیت کا وقت گزرنے کے بعد ہشیار ہوا تو اس پر اس روزے کی قضا واجب ہوگی اور وہ گنہگار ہوگا۔

۱۴۔ ضیافت

۱۔ جب کسی شخص نے نفلی روزہ شروع کر دیا تو اس کو بلا عذر توڑ دینا مکروہ تحریمی ہے۔

۲۔ نفلی روزہ توڑ دینے کے لئے ضیافت بھی ایک عذر ہے اور صحیح مذہب یہ ہے کہ اگر دعوت کرنے والا ایسا شخص ہو جو اس کے صرف حاضر ہونے سے راضی ہو جائے گا اور کھانا نہ کھانے کی صورت میں اس کو رنج نہیں ہوگا تو روزہ نہ توڑے اور اگر اس کو کھانا نہ کھانے سے رنج ہوگا تو روزہ توڑ دے اور پھر اس کو قضا کرے، اسی طرح اگر مہمان اس کے بغیر راضی نہ ہو کہ میزبان بھی اس کے ساتھ کھانا کھائے تو میزبان روزہ توڑ دے، پس ضیافت مہمان و میزبان دونوں کے لئے عذر ہے اگر دونوں میں سے ایک رنجیدہ ہوتا ہو تو دوسرے کو اس کی خوشی کے لئے نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس کو اپنے اس روزہ کی قضا رکھ لینے کا اعتماد ہو، اور روزہ توڑنا نصف النہار شرعی سے قبل ہو، اس کے بعد کسی صورت میں روزہ نہ توڑے لیکن ماں باپ میں سے کسی ایک یا دونوں کی فرمانبرداری کے لئے عصر کے وقت تک بھی نفلی روزہ توڑ دینا جائز ہے اس کے بعد جائز نہیں ہے۔

۳۔فرض اور واجب روزوں میں ضیافت عذر نہیں ہے خواہ وہ ادائی روزے ہوں یا قضائی ہوں۔

نفلی روزے کے احکام

۱۔جب کسی نفلی روزے کو قصداً شروع کیا جائے تو وہ واجب ہو جاتا ہے اس لئے جب اس کو توڑ دے گا تو اس پر اس کی قضا واجب ہوگی خواہ اس کو قصداً توڑا ہو یا بلا قصد یعنی اس کے فعل کے بغیر ٹوٹ گیا ہو، مثلاً عورت کو نفلی روزہ کی حالت میں حیض جاری ہوگیا ہو۔

۲۔اگر کسی نے روزہ اس گمان پر شروع کیا کہ اس کے ذمہ واجب ہے پھر اس کو روزہ کی حالت میں معلوم ہوا کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہے تو وہ روزہ نفل ہو جائے گا اور اس کے لئے احسن یہ ہے کہ اس کو پورا کرے لیکن اگر اس نے اس کو توڑ دیا تو اس پر اس روزہ کی قضا واجب نہیں ہوگی، لیکن اس میں یہ شرط ہے کہ جب اس کو معلوم ہوا کہ اس پر کچھ واجب نہیں ہے تو فوراً اس روزہ کو توڑ دے ایک ساعت بھی اس روزہ کی حالت میں نہ گزرے، اگر ایک ساعت (ذرا سی دیر) اس پر گزر گئی اس کے بعد توڑا تو اس پر اس روزہ کی قضا واجب ہو جائے گی اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ نصف النہار شرعی سے پہلے ایسا ہوا ہو، اگر نصف النہار شرعی شروع ہونے کے بعد اپنے ذمہ روزہ نہ ہونے کا علم ہونے پر روزہ توڑا ہو تو اُس پر کسی حال میں قضا واجب نہیں ہے خواہ اس کو معلوم ہوتے ہی فوراً توڑ دیا ہو یا کچھ دیر گزرنے کے بعد توڑا ہو۔اس مسئلہ کو مسئلہ مظنون سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۳۔اگر کسی نے پانچ ممنوعہ دنوں یعنی عیدالفطر وعیدالاضحیٰ اور ایام تشریق میں کسی دن نفلی روزہ شروع کیا تو اس کو اس روزہ کا توڑ دینا بالاتفاق واجب ہے اور ظاہر الروایت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ اس پر اس روزہ کے توڑ دینے سے قضا واجب نہیں ہے۔

۴۔جاننا چاہئے کہ نفلی روزہ ونماز کو شروع کر دینے کے بعد بلا عذر توڑ دینا مکروہِ تحریمی ہے اور عذر کی وجہ سے توڑ دینا بالاتفاق بلا کراہت جائز ہے۔ضیافت مہمان اور میزبان دونوں کے لئے عذر ہے جیسا کہ عذرات کے بیان میں ضیافت کے عنوان کے تحت گزر چکا ہے۔

۵۔غلام، نوکر، مزدور اور عورت کے لئے صاحبِ حق کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا مکروہ تحریمی ہے اور صاحبِ حق کو اجازت ہے کہ وہ اس کا روزہ افطار کرا دے اور اس روزہ

دار کو بھی روزہ توڑ دینا لازم ہے اور اگر وہ صاحبِ حق کی اجازت سے روزہ رکھے تو مکروہ نہیں ہے، عورت کو اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا اس وقت مکروہ ہے جبکہ خاوند کا حق تلف ہوتا ہو لیکن اگر خاوند کا حق تلف نہ ہوتا ہو مثلاً خاوند خود بھی روزہ سے ہو یا مریض یا مسافر ہو یا حج یا عمرہ کا احرام باندھے ہوئے ہو تو اس کی عورت نفلی روزہ رکھ سکتی ہے اور ایسی صورت میں ایسے خاوند کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی بیوی کو نفلی روزہ سے منع کرے، اگر مزدور کے روزہ رکھنے سے مزدوری کرانے والے کے کام میں نقصان نہیں آتا تو اس کو بھی مزدوری کرانے والے کی اجازت کے بغیر روزہ رکھنا جائز ہے۔

بے روزہ شخص کو روزہ داروں کی مشابہت کرنا

جن لوگوں پر روزہ داروں کی مشابہت کرنا واجب ہے

۱۔ جس شخص نے اپنا روزہ توڑ دیا اس کو اُس دن کا باقی حصہ روزہ داروں کی مشابہت کرنا اور روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکنا واجب ہے، خواہ اُس نے روزہ بلا عذر توڑ دیا ہو یا عذر کے ساتھ توڑا ہو اور پھر وہ عذر زائل ہو گیا ہو۔

۲۔ باقی دن روزہ داروں کی مشابہت کے لئے روزہ توڑنے والی چیزوں سے رُکنا واجب ہونے کا حکم صرف رمضان کے ادائی روزوں کے لئے ہے، قضائے رمضان یا کسی اور قسم کے روزوں کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔

۳۔ اگر طلوعِ فجر ہوتے ہی یا طلوعِ فجر کے بعد دن کے کسی حصہ میں ۱۔ نابالغ بچہ بالغ ہوا یا ۲۔ کافر مسلمان ہوا، ۳۔ مجنون کو افاقہ ہوا، ۴۔ حیض یا ۵۔ نفاس والی عورت پاک ہوئی خواہ دوپہر شرعی سے پہلے پاک ہوئی ہو یا اس کے بعد میں اور خواہ کھانے پینے سے پہلے پاک ہوئی ہو یا بعد میں، یا ۶۔ مریض تندرست ہوا یا ۷۔ مسافر اپنے سفر سے واپس آیا یا اُس نے ایسی جگہ اقامت کی جہاں قیام کرنے سے شرعاً مقیم ہو جاتا ہے، یا ۸۔ کسی شخص نے اپنے دشمن سے قتال کیا اور روزہ نہیں رکھا پھر اس کا عذر زائل ہو گیا تو ان سب پر اُس دن کے باقی حصہ روزہ داروں کی مشابہت کرتے ہوئے روزہ توڑنے والی چیزوں سے رکنا واجب ہے اور ان سب پر فوت شدہ روزوں کی قضا واجب ہے سوائے نابالغ کے جو دن میں بالغ ہو جائے یا کافر کے جو

دن میں مسلمان ہو جائے کہ ان پر اُس روزے کی قضا واجب نہیں ہے، مسافر کے بارے میں یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ نصف النہار شرعی میں یا اس کے بعد واپس آیا ہو یا نصف النہار سے پہلے مگر کھانے پینے کے بعد واپس آیا ہو یا کسی اقامت کی جگہ مقیم ہوگیا ہو لیکن اگر نصف النہار شرعی سے پہلے واپس آ گیا یا اقامت کی جگہ میں مقیم ہوگیا اور اُس نے ابھی تک روزہ توڑنے والا کوئی فعل کھانا پینا وغیرہ نہیں کیا تو اس کو روزہ رکھنا واجب ہے۔

۴۔اگر کسی نے ۱- جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا یا ۲- شک کے روز صبح کو کھا پی لیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ رمضان کا دن تھا، یا ۳- سحری کھائی اور اس وقت یہ گمان تھا کہ فجر طلوع نہیں ہوئی پھر ظاہر ہوا کہ فجر طلوع ہو چکی تھی، یا ۴- روزہ افطار کیا اور اس کو اس وقت یہ گمان تھا کہ سورج غروب ہو چکا ہے پھر ظاہر ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا تھا یا ۵- کسی نے خطا یا کسی کی ۶- زبردستی واکراہ کی وجہ سے روزہ توڑ دیا تو ان میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ روزہ داروں کے ساتھ مشابہت کرتے ہوئے باقی تمام دن غروب آفتاب تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے رُکا رہے۔

جن لوگوں پر روزہ داروں کے ساتھ مشابہت واجب نہیں ہے

جو عورت حیض یا نفاس کی حالت میں ہو اُس پر اور مریض و مسافر پر عذر زائل ہونے سے پہلے روزہ داروں کے ساتھ مشابہت کرنا واجب نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ علانیہ لوگوں کے سامنے نہ کھائیں بلکہ پوشیدہ کھائیں یعنی ایسے لوگوں کے سامنے کھائیں جن کو اُن کا مریض یا مسافر ہونا وغیرہ معلوم ہو، دوسروں کے سامنے نہ کھائیں۔

نذر کا بیان

نذر کی تعریف

کسی ایسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر واجب کر لینے کو جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب نہ ہو نذر یا منت ماننا کہتے ہیں۔

نذر کا حکم

شرعاً نذر کا حکم یہ ہے کہ جب کوئی شخص عبادات میں سے کسی چیز کی نذر کرے تو اس کی نذر کا پورا کرنا واجب ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کے کام میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور نہ اس چیز میں نذر کا پورا کرنا واجب ہے جس کا بندہ مالک نہ ہو۔

نذر کا رکن

نذر کا رکن وہ لفظ ہے جو اس کے واجب ہونے پر دلالت کرے مثلاً یوں کہے کہ "مجھ پر اللہ تعالیٰ کے واسطے اتنی فلاں چیز (نمازوں روزہ وغیرہ) واجب ہے"

نذر کی شرطیں

اگر نذر کے صحیح ہونے کی کوئی شرط نہ پائی جائے تو نذر صحیح نہیں ہوتی۔ نذر کے صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں۔

۱۔ جس چیز کی نذر کی جائے اس کی جنس سے شرعاً کوئی فرض ہو مثلاً روزہ، نماز، صدقہ و اعتکاف وغیرہ کی نذر کرنا، پس عیادت کرنا، جنازہ کے ساتھ چلنا، مسجد میں داخل ہونا وغیرہ کی نذر کرنا صحیح نہیں ہے اور اس سے کچھ لازم نہیں ہوگا۔

۲۔ وہ چیز جس کی نذر کی جائے بالذات مقصود ہو وسیلہ نہ ہو، پس وضو و سجدۂ تلاوت، تلاوتِ قرآن مجید، دخولِ مسجد وغیرہ کی نذر صحیح نہیں ہوگی۔

۳۔ جس چیز کی نذر کرے وہ اس وقت یا کسی اور وقت میں واجب نہ ہو پس اگر ظہر کی نماز یا کسی اور وقت کی نماز کی نذر کرے تو صحیح نہیں ہے۔

۴۔ وہ چیز جس کی نذر کی جائے اپنی ذات کے اعتبار سے گناہ کا کام نہ ہو مثلاً شراب پینا، کسی کو قتل کرنا وغیرہ کی نذر نہ ہو۔

۵۔ جس کام کی نذر کرے اس کا ہونا محال نہ ہو پس اگر کسی نے گزرے ہوئے دن کا روزہ رکھنے کی نذر کی تو یہ نذر صحیح نہیں ہے یعنی یہ نذر اس پر واجب نہیں ہوگی۔

۶۔ نذر کے الفاظ زبان سے ادا کرنا، پس محض دل میں نیت کر لینے سے نذر لازم نہیں ہوتی۔

۷،۸۔جس قدر مال کی نذر اپنے اوپر واجب کی ہے اسی قدر مال اس کی ملکیت میں موجود ہو اور وہ مال کسی دوسرے کی ملکیت نہ ہو، یہ دونوں شرطیں بعض صورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں، پس جس قدر مال کی نذر کی ہے اگر اس کے پاس اس سے کم ہے تو جسقدر اس کے پاس ہے صرف اسی قدر صدقہ کرنا واجب ہوگا مثلاً اگر کسی نے نذر کی کہ وہ اپنے مال میں سے ایک ہزار روپیہ صدقہ کرے گا اور اس کے پاس صرف سو روپے ہیں تو اس کو سو روپے صدقہ کرنا لازم ہے۔

۹۔اپنی نذر کے الفاظ کہتے وقت متصل ہی لفظ انشاء اللہ نہ کہنا، پس اگر نذر کے الفاظ کے ساتھ متصل ہی لفظ انشاء اللہ بھی کہا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور وہ نذر باطل ہو جائے گی۔

اقسامِ نذر

نذر کی دو قسمیں ہیں:-۱- نذر معین و۲- نذر غیر معین، جیسا کہ روزے کی اقسام میں بیان ہو چکا ہے پھر ان دونوں کی بھی دو قسمیں ہیں ایک یہ کہ کسی شرط پر معلق ہو اور وہ شرط پائی جائے مثلاً یہ کہ کسی نے یوں کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میرے مریض کو صحت عطا فرمائی تو مجھ پر ایک دن کا روزہ واجب ہے پھر اُس کے مریض کو صحت حاصل ہوگئی، دوسرے یہ کہ وہ نذر غیر معلق یعنی مطلق ہو مثلاً یوں کہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک دن کا روزہ واجب ہے یا ایک سال کے روزے واجب ہیں یا اس ہفتہ میں جمعرات کا روزہ واجب ہے وغیرہ۔ جو نذر کسی شرط پر معلق ہوتی ہے جب وہ شرط پوری ہو جائے تو اس وقت یہ نذر بھی مطلق کے حکم میں ہو جاتی ہے یعنی اس کا پورا کرنا بھی نذر مطلق کی طرح واجب ہو جاتا ہے۔

مال کی نذر کے مصارف

مال کی نذر کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں لیکن ذمی کافر زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے اور نذر کا مصرف ہے، نذر کرنے والے کو اپنی نذر میں سے کوئی چیز کھانا حلال نہیں ہے اگر وہ اس میں سے کھالے گا تو اس حصہ کی قیمت ادا کرنا اس پر واجب ہوگا۔

نذر معیّن وغیرہ معیّن کے روزوں کے مسائل

ایک سال کے روزوں کی نذر

اگر کسی نے اپنے اوپر ایک سال کے روزے واجب کرنے کی نذر کی تو یہ مسئلہ تین قسم پر ہے، ان تینوں قسموں کی تفصیل یہ ہے۔

۱۔ سالِ معین کے روزوں کی نذر کرنا۔ اگر یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ اس سال کے روزے واجب ہیں تو اس پر اس سال کے روزے نذر کے دن سے آخری ذی الحجہ تک واجب ہو جائیں گے اگر کسی اور متعین سال کے روزوں کی نذر کی تو اس پر اس سال کے روزے واجب ہو جائیں گے پس وہ اُس سال کے روزے رکھے لیکن پانچ ایامِ ممنوعہ یعنی عیدالفطر و عیدالاضحیٰ اور ایامِ تشریق کے تین دن کے روزے نہ رکھے، اور ان پانچ روزوں کو بعد میں قضا کرے، اگر عورت نے یہ نذر کی ہو تو وہ ایامِ حیض کے روزوں کی بھی قضا کرے، اگر نذر ایامِ ممنوعہ گزرنے کے بعد کی ہو تو اس پر گزرے ہوئے ایام کی قضا واجب نہیں ہے پس اگر کسی نے عیدالفطر گزرنے کے بعد ۲ شوال کو یہ نذر کی ہو تو اس پر عیدالفطر کے دن کی قضاہ واجب نہیں ہے اور اسی طرح اگر ایامِ تشریق گزرنے کے بعد چودھویں ذی الحجہ کو یہ نذر کی ہو تو اس پر عیدین اور ایامِ تشریق اور بلکہ یکم محرم سے تیرھویں ذی الحجہ تک کے ایام کی قضا واجب نہیں ہوگی، صرف اُس سال کے باقی دنوں یعنی نذر کے دن سے لے کر ذی الحجہ کے آخری دن تک باقی دنوں کے روزے واجب ہوں گے، اگر رمضان سے پہلے یہ نذر کی تھی اور وہ رمضان کے روزے اپنی جگہ پر رکھ چکا ہے تو رمضان کے روزے قضا نہ کرے کیونکہ وہ تو اس پر پہلے ہی شرع کی طرف سے فرض ہیں اس لئے ان کے حق میں نذر لغو ہو جائے گی۔

۲۔ سالِ غیر معین کے روزوں کو پے درپے رکھنے کی نذر کرنا، اگر کسی نے غیر معین سال کے روزوں کی نیت کی ہو اور اس میں یہ شرط کی ہو کہ لگا تار روزے رکھے گا تو اس کا حکم وہی ہے جو معین سال کے روزوں کی نذر کا بیان ہو چکا ہے، پس وہ شخص ایام منہیہ کے روزے نہ رکھے لیکن ان دونوں قسم کے روزوں میں یہ فرق ہے کہ سالِ غیر معین کے پے درپے روزوں کی نذر کرنے والا سال ختم ہو کر دوسرے سال کے شروع ہوتے ہی کسی فاصلہ کے بغیر متصل

ان روزوں کو قضا کرے تا کہ بقدرِ امکان پے در پے ہونا پایا جائے اور معین سال کے روزوں کی نذر والے کے لئے ان پانچ روزوں کو قضا کرنا لگا تار اور متفرق طور پر دونوں طرح جائز ہے، اور ایک فرق یہ بھی ہے کہ دوسری قسم یعنی سال غیر معین کے پے در پے روزے رکھنے کی نذر میں اگر ایامِ منہیہ کے سوا ایک روزہ بھی چھوڑ دے گا تو ان کا پے در پے ہونا منقطع ہو جائے گا پس جس دن کا روزہ چھوڑ دیا ہے وہ اور اس سے پہلے جتنے دن کے روزے رکھے ہیں سال ختم ہونے کے متصل ہی ان سب کو دوبارہ رکھے بخلاف قسم اول یعنی معین سال کے روزوں کی نذر کے کہ اگر ان میں کسی ایک دن یا زیادہ دنوں کا روزہ چھوڑ دیا تو صرف اسی دن یا اتنے ہی دنوں کی قضا واجب ہوگی لیکن وہ شخص بلا عذر روزہ چھوڑ دینے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ قسم اول کی طرح دوسری قسم میں بھی رمضان کے روزوں کو قضا نہ کرے جبکہ ان کو اپنی جگہ پر رکھ چکا ہو۔ عورت قسم اول کی طرح ایامِ حیض کے روزوں کو بھی قضا کرے۔

۳۔ سال غیر معین کی نذر کرنا اور اس میں پے در پے ہونے کی شرط نہ کرنا: اگر غیر معین سال کی نذر کی اور اس میں پے در پے ہونے کی شرط نہیں کی یعنی یوں کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر ایک سال کے روزے واجب ہیں اور سال کو معین نہیں کیا اور اس میں پے در پے ہونے کی شرط بھی بیان نہیں کی تو وہ چاند کے حساب سے ایک سال کے روزے پانچ ایام منہیہ کے علاوہ رکھے اور اس کے بعد تیس روزے رمضان کے اور پانچ ایام منہیہ کے یعنی کل پینتیس روزے اور قضا کرے، اور عورت اپنے حیض کے دنوں کے روزے بھی قضا کرے۔

ایک ماہ یا چند ماہ کے روزوں کی نذر کرنا

اگر کسی نے ایک ماہ کے روزے اپنے اوپر واجب کرنے کی نذر کی تو یہ مسئلہ بھی ایک سال کے روزوں کی مانند تین قسم پر ہے۔

۱۔ کسی معین مہینے کے روزوں کی نذر کرنا۔ اس کا حکم وہی ہے جو ایک معین سال کے روزوں کی نذر کا بیان ہو چکا ہے۔ پس اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں اس مہینے کے روزے رکھوں تو اس مہینے کے جتنے دن باقی ہیں اس پر صرف اتنے دن کے روزے واجب ہوں گے، اگر کسی نے مثلاً یوں کہا کہ اللہ کے واسطے مجھ پر ماہِ رجب کے روزے واجب ہیں پھر اس نے ماہِ رجب کے روزے رکھے اور وہ مہینہ انتیس دن کا ہوا تو اس

پر کسی روزے کی قضا واجب نہیں ہے۔ اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ کے واسطے میرے ذمہ شوال و ذیقعدہ و ذی الحجہ کے روزے واجب ہیں پھر اس نے چاند کے حساب سے ان تین مہینوں کے روزے رکھے تو اس کو چاہئے کہ عیدین اور ایامِ تشریق کے روزے نہ رکھے اور ان پانچ روزوں کو بعد میں قضا کرے، اگر نذرِ معین میں ایک دن کا روزہ نہ رکھا تو صرف اس ایک روزہ کی قضا کرے اور اگر اس مہینے کے کئی دن یا تمام دنوں کے روزے نہیں رکھے تو قضا میں اختیار ہے کہ لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے۔

۲۔ کسی غیر معین مہینے کے روزوں کو لگاتار رکھنے کی نذر کرنا:- اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ ایک ماہ کے روزے لگاتار رکھوں، تو اس پر لگاتار روزے رکھنا واجب ہے، اگر ان میں سے ایک روزہ بھی چھوڑ دیا خواہ ایام منہیہ میں سے چھوڑا ہو تو اب یہ نئے سرے سے ایک ماہ کے روزے لگاتار رکھے کیونکہ مہینہ ایام منہیہ سے خالی بھی ہوتا ہے پس اس کو ایسے مہینے کے روزے رکھنا ممکن تھا جس میں ایامِ منہیہ نہ ہوں، بخلاف ایک سال کے لگاتار روزوں کی نذر کے کیونکہ سال ایامِ منہیہ سے خالی نہیں ہوتا اس لئے وہ ایام منہیہ کے روزے نہیں رکھے گا اور ان کی قضا دے گا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

۳۔ کسی غیر معین مہینے کے روزوں کی نذر کرنا اور اُن کے لگاتار ہونے کی شرط نہ کرنا:- اگر کسی نے کسی غیر معین مہینے کے روزے رکھنے کی مطلق نیت کی اور لگاتار یا متفرق طور پر رکھنے کی تفصیل بیان نہیں کی تو اس کو اختیار ہے کہ متفرق طور پر رکھے یا لگاتار رکھے پس اگر کسی نے یوں کہا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کے واسطے مہینے بھر کے روزے واجب ہیں تو اس پر ایک کامل مہینے یعنی تیس دن کے روزے واجب ہوں گے اور اس کو اختیار ہے کہ جس مہینے کے چاہے روزے رکھے، اور اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ تین مہینے کے روزے رکھوں پھر اُس نے ان روزوں کے واسطے شوال، ذیقعدہ اور ذی الحجہ کو مقرر کیا اور ذیقعدہ اور ذی الحجہ تیس تیس دن کے ہوئے اور شوال انتیس دن کا ہوا تو اس پر چھ دن کے روزوں کی قضا واجب ہوگی اس لئے کہ اس نے ہر پورے مہینے یعنی تیس تیس دن کے تین مہینوں کے روزے اپنے اوپر واجب کئے ہیں اس لئے اس کے ذمہ پانچ ایامِ منہیہ کے روزے باقی رہے اور ایک دن شوال کا کم ہونے کی وجہ سے اس کے ذمہ باقی رہا ہے۔

دو یا زیادہ دن کے روزوں کی نذر کرنا

اگر کسی نے دو دن یا زیادہ دنوں کے روزوں کی نذر کی تو اس کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو مہینے اور سال کے روزوں کی بیان ہوئیں اور وہ یہ ہیں۔

۱۔ دو یا زیادہ معین دنوں کے روزوں کی نذر کرنا:- اگر کسی نے معین دنوں کے روزوں کی نذر کی تو ان معین دنوں کے روزوں کو لگاتار رکھنا واجب ہوگا خواہ لگاتار رکھنے کا ذکر کرے یا نہ کرے اور یہی حکم معین ماہ اور معین سال کے روزوں کی نذر کرنے کا بھی ہے، معین دنوں کے بعد میں جو روزے رکھے گا وہ اُن معین نذر کے روزوں کی قضا ہوگی اسی لئے جو روزے بعد میں رکھے گا ان میں رات کے وقت یعنی صبح صادق سے پہلے پہلے نیت کرنا لازمی ہے اور ان قضا روزوں میں اختیار ہے خواہ لگاتار رکھے یا متفرق رکھے، اور معین وقت میں روزے رکھنا قضا سے بہتر ہے،

۲۔ دو یا زیادہ معین دنوں کے روزے لگاتار رکھنے کی نذر کرنا:- اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ لگاتار دو دن کے یا یہ کہا کہ تین دن کے یا یہ کہا کہ دس دن کے روزے رکھوں تو اس کو ان روزوں کا لگاتار رکھنا واجب ہے اگر ان میں سے ایک دن کا روزہ نہ رکھا یا عورت کو ان روزوں کے دوران میں حیض آ گیا تو نئے سرے سے روزے رکھے اور اگر اپنے اوپر متفرق طور پر رکھنا واجب کیا اور لگاتار رکھ دیئے تو جائز ہے۔

۳۔ دو یا زیادہ غیر معین دنوں کے روزوں کی نذر کرنا اور اُن میں لگاتار کی شرط نہ کرنا:- اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر واجب ہے کہ میں دو دن کے یا یہ کہا کہ تین دن کے یا یہ کہا کہ دس دن کے روزے رکھوں تو اس پر اسی قدر روزے واجب ہو جائیں گے اس کو اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے کوئی وقت معین کر لے جن میں ان روزوں کو ادا کرے اور اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ ان کو جدا جدا رکھے یا لگاتار رکھے۔

ایک دن کے روزے کی نذر کرنا

۱۔ اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ ایک دن کا روزہ رکھوں تو اس پر ایک دن کا روزہ واجب ہے اور اس کے ادا کرنے کے لئے دن معین کرنے کا اس کو اختیار ہے۔

۲۔ اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ روزہ رکھوں تو اس پر ایک دن کا روزہ واجب ہوگا۔

۳۔ اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے مجھ پر آدھے دن کا روزہ واجب ہے تو نذر صحیح نہ ہوگی۔

۴۔ اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ جمعرات کے دن کا روزہ رکھوں تو اب جو جمعرات سب سے پہلے آئے گی صرف اس جمعرات کا روزہ واجب ہوگا ہر جمعرات کا روزہ واجب نہیں ہوگا لیکن اگر وہ نذر کرنے میں ہر جمعرات کے روزہ کی نیت کرے گا تو ہر جمعرات کا روزہ واجب ہوجائے گا اور جس جمعرات کو روزے نہ رکھے گا اس کو قضا واجب ہوگی۔

روزوں کی نذر کے متفرق مسائل

۱۔ اگر کسی تندرست شخص نے اپنے اوپر مہینے بھر کے روزے واجب کر لئے پھر وہ مہینہ گزرنے سے پہلے مر گیا تو اس پر مہینہ بھر کے روزوں کا فدیہ ادا کرنے کی وصیت کرنا واجب ہے۔ وہ جس کو وصیت کرے وہ اس کی طرف سے ہر روزہ کے بدلے فطرہ کی مانند یعنی نصف صاع گیہوں دے خواہ ان روزوں کے لئے مہینہ معین کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

۲۔ مریض نے اگر یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے اوپر واجب ہے کہ ایک مہینے کے روزے رکھوں اور وہ تندرست ہونے سے پہلے مر گیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر ایک دن کے واسطے بھی تندرست ہوگیا اور اس کا روزہ نہ رکھا تو اس پر واجب ہے کہ مہینہ بھر کے روزوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرے۔

۳۔ کسی نے کہا کہ اگر یہ بیماری جاتی رہی تو مجھ پر فلاں چیز واجب ہے پس وہ بیماری جاتی رہی اور پھر وہی بیماری لوٹ آئی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔

۴۔ اگر کسی نے رجب کے روزوں کی نذر کی پھر رجب کا مہینہ آ گیا اور وہ اس وقت بیمار ہے تو وہ روزے نہ رکھے اور ان کی قضا دے خواہ ان قضا روزوں کو لگاتار رکھے یا متفرق طور پر رکھے دونوں طرح جائز ہے۔

اعتکاف کا بیان

اعتکاف کی تعریف

شرع میں اعتکاف کے معنی مرد کا ایسی مسجد میں اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا ہے جس کا امام ومؤذن مقرر ہو یعنی اس میں پنج وقتہ نماز جماعت کے ساتھ ادا ہوتی ہو، اور عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی جگہ پر اعتکاف کی نیت سے ٹھہرنا ہے۔

اعتکاف کی اقسام

اعتکاف تین قسم کا ہوتا ہے۔

۱- واجب

وہ نذر کا اعتکاف ہے خواہ وہ نذر کسی شرط پر موقوف ہو یا موقوف نہ ہو، کسی شرط پر موقوف نہ ہونے کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں اتنے دن کا اعتکاف کروں اور کسی شرط پر موقوف ہونے کی مثال یہ ہے کہ یوں کہے اگر اللہ تعالیٰ نے میرے فلاں بیمار کو شفا دی تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔ واجب اعتکاف کی کم سے کم مدت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک دن ہے کیونکہ اعتکاف واجب میں روزہ شرط ہے اور ایک دن سے کم کا روزہ مشروع نہیں ہے۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھ پر اللہ کے واسطے اعتکاف کرنا واجب ہے اور اس کی مدت متعین نہیں کی تو اس پر ایک دن کا اعتکاف واجب ہوگا، اعتکاف واجب کے لئے زیادہ مدت کی کوئی حد مقرر نہیں ہے پس اگر تمام عمر کے اعتکاف کی نذر کرے تو جائز ہے۔

۲- سنت مؤکدہ

اور وہ ہر سال میں رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف ہے اس کے لئے بھی روزہ شرط ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ سنت علی الکفایہ ہے پس اگر علاقہ والوں میں سے کسی ایک آدمی نے یا بعض لوگوں نے اس سنت کو ادا کرلیا تو باقی لوگوں سے اس کا مطالبہ ساقط ہو جائے گا، اگر علاقہ کے سب ہی لوگ اس کو ترک کر دیں گے اور کوئی ایک شخص بھی اس سنت کو ادا

نہیں کرے گا تو سب گنہگار ہوں گے۔

۳۔ مستحب

یعنی سنتِ غیر مؤکدہ یا نفلی اعتکاف، اور وہ مذکورہ بالا دونوں قسموں کے علاوہ ہے پس جو شخص جس وقت چاہے مستحب اعتکاف ادا کرسکتا ہے۔ مستحب یعنی نفلی اعتکاف کی کم سے کم مدت ایک ساعت یعنی تھوڑی دیر ہے خواہ وہ رات کے وقت میں ہو یا دن کے وقت میں اور یہ سال کے تمام دنوں میں جائز ہے۔ پس اعتکاف کی نیت سے مسجد میں داخل ہونے سے ہی مستحب اعتکاف حاصل ہو جاتا ہے خواہ وہ مسجد میں سے گزرتے ہوئے ہی اعتکاف کی نیت کرلے اور مسجد میں بیٹھے نہیں خواہ رات کے وقت میں ایسا کرے اس لئے کہ اس اعتکاف میں اس کا صرف مسجد میں ٹھہرنا ضروری ہے خواہ وہ اتنا تھوڑا ہو جتنا کہ قدموں کے رکھنے میں وقت لگتا ہے، جب کوئی شخص مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہوا تو جب تک وہ مسجد میں رہے گا اعتکاف کی حالت میں ہوگا اور جب مسجد سے باہر آ جائے گا اس کا اعتکاف ختم ہو جائے گا جو شخص مسجد کے ایک دروازے سے داخل ہوکر دوسرے دروازے سے نکلنے کا ارادہ کرے تو چونکہ مسجد کو راستہ بنانا جائز نہیں ہے، اس لئے اس کے واسطے حیلہ یہ ہے کہ وہ مسجد میں اعتکاف کی نیت سے داخل ہو تا کہ وہ مسجد کو راستہ بنانے والا نہ بنے۔

فائدہ

جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس کو اعتکاف کی نیت کرلینی چاہئے تا کہ وہ جب تک مسجد میں رہے اس کو اعتکاف کا ثواب ملتا رہے اور اس کو مسجد میں کھانا پینا اور سونا وغیرہ جائز ہو جائے اس طرح اس کو روزانہ بہت دفعہ اعتکاف کرنے کا ثواب مل جائے گا۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت مسجد میں داخل ہونے کی دعا کے ساتھ اعتکاف کی نیت کے لئے یہ الفاظ کہہ لیا کرے:

نَوَیْتُ الْاِعْتِکَافَ مَادُمْتُ فِیْ هٰذَا الْمَسْجِدِ

یا یوں کہے

نَوَیْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِکَافِ۔

اعتکاف کا حکم

اس کا حکم یہ ہے کہ واجب اعتکاف میں یہ واجب اس کے ذمہ سے ادا ہو جاتا اور ثواب حاصل ہوتا ہے اور نفلی اعتکاف میں اس کو صرف ثواب حاصل ہوتا ہے۔

اعتکاف کا رکن

اس کا رکن مسجد میں مخصوص طریقے پر ٹھہرنا ہے۔

اعتکاف کی شرطیں

اعتکاف کے صحیح ہونے کی شرطیں یہ ہیں۔

۱۔ نیت، خواہ اعتکاف واجب ہو یا سنت یا نفل ہو اس کی صحت کے لئے نیت کا ہونا شرط ہے، نیت کے بغیر اعتکاف کرنا جائز نہیں ہے یعنی واجب اعتکاف نیت کے بغیر کرنے سے اس کے ذمہ سے ادا نہیں ہوگا اور نفلی اعتکاف نیت کے بغیر کرنے سے اس کا ثواب حاصل نہیں ہوگا، جب کسی ایسے کام کے لئے مسجد سے باہر جائے جس کے لئے جانا اعتکاف والے کے لئے جائز ہے تو مسجد میں واپس آنے پر اس کو نئے سرے سے نیت کرنا ضروری نہیں ہے۔

۲۔ مسجد میں اعتکاف کرنا، جس مسجد میں اذان و اقامت ہوتی ہو وہاں اعتکاف کرنا درست ہے اور اس مسجد میں اعتکاف کرنا درست نہیں ہے جس میں پانچوں وقت کی نماز کے لئے جماعت قائم نہ ہوتی ہو، جامع مسجد میں مطلقاً اعتکاف جائز ہے خواہ وہاں پانچوں وقت کی جماعت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، سب سے افضل یہ ہے کہ مسجد الحرام میں اعتکاف کرے پھر مسجد نبوی ﷺ میں افضل ہے پھر مسجدِ اقصیٰ یعنی بیت المقدس میں پھر ان تینوں مساجد کے علاوہ کسی جامع مسجد میں افضل ہے اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ جامع مسجد میں پنجوقتہ نماز جماعت سے ہوتی ہو ورنہ اپنے محلہ کی مسجد میں جس میں پنجوقتہ نماز جماعت سے ہوتی ہو افضل ہے تاکہ نماز باجماعت کے لئے اس کو دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہ پڑے، پھر جس مسجد میں نمازی زیادہ ہوں اور وہاں جماعت بڑی ہوتی ہو وہ افضل ہے۔ عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے جو اس نے پنجوقتہ نماز یا اعتکاف کے لئے مقرر کی ہوئی ہو، اگر عورت نے اس مقررہ جگہ کے علاوہ گھر میں کسی اور جگہ اعتکاف کیا تو اس کا اعتکاف درست نہیں ہے، اگر اس نے پہلے سے

گھر میں کوئی جگہ نماز کے لئے مقرر نہ کی ہو تو اب مقرر کر لے اور اس میں اعتکاف کرے۔ ہر عورت کے لئے مستحب ہے کہ اپنی نماز کے لئے اپنے گھر کے اندر ایک جگہ مقرر کر لے اور اس کو ہر طرح کی آلایش سے پاک صاف رکھے اگرچہ اس جگہ کے لئے مسجد کے احکام ثابت نہیں ہوتے لیکن عورت کے حق میں یہ جگہ مسجدِ جماعت کے حکم میں ہو جائے گی، مردوں کے لئے بھی نمازِ نوافل کے لئے اپنے گھر میں جگہ مخصوص کرنا مستحب ہے، عورت کو خاوند کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہیں کرنا چاہئے۔

۳۔ روزہ، واجب یعنی نذر کے اعتکاف میں روزہ شرط ہے یہاں تک کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ ایک مہینہ کا اعتکاف روزوں کے بغیر کروں تو اس پر واجب ہے کہ وہ اعتکاف کرے اور روزے بھی رکھے اگر کسی نے رات کے اعتکاف کی نذر کی تو درست نہیں ہے کیونکہ رات کے وقت روزہ نہیں ہوتا اور اگر رات کے ساتھ دن کے اعتکاف کی بھی نیت کرے تب بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس نے نذر میں دن کو رات کے تابع کیا ہے پس جب متبوع میں نذر باطل ہوگئی تو تابع میں بھی باطل ہو جائے گی لیکن اگر دن کے اعتکاف کی نذر کی اور اس کے ساتھ رات کے اعتکاف کی بھی نیت کی تو دونوں کا اعتکاف لازم ہوگا، اگر کسی نے یوں کہا کہ اللہ تعالیٰ کے واسطے میرے ذمہ واجب ہے کہ میں رات اور دن کا اعتکاف کروں تو اس پر لازم ہے کہ رات اور دن کا اعتکاف کرے اگرچہ رات کا روزہ نہیں ہوتا لیکن رات اس میں تبعاً داخل ہو جائے گی۔ نفلی اعتکاف میں روزہ شرط نہیں ہے اور مسنون اعتکاف یعنی رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے اعتکاف کے لئے روزہ شرط ہے پس اگر کسی نے مثلاً مرض یا سفر وغیرہ عذر کی وجہ سے رمضان کے اخیر عشرہ کے روزے نہیں رکھے اور اس عشرہ کا اعتکاف کیا تو یہ اعتکاف سنتِ مؤکدہ علی الکفایہ کی جگہ ادا نہیں ہوگا بلکہ نفلی ہوگا۔ اگر کسی نے رمضان کے مہینے کے اعتکاف کی نذر کی تو اس کی نذر صحیح ہے یعنی یہ نذر اس پر لازم ہو جائے گی اور رمضان کے روزے اعتکاف کے روزوں کی بجائے کافی ہو جائیں گے لیکن اگر اس شخص نے رمضان کے روزے رکھے اور اعتکاف نہ کیا تو اس پر لازم ہے کہ اس اعتکاف کی قضا کے لئے کسی اور مہینے کا اعتکاف لگاتار کرے اور اس میں روزے رکھے اور اگر کسی نے ماہِ رمضان میں اعتکاف کی نذر کی اور اس نے روزے نہیں رکھے پھر لگاتار ایک مہینے کے روزے مع اعتکاف کے قضا کئے تو جائز ہے۔

۴۔ مسلمان ہونا، کیونکہ کافر عبادت کی اہلیت نہیں رکھتا۔

۵۔ عاقل ہونا، کیونکہ مجنون نیت کی اہلیت نہیں رکھتا، اصل میں یہ دونوں امر نیت کے لئے شرط ہیں کیونکہ نیت اسلام اور عقل کے بغیر درست نہیں ہوتی اور اعتکاف میں نیت شرط ہے۔

۶۔ جنابت اور حیض و نفاس سے پاک ہونا، کیونکہ جنابت اور حیض و نفاس کی حالت میں مسجد میں آنا منع ہے اور اعتکاف کی عبادت مسجد کے بغیر ادا نہیں ہوتی، بالغ ہونا اعتکاف کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے، پس سمجھ والے لڑکے کا اعتکاف صحیح ہوگا جیسا کہ اس کا نفلی روزہ درست ہو جاتا ہے، مرد ہونا اور آزاد ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ پس عورت کا اعتکاف خاوند کی اجازت سے جائز ہے اور غلام کا اعتکاف اس کے مالک کی اجازت سے صحیح ہے اگرچہ وہ اعتکاف واجب ہی ہو، اور جب عورت کو اس کے خاوند نے اعتکاف کی اجازت دیدی تو اب اس کو منع کرنے کا اختیار نہیں ہے اور اس کا منع کرنا صحیح نہیں ہے۔

اعتکاف کی خوبیاں

اعتکاف کی بہت سی خوبیاں ہیں اُن میں سے کچھ یہ ہیں۔

۱۔ اپنے قلب کو دنیاوی امور سے فارغ کرنے کا ذریعہ ہے، اعتکاف کرنے والا اپنے آپ کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگا دیتا ہے اور دنیا کے اشغال سے اپنے آپ کو الگ کر دیتا ہے تاکہ اللہ کے فضل و کرم کے ساتھ اس کی طرف التجا کرنے کے لئے اس کا تقرب حاصل کرے۔

۲۔ اعتکاف کرنے والے کے تمام اوقات نماز میں صرف ہوتے ہیں خواہ حقیقۃً ہوں یا حکماً، کیونکہ وہ ہر وقت نماز باجماعت کی انتظار میں رہتا ہے۔

۳۔ اعتکاف کرنے والا اپنے اندر فرشتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا اور نافرمانی سے بچتا اور کھانا پینا بقدرِ امکان ترک کرتا ہے۔

۴۔ اعتکاف کرنے والا روزہ دار ہوتا ہے اور روزہ دار اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔

۵۔ اعتکاف کرنے والا شیطان اور دنیا کے مکر و غلبے سے محفوظ ہوتا ہے گویا کہ مضبوط قلعے میں محفوظ ہو جاتا ہے۔

۶۔اعتکاف کرنے والا اپنے پروردگار کے گھر کو لازم پکڑتا ہے تاکہ وہ اس کی حاجت پوری کرے اور اس کو بخش دے۔

۷۔اعتکاف اخلاص کے ساتھ کیا جائے تو اشرف الاعمال ہے۔

۸۔اعتکاف کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

۹۔اعتکاف عبادت ہے کیونکہ اس حالت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بندگی و عاجزی کا اظہار کرتا اور بقدرِ امکان ہر وقت دوسری عبادات میں مشغول رہتا ہے۔

اعتکاف کے آداب و مستحبات

ا۔نیک باتوں کے سوا اور کوئی کلام کرنا مکروہ ہے، اعتکاف کے علاوہ بھی مسجد میں اور مسجد کے باہر یہی حکم ہے اور اعتکاف والے کے لئے بدرجہ اولیٰ ہے نیک باتوں سے مراد وہ باتیں ہیں جن میں گناہ نہ ہو، مباح کلام کرنا ضرورت کے وقت نیک کام میں شامل ہے اور بلاضرورت نیک کام میں شامل نہیں، اگر مباح کلام تقرب کے قصد سے ہو تو اس میں ثواب ملے گا۔

۲۔اعتکاف میں اکثر اوقات قرآن پاک کی تلاوت کرنا، ذکر کرنا، درود شریف پڑھنا نوافل پڑھنا، حدیث شریف اور دینی علم پڑھنا اور پڑھانا اور درس دینا اور رسول اللہ ﷺ اور دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرت و حالات اور نیک لوگوں کے حالات و حکایات کا پڑھنا اور بیان کرنا اور دینی امور کے لکھنے میں مشغول ہونا اختیار کرے۔

۳۔رمضان کے اخیر عشرہ کے اعتکاف کا التزام کرے۔

۴۔اعتکاف کے واسطے افضل مسجد کو اختیار کرے مثلاً مسجد الحرام یا مسجد نبوی ﷺ یا مسجد اقصیٰ یا جامع مسجد کو اختیار کرے۔

۵۔رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف کرے تو اکیسویں شب کو یعنی بیس رمضان کا سورج غروب ہونے سے قدرے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور رمضان المبارک کے آخری دن سورج غروب ہونے کے بعد مسجد سے باہر آئے۔

جن چیزوں سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے اور جن چیزوں سے فاسد نہیں ہوتا

اعتکاف کو فاسد کرنے والی چیزیں یہ ہیں۔

ا۔ مسجد سے باہر نکلنا، اعتکاف کرنے والے کو چاہئے کہ اعتکاف والی مسجد سے بلا عذر نہ دن میں باہر نکلے اور نہ رات میں، اگر عذر کے بغیر تھوڑی دیر کے لئے بھی مسجد سے نکل گیا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا خواہ وہ جان بوجھ کو نکلا ہو یا بھول کر، اگر کسی عذر سے باہر نکلنے پر ضرورت سے زیادہ باہر ٹھہرا رہا تب بھی اس کا واجب اعتکاف فاسد ہو جائے گا اور نفلی اعتکاف ختم ہو جائے گا عذر کی وجہ سے نکلنے میں کوئی حرج نہیں ہے وہ عذرات جن کی وجہ سے اعتکاف والے کو مسجد سے نکلنا جائز ہے یہ ہیں:

اول طبعی حاجت

یعنی پیشاب، پاخانہ، استنجاء، وضو اور فرض غسل کے لئے یعنی اگر احتلام ہو جائے تو غسل کرنے کے لئے مسجد سے باہر جانا جائز ہے۔ پس جب پیشاب یا پاخانے کے لئے مسجد سے نکلے تو اس کو گھر میں داخل ہونے کا کوئی مضائقہ نہیں ہے لیکن قضائے حاجت کے بعد طہارت یعنی استنجا و وضو سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں آ جائے اگر طہارت کے بعد وہ اپنے گھر میں تھوڑی دیر بھی ٹھہرا رہا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا، اگر اعتکاف کرنے والے کے دو گھر ہوں جن میں سے ایک نزدیک اور دوسرا دور ہو تو بعض کے نزدیک دور والے گھر میں قضائے حاجت کے لئے جانا جائز ہے اور اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا اور بعض کے نزدیک جائز نہیں ہے اور اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا اگر مسجد کے ساتھ بیت الخلا ہو جو گھر کی بہ نسبت قریب ہے تو اس صورت میں بھی وہی اختلاف ہے جو دو گھروں کے بارے میں بیان ہوا اس لئے احتیاطاً قریب والے بیت الخلا کو استعمال کرے لیکن اگر وہ شخص مسجد کے بیت الخلا سے یا اپنے دو گھروں میں سے ایک گھر والے بیت الخلا سے مانوس نہ ہو اور وہاں اس کو آسانی سے رفع حاجت نہ ہوتی ہو تو اپنے مانوس بیت الخلا میں رفع حاجت کے لئے جانا بلا خلاف جائز ہے۔ اگر چہ وہ دور ہو، جب حاجتِ طبعی کے لئے نکلے تو اس کے لئے وقار و سکون کے ساتھ آہستہ

آہستہ چلنا جائز ہے، کھانا پینا اور سونا اپنی اعتکاف کی جگہ میں کرنا چاہئے اس کے لئے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ اگر اعتکاف والے کے لئے گھر سے کھانا لانے والا کوئی شخص نہ ہو تو اس کو گھر سے کھانا لے آنا جائز ہے کیونکہ اس صورت میں یہ پیشاب پاخانے کی طرح طبعی حاجت میں داخل ہے (لیکن اس کو چاہئے کہ کھانا لے کر فوراً مسجد میں آجائے اور وہیں آکر کھائے، مؤلف)

دوم شرعی حاجت

مثلاً اذان دینے یا جمعہ کی نماز ادا کرنے کے لئے باہر نکلنا جائز ہے، پس اگر اذان کے لئے مسجد سے باہر نکلا اور اذان کے مینارہ کا دروازہ مسجد سے باہر ہو تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا خواہ مؤذن ہو یا نہ ہو، اور اگر اذان کا مینارہ اندر ہو تو بدرجۂ اولیٰ اس پر چڑھنے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوگا مستحب یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے تحری (اٹکل) کر کے اندازاً ایسے وقت نکلے کہ جامع مسجد میں پہنچ کر خطبہ کی اذان سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد اور چار رکعتیں سنتِ جمعہ قبلیہ پڑھ لے، اس کا اندازہ اعتکاف کرنے والے کی رائے پر موقوف ہے۔ اگر اندازہ غلط ہو جائے یعنی کچھ پہلے پہنچ جائے تو کچھ مضائقہ نہیں، اور نماز فرضِ جمعہ ادا کرنے کے بعد اسقدر ٹھہرے کہ چار یا چھ رکعتیں پڑھ لے، فرض جمعہ سے پہلے کی چار رکعتیں اور بعد کی چار یا چھ رکعتیں اعتکاف والی مسجد میں بھی ادا کرسکتا ہے لیکن افضل یہ ہے کہ جامع مسجد میں ادا کرے، اگر زیادہ دیر جامع مسجد میں ٹھہرا رہا مثلاً ایک دن رات وہاں ٹھہرا رہا یا باقی اعتکاف وہیں پورا کیا تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا مگر ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اگر کسی عذر مثلاً مسجد کے گر جانے یا زبردستی کسی کے نکال دینے کی وجہ سے یا اپنی جان و مال کے خوف سے مسجد سے نکلا اور اسی وقت اعتکاف کی نیت سے دوسری مسجد میں داخل ہو گیا کسی اور کام میں مشغول نہیں ہوا تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ مذکورہ دو قسم کے عذرات کے علاوہ کسی اور عذر سے مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف فاسد ہو جائے گا پس اگر بیماری یا خوف کی وجہ سے یا مریض کی عیادت یا نماز جنازہ کے لئے مسجد سے نکلے گا تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا لیکن اگر بشری حاجت پیشاب، پاخانے وغیرہ کے لئے مسجد سے باہر نکلا پھر اسی ضمن میں مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ کے لئے چلا گیا تو جائز ہے جبکہ اس کا مسجد سے نکلنا خاص اس مقصد کے لئے نہ ہو اور وہ راستے سے نہ پھرے اور نمازِ جنازہ یا مریض کی مزاج پرسی سے زیادہ وہاں نہ ٹھہرے

ورنہ اعتکاف فاسد ہو جائے گا اگر نذر کرتے وقت شرط کرلی ہو کہ وہ عیادتِ مریض یا نماز جنازہ یا مجلس علم میں حاضر ہوگا تو اب ان امور کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلنے پر اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ مسجد سے نکلنے کا مطلب قدموں کا مسجد سے باہر نکلنا ہے پس اگر اپنا سر مسجد سے باہر نکالے تو اس کا اعتکاف فاسد نہیں ہوگا۔ یہ سب احکام واجب اور سنتِ مؤکدہ اعتکاف کے ہیں، اگر نفلی اعتکاف میں عذر سے یا بلاعذر مسجد سے نکلے مثلاً مریض کی عیادت یا نمازِ جنازہ میں حاضر ہونے کے لئے نکلے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اگر نفلی اعتکاف شروع کیا پھر توڑ دیا تو اس کی قضا لازم نہیں ہے کیونکہ یہ اس اعتکاف کو ختم کرنا ہے توڑنا نہیں ہے اور سنتِ مؤکدہ یعنی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف بھی شروع کر کے توڑ دینے سے ختم ہو جائے گا سنتِ مؤکدہ یعنی رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کا اعتکاف بھی شروع کر کے توڑ دینے سے ختم ہو جائے گا سنتِ مؤکدہ کی بجائے ادا نہیں ہوگا کیونکہ وہ تو پورے عشرے کا ہی ہوتا ہے اس سے کم کیا ہوا اعتکاف نفلی بن جائے گا اور اس پر اس دن کے اعتکاف کی قضا واجب ہوگی جس دن کا اعتکاف فاسد کیا ہے۔

۲۔ اعتکاف توڑنے والی دوسری چیز جماع اور اس کے لوازم ہیں۔ اعتکاف والے پر جماع اور اس کے لوازم حرام ہیں، پس پیشاب پاخانے کے مقام میں دخول سے اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور لوازمِ جماع مثلاً مباشرت (بدن سے بدن ملانا) بوسہ، مساس، معانقہ اور پیشاب و پاخانے کے مقام کے علاوہ کسی اور جگہ مثلاً ران یا پیٹ وغیرہ میں جماع کرنا، ان سب صورتوں میں اگر انزال ہو جائے تو اعتکاف فاسد ہو جاتا ہے، اور اگر انزال نہ ہو تو اعتکاف فاسد نہیں ہوتا خواہ جماع و لوازم جماع دن میں واقع ہوں یا رات میں اور جان بوجھ کر ہوں یا بھول کر اور خواہ رضامندی کی حالت میں ہوں یا اکراہ کی حالت میں ہر حال میں اعتکاف فاسد ہونے کا حکم یکساں ہے خواہ جماع مسجد سے باہر واقع ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ جماع و لوازمِ جماع کی جن صورتوں میں روزہ فاسد ہو جاتا ہے ان سب صورتوں میں اعتکاف بھی فاسد ہو جاتا ہے اور جن صورتوں میں روزہ فاسد نہیں ہوتا ان صورتوں میں اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوتا، فرق صرف یہ ہے کہ اعتکاف کے لئے دن رات اس حکم میں برابر ہیں اور روزے میں صرف دن کے وقت یعنی روزے کی حالت میں یہ چیزیں روزہ کو فاسد کر دیتی ہیں اور جماع اور اس کے لوازم کے علاوہ روزے کو توڑنے والی دوسری چیزوں سے

واجب و سنت مؤکدہ اعتکاف اس وقت ٹوٹ جائے گا جبکہ روزے کو توڑنے والی چیز دن میں یعنی روزے کی حالت میں پائی جائے کیونکہ روزہ اعتکاف کے لئے شرط ہے اس لئے جب روزہ ٹوٹ گیا تو اعتکاف بھی ٹوٹ گیا۔

۳۔ اعتکاف کو توڑنے والی تیسری چیز بیہوشی اور جنون ہے، بیہوشی یا جنون سے اعتکاف اس وقت باطل ہوتا ہے جبکہ وہ دو یا زیادہ دن تک رہے کیونکہ ان دنوں میں نیت نہ ہونے کی وجہ سے اس کا روزہ فوت ہو جائے گا لیکن پہلے دن کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا جبکہ اس نے وہ دن مسجد ہی میں پورا کیا ہو کیونکہ نیت پائی گئی ہے لیکن اگر وہ مسجد سے باہر نکل گیا تو جنون و بیہوشی دور ہونے کے بعد اس پر اس دن کی قضا لازم ہوگی، اور اس دن کے علاوہ بیہوشی یا جنون کے باقی دنوں کا اعتکاف بھی جنون و بیہوشی دور ہونے کے بعد قضا کرے اگرچہ وہ جنون بہت طویل ہوگیا ہو اور جب اس واجب (یعنی نذر کے) اعتکاف کی قضا پر قادر ہو تو اس کو روزہ کے ساتھ قضا کرے۔

فائدہ

اگر وہ واجب (یعنی نذر کا) اعتکاف کسی معین مہینے کا ہو تو جس قدر دن باقی رہ گئے ہوں صرف اتنے ہی دن کا اعتکاف قضا کرے اس کے سوا اور کچھ نہیں اور اگر وہ واجب اعتکاف غیر معین مہینے کا ہو تو فاسد کر دینے کے بعد اس کو نئے سرے سے شروع کرنا لازم ہوگا کیونکہ وہ لگاتار ادا کرنا لازم ہوا ہے خواہ اس اعتکاف کو اپنے فعل سے کسی عذر کے بغیر فاسد کیا ہو یا اپنے فعل سے کسی عذر کی وجہ سے فاسد کیا ہو یا اس کے فعل کے بغیر ہی فاسد ہوا ہو۔

وہ چیزیں جو اعتکاف میں حرام یا مکروہ ہیں اور جو مکروہ نہیں

۱۔ خاموش رہنا: اگر اعتکاف میں عبادت سمجھ کر خاموش رہے تو مکروہ تحریمی ہے اور اگر اس کو عبادت نہ سمجھتا ہو تو مکروہ نہیں ہے، بری باتوں سے خاموشی اختیار کرنا فرض و واجب ہے کیونکہ بات کرنا کبھی حرام ہوتا ہے مثلاً غیبت کرنا اور کبھی مکروہ ہوتا ہے جیسے برے شعر پڑھنا یا سامانِ تجارت بیچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا، اس لئے پہلی قسم سے چپ رہنا فرض ہے اور دوسری قسم سے چپ رہنا واجب ہے، غیر مفید باتیں کرنے سے اپنی زبان کو بچانے کے لئے خاموش رہنا مکروہ نہیں ہے۔ لیکن زیادہ تر وقت تلاوت قرآن مجید و ذکر وغیرہ عبادت

میں گزارے۔ خاموش رہنے کے یہ احکام مسجد سے باہر اور اندر والے اور جو شخص اعتکاف میں نہ ہو سب کے لئے یکساں ہیں مسجد میں اور اعتکاف والے کے لئے بدرجۂ اولی یہ احکام ہیں۔

۲۔ اگر اعتکاف والے شخص نے دن میں (روزہ کی حالت میں) بھول کر کچھ کھا پی لیا تو چونکہ اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اس لئے اس کا اعتکاف بھی فاسد نہیں ہوگا۔

۳۔ اگر اعتکاف والا شخص کھانا اور اپنی ضرورت کی چیزیں مسجد میں بیچے یا خریدے تو کوئی مضائقہ نہیں، اگر خرید وفروخت تجارت کے ارادہ سے کرے تو مکروہ ہے۔ اعتکاف کی حالت میں نکاح کرنا، طلاق سے رجعت کرنا لباس پہننا، خوشبو اور تیل لگانا جائز ہے۔

۴۔ اعتکاف کرنے والے کو مسجد میں تجارت کے قصد سے خرید وفروخت کی بات کرنا مکروہ ہے خواہ سامانِ تجارت وہاں حاضر کیا جائے یا نہ کیا جائے اور بغیر اعتکاف والے کے لئے مسجد میں خرید وفروخت کرنا مطلقاً مکروہ ہے خواہ تجارت کے لئے ہو یا بغیر تجارت کے ہو اور خواہ سامان تجارت حاضر ہو یا نہ ہو اور خواہ اپنے لئے یا اپنے اہلِ وعیال کے لئے اس کا محتاج ہو یا نہ ہو۔

۵۔ سامانِ تجارت کو مسجد میں موجود کرنا مکروہِ تحریمی ہے اور جو کھانا اعتکاف والے نے خریدا اس کو مسجد میں لانے میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

۶۔ مسجد میں وطی (جماع) اور اس کے لوازم یعنی بوسہ لینا اور چھونا اور معانقہ کرنا وغیرہ حرام ہے۔

۷۔ گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے سے اعتکاف فاسد نہیں ہوتا لیکن یہ افعال مسجد میں اور مسجد سے باہر ممنوع وحرام ہیں پس اعتکاف کی حالت میں بدرجۂ اولیٰ ممنوع وحرام ہیں اس لئے ان سے بچنا ہر وقت ضروری ہے۔

اعتکاف کے متفرق مسائل

۱۔ جب کوئی شخص اپنے اوپر اعتکاف واجب کرنے کا یعنی اعتکاف کی نذر ماننے کا ارادہ کرے تو اس کو چاہئے کہ زبان سے بھی کہے صرف دل سے نیت کرنا اعتکاف واجب ہونے کے لئے کافی نہیں ہے اور اس سے اس پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی۔

۲۔ اگر تثنیہ یا جمع کے صیغہ کے ساتھ یعنی دو دن یا تین یا زیادہ دنوں کے اعتکاف کی نذر

کی یا دو راتوں یا تین یا زیادہ راتوں کے اعتکاف کی نذر کی تو ان دنوں کے ساتھ ان کی راتوں کا اور ان راتوں کے ساتھ ان کے دنوں کا اعتکاف بھی لازم ہو جائے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کچھ نیت نہ کی ہو یا دن اور رات دونوں مراد لئے ہوں لیکن اگر دنوں کی نذر میں خالص دنوں کی اور راتوں کی نذر میں خالص راتوں کی نیت کی ہو تو نیت صحیح ہے اور دنوں کی نذر کی نیت میں صرف ان دنوں کا اعتکاف لازم ہوگا اور اس کو متفرق طور پر ادا کرنے کا اختیار ہے اس پر راتوں کا اعتکاف واجب نہیں ہوگا اور صرف راتوں کے اعتکاف کی نذر میں اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا کیونکہ راتیں روزے کا محل نہیں ہیں اور اگر صرف ایک ہی دن کے اعتکاف کی نذر کرے تو پھر رات ضمناً داخل نہیں ہوگی اسی طرح صرف ایک رات کے اعتکاف کی نذر کرنے میں دن ضمناً شامل نہیں ہوگا اور چونکہ رات کو روزہ نہیں ہوتا اس لئے وہ نذر لغو ہو جائے گی۔

۳۔ جب اعتکاف کے واجب ہونے میں رات داخل نہیں ہے تو اعتکاف کرنے والے کو اختیار ہے کہ متفرق طور پر ادا کرے یا لگاتار ادا کرے اور جب رات اور دن دونوں شامل ہوں تو اس کو لگاتار اعتکاف کرنا واجب ہوگا، متفرق طور پر ادا کرنے سے ادا نہیں ہوگا۔

۴۔ جب اعتکاف میں رات اور دن دونوں شامل ہوں تو اعتکاف کی ابتدا رات سے ہوگی پس وہ اپنی نذر کے پہلے دن سورج غروب ہونے سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور اپنی نذر کے آخری دن سورج غروب ہونے کے بعد مسجد سے نکلے، اور جب صرف دنوں کے اعتکاف کی نذر کی تو دن سے اعتکاف شروع کرے اور طلوعِ فجر سے پہلے مسجد میں داخل ہو جائے اور غروب آفتاب کے بعد مسجد سے باہر نکلے۔

۵۔ اگر ایک معین دن یا ایک معین مہینے کے اعتکاف کی نذر کی اور اس دن سے ایک دن پہلے یا اس مہینے سے ایک مہینہ پہلے اعتکاف کر لیا یا مسجدِ حرام میں اعتکاف کرنے کی نذر کی اور کسی اور مسجد میں اعتکاف کر لیا تو جائز ہے، اسی طرح معین وقت کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے۔

۶۔ اگر گزرے ہوئے مہینے کے اعتکاف کی نذر کی تو اس کی نذر صحیح نہیں ہوگی۔

۷۔ اگر کسی نے ایک مہینے کے اعتکاف کی نذر کی پھر وہ ادا کرنے سے پہلے مر گیا اگر اس نے فدیہ کی وصیت کی ہو تو ہر روز کے اعتکاف کے بدلے میں صدقۂ فطر کی مقدار گیہوں یا جو وغیرہ دیئے جائیں اور اگر اس نے وصیت نہیں کی تو وارثوں پر جبر نہیں کیا جائے گا لیکن اگر

وارثوں نے اجازت دیدی تو اس کا فدیہ دینا جائز ہے، اگر کسی نے مرض کی حالت میں ایک مہینے کے اعتکاف کی نذر کی اور وہ تندرست نہ ہوا یہاں تک کہ مرض کی حالت میں مرگیا تو اس پر کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر ایک دن کے لئے اچھا ہوگیا پھر مرگیا تو سارے مہینے کے عوض فدیہ دیا جائے گا۔

۸۔ جب واجب اعتکاف فاسد ہو جائے تو اس کی قضا واجب ہے پس اگر کسی معین مہینے کے اعتکاف کی نذر کی تھی اور اُس نے ایک دن یا زیادہ دنوں کا روزہ توڑ دیا تو اتنے ہی دن قضا کرے جن کا روزہ توڑا ہے، اور اگر غیر معین مہینے کے اعتکاف کی نذر کی اور اس کے کسی دن کا روزہ توڑ دیا تو نئے سرے سے اعتکاف کرے اس لئے کہ اس کا لگاتار ادا کرنا واجب ہے خواہ اس نے اپنے فعل سے عذر کے بغیر فاسد کیا ہو یا عذر کے ساتھ اپنے فعل سے فاسد کیا ہو یا اس کے فعل کے بغیر فاسد ہوگیا ہو لیکن اگر معتبر عذر کے بغیر فاسد کردے گا تو گنہگار ہوگا۔

شبِ قدر اور اس کے احکام

فضائل شبِ قدر

شبِ قدر بہت زیادہ فضیلت اور بڑے مرتبہ والی رات ہے، اس رات کو لیلۃ القدر و لیلۂ مبارکۂ و لیلۃ السلام و لیلۃ التحیۃ کہتے ہیں، اس کو تلاش کرنا مستحب ہے، یہ رات سال کی تمام راتوں میں افضل ہے، قرآن مجید میں اس کو ہزار مہینے سے افضل فرمایا ہے، اس رات کو کوئی نیک عمل کرنا دوسری ایک ہزار مہینے کی راتوں میں اس عمل کے کرنے سے بہتر ہے، ہزار مہینے کے تراسی سال چار مہینے ہوتے ہیں، لیلۃ القدر کی یہ فضیلت قیامت تک باقی ہے، اللہ تعالیٰ جن مسلمانوں کو چاہتا ہے شبِ قدر دیکھنے کی سعادت نصیب فرماتا ہے، جو شخص اس کو دیکھے اس کو چاہئے کہ اس کا اظہار نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ دعا کرے۔

لیلۃ القدر کے تعین کے متعلق اقوال

شبِ قدر کے تعین کے بارے میں علما کا بہت اختلاف ہے، ان سب کا نتیجہ چھیالیس اقوال ہیں، امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق شبِ قدر رمضان المبارک میں ہوتی ہے، لیکن صاحبین کے نزدیک وہ ہمیشہ رمضان کی ایک معین رات میں ہوتی ہے، اور

امام صاحبؒ کے نزدیک اس کی کوئی رات متعین نہیں ہے بلکہ آگے پیچھے ہوتی رہتی ہے لیکن بالاتفاق یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسی رات ہے، احادیث کی روشنی میں اکثر علما اس طرف گئے ہیں کہ شبِ قدر رمضان کے اخیر عشرے میں ہوتی ہے اُن میں سے بعض نے کہا کہ اکیسویں شب ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک ستائیسویں شب ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک رمضان کے اخیر عشرے کی طاق راتوں یعنی اکیسویں یا تیسویں یا پچیسویں یا ستائیسویں رات میں اس کی امید کی گئی ہے، اب امت میں مشہور یہ ہے کہ شبِ قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور صحابۂ کرام کی ایک جماعت اور بہت سے علما و فقہا کی بھی یہی رائے ہے اور امام ابوحنیفہؒ کا بھی ایک قول یہی ہے عوام کے حق میں اسی پر فتویٰ ہے، بعض کے نزدیک تمام سال میں واقع ہوتی ہے اور مہینے کی جفت راتوں میں بھی اور طاق راتوں میں بھی ہوتی رہتی ہے۔

علاماتِ لیلۃ القدر

شبِ قدر کی علامات یہ ہیں کہ وہ رات نورانی چمکدار اور پُرسکون ہوتی ہے یعنی اس رات کو ستارے واضح طور پر روشن ہوتے ہیں، نہ زیادہ گرم ہوتی ہے نہ زیادہ سرد ہوتی ہے بلکہ معتدل ہوتی ہے اس رات کی صبح کو سورج شعاعوں کے بغیر طلوع ہوتا ہے گویا ایک تھال ہے، اس رات میں ہرگز کوئی ستارہ نہیں ٹوٹے گا، اس رات میں درخت زمین پر جھکتے ہیں اور پھر اپنی جڑوں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہر چیز اس رات میں سجدہ کرتی ہے، کھاری پانی میٹھے ہو جاتے ہیں، اس رات میں کسی کتے کی آواز نہیں سنی جاتی، اس رات کے عجائبات اور مذکورہ بالا باتیں اہلِ دل و صاحبِ ولایت مؤمنوں میں سے جن پر حق تعالیٰ چاہتا ہے کشف فرما دیتا ہے ہر شخص پر ان کا اظہار نہیں ہوتا اور شبِ قدر کا ثواب حاصل کرنے کے لئے ان میں سے کسی چیز کا ظاہر ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اس رات میں عبادت کرنا شرط ہے۔ اس رات کو پوشیدہ کر دیا گیا ہے تاکہ جو شخص اس کی تلاش میں کوشش کرے وہ اس کی وجہ سے عبادت میں کوشش کرنے والوں کا اجر حاصل کرے۔

احکامِ لیلۃ القدر

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی راتوں میں خصوصاً طاق راتوں میں جاگنا اور عبادت کرنا مستحب ہے، روایت ہے کہ جس نے شبِ قدر کو ایمان کی حالت میں ثواب حاصل

کرنے کے لئے قیام کیا یعنی عبادت کی، اس کے گزرے ہوئے زمانے کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے آئندہ کے گناہ بھی معاف کر دیئے جائیں گے، پس اس رات میں غافل ہو کر نہ سوئے، اس کے قیام کا ادنیٰ درجہ فجر کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے لیکن اس کا اکمل درجہ یہ ہے کہ تمام رات یا اس کا زیادہ تر حصہ شب بیداری کرے، نماز پڑھے، قرآن مجید و حدیث شریف پڑھے اور سُنے، تسبیح و تہلیل و ذکر و درود شریف و استغفار وغیرہ عبادات میں مشغول رہے اور اخلاص کے ساتھ دعائیں مانگے، مستحب یہ ہے کہ اس رات میں اس دعا کی کثرت کرے!

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

شب قدر میں غسل کرنا بھی مستحب ہے لیلۃ القدر کے بعد آنے والے دن کو بھی عبادت میں گزارنا سنت ہے کیونکہ اس کی فضیلت بھی شب قدر کی مانند ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ چار دن ایسے ہیں کہ ان کی راتیں ان کے دنوں کی مانند ہیں اور اُن کے دن ان کی راتوں کی مانند ہیں، ان میں رزق کی فراخی کی جاتی ہے، روحوں کو آزاد کیا جاتا ہے اور ان میں بہت زیادہ خیر و بھلائی دی جاتی ہے وہ یہ ہیں۔ ۱۔ شبِ قدر اور اس کی صبح، ۲۔ شعبان کی پندرہویں شب اور اس کی صبح، ۳۔ عرفہ کی شب اور اس کی صبح، ۴۔ جمعہ کی شب اور اس کی صبح۔ پس اگر کسی نے ان کی رات کی فضیلت کو حاصل نہیں کیا تو وہ ان کے دن کو طاعات و عبادات میں گزارے، شب قدر کے علاوہ کچھ اور بھی راتیں ہیں جن کی فضیلت سال کی دوسری راتوں سے زیادہ ہے اور وہ یہ ہیں۔ ذی الحجہ کے پہلے عشرے کی ہر رات خصوصاً آٹھویں اور نویں رات، عیدالاضحیٰ و عیدالفطر کی رات، پندرہویں شعبان کی رات جمعہ کی رات، رجب کی اوّل اور پندرہویں اور ستائیسویں رات، محرم کی اوّل رات اور عاشورہ کی رات، لیکن شب قدر اور ان سب راتوں میں شب بیداری کے لئے مساجد وغیرہ میں جمع ہونے میں کئی خرابیاں ہیں اس لئے علما نے اس کو پسند نہیں کیا اور مکروہ کہا ہے۔

روزے میں انجکشن لگوانے کا شرعی حکم

انجکشن کے ذریعہ جو دوا پہنچائی جاتی ہے وہ رگوں کے اندر رہتی ہے، جوفِ معدہ یا جوفِ دماغ میں نہیں جاتی اس لئے اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

صیامِ اربعین (چلے کے روزوں) کی حقیقت اور حکم

صیامِ اربعین (چلے کے روزوں) کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی شخص چالیس روز تک روزانہ روزہ رکھے اور اس عرصے میں اپنے ظاہری و باطنی اعضا کو ممنوعاتِ شرعیہ سے باز رکھے اور ان کو عبادات و اذکار میں مشغول رکھے اور یہ نیت رکھے کہ اس کا نفس اس مدت میں اخلاق حسنہ پر عمل کرنے اور اعمالِ قبیحہ کے ترک کرنے کا عادی ہو جائے اس لئے کہ اتنی مدت تک کسی چیز کی پابندی کرنے سے وہ چیز انسان کی طبیعتِ ثانیہ بن جاتی ہے پس اس نیت سے چہلہ رکھنا اپنی اصل کے اعتبار سے جائز بلکہ حسن ہے لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ اس عمل میں اخلاص ہو اور خرابیوں مثلاً ریا و سمعہ و عجب و کبر و نخوت اور ایسی سخت ریاضت سے جو تمام عبادتوں میں خلل ڈالنے والی ہو بچتا رہے اور اگر ایسا نہ ہو تو چلے کے روزے رکھنا مکروہ ہے۔